ہزاروں مسائل شرعیہ کا
بیش بہا خزانہ

فتاویٰ اجملیہ

بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی شاہ
مولانا محمد اجمل قادری رضوی علیہ الرحمۃ



مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ الحدیث

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل مسائل شرعیہ کا بیش بہا خزانہ

اجمل الفتاویٰ

المعروف بہ

فتاویٰ اجملیہ

جلد اوّل

عمدۃ المحققین سلطان المناظرین اجمل العلماء بدر الفضلاء

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اجمل صاحب قادری رضوی اشرفی نعیمی علیہ الرحمۃ و الرضوان

شبیر برادرز

۴۰۔ اردو بازار۔ زبیدہ سنٹر ○ لاہور

باب فضائل رسول

باب علم غیب

باب التوسل وطلب حاجات ۱۱۹

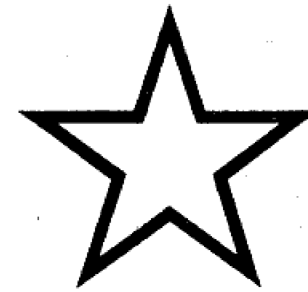
باب السنّت والبدعت

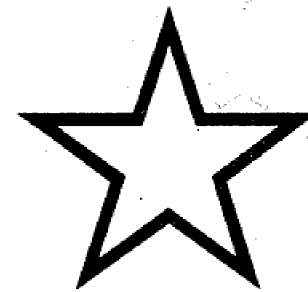
باب فرق ضالہ

باب کفر و تکفیر

باب تقلید

باب العلم والتعلیم





فتاوی اجملیہ کا اجمالی خاکہ

مندرجہ ذیل ۱۴ عنوانات ہیں

کتاب العقائد والکلام	کتاب الطہارت	کتاب الصلوۃ
کتاب الجنائز	کتاب الصوم	کتاب الزکوۃ
کتاب الحج	کتاب النکاح	کتاب الطلاق
کتاب البیوع	کتاب الفرائض	کتاب الصید والذبائح
کتاب الایمان والنذور	کتاب الردوالمناظرہ	کتاب الحظر والاباحۃ

تعداد ابواب کل ۸۵ — تعداد فتاوی کل تقریبا ۱۱۳۱

تعداد رسائل ۱۰

اسمائے رسائل

(۱) اجمل المقال لعارف رؤیۃ الہلال	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء
(۲) عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء
(۳) تحائف حنفیہ برسوالات وہابیہ	۱۳۸۱ھ	۱۹۶۱ء
(۴) فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء
(۵) قول فیصل	۱۳۷۶ھ	۱۹۵۶ء
(۶) اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد	۱۳۴۶ھ	
(۷) اجمل الکلام فی عدم القرأۃ خلف الامام	۱۳۵۵ھ	
(۸) طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت	۱۳۷۷ھ	
(۹) بارش سنگی برقفائے سر بھنگی	۱۳۵۶ھ	
(۱۰) افضل الانبیاء والمرسلین (رسالہ ردعیسائیت)		

تاثرات علمائے کرام

مظہر اجمل العلما، زینت مسند افتا، حضرت علامہ مفتی **محمد اشفاق حسین** صاحب قبلہ نعیمی

اجملی سنبھلی مفتی اعظم راجستھان

استاذ العلما، نجم الفقہاء حضرت علامہ مفتی **محمد ایوب خاں** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

صدر المدرسین جامعہ نعیمیہ مرادآباد

پروفیسر معقولات حضرت علامہ **محمد ہاشم** صاحب جامعہ نعیمیہ مرادآباد

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **عبدالسلام** صاحب رضوی مہواکھیڑوی جامعہ نوریہ بریلی شریف

زینت مسند درس وتدریس حضرت علامہ مولانا **محمد چراغ عالم** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **محمد اسحاق** صاحب

مدرس دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

سوانح اجمل العلماء ۔محفوظ یادداشتیں بقلم

شہزادہ اجمل العلماء حضرت مولانا مفتی **محمد اختصاص الدین** صاحب قبلہ

ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

ترتیب وپیش کش ۔حضرت مولانا صغیر اختر مصباحی　مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مقدمہ منجانب مرتب　محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

عرض مرتب

باسمہ تعالیٰ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الاعلیٰ

ہندوستان کے دور آخر میں فقہ حنفی کا ایک انمول خزانہ منظر عام پر آیا جو اپنی تحقیق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے فقہ حنفی کے اصول وفروع کا بیش بہا ذخیرہ اور مذہب احناف کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یعنی ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' جو صرف ایک مرد مجاہد اور عظیم محقق امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا رنامہ ہے۔اس کی قدیم بارہ ضخیم جلدیں ہیں جواب جدید طرز پر عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ مع حوالہ کتب تقریبا تیس جلدوں میں منظر عام پر آرہا ہے۔اس فتاوی کے ذریعہ فقہ حنفی کی فوقیت وعظمت آج مخالفین کے قلوب میں بھی جاگزیں ہوچکی ہے۔امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاوی کے ذریعہ فتوی نویسی کا ایک جدید اسلوب سکھایا ہے،فقہائے احناف جن کو بالعموم فقہائے رائے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ محض قیاس واجتہاد سے سمجھا اور سمجھایا گیا ہے،حالانکہ زمانہ قدیم سے اس دعوی کی تردید علمائے احناف کرتے آئے ۔لیکن امام احمد رضا نے اپنے فتاوی میں اسلوب ہی ایسا اختیار فرمایا کہ مخالفین کے دعوے ہباءً منثورا ہوگئے ۔آپ جب کوئی فتوی تحریر فرماتے ہیں تو اولا آیات واحادیث سے استدلال فرما کر اصول وضوابط کی روشنی میں تصریحات فقہائے احناف پیش کرتے ہیں۔دقیق مسائل اور لاینحل امور کی گتھیاں نہایت آسانی کے ساتھ سلجھادیتے ہیں۔اس طرح کے ہزارہا مسائل آپ کے فتاوی کی زینت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس اسلوب کی بنیاد رکھی تھی آپ کے خلفاء ومتوسلین اور آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علمائے کرام ومفتیان عظام نے اس اسلوب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور پیش آمدہ مسائل میں اسی کو نمونہ بنا کر فتوی نویسی کی خدمت انجام دی۔

فتاوی امجدیہ۔فتاوی مصطفویہ۔فتاوی حامدیہ۔فتاوی نوریہ۔فتاوی فیض الرسول۔فتاوی نعیمیہ۔فتاوی مظہری۔حبیب الفتاویٰ ۔فتاوی ملک العلماء۔اور دیگر علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ جو مختلف رسائل وجرائد اور تصانیف اہل سنت میں بکھرے ہوئے ہیں اس نمونہ کی واضح مثالیں ہیں۔اوران کے علاوہ غیر مطبوعہ فتاوی اس سے کہیں زیادہ ہیں جو دارالافتاؤں کی زینت ،یا پھر عدم توجہی کا شکار ہوکر صفحہ

ہستی سے نابود ہو چکے ہیں۔

زیرنظر فتاوی اجملیہ بھی ایک عرصہ دراز سے اسی کشمکش کا شکار تھا۔ آج پچاس سال سے زائد ہونے کو آئے لیکن یہ علمی خزانہ پردہ خفا میں رہا۔ اس کے مصنف سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے خلیفہ اجل صدر الا فاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی کے ارشد تلامذہ سے تھے، امام احمد رضا کے مرید اور حجۃ الاسلام کے خلیفہ تھے، حضور مفتی اعظم ہند سے بھی خصوصی عقیدت ووابستگی تھی جیسا کہ زیرنظر فتاوٰی کے بعض فتووں سے ظاہر ہے۔

امام احمد رضا کے خوشہ چیں ہونے کے اعتبار سے اجمل العلما کو بھی فقہ وفتاوٰی کی دولت گرانمایہ سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ نے بھی وہی اسلوب اپنایا جو آپ کے اسلاف کا تھا۔ آپ نے ایک طویل عرصہ تک فتاوی تحریر فرمائے لیکن وہ تاہنوز منتظر طباعت تھے۔ اس پس منظر میں یہ بات باعث مسرت ہے کہ ان کے وارثین وجانشین حضرات نے اور بالخصوص شہزادۂ اجمل العلما حامی سنت حضرت مولانا مفتی محمد اختصاص الدین صاحب قبلہ نے یہ علمی سرمایہ محفوظ رکھا۔ ورنہ تو کب کا ضائع ہو چکا ہوتا۔ ایک زمانہ تک اس کی ترتیب وتبوب کے لئے نہ جانے کن کن حضرات سے تبادلۂ خیال ہوا ہوگا۔ پوری تفصیل تو اہل معاملہ ہی جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اپنا حال معلوم ہے۔ راقم الحروف کے ساتھ عزیز گرامی مولوی محمد صغیر اختر صاحب مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے اس ذخیرہ دینی کو منظرِ عام پر لانے کی گذارش کی۔۔ بعدہ مولانا موصوف نے مفتی اعظم راجستھان دام ظلہ الاقدس سے اس اہم کام کے لئے عرض کیا تو آپ نے اس کو نہایت اہمیت دی اور فوراً اس کے مکمل فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس اس حکم کے ساتھ روانہ کر دی کہ اس کام کو میں انجام دوں۔ بلاشبہ میرے لئے یہ سعادت اور خوش بختی کی علامت ہے کہ اس عظیم کام کے لئے مجھ ہیچمداں کو منتخب فرمایا۔ میں اپنی بے بضاعتی اور تہی دستی کے باوجود اس کام میں لگ گیا۔ تائید غیبی اور بزرگوں کے بھروسہ پر میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ فتاوی اجملیہ نقل شدہ پانچ رجسٹروں میں مجھے موصول ہوئی اور ساتھ ہی متعدد فتاوی منتشر اوراق میں بھی ناظم صاحب قبلہ نے مجھے مرحمت فرمائے۔ اس میں آپ کی تصانیف سے دس رسائل بھی شامل تھے جن میں بعض طباعت کے مرحلہ سے گذر چکے تھے۔

رجسٹروں میں نقل شدہ فتاوی میں بعض تو حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دست اقدس سے نقل شدہ تھے اور خوشخط اور صاف تھے، لیکن اکثر حصہ دوسرے ناقلین کے قلم سے تھا جس میں غلطیاں بے شمار تھیں

۔ بلکہ بعض حصوں کی نقل تو مبتدی طلبہ کے قلم سے معلوم ہوتی ہے۔ خط نہایت ہی گنجلک وشکستہ جس کا پڑھنا اور سمجھنا نہایت دشوار کام تھا۔

پھر آج کل ہماری جماعت میں کمپیوٹر پر کام کرنے والے غیر عالم آپریٹروں کی غلطیاں اس پر مستزاد، ان تمام چیزوں کے مجموعہ نے اس مجموعہ فتاوی کو ایسا حیراں کن بنا دیا کہ الاماں والحفیظ۔

فتاوی کے پانچوں رجسٹروں میں کوئی ترتیب نہیں تھی، جیسے جیسے فتاوی لکھے جاتے رہے تھے ان میں نقل ہوتے رہے، لہذا یہ غیر مربوط وبے ترتیب فتاوی میرے سپرد ہوئے۔ ناظرین اس سے اندازہ کریں کہ جاکاہ اور محنت شاقہ سے مجھے دوچار ہونا پڑے گا لیکن اعانت وخداوند قدوس پر بھروسہ کرتے ہوئے شب وروز اس پر لگا رہا ہے۔ راتوں کو جاگتا اور اس خدمت کو انجام دیتا خدا خدا کر کے کامل ایک سال کی لگن اور محنت شاقہ کے بعد اس کی تبییض وتصحیح مکمل ہوئی۔ اب یہ فتاوی فقہی ابواب پر مرتب ہو کر دیدہ زیب طباعت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ از اول تا آخر میں نے ان کو دو مرتبہ اور بعض فتاوی کو متعدد مرتبہ پڑھا ہے اور حتی الامکان انکی تصحیح کی ہے۔ لیکن اغلاط کی اس بھیڑ بھاڑ میں غلطیاں رہ جانا عین ممکن ہے۔ اگر قارئین کے سامنے ایسے مقام آئیں تو مطلع فرمائیں آئندہ اڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

اس کام کے لئے جتنا وقت ملنا چاہئے تھا اتنا نہیں مل سکا ہے۔ گذشتہ سال عرس اجملی میں مجھ سے اس کا وعدہ لیا گیا اور امسال کے عرس میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر کچھ وقت اور ملتا تو اس کی خوبیوں میں مزید اضافہ کیا جاتا۔ اس جلدی جلدی کی عالم میں راقم الحروف نے مکمل فہرست تیار کی اور از اول تا آخر فتاوی میں جتنی آیات واحادیث تھیں ان کی بھی فہرست بنا دی۔ فقہا ومحدثین کی جن کتابوں کے حوالے زینت کتاب تھے مع اسمائے مصنفین مکمل طور پر شامل اشاعت ہیں۔ تمام فتاوی کے نمبر شمار بھی سوالات کے ساتھ رقم کر دئے گئے ہیں تاکہ پوری کتاب کے فتاوی کی تعداد بھی بآسانی سمجھی جا سکے۔

غرض کے خاکسار نے اس کتاب کی ترتیب وتبویب اور تزئین وکتابت میں جس قدر محنت کی ہے ناظرین اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

فتاوی اجملیہ قلمی کے عکوس

؟ ہے بلد پڑھے مسئلا یہ حدیث پیش کرتے ہیں قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام ۔ رواہ البیہقی فی کتاب القراۃ صفحہ ۴۲ وقال ہذا اسنادہ صحیح ۔ ترجمہ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں نماز ہوتی اس شخص کی جس نے امام کے پیچھے سورۃ الحمد نہیں پڑھی روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور کہا اسناد اسکی صحیح ہے ۔ لہذا مذہب حنفیہ میں جو مقتدی کو الحمد پڑھنے کی ممانعت ہے تو کس قاعدہ اور دلیل کی رو سے ہے امید کہ جواب کافی و افی ہونا چاہیے ورنہ ان لوگوں کے کہنے سے اور بتانے سے چند آدمی ادھر طرف متوجہ ہوئے جاتے ہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

الحمد للہ رب العلمین ۔ والصلوۃ والسلام علی افضل المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

ہندوستان میں امام کے پیچھے بھی الحمد پڑھنے والے بالعموم غیر مقلد ہیں انھیں احادیث شریفہ سے استدلال کرنے کی کیا لیاقت ائمہ دین جنکے سینے علوم کے بحر مواج تھے انھوں نے کیسی کیسی عرق ریزیاں اور محنتیں اٹھائیں تب اس مرتبہ کو پہنچے کہ آیات کریمہ اور احادیث سے استنباط احکام کر سکیں ۔ ان بے خردان زمانہ کو تو نہ زبان ہے اور دماغ ہے اردو کلام سمجھنے کا سلیقہ نہیں وہ معدن علوم تک کیونکر رسائی کر سکتے ہیں ۔ قرات خلف الامام ہی کا مسئلہ لیجیے اسمیں جسقدر احادیث وارد ہیں اور جو حکم قرآنی ہے سب پر نظر رکھکر فیصلہ کرنا آجتک نہ کسی غیر مقلد کو میسر آسکا نہ آسکے الی یوم القیمۃ ان شاء اللہ تعالی ۔ جو روایت یہ پیش کرتے ہیں یہ جو حدیث ان کے سامنے پیش کر دی جائے تو اوس کے ماننے ہی میں طرح طرح کے حیلہ حوالے کا نہیں خواہ

[illegible]

[illegible] ظہور [illegible]

فقتلہ او امر بہ او اجاز بتعیین اسمہ (از نظم الفرائد حاشیہ شرح عقائد ص ۲۲۶)

نیز صواعق محرقہ [illegible] امام غزالی [illegible] مسلک کو فرمایا وھذا

ھو الاحق [illegible] صواعق ص ۱۳۱ [illegible] ان عبارات کا [illegible] کے بعد [illegible]

محدثین کے دلائل [illegible] متوقفین کے مسلک کی ترجیح کے [illegible]

[illegible]

[illegible] مسلک [illegible]

[illegible] (رحمۃ اللہ) [illegible]

[illegible] صلی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مولانا صاحب کی نظر میں متوقفین کی یہ وجوہ چونکہ مانعین کی وجوہ میں جگہ

رکھتی تھیں لہذا حضرت مولوی صاحب نے مانعین کے بیان میں ان کا ذکر دیا تو اسلئے

کہ کوئی ضرورت نہ سمجھی یہ باقی رہا کہ امر مجوزین کی باتیں جو مانعین کے

سامنے کمزور معلوم ہوتی ہے تو میرے خیال ناقص میں مولوی صاحب نے تحقیق

تحقیق کو یہ مرتبہ حاصل ہونا ہی چاہئے [illegible] مجوزین چند اصحاب

اور مانعین کی خود تعداد بھی زیادہ ہے [illegible] بعض اکابر میں متوقفین کی

نے مزید قوت کا افادہ کیا اور متوقفین کی جماعت خود ان دونوں حضرات سے بہت

اکثر ہے جیسا کہ [illegible] امام غزالی فرماتے ہیں والناس فی یزید ثلث فرق

فرقة تتولاه وتحبه وفرقة تسبه وتلعنه وفرقة متوسطة في ذلك

لا تتولاه ولا تلعنه وتسلك به مسلك سائر ملوك الاسلام و

خلفائهم غير الراشدين في ذلك وهذه الفرقة هي المصيبة ومذهبها هو اللائق

بمن يعرف سير الماضين ويعلم قواعد الشريعة المطهرة جعلنا الله من خيار اهلها آمین (صواعق ص ۱۳۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۷۸۶

اجمل العلما بدر الفضلا

جامع العلوم شخصیت

مظہر اجمل العلما، زینت مسند افتا، حضرت علامہ مفتی **محمد اشفاق حسین** صاحب قبلہ نعیمی

اجملی سنبھلی مفتی اعظم راجستھان

اجمل العلما استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد اجمل علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی برصغیر ھندو پاک میں محتاج تعارف نہیں۔

اجمل العلما ضلع مراد آباد کے تاریخی شہر سنبھل کے محلّہ دیپا سرائے میں ایک دینی وعلمی گھرانہ میں ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ والد گرامی الحاج شاہ محمد اکمل علیہ الرحمہ نے محمد اجمل نام رکھا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ علامہ موصوف کو دینی وعلمی ماحول ورثہ میں ملا تھا۔ اور بچپن ہی سے حصول علم کا ذوق قدرتی طور پر عطا ہوا۔ حافظہ انتہائی قوی اور طبیعت اخاذ تھی۔ اسباق کی سبقت پر اساتذہ کو بسا اوقات حیرت ہوتی تھی۔

اجمل العلماء کے چند لائق ذکر اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت علامہ شاہ عماد الدین سنبھلی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

تاج العلماء حضرت مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ

مولانا الحاج محمد افضل شاہ صاحب

الحاج شاہ محمد اکمل علیہ الرحمہ

ابتدائی تعلیم اپنے دادا جان الحاج شاہ سید غلام رسول علیہ الرحمہ اور والد گرامی الحاج شاہ محمد اکمل علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ پھر حضرت علامہ شاہ عماد الدین سنبھلی علیہ الرحمہ سے۔ پھر جامعہ نعیمیہ مراد آباد حاضر ہو کر حضرت صدالافاضل مولانا شاہ محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ والرضوان سے باقاعدہ علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔

۲۰۔ شعبان المعظم ۱۳۴۲ مطابق ۲۷۔ مارچ ۱۹۲۴ کو علوم مروجہ سے فراغت وسند حاصل کی اور سنبھل میں ۸ر صفر المظفر ۱۳۴۴ بروز شنبہ مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل کا قیام عمل میں آیا، اور پھر درس وتدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رہا۔

۱۳۳۷ھ میں امام اہلسنت عظیم البرکۃ اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست مبارک پر بیعت کی اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے خلافت واجازت حاصل کی اور ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء سے باقاعدہ فتوی نویسی کا آغاز کیا۔ فتویٰ نویسی کی اجازت حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل تھی۔

اجمل العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات درخشاں حیثیت کی حامل ہے۔ وہ بیسویں صدی کے جلیل القدر عظیم المرتبت عالم دین محدث وفقیہ تھے اور اپنے معاصرین میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ بیک وقت متعدد علوم وفنون پر ان کو مہارت تامہ حاصل تھی جس پر ان کی متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف ان کے تبحر علم وفضل کی شاہد ہیں۔ علوم قرآن کریم اور علوم حدیث میں تبحر ومہارت ہی کا نتیجہ تھا کہ اجمل العلما علیہ الرحمۃ کو علم فقہ واصول فقہ میں اپنے معاصرین میں مقام اختصاص حاصل تھا۔ جس کا اعتراف نہ صرف اہل سنت کے متاخرین علمائے کرام نے برملا کیا بلکہ مخالفین بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جس کی نہایت روشن مثال اجمل العلما کے وہ فتوے ہیں جنھیں اعلی تحقیقی فتوی ہونے کے باعث فتاوی دیوبند میں اپنی تائید وتوثیق کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

سچ ہے: الفضل ما شهدت به الاعداء۔

اجمل العلما نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں فتوی نویسی شروع کی۔ اس وقت ان کی عمر تقریبا ۲۵ سال کی تھی۔ اس اعتبار سے تقریبا ۳۸ سال کی طویل مدت تک اجمل العلماء مسلسل فتوی نویسی کی

خدمات انجام دیتے رہے۔ لہٰذا بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ہزاروں فتوے تحریر فرمائے اور مختلف موضوعات پر متعدد تحقیقی رسائل بھی تحریر فرمائے جو زیور طبع سے آراستہ ہو کر عوام و خواص سے شرف تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

سنبھل میں ان کی ذات عوام و خواص کا منفرد مرجع تھی۔ اجملی دار الافتاء میں بعض اوقات بیک وقت تیس تیس چالیس چالیس فتاوے جمع ہو جاتے اور مختلف اطراف واکناف، بلاد و امصار سے استفتاء آتے جن کے جوابات اجمل العلماء انتہائی ذمہ داری سے مدلل و محققانہ تحریر فرماتے اور ارسال و ترسیل کا پوری ذمہ داری سے اہتمام کیا جاتا۔

اجمل العلما کے فتاوی تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جو چار عظیم جلدوں میں فتاوی اجملیہ کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔

ملت اسلامیہ کا یہ عظیم محدث و فقیہ جو بیک وقت ایک عظیم مفکر و مدبر بھی تھا اور مناظر بھی۔ مسند تدریس کا شیخ الحدیث بھی تھا اور مفتی بھی، بہترین مقرر بھی تھا اور عمدہ مصنف و محقق بھی، جس نے اپنی متاع حیات کو ناموس دین اور عظمت مصطفی ﷺ پر قربان کر دیا۔ جس کی عظمت کا اعتراف نہ صرف برصغیر ہند و پاک نے کیا، بلکہ عجم و عرب نے اور اپنے بیگانے سبھی نے علمی عظمت کا لوہا مانا۔ اپنی ۶۴ سالہ عمر میں بتاریخ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء دار فانی سے دار ابدی کو رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع۔ زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اجمل العلماء کی چند اہم خصوصیات

اجمل العلما کو علم فقہ پر عبور حاصل تھا۔ وہ متاخرین علمائے اہل سنت میں علمائے اعلام میں شمار کئے جاتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور آج بھی اہل علم اور ارباب فکر و دانش کے نزدیک ایک عظیم مفتی و محدث، محقق و مصنف کی حیثیت سے معروف ہیں۔

یہ سچ ہے کہ وہ بیک وقت محدث بھی تھے مفتی بھی، اور عظیم محقق و مرشد بھی، اور ایک انتہائی بیدار مغز قادر الکلام مناظر بھی، صاحب فکر مصنف بھی، وہ فکر رسا کے مالک تھے اور بہترین نعت گو شاعر بھی تھے ۔ذلك فضل الله يو تيه من يشاء

بلا شک یہ تمام خوبیاں کسی ایک ذات میں بیک وقت جمع ہونا محض کسبی نہیں بلکہ خاص فضل خداوندی کی روشن دلیل ہیں۔ اور یقیناً یہ ان پر منعم حقیقی کا خاص انعام تھا۔

ایں سعادت بزور باز و نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فتاوی اجملیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ان کے اکثر و بیشتر فتاوی مدلل و مفصل ہیں اگرچہ بعض فتاوی مختصر بھی ہیں مگر جامع اور واضح ہیں۔ اپنی رائے کو شفاف طور پر ظاہر کرنا ان کا اختصاص تھا۔ اسی لئے ان کا کوئی فتوی مبہم نہیں۔ اکثر و بیشتر وہ قول اسلم کے اثبات میں قرآن و حدیث سے دلائل نقل کر کے فتوے کو براہین و دلائل سے آراستہ کر کے پیش کرنے کے عادی نظر آتے ہیں جو ان کے فقہی تبحر کی واضح دلیل ہے۔ اتباع سنت و سلف ان کا مسلک اور محبت و عشق رسول ﷺ ان کا مشرب تھا۔ ان کا نعتیہ دیوان ان کے عشق رسالت پناہ ﷺ کے سوز کا پتہ دیتا ہے۔

اجمل العلماء کی یوں تو متعدد تصنیفات ہیں مگر فقہی نقطہ نظر سے اجمل الارشاد فی تحقیق حرف الضاد انکا ایک عظیم فقہی شاہکار ہے جو فقہی بصیرت کے ساتھ ساتھ ان کے فن تجوید و قرأت پر مہارت کا روشن ثبوت ہے اور اس حقیقت کا اعتراف اخیار و اغیار سبھی کو ہے۔

ان کی نثر نگاری پر اگر ایک غائر نظر کیجئے تو ندرت و سلاست، بلاغت و ترسیل مفاہیم کے اعتبار سے علم فقہ کے علاوہ خود اردو ادب کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔

میں اپنے فتوی نویسی کے ایک طویل تجربہ کے پیش نظر اگر ان کے فتاویٰ کی خصوصیات ذکر کروں تو بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بیسیوں صدی کے ربع اول کے بعد بہت کم حضرات ہی مسند افتاء پر اس امتیاز کے حامل تھے جن خصوصیات سے اللہ رب العزت نے اجمل العلماء کو مالا مال فرمایا تھا۔

دلائل و استشہادات کا تسلسل۔ سوال کے ہر پہلو پر گہری نظر۔ نقلی اور عقلی دلائل۔ عصر حاضر میں درپیش مسائل کا علمائے سلف کے فتاوی کی روشنی میں واضح حل پیش کرنا۔ سوال کی مناسبت سے جواب لکھنے پر ملکہ تامہ۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو اجمل العلماء کی نگارش کا خاص امتیاز ہے۔ عوام و خواص میں تحریر کی مقبولیت کا یہ حال ہے کہ ان کے مستفتیوں میں عامۃ المسلمین سے لیکر محدث و علماء و اساتذہ بھی شامل ہیں۔

رد بدعات و منکرات اور ابطال باطل میں ہر فرقہ باطلہ کا کتاب و سنت سے مدلل جامع مانع رد ان کی دینی و علمی سرگرمیوں کا اولین حصہ تھا۔ ان کی تصنیف رد شہاب ثاقب اسکا منہ بولتا ثبوت ہے۔

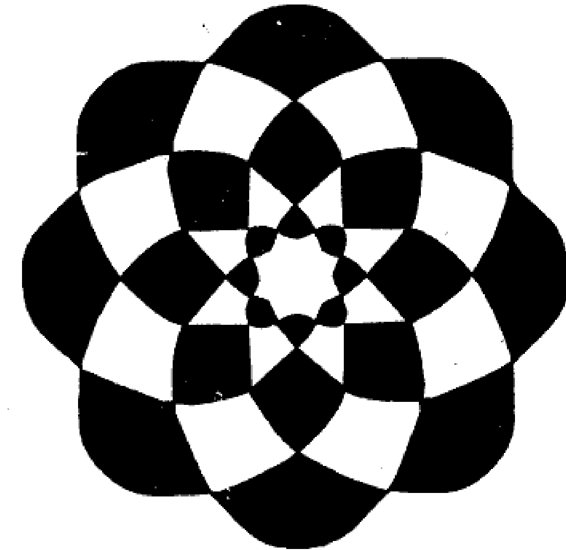
موصوف ممدوح کی عمر اگرچہ ۶۳ سال ہوئی مگر اس مختصر عمر میں ایسی عظیم دینی و ملی اور علمی خدمات کی مثال دور حاضر میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اجمل العلماء

اپنے وقت کے جلیل القدر عالم وفقیہ تھے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اعلیٰ ﷺ کے طفیل ان کی قبر انور پر نور کی برکھا برسائے، اوران کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے عالم اسلام کو متمتع فرمائے اوران کے اس مجموعہ فتاوی اجملیہ کو مقبول عام بنائے اور مسلمانوں کے لئے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ والحمد لله رب العلمین



چمن نعیم کی عبقری شخصیت

فقیہ اعظم حضرت اجمل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

استاذ العلماء، نجم الفقہاء حضرت علامہ مفتی **محمد ایوب خاں** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

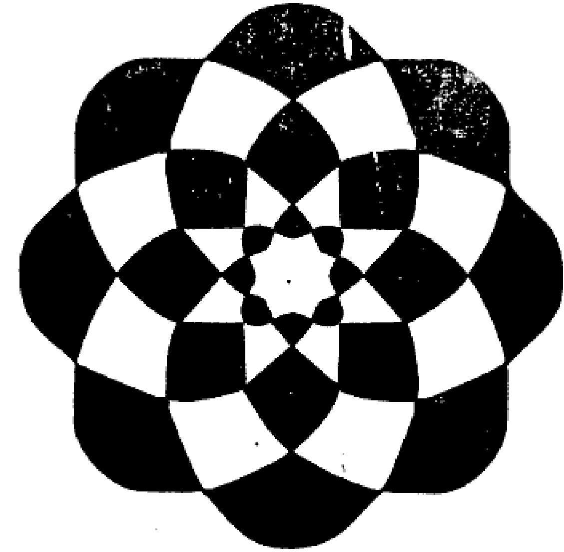
صدر المدرسین جامعہ نعیمیہ مراد آباد

خاتم المتاخرین اجمل العلماء علامہ شاہ مفتی محمد اجمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مرکزی درس گاہ اجمل العلوم سنبھل ان مفتیان کرام میں سے ہیں جنہوں نے علم وادب اور معقولات ومنقولات، ہندوستان کی مرکزی قدیم درس گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں استاذ العلماء صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نعیمیہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں سند فراغت ودستار فضیلت مشاہیر علمائے اہل سنت کے ہاتھوں سے حاصل فرمائی۔ اس کے بعد ہی سے ملت بیضاء کی خدمات، تدریس وخطابت ومناظرہ میں لمحات زندگی صرف فرمائے۔ معقولات ومنقولات دونوں شعبوں میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ جامعہ نعیمیہ کہ آپ ہمیشہ ممتحن رہے۔ جزئیات پر گہری نگاہ تھی کہ ہر مسئلہ میں سیر حاصل گفتگو فرماتے۔ خود میں ایک بار شرح جامی کا امتحان دے رہا تھا اور میں نے قصداً ایک قول ضعیف پیش کیا۔ اس پر آپ نے اعتراض فرمایا۔ پھر میں نے جمہور نحاۃ کا مذہب پیش کیا خوش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے تمام ائمہ نحو کے دلائل پیش فرمائے اور مذہب جمہور کو بیشمار دلائل سے مدلل فرمایا۔ تقریر وتحریر میں آپ اپنی مثال تھے۔ اشاعت حق کا جذبہ بطور انفرادیت حاصل تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ آخر دور میں اپنی علالت کے باوجود جامعہ نعیمیہ کے صحن میں جلسہ دستار بندی کے موقع پر قوم کو نہایت رقیق انداز میں خطاب فرمایا جو آج تک سننے والے موجودہ لوگوں کے، ذہنوں میں محفوظ ہے۔ جزئیات فقہ پر عبور اور مسلک حنفی پر مضبوط دلائل نقلیہ وعقلیہ کا پیش فرمانا صاحب ہدایہ حضرت شیخ اجل برہان الدین علیہ الرحمہ کی یاد تازہ کرتا تھا۔ اجمل الفتاوی جو منظر عام

پرآرہا ہے ان کی خدمات ملت کی ایک امانت ہے جو قوم کو دی جارہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ساری امت کو اس سے استفاضہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو اپنی اور اپنے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کی رضا کا ذریعہ بنائے جسکے انوار ان کی ضریح اقدس پر تا قیام قیامت برستے رہیں اور ان کے خلف سعید مفتی محمد اختصاص الدین صاحب کو ان کی شان کا مظہر بنائے۔

آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ وعلی الہ الصلاۃ والتسلیم۔

مورخہ ۴ ربیع الاخر ۱۴۲۵ھ



اجمل العلما علمی دنیا کی ایک
جامع الصفات شخصیت

پروفیسر معقولات حضرت علامہ **محمد ہاشم** صاحب جامعہ نعیمیہ مراد آباد

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

محترم حضرات! عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ علوم وفنون کی ماہر شخصیات میں جس کا رجحان نظر کسی خاص فن کی طرف دیکھا گیا تو اسی فن کی جانب منسوب کر کے اس کو کسی لقب سے ملقب کر دیا گیا۔ مثلاً کسی کو افتخار الفقہا۔ کسی کو خاتم المحدثین۔ کسی کو امام النحو۔ کسی کو شیخ الادب۔ تو کسی کو جامع معقولات کہا جاتا ہے۔ مگر مجھے اپنے بعض اکابرین سے شرف مخاطبت یا استفادہ کی سعادت کرنے کے بعد ایسا لگا جیسے ان کو کوئی خاص لقب دے کر ان کی فنی جامعیت اور علمی وسعتوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جس فن یا جس موضوع پر ان سے گفتگو کر کے دیکھی مجھے اسی فن کے ماہر اور امام نظر آئے۔ اور سینہ کے اندر سے دل کی آواز سنائی دی کہ:

ردائے لالہ وگل محفل مہ وانجم　　　جہاں جہاں وہ گئے ہیں عجیب عالم ہے

حضور اجمل العلما افضل الفضلا علامہ الحاج مفتی محمد اجمل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی انھیں عبقری شخصیات میں سے تھے جو اپنی محیر العقول خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر جامع الصفات شخصیت کہلانے کے مکمل طور پر حق دار ہیں۔ مجھے حضرت سے ملاقات کا شرف پہلی بار اس وقت حاصل ہوا جب آپ سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر جامعہ نعیمیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ نشست گاہ صدر الافاضل میں آپ تشریف فرما تھے۔ جب میں نے کچھ دور سے دیکھا تو ایک وجیہ اور پروقار چہرہ سامنے تھا۔ اور جب قریب پہنچکر آپکی نرم مزاجی اور متبسم لبوں سے گفتگو سنی تو سطح ذہن پر سیرت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا وہ گوشہ گردش کرنے لگا کہ صحابۂ کرام فرماتے ہیں:

جب کوئی آنے والا حضور ﷺ کو دور سے دیکھتا تو اس کے دل پر ہیبت اور رعب کی کیفیت طاری ہو جاتی اور جب قریب پہنچتا تو اخلاق کریمانہ کی بنیاد پر مسکراتے ہوئے لبہائے ناز سے گفتگو سن کر الفت ومحبت کا دریا اس کے دل میں موجزن ہو جاتا۔

یہ وہ وقت تھا جب میں علمی ارتقا کے دور میں ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔ تاہم آپکی انکساری طبع نے مجھے کسی بھی مسئلہ پر بہ نیت استفادہ بے جھجک تبادلہ خیال کا حوصلہ عطا کر دیا۔ طبیعت چونکہ معقولات کی جانب راغب تھی، موقع پا کر میں نے ایک سوال کرنیکی جرأت کی اجازت چاہی۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اجازت عطا فرمادی۔ میں نے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دریافت کیا کہ حضور! ہر ماہیت ممکنہ عدم سے وجود میں آنے کے لئے موجد کی محتاج ہوتی ہے۔ اس احتیاج کی علت کے بارے میں حکما اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے۔ حکما کا خیال ہے کہ اس احتیاج کی علت امکان ہے۔ اور متکلمین کی رائے میں اس کی علت امکان نہیں بلکہ حدوث ہے۔ بعض عقلا نے متکلمین کی رائے کی شدت سے مخالفت کی ہے اور اس پر کچھ دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟۔

حضرات! مجلس میں ہونے والی عام گفتگو سے ہٹ کر جب کوئی غیر متعلق مسئلہ سامنے آتا ہے تو آدمی کو اس کی جانب اپنے ذہن کو منتقل کرنے کے لئے ایک لمحہ کے واسطے کچھ سوچنا پڑ جاتا ہے۔ مگر یہاں تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے حضرت میرے اسی سوال کا جواب دینے کے لئے پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ذہن میں مسائل کے استحضار اور فکر کی گہرائی و گیرائی کو دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ مجھے حکما کی رائے سے اتفاق ہے۔ یہ تحقیقی مسئلہ ہے تقلیدی نہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور اس پر کوئی استدلال؟۔ میرا اتنا کہنا تھا، بس پھر کیا تھا آپ نے اس مسئلہ پر ایک تفصیلی تبصرہ فرماتے ہوئے ایک طویل تقریر کر ڈالی اور حدوث و امکان کے الگ الگ لغوی اور اصطلاحی معانی بیان فرمائے۔ پھر دونوں کے درمیان مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا۔ پھر دونوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کون سی نسبت ہے وہ بیان فرمائی۔ پھر امکان کو علت قرار دینے میں کیا خوبی اور حدوث کو علت ماننے میں کیا کمزور پہلو ہے وہ بیان فرمایا۔ مجھے احساس ہے کہ یہ مختصر مضمون ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ بہر حال میں اپنی علمی کم مائیگی اور فکری بے بضاعتی کے باوجود اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محقق دوراں حضور اجمل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و تحقیقی وسعتوں کو افتا اور مناظرہ میں محدود کرنے کے بجائے ایک جامع الصفات شخصیت کا پیکر جمیل تصور کیا جانا حق بجانب ہوگا۔ میری دعا ہے کہ خداوند عالم علمی اور عملی دنیا کا سفر کرنے والوں کو حضرت موصوف کے چھوڑے ہوئے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

حرفے چند

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **عبدالسلام** صاحب رضوی مہوا کھیڑوی

مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے — ہر شاخ پہ وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد مغربی یوپی کا ایک تاریخی اور مردم خیز قصبہ ہے۔ اس سرزمین سے کئی ایسی ہستیاں ظہور میں آئیں جو علم و فضل کی دولت سے مالامال اور اعلیٰ صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ جنھوں نے دین و سنیت کی خدمت اور علم و دانش کی اشاعت کی راہ میں وہ روشن نقوش چھوڑے ہیں جو برسوں گزرنے کے بعد بھی دھندلے نہیں ہوئے اور ان سے آج بھی ہدایت و رہنمائی حاصل کی جارہی ہے۔

درحقیقت ہیں زمانے میں وہی خوش تقدیر — نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

انہی حضرات میں سے ایک نامور اور قابل فخر شخصیت اجمل العلما، بدر الفضلا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت حافظ صوفی محمد اکمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ آپ نے انتہائی سوز و گداز کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا کی: اے مولیٰ! اگر تو مجھے بیٹا عطا فرمائے تو میں اسے خدمت دین متین کے لئے وقف کردونگا۔ دعا مقبول ہوئی اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

آپ کو زیور علم سے آراستہ کیا گیا اور منقولات و معقولات کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ خدمت دین میں مصروف ہوگئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں اپنے والد ماجد کے کئے ہوئے عہد کے مطابق آپ نے اپنی پوری حیات مبارکہ دین متین کی خدمت کے لئے وقف فرمادی۔

آپ نے اپنی گونا گوں خدمات جلیلہ سے اہل اسلام کو فیضیاب فرمایا۔ درس وتدریس کے ذریعہ تشنگان علم وحکمت کو سیرابی بخشی۔ تصنیف وتالیف اور ردومناظرہ کے واسطے سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا فرمایا اور لوگوں کے عقائد واعمال کی حفاظت فرمائی۔ وعظ وتقاریر کے ذریعہ سے بھی دین و سنیت کی تبلیغ فرمائی۔ افتاء کے ذریعہ بھی لوگوں کی رہنمائی کی اور ان کی دینی مشکلات کو حل فرمایا۔ مدرسہ اجمل العلوم کے نام سے ایک مضبوط دینی قلعہ بھی قوم کو عطا فرمایا۔ اور ۴۰ سال تک مسلسل آپ کی ان خدمات جلیلہ کا سلسلہ جاری رہا۔ حتی کہ آخر عمر میں ضعف وبیماری کے باوجود بھی آپ نے تدریس وتصنیف اور افتا کے مشاغل کو ترک نہ فرمایا اور اپنے عمل سے اپنے اخلاف کو یہ نصیحت فرمائی۔

پختہ تر ہے گردش پیہم سے۔ جام زندگی
ہے یہی اے بےخبر! راز دوام زندگی

آپ کی ۴۰ سالہ عظیم الشان خدمت فتوی نویسی ''فتاوی اجملیہ ۴ مجلدات'' کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ ''فتاوی اجملیہ'' دنیائے فتاوی میں ایک عظیم القدر، گراں بہا اور مفید تریں اضافہ ہے۔

آپ کے فتاوی کی زبان سادہ اور سہل ہے۔ ہر فتوی محقق اور واضح ہے۔ بعض فتاوی بہت ہی معرکۃ الآرا ہیں۔ نزاعی مسائل میں آپ بڑے شرح وبسط سے کام لیتے ہیں۔ تمام گوشوں کا احاطہ فرماتے ہیں۔ مسئلہ کو اس کے مالہ وماعلیہ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اور دلائل وبراہین کا انبار لگاتے ہیں۔ اس معاملہ میں آپ نے اپنے پیرومرشد عارف باللہ، حقیقت آگاہ، نائب سید المرسلین، شیخ الاسلام والمسلمین اعلی حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی مبارک روش کو اختیار فرمایا ہے۔

فتاوی اجملیہ کی ترتیب وتبویب کا کام مؤلف جامع الاحادیث، حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے بڑے انہماک اور دیدہ ریزی سے فرمایا۔ اور آپ کی زیرنگرانی کمپیوٹر پر اس کی کتابت ہوئی ہے۔ یہ موصوف گرامی کے عزم راسخ، ہمت بلند اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے کہ خدمت تدریس، جامعہ نوریہ کے نظم ونسق، اور خانگی فرائض کی ادائیگی کے باوجود ایک سال کی قلیل مدت میں ترتیب وتبویب، تبییض وکتابت اور تصحیح وفہرست سازی ومقدمہ نگاری کے جملہ امور کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

مسودہ میں بہت سے مقامات ایسے بھی آئے جن کو سمجھنے کے لئے اچھی خاصی دماغ سوزی کرنا

پڑی۔ کیونکہ وہ کسی بدخط نے نقل کئے تھے۔ عجلت وبے اعتنائی برتی گئی تھی۔ لہذا میں اس مقام پر اس بات کا ذکر ضروری خیال کرتا ہوں کہ مفتیان کرام اپنے فتاوی ایسے اشخاص سے نقل کرائیں جو صحیح الاملا ہونے کے ساتھ ساتھ خوش خط یا کم ازکم صاف نویس ہوں اور اس کام کو پوری توجہ اور دیانت سے انجام دیں۔ یہ خدمت ایسوں کو ہرگز نہ سونپیں جو صحیح املا یا صاف نویس نہ ہوں اور بیگار سمجھ کر بے اعتنائی کے ساتھ اس کام کو کریں۔

دریں صورت فتاوی کا مجموعہ منظر عام پر لاتے وقت بڑی سہولت ہوگی۔ ورنہ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض بہت ہی اہم فتاوی نہ پڑھے جانے کی وجہ سے مجموعہ میں شامل نہیں ہوپاتے۔ یہ بات یقیناً بہت قابل افسوس ہوتی ہے۔

صدیق مکرم حضرت مولانا محمد یامین صاحب رضوی مرادآبادی مدظلہ العالی مدرس ومفتی جامعہ حمیدیہ بنارس نے مجھ سے نقل کیا کہ حضور شمس العلما جونپوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہدایت فرماتے تھے کہ ''جو بھی لکھو صاف اور جلی لکھو'' یہ نصیحت بڑی انمول اور واجب العمل ہے۔ کیونکہ ناصاف اور الٹا سیدھا لکھنے کی صورت میں کبھی اپنا لکھا خود سمجھ میں نہیں آتا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید، مفتی اعظم راجستھان حضور علامہ مفتی الشاہ محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اور شہزادۂ اجمل العلما عظیم المرتبت حضرت علامہ مفتی محمد اختصاص الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی ناظم اعلی مدرسہ اجمل العلوم پوری سنی برادری کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہیں کہ ان حضرات کی بدولت علم فقہ کا یہ گنج گرانمایہ ہم کو نصیب ہورہا ہے۔

حضرت ناظم اعلی صاحب نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک اس علمی خزانے کی دل وجان سے حفاظت فرمائی اور حضور مفتی اعظم راجستھان مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ سے اس کی کتابت وطباعت کا مرحلہ انجام پایا۔ مولی تعالی ہر دو حضرات کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔

آمین یا رب العلمین۔ بحرمۃ حبیبك ۔ المرسلين
وصل وسلم وبارك عليه وعلى آله وصحبه اجمعين

۸ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ جمعہ مبارکہ

اجمل العلما کی دینی خدمات

زینت مسند درس وتدریس حضرت علامہ مولانا محمد چراغ عالم صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مراد آباد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

حضرت علامہ اجمل مولانا مولوی الحاج محمد اجمل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز ابن الحاج محمد اکمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محلہ دیپا سرائے سنبھل ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ آپ کی درس نظامی کی تعلیم شرح جامی تک آپ کے تایازاد بھائی حضرت مولانا مولوی الحاج محمد عمادالدین صاحب قدس سرہ العزیز کے پاس ہوئی۔

تحصیل علم کے سلسلہ میں بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ متعدد مقامات پر جانا پڑا۔ سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ۔ چونڈھیڑہ شریف۔ مدرسہ نعمانیہ دہلی۔ آخری تعلیم بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ دہلی تک رہی۔ شرح جامی کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء حامی سنت ماحی بدعت کی خدمت میں رہی اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد ایک سال پونا دکن میں رہے۔ اس کے بعد اپنے استاد مکرم حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر مسجد جہان خاں سنبھل میں مدرسہ کی بنادرکھی۔ اس وقت مدرسہ کا نام مدرسہ اسلامیہ حنفیہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد مدرسہ کا نام حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل رکھا۔

حضرت نماز باجماعت کے بہت پابند تھے۔ کبھی نماز فرض مکان پر پڑھتے نہیں دیکھا۔ گرمیوں میں فجر یا ظہر میں اگر تاخیر ہو جاتی اور مسجد سے کوئی بلانے کے لیا گیا اور آواز دی فوراً جواب میں کہا: جی۔ اس کے علاوہ کون یا کیوں نہیں کہا۔ کیسی ہی سردی ہو یا گرمی، آندھی ہو یا بارش، نماز پانچوں وقت کی اپنی

آبائی مسجد میاں صاحب والی میں باجماعت ادا کی اور امامت خود فرمائی۔

فتوی نویسی میں حضرت کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ مجھ خادم نے آخر عمر کے فتاوی حضرت کے رجسٹر میں ہی نقل کیئے ہیں۔ ہر سوال کا جواب سائل کو تسلی بخش دیا۔

فرمایا کرتے تھے: ہم جواب لکھنے کے بعد پہلے بہار شریعت دیکھتے ہیں تو اس کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے بعد فتاوی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہیں تو اسکے مطابق ہوتا ہے۔

جوابات میں عربی کتابوں سے جو عبارات نقل فرماتے تھے تو کتابوں کا نام معہ جلد نمبر اور عربی عبارات کا اردو میں ترجمہ فرماتے تھے۔ سوال عربی میں ہے تو جواب بھی عربی میں دیتے تھے۔ اور اگر فارسی میں سوال ہے تو اس کا جواب بھی اسی میں دیتے۔

فقہی مسائل پر بہت کافی عبور تھا۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ کی کافی کتب حضرت کے کتب خانہ موجود تھیں اور وہ سب کتب ان کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت کے ان کتابوں کے اندر خود اپنے ہاتھ کے سرخ پینسل سے لگائے ہوئے نشانات موجود ہیں۔ متعدد بار مکمل قرآن پاک کا ترجمہ بیان کیا ہے۔

درس نظامی کی تمام کتابوں پر ہر فن میں ملکہ حاصل تھا۔ شرح جامی سے اوپر کی کتب پڑھاتے تھے۔ ابتدائی دور میں مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم کی ابتدائی کتب سے آخر تک آپ ہی پڑھاتے تھے۔ آخر عمر میں دورۂ حدیث ہی پڑھاتے تھے۔ مجھ خادم نے علم صرف میں علم الصیغہ مکمل، مراح الارواح مکمل، فصول اکبری مکمل۔ علم نحو میں ہدایۃ النحو باترکیب مکمل، کافیہ باترکیب مکمل، شرح جامی بحث فعل وحرف، اور فقہ میں کنز الدقائق پڑھیں۔

کافیہ کا امتحان دینے سے قبل مجھ سے فرمایا: کہ تمہارے امتحان میں میں خود ممتحن کے پاس بیٹھوں گا اور دیکھوں گا کہ تم نے محنت کی ہے یا نہیں؟ حالانکہ امتحان کے دوران کوئی مدرس ممتحن کے پاس نہیں بیٹھتا ہے۔ تاج العلما حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب نعیمی علیہ الرحمہ مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد امتحان لینے آیا

کرتے تھے۔میں نے کافیہ کی مشہور بحث ''تنازع فعلان'' کا امتحان دیا۔

ان کتب کے پڑھنے کے بعد میں بریلی شریف چلا گیا۔ایک سال بریلی شریف قیام کے بعد میرٹھ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں جامع معقول ومنقول حضرت مولانا الحاج سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں رہا۔شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کو سلطان المناظرین کہا جاتا تھا۔حضرت مولانا الحاج مفتی محمد حشمت علی خاں صاحب شیر بیشۂ اہل سنت اور مولوی محمد منظور نعمانی کے مابین سنبھل میں مناظرہ ہوا۔اس مناظرہ میں عبارات کا نکال کر دینا اور مقابل کی تقریر سے قبل پوری تیاری کر کے دیدیا کرتے تھے۔ذاتی فتاوی رشیدیہ میں سرخ پینسل کے نشانات بہت کافی ہیں۔فرمایا کرتے تھے: میں نے مناظرہ کے زمانہ میں قابل اعتراض عبارتوں پر نشانات لگادئے تھے۔

حضرت مولانا الحاج مفتی محمد سردار احمد صاحب سابق صدر المدرسین مظہر اسلام بریلی شریف کا مناظرہ مولوی محمد منظور نعمانی سے بریلی شریف میں ہوا۔مفتی محمد سردار احمد صاحب کی مدد کے لئے حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ تھے۔فتح کے بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے تینوں حضرات ،مجاہد ملت ،شاہ صاحب اور مفتی محمد سردار احمد صاحب کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب علیہ الرحمۃ کا مناظرہ مولوی ابوالوفا شاہجہاں پوری سے چندوسی میں کرادیا۔اہل سنت کو فتح ہوئی۔

ٹاٹا نگر جمشید پور کے بارے میں فرماتے تھے: کہ اکثر علماء اس طرف تھے کہ حضرت مولانا نظام الدین صاحب الہ آبادی مناظرہ کریں۔شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: علامہ ارشد صاحب سے کردایا جائے۔مولوی نظام الدین صاحب مناظرہ کر کے چلے جائیں گے۔لہٰذا مولانا ارشد القادری سے کرایا جائے جو فاتح بن کران کے سر پر یہیں رہیں۔علامہ ارشد القادری کی پشت پناہی کے لئے علمائے اہلسنت رہے۔

احمد آباد میں مجاہد دوراں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور مولوی ایقان الرحمٰن دیو بندی کا مقابلہ چل رہا تھا۔مناظرہ طے ہوگیا۔مجاہد دوراں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ ودیگر علمائے کرام کو بلالیا۔حضرت شاہ صاحب کی جو کتابیں مناظرہ سے متعلق تھیں ایک من وزن تھا جن کی بلٹی بنوائی تھی۔ان کتابوں کو اپنے ہمراہ لے کر احمد آباد گئے۔دوران مناظرہ مولوی ایقان الرحمٰن کو مقابلہ سے بھاگنا پڑا۔

شہاب ثاقب مصنفہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی جس میں انہوں نے تحذیر الناس مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کفری عبارت۔مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوی امکان کذب۔مولوی اشرفعلی تھانوی کی حفظ الایمان کی کفری عبارات اور مولوی خلیل احمد امبیٹھوی کی براہین قاطعہ کی کفری عبارات کا جواب دیا ہے۔عبارات کا جواب تو کچھ نہیں ہے بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو گالیاں دی ہیں۔حضرت شاہ صاحب نے گالیوں کی تو فہرست بنادی ہے اور شہاب ثاقب کا ردجم کر کیا ہے۔کتاب کا نام ردشہاب الثاقب ہے

مولوی منظور نعمانی سنبھلی نے 'سیف یمانی' بریلوی علمائے اہل سنت کے رد میں لکھی تھا اس کا رد بھی حضرت شاہ علیہ الرحمۃ نے ''ردسیف یمانی در جوف لکھنوی وتھانی'' کے نام سے لکھا ہے۔

حضرت مولانا مولوی مفتی لطف اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے علی گڑھ میں ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت مولانا مولوی محمد عماد الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی معیت میں دونوں نے ان سے کوئی مسئلہ معلوم کیا تھا۔حضرت مولانا علی گڑھی علیہ الرحمہ نے فرمایا: میرا بڑھاپا ہے، میرا حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔آپ حضرات مولانا احمد رضا خاں صاحب سے معلوم کریں، وہ اس دور میں اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ ہیں۔

فن شاعری میں بھی نعت گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔عرس رضوی کے موقع پر مشاعرہ میں ایک سال آپ کی نعت حاصل مشاعرہ رہی۔اورآپ نے حضرت صدر الافاضل کی تصنیف کردہ سوانح کربلا کو نثر سے نظم میں منتقل کیا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارك وسلم وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۶/ربیع النور ۱۴۲۵ھ

فتاوی اجملیہ ایک انمول تحفہ

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب
مدرس : دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

اس عالم ہستی کے وجود سے لیکر اب تک نہ جانے کتنے افراد آئے اور چلے گئے، اور بے شمار انسانوں نے اس خاکدان گیتی پر جنم لیا اور اپنی مستعد زندگی کے لمحات گذار کر رخصت ہو گئے، اور ان کی یادیں لوگوں کے دلوں سے محو ہو گئیں۔ لیکن اس عالم وجود کو کچھ ایسے پاکیزہ نفوس نے زینت بخشی جنہوں نے اپنے بلند پایہ افکار و خیالات کی بنا پر علوم و فنون کی دنیا میں چار چاند لگا دیئے۔ اور مسلمانوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لیکر مذہب و ملت کی وہ عظیم خدمات انجام دیں جسے عالم اسلام کبھی فراموش نہ کر سکے گا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یوں تو ملت اسلامیہ کے ہر دور میں متبحر علماء گذرے ہیں جنہوں نے خداداد صلاحیت اور استعداد سے مذہب اہل سنت و جماعت کی تبلیغ اور اس کی ترویج و اشاعت پر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نچھاور کر دیا۔ مگر آزاد ہندوستان کی تاریخ میں جن چند علماء نے احیاء علوم اسلامیہ کے محاذ پر پورے اخلاص و تندہی اور صبر و استقلال کے ساتھ کام کیا اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے۔ انہیں اکابر علمائے اہل سنت میں سے علامہ اجل فاضل اکمل عمدۃ المحققین حضور اجمل العلماء افضل الفضلاء سلطان المناظرین حضرت مولانا الحاج محمد اجمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم سنبھل بھی ہیں۔ آپ ایک متبحر عالم عظیم القدر فقیہ اور صاحب فکر و نظر محقق بھی تھے۔

آپ نے تعلیم کا اکثر حصہ حضور صدر الافاضل حضرت العلام مولانا مفتی حکیم سید نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں گذرا اور انہیں کی آغوش تربیت میں رہ کر تفقہ

فی الدین کی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہوئے۔ اور پھر حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے سائے کرم میں اپنے وطن مالوف میں مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل میں ہمیشہ بغیر کسی لالچ کے درس و تدرس کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے قیمتی وقت کو ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے مسائل کو شرعی جوابات دینے میں صرف کر دینے کے خوگر تھے، اور فقہی جزئیات پر آپ کی نظر وسیع اور گہری تھی اور آپکے فتاوے کتاب و سنت اور اقوال ائمہ سے مدلل ہوتے تھے۔ اور ساتھ ہی احتیاط و دیانت و راستی اور فکر و تدبر کا باہمی اختلاط بھی آپ کی فقیہانہ مزاج کا نشان جلی ہے اور آزاد ہندوستان کی تاریخ میں جن چند معدود علماء کرام نے احیاء علوم اسلامیہ کے ہر محاذ پر پورے اخلاص و تندہی اور صبر و استقلال کے ساتھ کام کیا اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے ان میں آپ کی ذات ایک نمایاں شان رکھتی ہے اور آپ کا زمانہ وہ تھا جبکہ ہر طرف سے نئے نئے سوالات سر اٹھانے لگے تھے۔ زبان و تہذیب کی آویزش و آمیزش کا نظارہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ملت اسلامیہ کی سماجی زندگی کی زبوں حالی کو قریب سے محسوس کیا اور شاید یہی وجہ رہی ہو کہ شریعت مطہرہ کے وقار و اعتماد کی بحالی کی خاطر آپ کا قلم ہمیشہ ملت کی پاسبانی و رہنمائی کرتا رہا اور آج بھی آپ کی بے مثال تصانیف کے ذریعہ ایمان و عقیدہ کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ہر میدان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مگر فقاہت میں آپ نرالی شان کے مالک تھے اور آپ کا ہر فیصلہ اور ہر تحریر علی وجہ البصیرت ہوا کرتی تھی اور بعض مسائل میں آپ کا اپنے عہد کے اجلہ علمائے کرام کے آراء و خیالات سے اختلاف کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی فرماتے تھے وہ انکی تحقیق ہوتی تھی پھر تا حیات اپنی اس صواب رائے پر قائم رہنے سے آپ کی بے پناہ اصابت فکر و قوت فیصلہ اور استحکام رائے کی نشاندہی ہوتی ہے جیسا کہ زمانہ کے گذرنے کے سات ساتھ آپ کی فکر و نظر کی آج ہر طرف سے تائید ہو رہی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے فقیہانہ اسلوب بیان اور محققانہ طرز نگارش اور متکلمانہ انداز تحریر کو کما حقہ سمجھنے کے لئے شعور و آگہی کی کامل بیداری کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ یوں تو آپ نے کافی کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں مگر سبیل الرشاد۔ عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام۔ اجمل المقال لعارف رویت ہلال۔ قول فیصل۔ فوٹو کا جواز در حق عازمان سفر حجاز۔ ریاض الشہداء۔ رد شہاب ثاقب۔

حضور اجمل العلماء کے فتاوی کا مجموعہ تمام مراحل سے گذر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مجموعہ بہت ساری خوبیوں کا حامل ہے جو ایک مشک کی طرح ہے جس کی خوشبو مشام جان کو معطر

کردیتی ہے۔ اسکے تعارف کے لئے کسی عطاری شہادت کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ کیونکہ یہ تصنیف اس ذات بابرکت کی ہے جو خلوص ومحبت کا مجسمہ حسن اخلاق کی چلتی پھرتی تصویر کمال سیرت وجمال صورت کا آئینہ اور منکسر المزاج جیسی صفات حمیدہ سے متصف تھے اور سرزمین ہند میں صدر الافاضل قدس سرہ کی درسگاہ علم وفضل سے بھرپور اکتساب فیض کرنے والے فقیہ اعظم تھے۔ اور آپ کی ذات عوام وخواص سبھی کے لئے مرجع عقیدت تھی۔ جس نے ہزاروں علما پیدا کئے جن میں مدرسین بھی ہیں اور مصنفین بھی۔ مناظرین بھی ہیں اور مفتی بھی۔ مگر حضرت کے وصال کے بعد ان کے مظہر اتم حضور مفتی اعظم راجستھان ہیں جیسا کہ درخت کی قدر اسکے پھل سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح استاذ کی قدر شاگرد کی وجہ سے معلوم کی جاتی ہے۔

حضرت مفتی اعظم راجستھان صاحب علم وحکمت اور فقاہت ونصرت کے مظہر اتم ہیں، بایں جلالت شان آپ کے فتاوی بھی آیت قرآنیہ واحادیث نبویہ واقوال صحابہ وتابعین ومجتہدین سے مبرہن ومدلل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جابجا فقہ کی کتب معتمدہ کی تصریحات سے مسائل شرعیہ محقق ومنقح ہوتے ہیں اور سائل ومستفتی کے معیار اور اس کے انداز بیان وتحریر کے مطابق ہر جواب میں بالغ نظری کے جلوے نظر آتے ہیں۔ رسم مفتی کے طرق وآداب کی مکمل رعایت بھی ہوتی ہے۔ آپ کی ذات گرامی علمائے کرام کے درمیان نہایت اہم ہے۔ غرضیکہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ذات اس دور میں اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہے۔

آپ کے علمی وعملی کارناموں کی وسعت پر سیر حاصل بحث کرنا میرے جیسے کم علم کے بس کی بات نہیں البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ ایک ایسے دریا کے مثل ہیں جس سے پورا راجستھان سیراب ہو رہا ہے اور اب تو آپ کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی نہ صرف اسی ملک میں بلکہ بیرون ملک بھی پہونچ رہی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ سب فیض ہے حضور اجمل العلماء کا جنہوں نے آپ کو علوم ظاہری سے مزین کیا۔

ہمارے سامنے حضور اشفاق العلماء آبروئے قوم وملت حضور مفتی اعظم راجستھان علامہ الشاہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی کی ذات بابرکت منارۂ رشد وہدایت ہے جو بیک وقت حضور مفتی اعظم ہند اور حضور محدث اعظم ہند کے دریاؤں سے فیض لیکر سب کو تقسیم فرما رہے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ بیک وقت اشرفی ورضوی دریاؤں کے مجمع بحرین کے مصداق ہیں۔

رہا سوال فتاوی اجملیہ کا تو وہ ایسا بے مثال تحفہ ہے جس کی چمک ایک زمانے تک محسوس کی جائے گی۔ آپ کے فتاوی نے بسا اوقات امت کی مشکلوں کو آسان کیا۔

مثلا فریضہ حج کے لئے جب فوٹو کی شرط لگادی گئی تو ایسی صورت میں امت کے لئے ایک مشکل درپیش آئی تو آپ نے الضرورات تبیح المحظورات پر عمل کرتے ہوئے فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز لکھ کر ایک احسان عظیم کیا جس کو نمونہ بناتے ہوئے ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کو مبارک پور کے فقہی سیمنار میں شناختی کارڈ کے متعلق جواز کا فتوی دیا گیا۔

اس سیمنار کی صدارت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ والرضوان نے کی تھی۔ اس میں ملک کے طول وعرض سے تشریف لانے والے پچاس سے زائد علمائے کرام وفقہائے عظام شریک ہوئے۔ اکابر ومشاہیر حضرات میں سے تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری بریلوی قائم مقام حضور مفتی اعظم، حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب رضوی، حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی، مفتی نظام الدین صاحب مصباحی، مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب، مولانا محمد احمد صاحب مصباحی، مولانا مفتی معراج القادری صاحب، مفتی شبیر حسن صاحب وغیرہ۔

اسی طرح روزہ کے بارے میں اکثر علماء کا فتوی یہی ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، آپ کی تحقیق کے مطابق انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔ غرض کہ یہ فتاوی اجملیہ وقت کی ایک ضرورت تھی جس کو منظر عام پر لاکر امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے اور انمول موتیوں کے ایک خزانہ کو قوم کے سامنے پیش کردیا ہے۔ ناشرین کے لئے یہ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انکی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے بازوؤں کو قوت عطا فرمائے اور فتاویٰ اجملیہ کو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

منقبت بدرگاہ اجمل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

اجمل میاں کی شان نمایاں ہے آج بھی
علم وعمل کی شمع فروزاں ہے آج بھی

باطل تمہارے نام سے لرزاں ہے آج بھی
اجمل کا نام خنجر براں ہے آج بھی

فیض وکرم کے ایسے سمندر بہادیئے
سیراب سنیت کا گلستاں ہے آج بھی

مدت ہوئی کہ آفتاب علم چھپ گیا
لیکن شعاع علم درخشاں ہے آج بھی

نوک قلم ہے آپ کا وہ تیغ برق بار
ملت وہابیت کی پریشاں ہے آج بھی

غوث الوریٰ کے فیض سے حضرت کا نام پاک
ارباب حل وعقد کا عنواں ہے آج بھی

ہر مضطرب کے واسطے مرشد کا تذکرہ
امن وسکون قلب کا ساماں ہے آج بھی

فقہی بصیرتوں کو فتاویٰ کی شکل میں
ہر اہل علم دیکھ کر حیراں ہے آج بھی

حافظؔ چلے چلو ذرا اجمل کے سامنے
ان کا مزار پاک درافشاں ہے آج بھی

حالات حضرت اجمل العلماء

سوانحی یادداشتیں: بقلم شہزادۂ اجمل العلما حضرت علامہ مفتی محمد اختصاص الدین صاحب قبلہ
ناظم اعلیٰ مرکزی مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

ترتیب وپیش کش: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا صغیر اختر صاحب مصباحی
مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی الحاج محمد اجمل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ایک افراد ساز مدرس، وسیع النظر مفتی، پختہ قلم مصنف، کہنہ مشق مناظر، سرگرم مبلغ اور بلند خیال شاعر تھے، رحمت ایزدی نے ان کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ مختصراً خاندانی حالات بھی بیان کردیئے جائیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

خاندانی حالات

حضرت اجمل العلماء کے جدامجد عارف باللہ مولانا الحاج شاہ جی غلام رسول ہیں جو اپنے وقت کے ولی کامل، صوفی باصفا اور صاحب کرامت بزرگ گذرے ہیں۔

آپنے دو نکاح فرمائے۔ بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا میاں محمد افضل شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور صاحبزادی فضیلت النساء پہلی اہلیہ سے ہیں۔ آپ کی دوسری بیوی موضع فتح پور پرگنہ امروہہ کی ہیں۔ جن کے بطن سے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ میاں محمد اکمل شاہ صاحب پیدا ہوئے (جو حضرت اجمل العلماء کے والد ماجد ہیں) اور ایک صاحبزادی عظمت النساء پیدا ہوئیں۔ اسطرح حضرت

میاں شاہجی غلام رسول صاحب کی کل اولاد چار (دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں) ہوئیں۔ یہ چاروں اپنے زمانے کے نیک، صالح اور پرہیزگار بزرگ گذرے ہیں۔

حضرت شاہجی غلام رسول صاحب نے اپنی زمین میں اپنی ذاتی رقم سے ایک مسجد شریف بھی تعمیر کرائی ہے جو میاں صاحب والی مسجد کے نام سے مشہور ہے جس کی ۸۰ء میں شہید کر کے جدید تعمیر ہو گئی ہے اسی مسجد شریف میں آپ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہے نمازی حضرات بعد نماز آپ کے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

حضرت مولانا میاں محمد افضل شاہ صاحب علیہ الرحمہ

آپ حضرت شاہ جی غلام رسول صاحب کے بڑے صاحبزادے اور حضرت اجمل العلماء کے تایا ہیں۔ آپ حضرت اجمل العلماء کے اساتذہ میں سے ہیں۔ حضرت اجمل العلماء نے آپ ہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت میاں محمد افضل شاہ صاحب اپنے زمانہ کے عالم باعمل، صوفی باصفا اور انتہائی پرہیزگار عابد وزاہد بزرگ تھے۔ آپ کلمہ طیبہ اور درود شریف کے عامل تھے بے ساختہ آپ کی زبان سے سونے میں بھی کلمہ شریف اور درود شریف ادا ہو جاتا تھا۔ آپ اپنی پوری زندگی تبلیغ دین متین فرماتے رہے۔ آپ کی اولاد میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عماد الدین صاحب اور ایک صاحبزادی مجیدأ بیگم ہیں۔ آپ کا مزار پاک مسجد میاں صاحب والی دیپا سرائے میں اپنے والد ماجد شاہجی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں جانب ہے جو آج بھی مرجع خلائق ہے آپ کی مشہور کرامت ہے کہ آپ کے انتقال کے پچیس سال کے بعد جب آپ کی قبر کے تختے گل گئے تھے اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عماد الدین صاحب قبلہ نے دوبارہ قبر کے تختے بدلوائے تو دیکھا حضرت میاں محمد افضل شاہ صاحب مع کفن کے محفوظ ہیں، عوام وخواص نے آپ کے چہرہ کو دیکھا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ آج ہی دفن ہوئے ہیں، جسم مبارک بالکل محفوظ تھا سڑ گلنا تو دور کی بات کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔

حضرت میاں محمد اکمل شاہ صاحب والد ماجد حضرت اجمل العلماء

حضرت شاہجی غلام رسول صاحب نے جو دوسری شادی موضع فتح پور ہرگنہ امروہہ سے کی تھی ان سے ایک صاحبزادے میاں محمد اکمل شاہ صاحب پیدا ہوئے اور ایک صاحبزادی عظمت النساء پیدا ہوئیں، میاں محمد اکمل شاہ صاحب عالم فاضل حافظ قاری عابد وزاہد متقی تھے صوم وصلوٰۃ کے ساتھ اوراد ووظائف کے بھی بہت پابند تھے۔ عبادت وریاضت میں کمال رکھتے تھے روزانہ بلا ناغہ بعد نماز فجر ایک منزل قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے بعد ناشتہ کرتے تھے۔ نفس کشی اور فاقہ کشی بھی کرتے تھے۔ آپ کے اعمال وتعویذات میں بڑا اثر تھا، علم کیمیا سے بھی واقف تھے۔ پنج وقتہ نماز اپنے والد ماجد کی تعمیر کردہ مسجد میاں صاحب والی میں پڑھاتے تھے اور ہر سال رمضان المبارک میں قرآن پاک بھی سناتے تھے۔ اپنے والد ماجد کے سچے جانشین تھے۔ بیعت وارشاد بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا سلسلہ حضرت حافظ شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ رامپور سے ملتا ہے۔ تحصیل بلاری کے مواضعات میں آپ کے مریدین بڑی تعداد میں ہیں۔ آپ نے مریدین کے مواضعات میں کافی مساجد تعمیر کرائیں۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ایک صاحبزادی جن بشیرأ پیدا ہوئیں دوسری بیوی سعیدأ بیگم سے ایک صاحبزادے اجمل العلماء مفتی شاہ محمد اجمل پیدا ہوئے اور تین صاحبزادیاں ام کلثوم، بتول بیگم اور آمنہ بیگم پیدا ہوئیں۔ آپ کا وصال بتاریخ ۱۷؍صفر ۳۸ء بروز منگل نوے سال کی عمر میں ہوا۔ نماز جنازہ حضرت اجمل العلماء نے پڑھائی بعد نماز مغرب تدفین عمل میں آئی آپ کا مزار پاک مسجد میاں صاحب والی دیپا سرائے میں اپنے والد ماجد شاہجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے ہے جو مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت مولانا محمد عماد الدین صاحب علیہ الرحمہ

آپ حضرت میاں محمد افضل شاہ صاحب کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ آپ ہندوستان کے

ان مشہور ومعروف اساتذہ کرام میں گذرے ہیں جو جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول بھی تھے۔آپ کو کتب درس نظامی پر پورا عبور حاصل تھا، جزءیات آپ کے نوک زبان پر رہتے تھے،آپ کو درس نظامی کی اکثر کتابوں کی عبارتیں زبانی یاد تھیں بلکہ بہت سی شروحات وحواشی بھی یاد تھے۔آپ کی پوری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی،آپ نے کچھوچھہ شریف میں ایک زمانہ تک تعلیم دی۔اشرف المشائخ حضور مفتی سید محمد مختار اشرف صاحب علیہ الرحمہ اسی دور کے آپ کے شاگرد ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے مدرسہ نعمانیہ دہلی، مدرسہ سعیدیہ دادوں علی گڈھ، سیالکوٹ پنجاب اور ممبی کے مدارس میں تعلیم دی۔جب ۱۹۰۹ء میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا قیام عمل میں آیا تو ایک قابل ترین صدر مدرس کی ضرورت تھی،حضرت صدرالافاضل کی نظر انتخاب آپ کی ذات پر پڑی اوراس طرح جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ مدرس اول مقرر ہوگئے۔حضرت اجمل العلماء نے ابتدائی عربی وفارسی سے لیکر شرح جامی تک کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی۔آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے بے مداح وعقیدت مند تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”میں صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتب کا مطالعہ کرتا ہوں اور اعلیٰ حضرت کے علم کے سامنے میرا علم کچھ حیثیت نہیں رکھتا ہے“۔

آپ کا وصال ۱۹۴۸ء میں ہوا آپ نے دوصاحبزادے مولانا غیاث الدین اورصوفی الحاج شہاب الدین اور تین صاحبزادیاں خدیجہ،زاہدہ اورانیسہ نام کی چھوڑیں۔مذکورین میں مولانا غیاث الدین اورزاہدہ کا انتقال ہو چکاہے،باقی زندہ ہیں۔

مختصر سوانح حیات

آپ کے دادا کا نام شاہجی غلام رسول ہے ان کے والد کا نام ملا فیض اللہ تھا ان کے والد کا نام سوری وارث ہے آپ قوم ترک سے تعلق رکھتے ہیں ترک حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافت کی اولاد ہیں، یہ قوم ترک حضرت غازی شہید سید سالار مسعود غازی کے ہمراہ ہندوستان آئے اور سنبھل فتح کرفوج کے کچھ افراد یہیں مقیم ہوگئے۔

۵ محرم ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء صبح کے وقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی،آپ کے والد مولانا حافظ شاہ محمد اکمل صاحب نے آپ کا نام محمد اجمل رکھا، جب آپ کی عمر ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن کی ہوئی تو آپ کے والد حضرت مولانا میاں اکمل شاہ نے آپ کو بسم اللہ شریف پڑھائی،قرآن پاک ناظرہ،اردو کی مذہبی کتابیں اور ابتدائی فارسی اپنے والد ماجد اور تایا سے پڑھیں،ابتدائی عربی کتب سے شرح جامی تک اپنے تایازاد بھائی حضرت مولانا شاہ محمد عمادالدین سنبھلی سے پڑھیں،معقول ومنقول کی تحصیل وتکمیل خصوصاً حضرت صدرالافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ سے کی،۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۲۴ء میں جامعہ نعیمیہ سے سند فراغت حاصل کی،حضرت فاضل مرادآبادی کی سرپرستی میں بریلی شریف حاضر ہوکر اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ سے شرف بیعت وارادت حاصل کیا،شہزادۂ اعلیحضرت حضور حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خاں بریلوی اور قطب عالم مخدوم گرامی الشاہ علی حسین اشرفی قدس سرہما نے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی،آپ کو اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت سے والہانہ عقیدت تھی جب تک اعلیٰ حضرت بقید حیات رہے بار ہا اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے،بعد وصال تا حیات عرس رضوی میں شریک ہوتے رہے،بیماری کی حالت میں بھی عرس کی شرکت قضا نہ کی،اپنے استاذ محترم حضرت صدرالافاضل کی بارگاہ میں بھی حاضری دیتے رہے بعد وصال استاذ محترم عرس نعیمی میں بھی بیماری کے باوجود شرکت فرماتے رہے حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت محدث اعظم ہند سے نیازمندانہ قریبی مراسم تھے جو زندگی بھر قائم رہے۔

سنبھل اور گردونواح کے پُرفتن حالات دیکھ کر ملی اور مسلکی بیداری پیدا کرنے کیلئے ۱۳۴۴ھ میں اپنے شہر سنبھل میں مدرسہ اسلامیہ حنفیہ قائم کیا بعد میں جس کا نام مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم رکھا گیا اور خود ہی اپنے قائم فرمودہ مدرسہ (اجمل العلوم) میں درس دینا شروع کردیا اور ساری عمر افادۂ درس میں بسر فرمائی۔جیسا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ مرادآباد روئیداد مناظرہ سنبھل کے صفحہ ۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

اس اثناء میں ناصر السنن، کاسر الفتن حضرت مولانا مولوی مفتی مناظر جمال الملۃ والدین محمد اجمل شاہ صاحب قادری برکاتی دام مجد ہم العالی نے سنبھل کی ایسی ناگفتہ بہ حالت ملاحظہ فرما کر یہیں اپنے مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا اور اسلام وسنیت کی اعانت وحفاظت ہر ممکن طریقے سے شروع فرمادی بلکہ خدا اور رسول (جل جلالہ و ﷺ) پر بھروسہ کر کے مسجد جہانخاں میں مدرسہ اسلامیہ حنفیہ قائم فرمادیا۔

آپ نے ماہنامہ اہلسنت وکتب علماء اہلسنت کی طباعت واشاعت کے لئے ایک پریس بنام اجمل المطابع لگایا جس سے الکوکبۃ الشہابیۃ، اطیب البیان، احکام شریعت، الکلمۃ العلیا، ردسیف یمانی وغیرہ کتب علماء اہلسنت شائع ہوئی ہیں۔

علماء اہلسنت میں آپ قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزارہا ہے آپ جب میدان مناظرہ میں پہونچتے تو دیابنہ آپ کا نام سن کر بھاگ جاتے اور مقابل آنے کی تاب نہیں لاتے۔ مناظرہ میں حضرت مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب کے دست راست رہتے تھے۔ زندگی بھر فوٹو نہ کھچوایا اور حج کے لئے بھی بغیر فوٹو کے گئے، آپ فتوی نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے دقیق سے دقیق مسائل کا دلائل وبراہین سے جواب دیا کرتے تھے جو آپ کے ان ضخیم فتاوی سے ظاہر ہے۔

آپ نے چندسال علیل رہ کر مورخہ ۲۸ر ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء بروز بدھ بوقت ۱۲ بجکر بیس منٹ پر ترسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا آپکی نماز جنازہ بعد نماز مغرب اجمل چوک دیپاسرائے میں حضرت مولانا محمد یونس صاحب سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے پڑھائی، کسی جنازہ میں اتنا کثیر مجمع کبھی آنکھوں نے نہ دیکھا مدرسہ اجمل العلوم میں آپ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہے۔

حضرت اجمل العلماء کے شب وروز

حضرت اجمل العلماء علیہ الرحمہ تہجد کے وقت بیدار ہوتے ضروریات سے فارغ ہوکر وضو کرتے اور نماز تہجد میں مصروف ہوجاتے، بعدہٗ اوراد ووظائف میں مشغول ہوجاتے۔ صبح صادق ہوتے ہی اپنے دادا حضرت شاہجی غلام رسول علیہ الرحمہ کی بنوائی ہوئی میاں صاحب والی مسجد میں تشریف لے جاتے اور خود ہی فجر کی اذان پڑھتے۔ دو رکعت سنت فجر ادا فرما کر دوبارہ اوراد ووظائف میں مشغول ہوجاتے، خود ہی نماز فجر کی امامت فرماتے، اکثر فجر میں سورہ رحمٰن، سورہ مدثر، سورہ مزمل اور سورہ واقعہ کی قرأت کرتے چونکہ آپ سبع عشرہ کے خوش الحان قاری تھے اس لئے آپ کی قرأت سننے کی وجہ سے دوسرے محلوں کے نمازی بھی میاں صاحب والی مسجد میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے آتے بعد نماز بلند آواز سے انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کرتے۔ اس کے بعد اپنے مکان پر تشریف لے آتے اول قرآن پاک کی تلاوت کرتے بعدہ ترجمہ اعلیٰ حضرت وتفسیر صدر الافاضل پڑھتے اس کے بعد دلائل الخیرات شریف اور دعائے حزب البحر انتہائی پابندی سے پڑھتے۔ آپ دلائل الخیرات ودعاء حزب البحر کے عامل تھے۔ بعدہ ناشتہ تناول فرماتے اس کے بعدہ مدرسہ اجمل العلوم درس وتدریس کے لئے تشریف لے جاتے اور درس نظامی کی اہم کتب بخاری شریف، مسلم شریف تفسیر بیضاوی شریف، تفسیر مدارک، شرح عقائد، ہدایہ اخیرین اور شرح نخبۃ الفکر کا درس دیتے۔ حضرت اجمل العلماء کا بیان ہے کہ میں نے مدرسہ اجمل العلوم کے ابتدائی زمانے میں ۱۷؍۱۷ اسباق کتب درس نظامی کے پڑھائے ہیں۔

مدرسہ کی تعلیم سے فارغ ہوکر اپنے مکان محلہ دیپاسرائے (اجمل چوک) تشریف لاتے اور کھانا تناول فرما کر مختصر طور پر قیلولہ کرتے۔ ظہر کے وقت بیدار ہوتے اور اپنے مکان سے وضو کر کے نماز ظہر پڑھنے کے لئے مسجد میاں صاحب والی میں جاتے اور چار رکعت سنت ظہر ادا کر کے نماز پڑھاتے۔

جتنے خطوط آتے جواب مرحمت فرماتے پھر جو فقہی سوالات آئے ہوئے ہوتے ان کا جواب کتب فقہ حنفیہ سے انتہائی مدلل ومفصل طور پر تحریر فرماتے۔ فقہ کے جزیات آپ کی نوک زبان رہتے تھے، آپ فتوی لکھنے میں کامل مہارت رکھتے تھے، کبھی کسی سوال کا جواب لکھنے میں الجھن پیش نہیں آئی، آپ

نے چالیس سال فتوی نویسی کے فرائض انجام دیئے ہیں آپ کے فتاوی چار جلدوں پر مشتمل ہیں جو تقریباً ۲۶۰۰ رصفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، فتوی نویسی کا سلسلہ نماز عصر تک جاری رہتا تھا پھر مسجد میاں صاحب والی میں عصر کی نماز پڑھاتے اور انتہائی خشوع وخضوع سے دعا کرتے۔ عصر کی نماز سے فارغ ہوکر آپ اپنے مکان پر آتے جو مضامین وفتاوی آپ نماز ظہر کے بعد تحریر فرماتے تھے وہ ہم نشین سامعین کو سناتے، یہ سلسلہ نماز مغرب تک چلتا پھر مغرب کی نماز جماعت سے پڑھاتے اور قرأت میں قصار مفصل کا خیال رکھتے۔

نماز مغرب کے بعد کھانا تناول فرماکر پھر اپنی نشستگاہ میں بیٹھ جاتے اور مسائل شرعیہ ودینی معاملات کے سلسلے میں گفتگو فرماتے یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہوجاتی پھر اپنے مکان سے وضو کرکے مسجد میں جاتے اور جماعت سے نماز پڑھاتے، عشاء کی نماز کے بعد اپنی قیام گاہ پر دینی ومذہبی مجلس منعقد ہوجاتی جو کافی دیر قایم رہتی پھر نشست برخاست ہوجاتی اور ہم نشین اپنے اپنے مکان پر چلے جاتے۔

آپ کے ہم نشینوں میں اکثر علماء، حفاظ قراء اور دین دار عوام ہوتے جن میں سے چند کے اسماء تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد حسین صاحب قبلہ، حضرت مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحب، حضرت مولانا محبوب حسین صاحب، حضرت مولانا چراغ عالم صاحب، حاجی اختیار حسین صاحب، منشی خواجہ محمد حسن اشرفی صاحب، حاجی بشیر احمد صاحب اور حاجی ظہور احمد صاحب وغیرہم۔

اس کے علاوہ مدرسہ کے طلبہ بھی آپ کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لئے آتے تھے
آپ نے نماز عشاء کے بعد بیس سال سے زائد روزانہ ترجمہ قرآن پاک وتفسیر انتہائی پابندی سے بیان فرمائی ہے پہلی بار مسجد میاں صاحب والی میں دس سال سے زائد عرصہ میں مکمل قرآن شریف ترجمہ وتفسیر بیان فرمایا اور دوبارہ دس سال سے زائد عرصہ تک مسجد پاکھر والی دیپا سرائے میں مکمل طور پر ترجمہ مع

تفسیر بیان فرمایا، آپ کا یہ روزانہ بیان ایک گھنٹہ سے زائد ہوتا تھا، آپ کے بیان میں سامعین کی بڑی تعداد موجود ہوتی تھی جو آپ کے ترجمہ وتفسیر سن کر مذہبی معلومات حاصل کرتے تھے، آپ کا تفسیر وترجمہ بیان کرنے کا انداز عجیب نرالا وانوکھا تھا نیز سامعین پر وجدانہ کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ آپ کے ہم نشین حاجی اختیار حسین کا بیان ہے کہ حضرت اجمل العلماء نے سورہ کوثر کی تفسیر ۳ دن مین بیان فرمائی اور سورہ اخلاص کی تفسیر چار دن میں مکمل بیان کی۔ رات کو ہم نشینوں کے چلے جانے کے بعد آپ کتب تفاسیر وحدیث وفقہ، عقائد وسیر کا مطالعہ کرتے تھے رات کے ایک بجے کے بعد آپ آرام فرماتے تھے جو وقت بھی بچتا اس میں کوئی کتاب تصنیف فرماتے۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا جب کسی بھی کتاب کا بغور مطالعہ فرمالیتے تو وہ کتاب آپکے ازبر ہوجاتی تھی۔

تجوید وقرأت

حضرت اجمل العلماء ایک جید عالم ہونے کے ساتھ سبعہ عشرہ کے خوش الحان قاری بھی تھے، آواز میں انتہائی کشش تھی جو سامعین کو مسحور کردیتی تھی۔ آپ نے علم تجوید وقرأت اپنے استاد محترم حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا، فن تجوید وقرأت کی سند شہزادۂ اعلیٰحضرت حضور حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی شریف سے بھی حاصل تھی۔ مدرسہ اجمل العلوم کے طلبہ کو فن تجوید مع مشق پڑھاتے تھے۔ تجوید کے مسائل کے جوابات بھی دلائل وبراہین کی روشنی میں دیتے ہیں جو فتاوی اجملیہ میں موجود ہیں اور بالخصوص حرف ضاد کی تحقیق میں نہایت جامع رسالہ اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد تحریر فرمایا ہے اور طرفہ یہ کہ اس رسالہ پر مفتی دیوبند کی بھی تصدیق ہے جو فتاوی اجملیہ میں بھی موجود ہے اور فتاوی دیوبند میں بھی چھپ چکا ہے اور رسالہ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع ہوگیا ہے۔ آپ کو مختلف لہجوں پر مثلاً بڑا مصری لہجہ، چھوٹا مصری لہجہ، حجازی لہجہ اور دوسرے لہجوں پر پورا عبور تھا، طلبہ کو ان سبھی لہجوں کی مشق کراتے تھے۔

فن تجوید میں آپ کے چند مشہور تلامذہ ہیں مثلاً حافظ وقاری جمیل احمد صاحب سابق

استاذ دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور، مولانا قاری بدیل احمد خاں رضوی حسن پوری بیکانیر راجستھان اور مولانا قاری افائض الدین آسامی۔

شاعری

حضرت اجمل العلماء نے اس میدان میں بھی کافی شہرت پائی، بڑی تعداد میں نعت، منقبت، سلام، حمد، دعا اور نظم ہر صنف میں طبع آزمائی کی سعادت حاصل کی جو آپ کے نعتیہ دیوان میں شامل ہے۔ شہداء کربلا کے دلدوز واقعات بھی منظوم فرمائے جو ریاض الشہداء نام سے چھپ چکے ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی ایک حمد بہت مشہور ہے جو چھپ بھی چکی ہے تین اشعار بطور نمونہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

بیاں ہو حمد تیری کس طرح ہم ناتوانوں سے
کہ تو برتر ہے وہموں سے خیالوں سے گمانوں سے

گلستان جہاں میں سب تری تسبیح کرتے ہیں
لسان حال یہ دل سے جوارح سے زبانوں سے

کرے اجمل ثنا کیونکر کہ ناواقف ہے منزل سے
وہی چلتے ہیں اس رہ میں جو واقف ہیں نشانوں سے

آپ کے ذوق سخن پر نعتیہ رنگ بہت اچھی طرح غالب تھا، تخیل میں کمال کی بلندی تھی، دقیق مضامین کو بڑی سادگی سے کہہ دینا اور سادہ مضامین کو رنگ ادب وحسن طرز آراستہ کرنا آسان تھا، نعتیہ شاعری میں بھی ندرت خیال، شوکت الفاظ، جدت ترکیب اور بہجت اسلوب اپناتے، آپ کا نعتیہ کلام عوام وخواص سب میں سراہا جاتا۔ ایک دفعہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے سالانہ اجلاس میں نعت شریف پڑھی جس کا مقطع مجمع کو اتنا پسند آیا کہ اس کو بار بار پڑھوایا گیا اور ایک زمانے تک طلبہ واساتذہ کی زباں زد رہا۔ مقطع یہ ہے۔

کرم کی رحم کی امداد کی ہے آس اجمل کو
خدا سے مصطفیٰ سے غوث سے احمد رضا خاں سے

آپ نے اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی چند نعتوں کی تضمین بھی فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، اپنے استاد محترم صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، حضرت محدث اعظم ہند اور حضرت مولانا حشمت علیخاں صاحب علیہم الرحمۃ کی شان میں منقبتیں بھی تحریر فرمائی ہیں اور کی شان میں بھی منقبتیں لکھی ہیں۔ آپ کا نعتیہ دیوان ارباب علم وادب کیلئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، اس دیوان میں مسدس، مخمس، مربع اور مثلث کے علاوہ منظوم میلاد پاک بھی ہے۔ الحمد للہ! دیوان کتابت کے مراحل سے گزر چکا ہے اور حضرت علامہ تحسین رضا خاں شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے کرم فرما کر تصحیح بھی فرمادی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ زیور طبع سے آراستہ ہوکر بہت جلد منظر عام پر آجائیگا۔

سفر حج

حضرت اجمل العلماء نے بغیر فوٹو کے ۱۹۴۸ء میں حج بیت اللہ شریف کا فریضہ ادا فرمایا آپ کے ہمراہ اس مبارک سفر میں ملا عبد السلام رئیس عظیم سنبھل، چودھری خورشید علی خاں، حاجی بشیر احمد اور حضرت کی ہمشیرہ جن بشریٰ صاحبہ تھے حضرت اجمل العلماء بیان فرماتے تھے کہ ''جب مدینہ شریف میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد رضوی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کا کیا نام ہے اور ہندوستان میں کس جگہ سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں سنبھل ضلع مرادآباد سے آیا ہوں، میرا نام محمد اجمل ہے۔ یہ سنکر حضرت قطب مدینہ کھڑے ہوگئے اور پھر مصافحہ ومعانقہ کیا، میں نے حضرت سے معلوم کیا کہ اس محبت کی کیا وجہ ہے تو حضرت نے اپنے بستر کے سرہانے سے ایک کتاب نکال کر دکھائی اور فرمایا میں روزانہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر اس کتاب کے مصنف کے لئے حج بیت اللہ شریف کی دعا کرتا تھا بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ حضور یہ الماری جو رکھی ہوئی ہے اس کی کیا خاص وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو فالج کی بیماری لاحق ہوگئی تھی اور اطباء نے علاج سے مایوس کردیا تھا میں نے روضہ مبارکہ میں استغاثہ پیش کیا،

رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سرکار مدینہ ﷺ تشریف لائے، میں چار پائی پر لیٹا ہوا تھا، سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ضیاء الدین تم کیوں لیٹے ہوئے ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ حضور میں فالج کے مرض میں مبتلا ہوں اور زندگی سے عاجز ہو گیا ہوں، حکماء واطباء نے علاج سے انکار کر دیا ہے تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ضیاء الدین تم کھڑے ہو جاؤ۔ میں فوراً کھڑا ہو گیا پھر فرمایا ہمارے اپنے مکان میں چلو۔ میں حضور کی تابعداری میں چل پڑا، سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے اعضائے مفلوجہ پر اپنا دست کرم پھیرا، میں خواب میں تندرست ہو گیا پھر ان تینوں حضرات نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی میں نے ادباً اس جگہ الماری رکھدی ہے تاکہ اس مقام کا ادب باقی رہے اور کسی کا قدم اس جگہ نہ پڑے''۔ حضرت مولانا ضیاء الدین نے ارشاد فرمایا ''صبح کو نماز فجر کے وقت متعلقین آئے مزاج پرسی کو مجھے تندرست دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے'' حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی ارشاد فرماتے تھے'' یہ میرے پیر و مرشد کا میرے اوپر کرم ہے ورنہ میں اس لائق کہاں تھا کہ سرکار اس طرح اس غلام کو نوازتے''۔

اس حج کے مبارک سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک غیر مقلد عالم نے مناظرہ کا چیلنج کر دیا کہ کوئی کوئی سنی عالم مجھ سے علم غیب پر مناظرہ کرے۔ سنی حضرات حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کی خدمت میں مناظر کی تلاش میں حاضر ہوئے، حضرت مولانا مدنی نے حضرت اجمل العلماء کو غیر مقلد مناظر سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ چودھری خورشید علی خاں نے بتایا کہ مناظرہ مدینے شریف میں روضہ مقدسہ کے قریب ہوا، دوران مناظرہ حضرت اجمل العلماء کا چہرہ روضہ منورہ کی طرف تھا اور غیر مقلد مناظر کی روضہ کی طرف پشت تھی۔ حضرت اجمل العلماء نے بیان فرمایا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں تھی دوسرے میں ہندی تھا اور غیر مقلد مناظر کے پاس کتاب کا ذخیرہ تھا اور وہ عرب کا رہنے والا تھا۔ مناظرہ شروع میں غیر مقلد مناظر نے علم غیب کے انکار میں حدیث پاک پڑھی اور اپنی جانب سے حدیث پاک میں کچھ الفاظ خلط ملط کر دیئے، میں نے سمجھ لیا یہ الفاظ حدیث کے نہیں ہیں بلکہ اس کے

ملائے ہوئے، میں نے غیر مقلد سے کہا کتاب میرے پاس بھیجو یہ الفاظ حدیث میں نہیں ہیں جب کتاب دیکھی گئی تو واقعی وہ الفاظ حدیث شریف کے نہیں تھے بلکہ غیر مقلد اپنے الفاظ حدیث میں ملائے ہوئے تھا، اس پر غیر مقلد کی گرفت کی گئی غیر مقلد مناظر گھبرا گیا اور میدان مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت اجمل العلماء سے کسی نے معلوم کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ الفاظ حدیث پاک کے نہیں ہیں بلکہ اس غیر مقلد کے ملائے ہوئے ہیں؟ فرمایا کہ جب اس نے یہ الفاظ پڑھے تو میں نے حضور پاک کی جانب لولگائی، چہرہ زیبا کا دیدار ہو گیا، سرکار نے ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ میری حدیث کے نہیں ہیں، اس پر میں نے غیر مقلد سے سوال کیا، جس کی وجہ سے وہ ذلیل وخوار ہو گیا۔ کسی نے حضرت اجمل العلماء سے معلوم کیا کہ آپ کو عربی بولنے میں کوئی تکلف نہیں ہوا حالانکہ آپ عجمی ہندی ہیں؟ فرمایا کہ میں نے روضہ مبارکہ کی جانب رخ کیا تو سرکار کی جانب سے مجھے تسکین حاصل ہو گئی۔ میدان مناظرہ میں حضرت اجمل العلماء کامیابی و کامرانی سے سرفراز ہوئے اس مناظرہ کی کاروائی کو دیکھ سنکر بہت سے بدعقیدہ تائب ہو گئے اور پکے سنی صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے ذمہ داران مناظرہ نے حضرت اجمل العلماء کو نذرانہ پیش کیا حضرت نے وہ نذرانہ قبول فرمالیا اور ایک عمامہ شریف ایک جبہ مبارکہ اس رقم سے خریدا اور مواجہہ شریف میں زیب تن فرمایا۔

اسی مبارک سفر میں ایک بار نجدی امام غائب تھا حضرت اجمل العلماء نماز اپنی علیحدہ پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے اتنے میں ایک سپاہی آیا اور حضرت کا ہاتھ پکڑ کر مصلی پر کھڑا کر دیا، حضرت نے اسی مصلیٰ پر نماز پڑھائی اور سب مقتدیوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ نے حج فرض کی ادائیگی کے سلسلے فوٹو کے ساتھ ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے ''فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز'' جس میں دلائل وبراہین سے ثابت کیا ہے کہ حج فرض کے لئے فوٹو کھنچوایا جا سکتا ہے لیکن حج نفل کیلئے اجازت نہیں دی جاسکتی ہے یہ رسالہ متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے خود حج مبارک بغیر فوٹو کے ہی ادا فرمایا جبکہ آپ تصویر کشی کو حرام ہی کہتے تھے اور اس پر تا زندگی عمل پیرا بھی رہے۔

حضرت اجمل العلماء میدان مناظرہ میں

حضرت اجمل العلماء میدان مناظرہ کے بھی شہسوار تھے، آپ نے کبھی مناظرہ میں شکست کا منھ نہ دیکھا، حسب ضرورت بدعقیدہ، بدمذہب اور گمراہ و باطل فرقوں سے مناظرے کرتے رہے ،مناظروں میں شرکت کو ہر مصروفیت پر موقوف رکھتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے:

میرے گھر شادی ہو یا کسی کی موت اور اسی دن مناظرہ ہو تو انشاء اللہ میں شادی و موت کے بالمقابل مناظرہ کو ترجیح دونگا، اس لئے کہ میرے جانے سے مناظرہ میں بدعقیدہ لوگ ہدایت پر آ گئے تو اللہ و رسول کی خوشنودی کا سبب ہوگا اگر میرے نہ جانے سے مناظرہ میں اہلسنت و جماعت کو اللہ نہ کرے شکست ہوگئی تو میں میدان حشر میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور اپنے آقا مولیٰ ﷺ کو کیا منھ دکھاؤں گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علالت کے زمانے میں بھی جب کہ مرض کا شدید غلبہ تھا اور گھر سے باہر جانا دشوار تھا طلبہ کے ساتھ مناظرہ گاہ تشریف لے جاتے تھے جس کی تفصیل آپ حضرات آگے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے براہ راست مناظرے بھی کئے اور معاون مددگار ہو کر بھی اور ہر مناظرہ میں بھر پور حصہ لیا، آپ نے گرد و نواح کے ہر مناظرہ میں بحیثیت معاون یا مناظر شرکت فرمائی اور اپنی علمی و فنی لیاقتوں کا بھر پور مظاہرہ فرما کر باطل کو شرمناک شکست دی۔

مناظرہ سنبھل

یہ مناظرہ سنبھل میں جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ ۱۳۴۷ھ کو مسئلہ علم غیب پر ہوا اہل سنت و جماعت کے مناظر شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی علیہ الرحمہ تھے۔ ان کے معاونت کے لئے بریلی شریف سے حضرت مولانا مولوی مفتی محمد رحم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام، حضرت مولانا محمد عبد العزیز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس دار العلوم منظر اسلام اور حضرت مولانا مولوی محمد احسان علی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف اسٹیج پر موجود تھے، مراداباد سے حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مدیر رسالہ السواد الاعظم و سابق مہتمم

جامعہ نعیمیہ تھے، سنبھل سے مفتی ہند حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب بانی مرکزی مدرسہ اجمل العلوم سنبھل موجود تھے اور اپنی کتب و مشوروں سے مناظر اہلسنت کا تعاون کر رہے تھے، یہ مناظرہ سنبھل مناظر اہلسنت مظہر اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد حشمت علی خاں صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ ومناظر دیوبند مولوی منظور حسین نعمانی سنبھلی کے درمیان ہوا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل حق اہل سنت و جماعت کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور اہل باطل (دیوبند) کو شکست دیکر ذلیل و رسوا کیا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ مرادآباد روئیداد مناظرہ سنبھل کے صفحہ ۹۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

مناظرہ میں کامیابی کے بعد جلوس نکلا اور حضرت شیر بیشہ اہلسنت کی قیام گاہ تک گیا وہاں پہنچ کر نماز عصر ادا کی اس کے بعد حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اجمل صاحب دام مجدہ نے اپنے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور جناب چودھری خورشید علی خاں صاحب نے اہل سنبھل کی طرف سے علماء کرام کا شکریہ ادا کیا اور خاص کر حضرت مولانا شاہ محمد اجمل صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسلمانان سنبھل کو اس طرف توجہ دلائی کہ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ انجمن اہل سنت و جماعت جس کو حضرت مولانا محمد اجمل شاہ صاحب نے مسجد جہانخاں میں قائم فرمایا ہے اس کی امداد و اعانت مسلمانان سنبھل کا فرض ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ دامے قدمے قلمے سخنے اس مدرسہ کی خدمت کریں تاکہ نہ فقط سنبھل کا ہی بلکہ ہندوستان کا ہر گوشہ گوشہ اس کی علمی و مذہبی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

مناظرہ چندوسی ضلع مرادآباد

یہ مناظرہ ۱۳۵۰ھ میں ہوا، اس کے صدر اجلاس حضرت اجمل العلماء تھے، مناظرہ میں علماء اہلسنت کا ایک جم غفیر تھا، علماء اہلسنت و دیوبند کے درمیان یہ مناظرہ دن بھر چلتا رہا، اہلسنت کے مناظر حضرت اجمل العلماء کے شاگرد رشید مفتی محمد حسین صاحب نعیمی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مناظرہ میں اہلسنت کو فتح عظیم عطا فرمائی اور علماء دیوبند کو ذلت آمیز شکست دی، چندوسی میں اہلسنت کا

بول بالا ہوا، بہت سے بدعقیدہ تائب ہوکر سچے پکے سنی ہو گئے اور دیوبندیوں کو ذلیل وخوار ہونا پڑا اس مناظرہ میں کامیابی کے بعد حضرت مفتی محمد حسین صاحب سنبھل کے بڑے صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام تاریخی مناظر الحسین رکھا جس کے اعداد ۱۳۵۰ھ ہیں جو مناظرہ چندوسی کی فتح یاد دلاتا ہے۔

مناظرہ جمشید پور ٹاٹانگر بہار

اس مناظرہ میں حضرت اجمل العلماء سنبھل سے تشریف لے گئے تھے اور کتب کا ذخیرہ آپ کے ساتھ گیا تھا آپ کے برادر نسبتی منشی خواجہ محمد حسن سنبھلی بھی ساتھ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ علمائے اہلسنت میں یہ مسئلہ زیر غور تھا کہ اس مناظرہ میں اہلسنت کی طرف سے مناظر کون ہو، اکابر علماء میں سے کئی ایک قد آور شخصیات اس بڑے عہدہ کی اہل تھیں مگر حضرت اجمل العلماء کی رائے گرامی تھی کہ اس مناظرہ کے مناظر علامہ ارشد القادری ہوں کیونکہ ان کو یہاں رہنا ہے آخر غور وخوض کے بعد حضرت اجمل العلماء کی رائے سے اتفاق ہوا اور حضرت علامہ ارشد القادری صاحب اہلسنت کی طرف سے مناظر منتخب ہوئے، اس مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے اہلسنت وجماعت کو فتح مبین عطا فرمائی اور دیوبندیوں وہابیوں کو ذلت ورسوائی کا منھ دیکھنا پڑا، بہت سے بدعقیدہ تائب ہوکر خوش عقیدہ سنی ہو گئے اور آخرت سدھر گئی۔

مناظرہ جویا ضلع مرادآباد

یہ مناظرہ ماہ جون ۱۹۶۱ء مطابق ۸ محرم کو ہوا اس مناظرہ کے صدر حضرت اجمل العلماء تھے یہ مناظرہ دن بھر چلتا رہا اہلسنت کی طرف سے حضرت اجمل العلماء، مفتی محمد حسین سنبھلی، مولانا محمد یونس نعیمی، مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی، حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم راجستھان اور حضرت مولانا معین الدین امروہوی کے علاوہ علماء اہلسنت کی بڑی جماعت تھی، علماء دیوبند کی جانب سے مدرسہ شاہی حیات العلوم اور شہر امروہہ کے علماء تھے مناظر دیوبند مولوی ابوالقاسم

شاہجہاں پوری تھے اہلسنت کی طرف سے پہلے مناظر حضرت مفتی محمد اشفاق حسین صاحب تھے بعد میں حضرت مفتی محمد حسین صاحب سنبھل مناظر منتخب ہوئے، اس مناظرہ میں کذب باری تعالیٰ پر پُر زور بحث ہوئی، دیوبندی مناظر بوکھلا گیا اور مناظر اہلسنت حضرت مفتی محمد حسین سنبھل کے اعتراضات کا کوئی جواب نہ دے سکا، اس مناظرہ میں بھی اہلسنت کو فتح مبین حاصل ہوئی اور دیوبندیوں کو شرمناک ذلت کا منھ دیکھنا پڑا، اس کا اثر عوام پر بہت زیادہ پڑا بہت سے بدعقیدہ تائب ہوکر مذہب حقہ اہل سنت وجماعت میں شامل ہو گئے مذہب اہلسنت کا بول بالا ہو گیا۔ وہابیت مردہ ہو گئی۔

حضرت اجمل العلماء نے اسی طرح آپ نے مناظرہ بریلی میں بھی بھر پور شرکت فرمائی، مناظرہ میں اول سے آخر تک شریک رہے اور مناظر اہلسنت حضرت مولانا مفتی سردار احمد صاحب کا حسب ضرورت پورا تعاون فرماتے رہے چنانچہ نصرت خداداد (۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء) مناظرۂ بریلی کی مفصل روئیداد میں حضرت اجمل العلماء کا تذکرہ متعدد جگہ موجود ہے:

لہذا علماء اہلسنت وقت مقررہ سے ۲۰ منٹ پہلے مناظرہ گاہ میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ پہنچے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، جناب مولانا مولوی اجمل شاہ صاحب سنبھلی اور مناظرہ اہلسنت جناب مولانا مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری۔ (ص ۱۵)

اس میں علمائے اہل سنت کو فتح حاصل ہوئی، علمائے اہل سنت کو عوام تو عوام اکابر اہل سنت نے بھی بہت سراہا، خصوصاً حضرت صدر الشریعہ اپنی شادمانی کا اظہار یوں فرمایا کہ فاتحین کے لئے اعزازیہ جلسہ منعقد فرما کر دستار تہنیت سے نوازا جیسا کہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۴۲ پر ہے:

حضرت صدر الشریعہ مدظلہ کی جانب سے دار العلوم منظر اسلام محلہ سوداگران میں جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت ممدوح نے مناظر اہلسنت مولانا سردار احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا اجمل شاہ صاحب کی اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرمائی اور پھولوں کے ہار پہنائے پھر مولوی

عبدالمصطفی صاحب بسمل اعظمی نے نظم تہنیت پڑھی اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس کے علاوہ آپ نے مدینہ شریف، احمد آباد اور دیگر مقامات پر بھی مناظروں میں شرکت فرما کر مذہب حق کی حقانیت کے پرچم لہرادیئے

حضرت اجمل العلماء بحیثیت ممتحن

حضرت اجمل العلماء کو بڑے بڑے دارالعلوم ومرکزی مدارس اہلسنت کے سالانہ امتحان کے لئے بھی بلایا جاتا رہا۔ منظراسلام بریلی شریف۔ مظہراسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور، مدرسہ احسن المدارس کانپور، دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد غرضیکہ ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے اداروں میں آپ کو بلایا جاتا اور آپ بحیثیت ممتحن تشریف لیجاتے۔ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے امتحان کا جائزہ و معائنہ مولانا بدرالقادری مصباحی نے ''اشرفیہ کا ماضی اور حال'' میں اس طرح قلم بند فرماتے ہیں:

چنانچہ اس کا اعتراف حضرت علامہ شاہ محمد اجمل صاحب علیہ الرحمہ ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مرادآباد مورخہ ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کے معائنہ میں فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ آج ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور کے درجہ اعلیٰ اور دیگر درجات کی چند مشہور اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا۔ میری عادت کسی مدرسہ کی رعایت اور جانبداری کی نہیں۔ بلکہ طلبہ سے ان کی استعداد اور کتاب کی حیثیت کے اعتبار سے سوالات کرنے اور کماحقہ طلبہ کی قابلیت اور استعداد کا صحیح جائزہ لینے کی ہے تاکہ اراکین مدرسہ کے سامنے صحیح معیار پیش کرسکوں اور دیانتداری سے انہیں طلبہ کی اہلیت، مدرسین کی محنت اور عرق ریزی کا واقعی اندازا لگاسکوں۔

یہ وہ بات ہے جس میں نہ میں کسی سے مرعوب ہوتا ہوں نہ کسی کی رعایت کرتا ہوں۔ اس دارالعلوم کے طلبہ کا میں نے خوب جم کر امتحان لیا۔ ہر ایک سے سوال کر کے اس کی صحیح استعداد کا معیار قائم کیا۔ اور ہر حیثیت سے اس کی قابلیت کا جائزہ لیا اور پھر ہر ایک کو صحیح نمبر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد

پایا اور خصوصاً بعض کو بے نظیر اور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا اور یہ کیونکر نہ ہو۔ اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ خصوصا صدرالمدرسین، بدرالمعلمین، فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حضرت مولانا مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب دامت فیوضہم قابل صد تحسین ہیں۔ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے۔ اور اس چمن مصطفوی کی بہار انہیں کی ذات پر موقوف ہے۔ حضرت اعلام نے جن حقیقتوں کا اعتراف مذکورہ الفاظ میں کیا ہے۔ بطور نمونہ یہ ایک معائنہ درج کیا جاتا ہے۔

(ص۷۳/۷۴)

اساتذۂ کرام

آپ نے ابتدائی تعلیم (قرآن پاک ناظرہ، دینیات، ابتدائی فارسی) اپنے مکان پر رہ کر اپنے والد ماجد اور تایا سے علیہما الرحمہ سے حاصل کی، عربی تعلیم از میزان تا شرح جامی اپنے تایازاد بھائی جامع معقول ومنقول، محقق دوراں حضرت مولانا محمد عمادالدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنبھل میں پھر چونڈیرہ شریف میں حاصل کی جب حضرت مولانا محمد عمادالدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرادآباد جامعہ نعیمیہ کے قیام کے بعد مدرس اول ہو کر آئے تو حضرت اجمل العلماء بھی ان کے ساتھ جامعہ نعیمیہ چلے آئے یہاں پر حضرت مولانا عمادالدین صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی صاحب علیہ الرحمہ اور صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ سے دورۂ حدیث تک تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۲۴ء میں آپ کی فراغت بحیثیت عالم فاضل جامعہ نعیمیہ سے ہوئی، اس کے بعد حضرت صدرالافاضل قدس سرہ العزیز نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرمائی اور خاص شفقت فرماتے ہوئے اپنے دولت کدہ پر بھی بطور خصوص تعلیم دی۔ نتیجۃً آپ نے دوسال حضرت قدس سرہ کی خدمت میں رہکر فن مناظرہ وافتاء میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ مزید برآں آپ نے حضرت صدرالافاضل کی خدمت میں سفر وحضر میں رہکر درس وتدریس اور وعظ گوئی کی مشق بھی کی یہاں تک کہ حضرت

صدرالافاضل علیہ الرحمہ اپنے اخیر زمانۂ حیات میں وعظ کے اہم موقعوں اور زبردست مناظروں میں اپنی جگہ آپ کو متعین کر کے بھیجا اور کامیابی پر انعام واکرام اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

مشہور تلامذہ

حضرت اجمل العلماء نے مستقل طور پر تقریباً چالیس سال مدرسہ اجمل العلوم سنبھل اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں ہر قسم کے علوم مروجہ کا درس دیا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزار سے زائد ہے جن میں چند کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدرالمدرسین مدرسہ اجمل العلوم ومفتی سنبھل

حضرت مولانا سید محمد مصطفیٰ علی صاحب علیہ الرحمہ سابق صدرالمدرسین مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

حضرت مولانا مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی مفتی اعظم راجستھان

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام صاحب علیہ الرحمہ بانی دارالعلوم اسلامیہ ومدرسہ فیض العلوم سرائے ترین سنبھل

حضرت مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث ومفتی جامعہ نعیمیہ مراداباد

حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی بانی دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور (حضرت اجمل العلماء کے داماد)

حضرت مولانا محمد مختار صاحب اشرفی علیہ الرحمہ سابق مدیر ماہنامہ اہلسنت سنبھل ومبلغ اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد افضل الدین حیدر صاحب علیہ الرحمہ سابق مفتی اعظم درگ مدھیہ پردیش

حضرت مولانا الحاج محمد آل حسن صاحب نعیمی مہتمم مدرسہ عالیہ سنبھل وسابق شیخ الحدیث اسلامیہ

عربیہ ناگپور۔

حضرت مولانا الحاج چراغ عالم صاحب قبلہ شیخ الحدیث صدرالمدرسین مدرسہ اجمل العلوم سنبھل۔

فرزند اکبر حضرت اجمل العلماء حضرت مولانا شاہ محمد اول صاحب قبلہ لاہور پاکستان۔

حضرت مولانا مناظر حسین صاحب سنبھلی سابق مدرس اعلیٰ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب داناپور رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم جاورہ مدھیہ پردیش

حضرت مولانا قاری بدیل احمد خاں صاحب رضوی بیکانیر راجستھان۔

حضرت مولانا قاری رحمت اللہ صاحب جے پور راجستھان۔

خلف اصغر حضرت مفتی محمد اختصاص الدین احمد ناظم اعلےٰ مدرسہ اجمل العلوم ومفتی اعظم سنبھل۔

حضرت مولانا قاری احمد حسن صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ حامدیہ اشرفیہ جامع مسجد سنبھل۔

حضرت مولانا حبیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ سابق ناظم اعلےٰ مدرسہ حامدیہ اشرفیہ جامع مسجد سنبھل۔

حضرت مولانا قاری محمد حسن صاحب اشرفی علیہ الرحمہ سابق مفتی اعظم کانپور۔

حضرت مولانا الحاج عبدالقیوم صاحب رضوی للوارہ بلاری مرادآباد۔

حضرت مولانا محمد اسمعیل صاحب رضوی سابق شیخ الحدیث اجمل العلوم سنبھل۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب چندوسی مرادآباد مفتی ایوت محل مدھیہ پردیش

حضرت مولانا اصاغر حسین صاحب خلف ارشد مفتی محمد حسن سنبھل

حضرت مولانا حکیم ضمیر حسین عرف مولانا نوشے صاحب بانی مدرسہ ضمیر العلوم اشرفیہ ودارالعلوم انتظاریہ سنبھل۔

اولاد امجاد

حضرت اجمل العلماء تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی افضل النساء جو مولانا محمد اسلام، عبد السلام اور شمس الاسلام متصل مسجد میاں صاحب والی کی ہمشیرہ تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے حضرت مولانا صوفی شاہ محمد اول صاحب (جو لاہور پاکستان ہجرت کر گئے ہیں) پیدا ہوئے اور دو لڑکیاں ایک راشدہ بیگم (جو مولانا شاہ محمد اول سے بھی عمر میں بڑی ہیں اور اس وقت پاکستان لاہور ہیں) ان کی شادی حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی رضی اللہ عنہ (م ۱۹۹۸ء) سے ہوئی۔ دوسری صاحبزادی عارفہ بیگم ہیں جن کی شادی عابد حسین (م ۲۰۰۳ء) سے ہوئی ابھی باحیات ہیں۔ حضرت اجمل العلماء نے دوسری شادی مونی بیگم سے کی۔ ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی جن کا بچپنے میں انتقال ہو گیا تھا شادی کے ۱۲ سال بعد مونی بیگم کا بھی انتقال ہو گیا۔ تیسری شادی اکبری بیگم سے کی جو سعید احمد کی بیٹی اور خواجہ محمد حسن صاحب مرحوم کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔ یہ شادی ۴۹ء میں ہوئی ان سے ایک صاحبزادے حضرت مفتی محمد اختصاص الدین صاحب (ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم) ۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت اجمل العلماء کے دو صاحبزادے (بڑے مولانا محمد اول شاہ اور چھوٹے ناظم اعلیٰ) اور دو صاحبزادیاں (راشدہ بیگم بڑی اور عارفہ بیگم چھوٹی) ہیں۔ مولانا شاہ محمد اول صاحب کے دو صاحبزادے محمد اسلم (بڑے) محمد احسن (چھوٹے) ہیں جو لاہور پاکستان میں ہیں۔ ایک صاحبزادی منظومہ بیگم جن کی شادی ناشر فتاوی اجملیہ حاجی معین الدین ولد حضرت مفتی محمد اشفاق حسین مفتی اعظم راجستھان سے ہوئی جو سنبھل میں ہیں۔ اور ناظم اعلیٰ صاحب کے چار بیٹے قاری تنظیم اشرف، حبیب اشرف، محمد تاجدار چشتی اور محمد شاداب رضوی، ایک بیٹی فاطمہ زہرا باحیات ہیں جو سنبھل ہی میں ہیں اور دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سب کو کامیابی عطا فرمائے اور ان سے زیادہ سے زیادہ اپنے دین کی خدمت لے۔ آمین

تصانیف ورسائل

حضرت اجمل العلماء ایک کہنہ مصنف بھی تھے، طرز استدلال نہایت محققانہ اور تشفی بخش تھا، خشک اور پیچیدہ موضوعات پر بھی آپ نے جودت فکر کی بوقلمونیاں پیش فرمائی ہیں، آپ کے رشحات قلم تشنگان تحقیق وطلب کے لئے مکمل سرمایۂ تسکین ہیں، آپ نے بڑی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں صرف بائیس (۲۲) رسائل وکتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ دستیاب ہیں جو حضرت ناظم صاحب کے پاس محفوظ ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) اجمل المقال لعارف رؤیۃ الہلال	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء مطبوعہ
(۲) عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء مطبوعہ
(۳) تحائف حنفیہ بر سوالات وہابیہ	۱۳۸۱ھ	۱۹۶۱ء مطبوعہ
(۴) فوٹو کا جواز در حق عازمان سفر حجاز	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء مطبوعہ
(۵) قول فیصل	۱۳۷۶ھ	۱۹۵۶ء مطبوعہ
(۶) اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد	۱۳۴۶ھ	مطبوعہ
(۷) اجمل الکلام فی عدم القرأۃ خلف الامام	۱۳۵۵ھ	قلمی غیر مطبوعہ
(۸) طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت	۱۳۷۷ھ	قلمی غیر مطبوعہ
(۹) بارش سنگی بر قفائے سر بھنگی	۱۳۵۶ھ	مطبوعہ
(۱۰) افضل الانبیاء والمرسلین (رسالہ ردعیسائیت)		قلمی غیر مطبوعہ

نوٹ۔ یہ دس رسائل اجمل الفتاوی میں درج ہو گئے ہیں جو آپ کے ہاتھوں کو زینت بخش رہی ہے۔

(۱۱) کاشف سنیت ووہابیت	۱۳۵۱ھ	۱۹۳۲ء مطبوعہ
(۱۲) ردسیف یمانی در جوف لکھنوی وتھانوی	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء مطبوعہ
(۱۳) سرمایۂ واعظین	۱۳۵۳ھ	۱۹۳۴ء مطبوعہ
(۱۴) ریاض الشہداء منظوم	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء مطبوعہ

کتاب	ہجری	عیسوی
(۱۵) نظام شریعت اول دوم	۱۳۵۴ھ	۱۹۳۵ء اول مطبوعہ دوم قلمی
(۱۶) اسلامی تعلیم اول دوم	۱۳۵۴ھ	۱۹۳۵ء مطبوعہ
(۱۷) مذہب اسلام	۱۳۵۵ھ	۱۹۳۶ء مطبوعہ
(۱۸) فیصلہ حق و باطل	۱۳۸۰ھ	۱۹۶۰ء مطبوعہ
(۱۹) اجمل السیر فی عمر سید البشر	۱۳۸۲ھ	۱۹۶۳ء قلمی
(۲۰) رد شہاب ثاقب	۱۳۷۴ھ	۱۹۵۴ء مطبوعہ
(۲۱) مضامین حضرت اجمل العلماء	۱۳۵۱/۵۲/۵۳ھ	۱۹۳۲/۳۳/۳۴ء
(۲۲) نعتیہ دیوان حضرت اجمل العلماء۔		قلمی غیر مطبوعہ
(۲۳) فتاوی اجملیہ	چہار جلد	(آپ کے ہاتھوں میں)

حضرت اجمل العلماء کے جو فتاوی محفوظ رہ سکے وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن کو حضرت اجمل العلماء نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں تصنیف فرمایا ہے یہ تقریباً ۲۶۰۰ رصفحات پر مشتمل ہیں۔ حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب نوری رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف نے اپنے شرکائے کار کے ساتھ ان فتاوی کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ ترتیب دیا ہے جو چار جلدوں میں طبع ہو کر آپ کے پیش نظر ہیں۔ ان فتاوی کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری مولانا حاجی معین الدین ولد حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد اشفاق صاحب قبلہ مفتی اعظم راجستھان نے نبھائی ہے۔ موصوف نے پوری جدو جہد سے کثیر رقم خرچ کر کے ان فتاوی کو چھاپا ہے۔ یہ سب کارگزاریاں حضرت مفتی اعظم راجستھان کی مرہون منت ہیں۔ اللہ تبارک و تمام حضرات کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین علیہ ﷺ)

مقدمۃ الکتاب

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

باسمہ تعالی

اصولی اعتبار سے علم دو قسم پر ہے، علم ادیان اور علم ابدان۔ پھر جس قدر اقسام پر تقسیم کیا جائے سب کا مرجع و مآل یہ دو ہی قرار پائیں گے۔

علم ادیان میں سرفہرست علم تفسیر و حدیث و فقہ ہیں۔

لیکن بغور جائزہ لیا جائے تو علم فقہ کو ان سب کے درمیان خصوصی اہمیت حاصل ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم جب حقیقی معنوں میں حاصل ہوتا ہے تو سب کو جامع ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم فقہ قرآن وحدیث کی معلومات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، بلکہ دوسرے تمام علوم کا مغز ہے

علم فقہ کی دولت سے ہر ایک بہرہ ور نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس میں محض کسب و کوشش اور جدو جہد کو دخل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ عطیہ ربانی ہے کہ خداوند قدوس جل جلالہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اس نعمت عظمی سے نوازتا ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ۔(حدیث)

اللہ تعالی اپنے جس بندہ سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

دین کی سمجھ کا نام ہی علم فقہ ہے، اور جب کسی بندہ مومن کو دینی سمجھ اور اسلامی شعور حاصل ہوتا ہے تو پھر اس کا کسب و حصول؛ جہد مسلسل اور شب و روز کی کاوشیں اس کو اس اعلی مقام اور ذروۂ کمال تک پہونچا دیتی ہیں کہ اس کا سینہ قرآنی علوم و معارف کا گنجینہ اور احادیث نبویہ کی روشن تعلیمات کا سفینہ بن جاتا ہے۔

یہ علم سعادت ابدی و سرمدی کا ذریعہ ہے، اسی کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کی معرفت حاصل ہو

تی ہے جن سے نفع ونقصان وابستہ ہے، یہ علم ہی ان دونوں کے درمیان خط امتیاز قائم فرماتا ہے اور نفس انسانی کو اس کے حصول سے مضرت رساں اور فائدہ مند اشیاء سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کا ثمرہ ونتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور برائیوں سے دور رہتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

معرفة النفس ما لها وما عليها۔ (توضیح وتلویح)

فقہ اسلامی کا ایک شعبہ افتاء بھی ہے۔ افتا کے معنی لغت میں مطلق جواب دینا، یا کسی مشکل حکم کا جواب دینا ہے۔ (مفردات امام راغب)

قرآن کریم میں لفظ افتا واستفتا مختلف معانی میں وارد ہوئے ہیں۔

مثلاً حکم دینا، تحقیق چاہنا، خواب کی تعبیر بتانا، جواب دینا، جواب چاہنا، مشورہ دینا، رائے دینا۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے یہ معانی ظاہر ہیں۔

١ ۔ ویستفتو نك فی النسا ء قل الله یفتیكم فیهن ، (النسا ء ١٢٧)

اے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتوی پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

٢۔ اسی سورۂ مبارکہ میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یستفتو نك قل الله یفتیكم فی الكلا لة (النسا ء ١٧٦)

اے محبوب تم سے فتوی پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

٣۔ فرعون مصر کے ایک خواب کی تعبیر کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یا ایها الملا ء افتو نی فی رؤیا ی ان كنتم للرو یا تعبرو ن (یو سف ٤٣)

اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے۔

٤۔ ملک سبا کی ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملنے پر اپنے درباریوں سے رائے طلب کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قا لت یا ایها الملا ء افتو نی فی امری (النمل : ٣٢)

وہ بولی اے سردارو میرے معاملہ میں مجھے رائے دو۔

٥۔ ایک اور مقام پر مذکور ہے:

قضی الا مر الذی فیه تستفتیان (یو سف ٤١)

فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

سورۂ یوسف میں ہے:

٦ ۔ یو سف ایها الصدیق افتنا ۔

اے یوسف، اے صدیق ہمیں تعبیر دیجئے۔

اصطلاح شرع میں افتاء کے معنی شرعی حکم اور فیصلہ سنانا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: الا فتا ء فا نه افا دة الحکم الشر عی ۔

فتوی دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اس کی تعبیر یوں بیان فرمائی:

انما الا فتا ء ان تعتمد علی شئی و تبین لسا ئلك ان هذا حكم شر عی ۔

(فتاوی رضویہ جلد اول)

فتوی دینے کے معنی پورے اعتماد کے ساتھ سائل کو اس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

آیت (١) اور (٢) سے یہ بات ظاہر ہے کہ فتوی اور افتاء کو وہ عظیم مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت خود اپنی ذات کریم کی جانب فرمائی۔

فتوی شرعی یعنی حکم شرعی سے آگاہ کرنے کی ابتداء قرآن کریم کے نزول سے ہوئی اور پورا قرآن کریم اسی لئے نازل ہوا کے لوگوں کو مذہب اسلام سے روشناس کیا یا جائے اور شریعت اسلامیہ سے آگاہی بخشی جائے۔

پھر جن احکام شرعیہ میں اجمال تھا ان کو حضور ﷺ نے اپنے اقوال مبارکہ اور افعال کریمانہ سے بیان فرمادیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدان عالم میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے اور خداوند قدوس کا آخری پیغام لے کر تشریف لائے۔ آپ کے زمانہ اقدس میں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئی براہ راست آپ کی ذات اقدس لوگوں کی ہدایت کے لئے منارہ نور تھی۔ کوئی واقعہ رونما ہوتا آپ اس کے احکام بیان فرماتے، کبھی وحی متلو یعنی قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے۔ اور کبھی وحی غیر متلو احادیث شریفہ سے۔ آپ کا ہر قول وعمل انسانوں کے لئے شاہ راہ عمل تھا۔ قرآن حکیم نے فرمایا:

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔

لہذا صحابہ کرام کو کسی امر میں چنداں ضرورت نہیں تھی کہ وہ کسی دوسری جانب متوجہ ہوتے۔ لیکن جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اسلام کے پیغامات دور دراز ملکوں تک پہونچے تو واقعات وحوادث کی بھی کثرت ہوتی چلی گئی۔ تہذیب وتمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ ان حالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے حضور کا یہ فرمان تھا۔

لقد ترکت فیکم الثقلین کتاب الله وسنة رسوله۔

ایسے ماحول میں قرآن وحدیث کے مضمرات پر غور وفکر سے کام لینا ناگزیر ہوگیا۔ لہذا صحابہ کرام نے ان دونوں سرچشمہ رشد وہدایت کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ واقعات کے احکام شرعیہ سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ قرآن کریم کی تفسیر احادیث کریمہ کے ذریعہ لوگوں کے سامنے بیان فرماتے اور احادیث مبارکہ کے رموز واسرار اپنے اجتہادات کے ذریعہ سمجھاتے۔ یہ سلسلہ پہلی صدی کے آخر تک جاری وساری رہا۔ اس زمانہ میں مختلف مقامات پر مشہور مفتیان کرام میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جن میں صحابۂ کرام اور بعض تابعین شامل ہیں۔

مفتیان مدینہ منورہ

حضرات خلفائے اربعہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر۔ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت سعید بن المسیب۔ حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام۔ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر۔ حضرت علی

بن الحسین۔ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان مکہ معظمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس۔ حضرت مجاہد۔ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت عکرمہ مولی ابن عباس۔ حضرت ابو الزبیر محمد بن مسلمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان کوفہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ حضرت اسود۔ حضرت علقمہ بن قیس۔ حضرت مسروق بن الاجدع۔ حضرت شریح ابن الحارث۔ حضرت عامر بن شرحبیل۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان شام

حضرت عبد الرحمن بن الغنم۔ حضرت رجاء بن حیوة۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مفتیان مصر

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ حضرت یزید بن ابی حبیب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مفتیان یمن

حضرت طاؤس بن کیسان۔ حضرت وہب بن منبہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

دوسری صدی کا آغاز صحابہ کرام کے نورانی قافلہ سے محروم ہوگیا۔ تو اب تابعین کے سامنے مزید پیچیدگیاں آئیں جن کو حل کرنے کے لئے ان حضرات نے پوری صدی پر بکھرے ہوئے علمی سرمایہ کو یکجا کیا اور پوری تندہی کے ساتھ غور وفکر کر کے امت مسلم کے لئے قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں ایک منظم دستور حیات تشکیل دیا۔ لحد سے لیکر مہد تک پیش آنے والے تمام وقائع کا بغور جائزہ لیا اور ایک مربوط نظام کے ذریعہ ہزارہا مسائل کا کتاب اللہ اور سنت رسول سے استخراج واستنباط فرمایا۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان تمام حضرات کے اصحاب اسی دور کے مجتہدین میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔

ان نفوس قدسیہ کے درمیان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی مسلم امام کی حیثیت رکھتی ہے۔

جلیل القدر صحابی صاحب النعلین والوسادہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا:

رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد۔

آپ کو بارگاہ رسالت میں وہ تقرب حاصل تھا کہ حرم نبوی میں بے روک ٹوک حاضری دیتے ،حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم جب یمن سے آئے تو حضرت عبداللہ کو ایک زمانہ تک یہی سمجھا کہ آپ اہل بیت نبوت کے کوئی فرد ہیں، کیونکہ آپ حرم نبوی میں اس کثرت سے آتے جاتے تھے کہ کوئی دوسرا نہیں۔

خدمت اقدس میں ہمیشہ حاضر رہتے ،سفر وحضر میں ہر جگہ آپ کو حضور کی معیت حاصل رہتی۔

دور خلافت فاروقی میں آپ کوفہ تشریف لائے اور مسند درس وارشاد بچھائی۔علوم قرآنی اور تعلیمات نبوی سے خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔کوفہ کی گلیاں اور بام ودر آپ کے علوم ومعارف سے گونج اٹھے۔

بلاد اسلامیہ کے باشندگان دور دراز سے سفر کرکے اکتساب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،بڑے بڑے محدثین وفقہاء آپ کے گہوارۂ علم وفضل سے مستفیض ہوکر چار دانگ عالم میں پھیل گئے ۔اور پھر جب خلیفۂ چہارم سیدنا حضرت علی مرتضی نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو مزید اس میں چار چاند لگ گئے ،غرض کہ کوفہ اس دور میں مرجع خلائق تھا۔

اس درسگاہ سے فیض پانے والے بے شمار فقہا ومحدثین میں حضرت علقمہ اور اسود کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، پھر حضرت ابراہیم نخعی نے اس شجر فقہ وفتاوی کی خوب آبیاری فرمائی، آپ کی مسند درس وتدریس پر آپ کے لائق وفائق تلمیذ ارشد افقہ الفقہاء حضرت حماد بن ابی سلیمان متمکن ہوئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی کے خوان نعمت کے خوشہ چیں ہیں۔

امام اعظم نے چالیس سال تک جامع کوفہ میں درس وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے اصحاب کے ساتھ فقہ اسلامی کی باضابطہ بنیاد رکھی تاکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے راہ ہموار ہوسکے اور

نو خیز مسائل میں انہیں اصول وضوابط پر استخراج مسائل کا سلسلہ جاری رہے۔

اس میں شک نہیں کے فقہ اسلامی دینی علوم کا بیش بہا کا خزانہ ہے اور اس اہم کام کے لئے امام اعظم نے جو ذمہ داری لی تھی اس کو باحسن وجوہ انجام دیا۔اگرچہ آپ تمام علوم کے جامع تھے لیکن آپ نے ہرگز اس پر اکتفا نہیں کیا۔بلکہ محدثین وفقہا کی ایک عظیم جماعت تشکیل دی اور باقاعدہ ایک بورڈ کے ذریعہ فقہ اسلامی کو مدون فرمایا۔

امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ میں اس وقت کے جلیل القدر اور عظیم الشان فقہا ومحدثین میں مندرجہ ذیل حضرات سرفہرست تھے۔

امام عبداللہ بن مبارک۔امام ابو یوسف۔حفص بن غیاث۔یحیی بن ابی زائدہ،اور داؤد طائی جو لاکھوں حدیثوں کے حافظ اور اس فن کے امام تھے۔

یحیی بن سعید قطان۔داؤد طائی، جرح وتعدیل میں ید طولی رکھتے تھے۔

امام محمد اور قاسم بن معن کو ادب ولغت میں امامت کا درجہ حاصل تھا، اور امام زفر استنباط مسائل میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: کہ اس طرح کے امام اعظم کے حلقۂ درس میں چالیس اصحاب تھے، جنھوں نے شب وروز کی محنت کے بعد مسائل شرعیہ پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب کیا۔

تدوین کا مطلب یہ تھا کہ کسی مسئلہ سے متعلق آیت وحدیث پیش ہوتی ،امام اعظم اس میں متعدد احتمالات بیان کرتے اور ان احتمالات کی تائید میں نصوص وعبارات پیش کرنے کے لئے اپنے تلامذہ میں تقسیم فرمادیتے اور ایک احتمال پر خود دلائل قائم فرماتے۔تمام اصحاب ان احتمالات کی تنقیح وتوضیح میں کوشش فرماتے۔ (فتاوی شامی)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: کہ میں امام اعظم کے کسی ایک مسئلہ کو لے کر کوفہ کے محدثین وفقہاء پر دورہ کرتا اور جب دوسرے دن مجلس منعقد ہوتی تو امام اعظم فرماتے: فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا ہوگا۔اور فلاں نے یہ۔امام ابو یوسف یہ سنکر حیران رہ جاتے اور امام اعظم اس پر فرماتے: میں تمام علم کوفہ کا عالم ہوں۔

غرضیکہ اس طرح جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہوجاتا تو اس کو لکھ لیا جاتا،کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی ایک احتمال پر متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال انہیں کی طرف منسوب ہوکر لکھا جاتا جو اس پر

قائم ہوتے ،اسی لئے کتب فقہ میں متعدد اقوال منقول ہیں۔لیکن درحقیقت یہ سب امام اعظم ہی کی جانب سے ہیں۔

امام اعظم کی اس مجلس کا مرتب کردہ مجموعہ نہایت ضخیم تھا،بعض نے چھ لاکھ اور بعض نے بارہ لاکھ مسائل پر مشتمل لکھا ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ مبالغہ ہو۔لیکن ایک محتاط اندازہ کے مطابق یہ تعداد پچاس ہزار سے زیادہ تھی جس کی تصدیق امام ابو یوسف اور امام محمد کی تصانیف سے آج بھی کی جاسکتی ہے۔

یہ مجموعہ اگر چہ اب دستیاب نہیں لیکن اس کے قوانین وضوابط زمانہ مابعد میں اساسی اہمیت کے حامل رہے اور بعد کے مجتہدین نے ان پر خوب طبع آزمائی کی اور تفریع در تفریع سے بیشمار کتابیں معرض وجود میں آئیں ، دوسری صدی سے لیکر آج تک یہ سلسلہ زور وشور کے ساتھ جاری رہا۔کسی زمانہ میں متون مذہب لکھے گئے ، اور کبھی ان کی شروح تحریر کی گئیں اور ہر زمانہ میں فتاوی کی شکل میں کتابیں وجود میں آئیں۔

پہلی صدی ہجری سے لے کر فقہاء کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا اس مختصر مقدمہ میں سمانا مشکل ہے۔بعض علماء وفقہاء نے کتب فقہ مدون کیں اور بعض نے کتب فتاوی مرتب فرمائیں۔خالص فتاوے کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔چنانچہ تاریخوں میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے۔

ایک شخص ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتووں کا مجموعہ لایا،انہوں نے پڑھ کر اس کی چند چیزوں کو تو برقرار رکھا اور باقی کو مٹادیا اور فرمایا کہ یہ حضرت علی کی طرف غلط منسوب ہے۔وہ ہرگز ایسا فتوی نہیں دے سکتے۔یہ واقعہ حضرت علی کی وفات کے بعد ہی کا ہے،لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بھی ایک صحابی ہیں اس لئے اولین کتاب فتاوی گویا عہد صحابہ کی یادگار ہے۔

ابوالحسین بصری نے اپنی کتاب المعتمد فی اصول الفقہ میں حضرت علی ہی نہیں بلکہ حضرت زید بن ثابت کے فتووں کا بھی ذکر کیا ہے جو ظاہر کتابی صورت میں پانچویں صدی ہجری تک پائے جاتے تھے۔یقیناً دیگر فقہائے صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہ نے بھی بہت سے فتوے دیئے ہوں گے جو ممکن ہے کہ جمع بھی ہوئے ہوں۔

تابعین کے زمانے میں سب سے زیادہ خدمت اس علم کی قاضی کر سکتے تھے۔ان کے پاس ہر

روز مقدمے پیش ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں کا بحذف مکررات انتخاب کر سکتے تھے۔ایسا ایک مجموعہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ان کے شریک درس امام محمد شیبانی کی کتاب ''الرقیات'' جواب نہیں ملتی ، کہتے ہیں کہ ان کے شہر رقہ کے زمانے کے فیصلوں کا مجموعہ تھی۔

الغرض کتب فتاوی کی تاریخ عہد صحابہ وتابعین سے شروع ہوتی ہے۔حاجی خلیفہ نے اپنی تالیف کشف الظنون میں،اور اسماعیل پاشا بغدادی نے اپنی تالیف۔ہدیۃ العارفین میں کتب فتاوی کا مفصل ذکر کیا ہے۔موخر الذکر نے فتاوی نام کی ایک سو دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔یہاں کشف الظنون سے بعض کتب فتاوی کا ذکر کیا جارہا ہے جن کا تعلق تیسری صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک ہے۔

تیسری صدی ہجری

(۱) فتاوی ابی بکر (۲) فتاوی ابی القاسم

چوتھی صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن قطان (۲) فتاوی ابی اللیث (۳) فتاوی ابن الحداد

پانچویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن الصباغ (۲) فتاوی الاسبیجابی (۳) فتاوی خواہر زادہ (۴) فتاوی شمس الائمہ (۵) فتاوی الفضلی ۶۰) فتاوی الجندی

چھٹی صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن ابی عصرون (۲) فتاوی ابی الفضل (۳) فتاوی الارغیانی (۴) فتاوی التمر تاشی (۵) فتاوی حسام الدین (۶) فتاوی الدیناری (۷) فتاوی الرشیدی (۸) فتاوی سراجیہ (۹) فتاوی ظہیریہ (۱۰) فتاوی قاضی خاں (۱۱) فتاوی الکبری (۱۲) فتاوی نسفیہ (۱۳) فتاوی واسطیہ (۱۴) فتاوی شہاب الدین (۱۵) فتاوی الصغری

ساتویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن ابی الام (۹۲ فتاوی ابن رزین (۳) فتاوی ابن الصلاح (۴) فتاوی ابن عبد السلام (۵) فتاوی ابن مالک (۶) فتاوی صوفیہ (۷) فتاوی العربیہ (۸) فتاوی موہوب (۹) فتوی الولوالجی۔

آٹھویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن عقیل (۲) فتاوی ابن فرکاخ (۳) فتاوی جلال الدین (۴) فتاوی حنفیہ (۵) فتاوی الزرکشی (۶) فتاوی السبکی (۷) فتاوی نووی (۸) فتاوی طرسوسیہ

نویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن ابی شریف (۲) فتاوی حنبلی زادہ (۳) فتاوی قاسمیہ

دسویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن الشلبی (۲) فتاوی ابی سعود (۳) فتاوی زینیہ (۴) فتاوی عدیہ

گیارہویں صدی ہجری

(۱) فتاوی رضائی (۲) فتاوی شیخ الاسلام (۳) مجمع الانہر

بعض دیگر کتب فتاوی کا بھی پتا چلتا ہے۔ مثلا۔

(۱) جواہر الفتاوی (۲) فتاوی عبد اللہ ابن عباس (۳) فتاوی مہدیہ (۴) فتاوی خیریہ لنفع البریہ (۵) مغنی المستفتی عن سوال المفتی (۶) عقود الدریہ فی تنقیح فتاوی الحامدیہ (۷) فتاوی ابن تیمیہ (۸) فتاوی برہنہ۔

ان کے بعد مفتی بہ مسائل اور کثیر جزئیات پر مشتمل لکھی جانے والی کتابوں میں بلاد شام میں لکھی جانے والی رد المحتار المعروف بہ فتاوی شامی اور متحدہ ہندوستان میں فتاوی ھندیہ المعروف بہ فتاوی عالمگیری اس کی روشن مثالیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ فتاوی ہندیہ کی ترتیب وتبویب میں پانچ سو جلیل القدر علمائے کرام شامل تھے۔

ہندوستان کے دور آخر میں فقہ حنفی کا ایک انمول خزانہ منظر عام پر آیا جو اپنی تحقیق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے فقہ حنفی کے اصول وفروع کا بیش بہا ذخیرہ اور مذہب احناف کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

یعنی ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' جو صرف ایک مرد مجاہد اور عظیم محقق امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا رنامہ ہے۔ اس کی قدیم بارہ ضخیم جلدیں ہیں جواب جدید طرز پر عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ مع حوالہ کتب تقریبا تیس جلدوں میں منظر عام پر آرہا ہے۔ اس فتاوی کے ذریعہ فقہ حنفی کی فوقیت وعظمت آج مخالفین کے قلوب میں بھی جاگزیں ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاوی کے ذریعہ فتوی نویسی کا ایک جدید اسلوب سکھایا ہے، فقہائے احناف جن کو بالعموم فقہائے رائے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ محض قیاس

واجتہاد سے سمجھا اور سمجھایا گیا ہے، حالانکہ زمانہ قدیم سے اس دعوی کی تردید علمائے احناف کرتے آئے۔ لیکن امام احمد رضا نے اپنے فتاوی میں اسلوب ہی ایسا اختیار فرمایا کہ مخالفین کے دعوے ھباً منثورا ہو گئے۔ آپ جب کوئی فتوی تحریر فرماتے ہیں تو اولا آیات واحادیث سے استدلال فرما کر اصول وضوابط کی روشنی میں تصریحات فقہائے احناف پیش کرتے ہیں۔ دقیق مسائل اور لاینحل امور کی گتھیاں نہایت آسانی کے ساتھ سلجھا دیتے ہیں۔ اس طرح کے ہزارہا مسائل آپ کے فتاوی کی زینت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس اسلوب کی بنیاد رکھی تھی آپ کے خلفاء ومتوسلین اور آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علمائے کرام ومفتیان عظام نے اس اسلوب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور پیش آمدہ مسائل میں اسی کو نمونہ بنا کر فتوی نویسی کی خدمت انجام دی۔

فتاوی امجدیہ۔ فتاوی مصطفویہ۔ فتاوی حامدیہ۔ فتاوی نوریہ۔ فتاوی فیض الرسول۔ فتاوی نعیمیہ۔ فتاوی مظہری۔ حبیب الفتاویٰ۔ فتاوی ملک العلماء۔ اور دیگر علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ جو مختلف رسائل وجرائد اور تصانیف اہل سنت میں بکھرے ہوئے ہیں اس نمونہ کی واضح مثالیں ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر مطبوعہ فتاوی اس سے کہیں زیادہ ہیں جو دار الافتاؤں کی زینت، یا پھر عدم توجہی کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے نابود ہو چکے ہیں۔

اجمل الفتاوی المعروف بہ فتاوی اجملیہ بھی انہیں فتاوی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوب کی عکاسی پورے طور پر موجود ہے۔ اور اجمل العلما علیہ الرحمہ نے ادلۂ شرعیہ سے اپنے فتاوی کو خوب خوب مزین کیا ہے۔

ان تمام تفصیلات کے بعد اب فتاوی اجملیہ کی اہمیت وعظمت کے تعلق سے کچھ معلومت اجمالی انداز میں ملاحظہ کریں۔ ورنہ کما حقہ وہی حضرات اس کو سمجھ سکتے ہیں جو بنظر غائر اس کا اول سے آخر تک مطالعہ کریں گے۔

فتاوی اجملیہ کی متعدد خصوصیات ہیں، ان میں سے چند اس طرح ہیں:

(۱) کوئی فتاوی لکھنے سے پہلے بہت سے مقامات پر حضرت مصنف نفس مسئلہ کو سمجھانے لے لئے چند مقدمات پیش فرماتے ہیں جس سے مسئلہ کو سمجھنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ان کے ضمن ہی میں مسئلہ پانی پانی ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت مصنف اس پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ مقدمات کے بعد حکم مسئلہ نہایت ہی آسان پیرایہ انداز میں سمجھاتے ہیں جس کے بعد تشنگی کا نام نہیں رہتا۔

(۲) فتاوی لکھتے وقت ہر جگہ اختصار پیش نظر نہیں ہوتا جس سے یہ سمجھا جائے کہ سائل کو ٹالنا مقصود ہے بلکہ نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ فتوی لکھتے ہیں اور سائل کے سوال کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۳) تفصیلی فتوی لکھتے وقت تمہیدی کلمات کے بعد آیات واحادیث کو نمبروار لکھتے ہیں اور ان کے ضمن میں مفسرین کے اقوال اور شارحین حدیث کی تشریحات بھی لکھتے جاتے ہیں۔اس کے بعد فقہا کی تصریحات سے مسئلہ کی کما حقہ وضاحت فرما کر خلاصہ تحریر فرماتے ہیں۔

(۴) جب کسی نام نہاد مفتی کے فتوی کا رد وابطال مقصود ہوتا ہے تو پھر مت پوچھئے، ہر ہر زاویہ سے اس کی تردید فرما کر اس مفتی کو طفل مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔ایسے فتاوے لائق مطالعہ ہیں

(۵) فتوی کی تائید میں عبارتیں اصل کتاب سے نقل فرماتے ہیں اور صفحہ وجلد ومطبع کی وضاحت ضرور کرتے ہیں۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتابیں آپ کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔

(۶) مسلک اہل سنت کے خلاف کوئی سائل اگر کسی کتاب کی عبارت لکھ کر سوال کرے یا فریب دینے کی کوشش کرے تو اس کی تحقیق میں مستند علمائے کرام کے کتابوں کے حوالے پیش فرما کر اس عبارت کا ضعف ظاہر کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اسی کتاب کے دوسرے نسخوں سے اس عبارت کے غلط اور بے بنیاد ہونے کی وضاحت بھی فرما دیتے ہیں۔جس عیاں ہوجاتا ہے کہ یہ عبارت اہل سنت کی کتابوں میں الحاقی ہے۔

(۷) کسی سے مناظرانہ گفتگو کا نمبر آتا ہے تو اس کے سوال پر ایسے ایرادات قائم فرماتے ہیں کہ سائل ومناظر کو نا پائے رفتن اور نا جائے ماندن کی حالت رونما ہوجاتی ہے۔بعض مقامات پر ایسے ایرادات ایک سو کی تعداد پر مشتمل ہیں۔

(۸) امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاوی سے استفادہ کا موقع آتا ہے تو نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ کو اپنا مرشد برحق اور آقائے نعمت وغیرہا القاب سے یاد فرماتے ہیں اور آپ کے افادات تحریر کرتے ہیں۔

(۹) غیر مقلدین کے مزعومات کے خلاف جب کوئی مسئلہ تحریر کرتے ہیں تو پھر آیات واحادیث سے دلائل کی فراوانی قابل دید ہوتی۔مثلا مسئلہ قرأت خلف الامام پر آپ نے ایک سو کے قریب

احادیث تحریر فرما کر نام نہاد اہل حدیث کو ان کی حدیث دانی کا آئینہ دکھایا ہے۔

(۱۰) اکثر فتاوی تو اردو میں ہیں کہ سائلین نے سوالات ہی اردو زبان میں کئے ہیں۔لیکن بعض مقامات پر عربی اور فارسی فتاوی بھی ہیں،یعنی جس زبان میں سائل نے سوال کیا ہے اسی زبان میں جواب دیا گیا ہے۔

یہ دس خصوصیات جستہ جستہ تحریر کردی گئی ہیں ورنہ پوری کتاب اس طرح کے بہت سے خصائص سے بھری ہوئی ہے۔اس مجموعہ فتاوی میں مندرجہ ذیل عنوانات ہیں۔

کتاب العقائد والکلام — کتاب الطہارت — کتاب الصلوۃ
کتاب الجنائز — کتاب الصوم — کتاب الزکوۃ
کتاب الحج — کتاب النکاح — کتاب الطلاق
کتاب البیوع — کتاب الفرائض — کتاب الصید والذبائح
کتاب الایمان والنذور — کتاب الرد والمناظرہ

ان عنوانات کے تحت (۱۱۳۱) فتاوی اور (۱۰) رسائل ہیں۔

چند اہم فتاوی

کتاب الرد والمناظرہ میں ایک رسالہ تبلیغی جماعت کے تعارف پر مشتمل ہے،سائل نے دریافت کیا تھا۔کہ یہ جماعت دیو بندی فرقہ سے کسی بنیاد پر تعلق رکھتی ہے،آپ کے پاس اس کے کیا دلائل ہیں،تاریخی شواہد پیش کیجئے اور یہ بھی بتائیے کہ ان کی تبلیغ درست ہے یا نہیں؟۔

اس کے جواب میں آپ نے جب قلم اٹھایا تو ابتدا سے آخر تک اس طرح کڑیوں سے کڑیاں ملائیں کہ قاری حیران وششدر رہ جائے۔

اولا: یہ واضح کیا کہ تبلیغ کن باتوں کی کی جاتی ہے اور کون اس کا اہل ہے،ایسا نہیں کہ کسی ایک چیز کی تبلیغ ہو اور باقی سے صرف نظر کرلی جائے،اور یہ بھی درست نہیں کہ ہر شخص خواندہ وناخواندہ تبلیغ کیلئے نکل پڑے۔تبلیغی جماعت ان دونوں کے خلاف ہے۔

ثانیا: تبلیغ محض رضاالہی کے لئے ہو،اس میں ریا ونمود ہرگز نہ ہو۔اس طرح آپ نے اسلامی تبلیغ کے دس مقاصد تحریر کرکے واضح فرمایا کہ یہ تبلیغی جماعت ان سب سے خالی ہے۔

ثالثا: تبلیغی جماعت میں غالب اکثریت ناخواندہ اشخاص کی ہوتی ہے۔ لہذا یہ بھی اسلامی طریقہ کے خلاف اور مذموم ہے۔

رابعا: خوارج کا تعارف اور دیوبندیوں کا ان سے رشتہ وناتا اور بانی تبلیغی جماعت کا دیوبندی وہابی ہونا، یہ سب کچھ تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان فرمایا۔

خامسا: تبلیغی جماعت کے ۲۵ رگندے عقیدے اور ان کے مقابل اہل سنت کے پاکیزہ عقائد کا بیان۔

سادسا: تبلیغی جماعت کا مقصد صرف کلمہ ونماز کی تبلیغ نہیں بلکہ اس کے پردہ میں ایک نئی قوم تیار کرنا تھی جیسا کہ اس کے بانی مولوی الیاس کاندھیلوی نے اپنے خواص میں اس قلبی مدعا کو بیان کیا۔ یہ نئی قوم وہابیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی، کیوں کہ علی الاعلان کسی کو وہابی بنانا خود ان کے لئے نہایت دشوار کام تھا۔ سر بازار جوتوں اور لاتوں سے استقبال کا خطرہ تھا۔ لہذا چوردروازہ سے لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا گیا اور آج امت مسلمہ دو جماعتوں میں منقسم ہوکر اپنی طاقت گنوا بیٹھی۔

سابعا: یہ جماعت نمود ونمائش کی خواہاں، تقیہ باز، اور فریب کار ہے،

مصنف علیہ الرحمہ نے ان تمام چیزوں کو تاریخی حقائق اور اپنے ذاتی شواہد سے بھرپور روشنی ڈال کر اہل سنت عوام کو خیرخواہانہ تنبیہ کی ہے کہ ان کو ہرگز اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اور خود ان سے دور ونفور رہیں۔ پوری کتاب پڑھئے قارئین کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ حضرت مصنف نے کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔

اجمل المقال لعارف رویۃ الہلال

یہ کتاب میں آپ کا نہایت معرکۃ الآرا رسالہ ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے اس موضوع پر دو رسائل آپ کو ملے تھے، پھر آپ نے اس عنوان پر جس طرح جم کر بحث فرمائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اجمالا جو کچھ عالمانہ انداز میں اپنے ان رسائل میں فرمایا تھا اس کی کماحقہ وضاحت حضرت مصنف نے کردی ہے، جس گوشہ پر قلم اٹھایا حق تحقیق ادا کردیا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے ان رسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں میرے مرشد طریقت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی الحاج الشاہ احمد رضا

خاں قدس سرہ کے دو رسالے میری نظر سے گذرے، ایک کا نام "ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال" نصف جز کا۔ اور دوسرا "طرق اثبات ہلال" ڈیڑھ جز کا ہے۔ ان میں اس مسئلہ کی نہایت کافی اور بہت نفیس تحقیق ہے۔ لیکن ان میں ان جدید آلات کا حکم اور شرائط شہادت اور اوصاف شاہدین وغیرہ چند ضروری بحثوں کا بیان نہیں تھا۔ اگرچہ اہل علم وفہم کے لئے ان میں سب کچھ مذکور تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالے جن سوالات کے جواب میں تھے ان میں ان چیزوں کا ذکر ہی نہیں تھا، اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ اس زمانہ میں ان میں کے اکثر وجود ہی میں نہیں آئے تھے۔

لہذا ضرورت لاحق ہوئی کہ ان جدید آلات کی بھی مکمل وضاحت کردی جائے۔

یہ رسالہ مفتی راجستھان حضرت علامہ مولانا محمد اشفاق صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ حکم شرعی بیان کرنے سے پہلے پانچ مقدمات ذکر فرمائے ہیں اور پھر ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

اثبات رویت ہلال کی تمام صورتیں اور شرائط شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں۔

ثبوت ہلال کے لئے طریق موجب چھ ہیں جو ان تین میں منحصر ہیں۔

یعنی شہادت علی الرویت۔ شہادت علی القضا۔ اور خبر استفاضہ۔

ان تینوں کو تفصیل سے بیان فرماکر شہادت فاسق، شہادت مستور، شہادت کافر ومرتد، کے احکام بھی بیان فرمائے ہیں۔ ان کے بعد وہ طریقے جو رویت کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ مثلا، حکایت۔ افواہ۔ اخباری خبر۔ خطوط ولفافے۔ ٹیلی گرام۔ ٹیلی فون۔ ریڈیو۔ وائرلیس۔ لاؤڈ اسپیکر۔ ٹیلی ویژن۔ جنتریاں۔ قیاسات۔ اختراعات۔ ان سب کی وضاحت اور ان میں خامیاں بیان کی ہیں۔ اس موضوع پر آپ نے دوسرے فتاوی میں بھی روشنی ڈالی ہے اور خوب خوب تشریحات کی ہیں۔

مثلا کچھ حضرات دوسرے شہر چاند کی تحقیق کے لئے جائیں تو ان کے لئے (۲۳) شرائط ہیں اور پھر ان کا بیان۔ عینی شہادت کے لئے (۱۴) شرائط ہیں۔ شہادت علی الشہادت کے (۱۲) شرائط ہیں۔ کتاب القاضی الی القاضی کے (۱۵) شرائط ہیں۔

ان تمام فتاوی کی روشنی میں مسئلہ رویت مکمل طور پر نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ عصر حاضر میں اس سے کتنی بے اعتنائی برتی جاتی ہے وہ سب پر واضح ہے۔ لہذا آج کل کے ارباب حل وعقد کے لئے یہ رسالہ لمحہ فکریہ ہے۔

عطر الکلام فی اثبات المولد والقیام

میلاد وقیام کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن آپ نے جس شرح وبسط سے اس پر قلم اٹھایا وہ لائق صد تحسین ہے۔

کانپور سے کسی نے اس سلسلہ میں استفتاء دارالعلوم دیوبند بھیجا۔ وہاں کے مفتی مہدی حسن نے اس کو بدعت وناجائز لکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ حضور شخص واحد ہیں اور وہ چند جگہ موجود نہیں ہو سکتے۔ لہذا قیام ان کے لئے ناجائز۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ حضور کے بارے میں یہ اعتقاد آپ پر افترائے محض ہے۔ اور پھر حدیث متواتر سے ایسے لوگوں کی سزا بھی خود جناب نے متعین فرمادی کہ ایسے لوگ سب جہنمی ہیں۔ کہ حضور کی طرف ہر جگہ موجود ہونے کی نسبت کرتے ہیں۔

غرض کہ جہالتوں اور سفاہتوں سے بھرا ہوا ایک صفحہ کا نام نہاد فتوی لکھ دیا۔ اس کے سبب مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا ماحول پیدا ہو گیا۔

اس سوال وجواب کو لے کر عبدالعزیز صاحب اشرفی کانپوری نے بطور استفتاء حضرت مصنف کی خدمت بھیج دیا۔ آپ نے اس مفتی کی جہالتوں کو واشگاف فرما کر نفس مسئلہ کا جواز واستحسان اور حضور اکرم ﷺ کی ولادت وبعثت کو انسانوں کے لئے عظیم نعمت قرار دیا جس کا جتنا چرچا کیا جائے کم ہے۔ بالخصوص ہم مسلمانوں کے لئے حضور کی آمد اور اس کا ذکر نعمت عظمی کی شکر گزاری ہے۔ آپ نے پہلے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کو قرآن وحدیث سے نعمت ہونا ثابت فرمایا۔ اور پھر اس پر شکریہ کا مطالبہ بھی ثابت کیا۔ میلاد پاک کی مجلس میں دراصل حضور ﷺ کے نسب کریم کا بیان ہوتا ہے اور فضائل رسول بیان کئے جاتے ہیں اور ان سب کے لئے صحابہ نے ہی نہیں بلکہ خود حضور نے مجلسیں قائم فرمائیں۔ صحابہ بھی اس پر کاربند رہے اور بعد کے عوام وخواص نے اس کو اپنا معمول بنایا اور باعث برکت وسعادت جانا۔

آپ نے اسلام کی چاروں دلیلوں یعنی قرآن وحدیث اور اجماع امت وقیاس سے اس مسئلہ کو بخوبی واضح فرمایا ہے۔

میلاد کے بعد قیام کی بحث بھی نہایت محققانہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کا قیام وسلام کو حضور کی آمد پر منحصر جاننا ان کی جہالت ہے۔ یہاں قیام فرح وسرور کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے اور تعظیم ذکر

ولادت کے طور پر بھی۔ اور جس طرح حضور ﷺ کی ذات اقدس کی تعظیم تمام فرائض کی اصل اسی طرح ان کے ذکر کی تعظیم بھی لازم وضروری ہے۔

اور اگر محض سلام پڑھنے کی غرض سے قیام ہو تو بھی مستحسن ومحمود ہے اور اکابر علمائے اہل سنت بلکہ خود صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے جیسا کہ آپ نے متعدد واقعات ونصوص سے اس کو ثابت فرمایا ہے۔

دیوبندیوں وہابیوں نے اس کو غلط اور قبیح قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ صدیوں سے چلے آرہے معمول اہل حق کی صریح مخالفت اور ان سب کو بیک جنبش قلم بدعتی وگمراہ بنانے کی گندی اور ناپاک حرکت ہے۔ لہذا یہ مجیب خود گمراہ اور بدمذہب ہے۔ دیوبندی مجیب نے حضور سید عالم ﷺ کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالی کو ہر جگہ موجود ہونا بتایا تھا بلکہ اس ہر جگہ موجودگی کو خداوند قدوس کی شان اور خاص صفت بتایا تھا۔ اس پر حضرت مصنف نے سخت گرفت فرمائی اور فتاوی علمائے کرام سے یہ ثابت کیا کہ ایسا قول کفر ہے۔ اور اللہ تعالی کی شان کو مکان وجہت سے متصف ماننا کھلا کفر ہے۔

الغرض اس جاہل مفتی کا چند لائن پر مشتمل نام نہاد فتوی جہالت کا پلندہ ہے۔

طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت

سات سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ حضرت مصنف کی خدمت میں مستفتی محمد ظہور الدین صاحب ساکن ٹونک راجستھان نے ارسال کیا۔ یہ سوالات ''المنسک الواضح اللطیف'' نامی کتاب سے اخذ کئے گئے تھے۔ یہ کتاب مملکت سعودیہ عربیہ کی جانب سے حسب حکم شاہ سعود بن عبدالعزیز طبع ہوئی تھی۔ سوالات کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے۔

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کے حضور دعا کرنا بدعت ہے اور دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۲) حضور سید عالم ﷺ کے مواجہہ اقدس میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا نہایت قبیح اور منکر ہے بلکہ ایمان کی تباہی کا سبب ہے۔

(۳) حجرۂ اقدس اور جالیوں کو چومنا جہالت ہے۔

(۴) حضور مختار کائنات ﷺ سے استغاثہ اور مدد مانگنا شرک اکبر ہے۔

(۵) حضور نبی کریم ﷺ سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا ناجائز ہے۔

(٦) حضور سید عالم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کے لئے سفر کرنا مذموم بدعت ہے۔

(٧) زیارت قبر انور حضور نبی کریم ﷺ کی سب احادیث ضعیف ہیں۔

حضرت مصنف نے ان تمام سوالات کے تفصیلی جوابات رقم فرمائے اور نجدیوں کی خباثت باطنی کو واشگاف فرمایا۔ کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے سامنے اس موضوع سے متعلق سیکڑوں کتابیں کھلی رکھی ہیں اور آپ برجستہ شرح وبسط سے جواب لکھتے اور حوالوں سے مزین کرتے جارہے ہیں۔

جوابات سے پہلے آپ نے تمہیدی کلمات تحریر فرمائے ہیں اور اس میں مسلمانوں کی دین سے ناواقفی کا شکوہ ہے۔ کہ مسلمان اپنی بے علمی کے نتیجہ میں گمراہ ہورہے ہیں اور بے دین فرقے سادہ لوح عامۃ المسلمین کے ایمان پر ڈاکہ زنی کررہے ہیں۔ ان رہزنوں میں سب سے زیادہ مضرت رساں فرقہ وہابیہ نجدیہ ہے، جس کی خبر خود حضور دانائے غیوب ﷺ نے چودہ سو برس قبل دے دی تھی۔ اس طرح کی آپ نے دس حدیثوں سے اس فرقہ کی نقاب کشائی کی ہے اور دس علامتوں سے اس گروہ کا تعارف کرایا ہے۔ ساتھ ہی اس جماعت کے کالے کرتوتوں اور اس کے بانی شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے فتنہ وفساد سے بھی لوگوں کو آگاہ فرمایا ہے۔ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما میں اس کے شرمناک کارنامے بھی آپ نے خود دیوبندیوں کی کتابوں سے نقل فرما کر نجدیوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے۔

اس تمہید کے بعد آپ نے سوال اول یعنی حضور سید عالم ﷺ کے روضہ انور پر دعا کرنے کے سلسلہ میں احادیث تحریر فرمائی ہیں اور اقوال سلف سے دلائل وشواہد پیش فرمائے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے روضہ طاہرہ پر حاضر ہوکر بسا اوقات دعائیں کی ہیں اور اپنے دامن مراد کو بھر کے لوٹے ہیں۔

تعجب ہے کہ نجدیوں کو یہ صاف صریح احادیث ودلائل نظر نہ آئے اور ان دل کے اندھوں نے بیک جنبش قلم لکھ مارا کہ۔ ایک حرف بھی اس کے متعلق دین میں کہیں وارد نہیں۔

سوال دوم کہ قبر شرف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بدترین منکرات سے ہے۔ اس کے جواب میں فقہ وفتاوی اور علمائے حق کے اقوال سے آپ نے بخوبی ثابت کردیا ہے کہ یہ طریقہ محبوب عمل ہے۔ بلکہ آداب زیارت کی روح ہے۔ لیکن جو زیارت ہی کو شرک لکھ چکا ہو اس کا کیا علاج۔

سوال سوم یعنی جالیوں کو چومنے کے تعلق سے آپ نے ادب واحترام کا تقاضہ یہی بتایا ہے کہ بوسہ نہ دے۔ لیکن جو عشاق غلبہ الفت اور استغراق محبت سے سرشار ہوں ان کے لئے حرج بھی نہیں۔

وفاء الوفاء سے کثیر حوالے اس مطلب پر آپ نے پیش فرما کر صحابہ کرام اور سلف صالحین کے مختلف حالات تحریر فرمائے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کا عمل دونوں پر تھا۔

سوال چہارم کے جواب میں استغاثہ اور استعانت کی بحث ہے، جو دس آیات، دس احادیث، اجماع امت کی نصوص اور قیاس پر مشتمل عبارات اور چالیس مطالب حدیث اور چند واقعات سے اس مسئلہ کو منقح ومجلی فرمادیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ فرقہ نجدیہ ان سب سے منکر ہو کر گمراہ وبے دین ہے۔

سوال پنجم میں طلب شفاعت کے عدم جواز کا ذکر تھا۔ آپ نے قرآن وحدیث سے اس کا بھی ثبوت دیا اور منکر کو شفاعت سے محروم رہنے کا مژدہ سنایا۔

سوال ششم میں سفر زیارت کریم کو متعدد آیات اور دس احادیث اور اجماع وقیاس سے ثابت فرمایا اور خود حضور سید عالم ﷺ اور صحابہ کرام وسلف صالحین کے سولہ واقعات سے زیارت قبور مسلمین کا ثبوت فراہم کیا جس سے اظہر من الشمس ہوجاتا ہے کہ جب عام مومنین کی قبور پر جانا جائز ومستحسن تو روضہ انور کی حاضری جو گناہوں کی بخشش کی لئے بنص قرآن تریاق ہے اس کی حاضری کیونکر معاذ اللہ شرک اور فساد ایمان کا باعث ہوگی۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو مسلوب الایمان اور مخبوط الحواس ہو۔

منکرین زیارت۔ لاتشدوا الرحال الحدیث۔ کو بڑے زور وشور سے پیش کرتے ہیں۔ آپنے اس حدیث کا مفہوم ومطلب واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ ان تین مساجد کے سوا کسی چوتھی مسجد کو وہ شرف وفضیلت حاصل نہیں جو ان کو ہے۔ لہذا ثواب کی زیادتی کی نیت سے ان تین مساجد ہی کا سفر کرے کسی چوتھی مسجد کا نہیں۔ اس مطلب پر آپ نے کافی حوالے بھی نقل فرمائے اور فرقہ نجدیہ کے ان مزعومات کو خاک میں ملادیا کہ اس حدیث سے روضہ انور کی حاضری ناجائز ہے۔ العیاذ باللہ تعالی۔

سوال ہفتم میں زیارت روضہ انور کی تمام احادیث کو ضعیف کہا گیا تھا۔ آپ نے ان سب کے طرق کثیرہ تحریر کئے اور پھر آپ نے ثابت کیا کہ بزعم مخالف احادیث ضعیف بھی ہیں تو درجہ حسن تک ان کی ترقی محل کلام نہیں۔ نیز حدیث ضعیف فضائل اعمال میں کارآمد ومفید ہوتی ہے۔ تو پھر ضعف سے کیا نقصان؟۔

سوال کے آخر میں لکھا گیا کہ یہ احادیث کتب سنت میں کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے طبرانی، بیہقی، دارقطنی، ابن عساکر۔ کامل۔ مشیر العزم۔ اخبار مدینہ۔ کتاب الدلائل۔ اتحاف الزائرین۔ شفاء السقام

اوروفاء الوفا سے ان کو ثابت فرمایا اوران کتب میں مع سند ذکر ہونے کی صراحت فرمائی۔

یہ تمام تر تفصیلات لکھ کر بھی آپ کا حوصلہ اور جذبہ اس بات کا متقاضی تھا کہ ابھی اور کچھ لکھا جاتا حالانکہ مرض مہلک ساتھ لگا تھا۔ خود لکھتے ہیں:

بالجملہ اس میں فتنۂ نجدیت کا مختصر بیان اور سات سوالات کے مکمل جواب لکھ دیئے گئے۔ مصنف کی جہالتیں اور غلط استدلات ایسے تھے کہ جن پر شرح وبسط سے کلام کیا جاتا لیکن اپنی عدیم الفرصتی اور مرض مہلک لقوہ کے حملہ کرنے کی بنا پر زیادہ مفصل گفتگو نہ کرسکا۔

اللہ اللہ۔ مرض کی شدت کے باوجود احقاق حق اور ابطال باطل کا یہ جذبہ فراواں۔ انہی مردان حق آگاہ کی بدولت آج ہمارے ایمان محفوظ ہیں۔ انہی کے شب وروز کے مجاہدانہ کارناموں کی بنیاد پر حق کا بول بالا ہے۔

خدمت رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اجمل الکلام فی عدم القرأت خلف الامام

یہ رسالہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے قرأت نہ کرنے کے سلسلے میں ہے، غیر مقلدین جو اپنے اہل حدیث ہونے کے دعویدار ہیں وہ ایک حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ قرأت سورۂ فاتحہ نماز میں ہر ایک پر لازم وضروری ہے۔

حضرت مصنف نے قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کی ایسی وضاحت فرمائی کہ مخالف کو مجال دم زدن باقی نہ رہی۔ نام نہاد اہل حدیث بسا اوقات ایک حدیث پر عمل کرتے ہوئے باقی احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق احناف پر تارک حدیث ہونیکا الزام دھرتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔

حضرت مصنف نے غیر مقلدین کے سرغنہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے جواب میں صرف ایک مسئلہ پر پچانوے احادیث پیش فرمائی ہیں جو آپ کے علم حدیث میں تبحر کامل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

ابتدا میں قرآن کریم کی آیت کریمہ سے استدلال ہے کہ قرآن جب پڑھا جائے تو اس کو بغور سنو اور بالقصد خاموش رہو، اس آیت کا شان نزول مفسرین صحابہ کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ یہ آیت خصوصا قرآت خلف الامام کی ممانعت میں نازل ہوئی۔ پھر اس سے صرف نظر کرنا اور محض ایک حدیث کو متدل

بنانا درست نہیں، جب کہ وہ حدیث بھی اس بات میں صریح نہیں۔ اس کا مفاد تو صرف اس قدر ہے کہ قرآت فاتحہ لازم وضروری ہے۔ لیکن دوسری روایات کھلم کھلا اس کی مخالف ہیں تو بلاشبہ وہ قابل تاویل اور لائق تقیید ہے۔ اور یہ احادیث اس کی تاویل وتقیید کا افادہ کرتی ہیں۔ کم از کم اہل حدیث ہونے کے دعویداروں کو تو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان تمام روایات سے صرف نظر کریں۔ اور تمام حدیثوں کو پس پشت ڈال کر صرف ایک حدیث پر جم جائیں۔ اس صورت میں تو لازم یہ آیا کہ ان کے مذہب کی بنا بعض قلیل احادیث پر ہے اور باقی کثیر احادیث اور قرآن کے خلاف ہے اور ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کے مطابق اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا ہے۔

حضرت مصنف نے اس موضوع پر اپنے دوسرے فتاوی میں بھی بھرپور روشنی ڈالی ہے اور مسئلہ کی کماحقہ تحقیق کردی ہے۔

افضل الانبیاء (رسالہ درجواب عیسائی)

یہ رسالہ ایک عیسائی کے چند مکائد وفریب کا جواب ہے۔ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی حضور سید عالم ﷺ پر فضیلت کے دعویدار اس عیسائی نے عامۃ المسلمین کو چند وجوہ سے فریب دینے کی کوشش کی تھی اور قرآن وحدیث کی آڑ لے کر یہ باور کرانا چاہا تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی فضیلت مطلقہ خود قرآن وحدیث اور ان کے معجزۂ ولادت حتی کہ بچپن میں ان کا کلام فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ یہ عیسائی اپنے دھرم کے مطابق آپ کو الوہیت میں شریک قرار دے کر بھی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ معاذ اللہ

جہاں تک قرآن وحدیث کا سوال ہے اور حضرت عیسی کے معجزہ نما ولادت کی بات ہے تو اس کا جواب حضرت مصنف نے ایسے مسکت دلائل سے دیا ہے جو مخالف کے لئے بھی ناقابل انکار حیثیت کے حامل ہیں۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ انجیل وتورات کے وہ نسخے جو ان کے یہاں بھی معتبر ہیں وہ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ عیسائی معترض نے جو خصوصیات اور فضیلت پر مبنی اعتبارات کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے وہ سب حقیقت سے کوسوں دور کی باتیں ہیں۔ اور خود عیسائیوں کے مسلمات کے خلاف ہیں۔

کاش مسلمانوں کو فریب دینے سے پہلے اس نے ان تمام روایات کا سرسری مطالعہ کرلیا ہوتا جب بھی وہ ایسی بے سروپا باتیں نہ کرتا اور چاند پر خاک اڑانے سے باز رہتا۔

مصنف کا یہ رسالہ مذہب اسلام کے اصول وقواعد کے مطابق اور ادیان سابقہ کے مسلمات کی روشنی میں آپ کے علم وفضل کا شاہکار اور آپ کی عبقریت کا روشن مینار ہے۔ اس رسالہ میں بہت سی ایسی معلومات جمع کی گئی ہیں جن کو عام طور سے لوگ نہیں جانتے اور مخالفین کے فریب میں آجاتے ہیں۔ لہذا عوام وخواص کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

بارش سنگی برقفائے سر بھنگی

سنبھل کی سرزمین پر وہابی دیوبندی مولویوں کی طرف سے کچھ ایسی باتیں رونما ہوئیں جن کو سن کر اہل اسلام شرم سے سر جھکالیں۔ کانگریسی دیوبندی مولویوں نے جلسہ عام میں کانگریس پارٹی میں شریک ہوکر وہ سب کچھ بکا جس کی ایک عام مسلمان سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

مثلاً ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے رام چندر وغیرہ کی ایسی تعریفیں کیں جو آج تک کسی مسلمان اور غیر مسلموں سے بھی سننے میں نہیں آئی ہونگی۔ مثلاً ہنود کے ان پیشواؤں کو انبیاء میں شامل مانا گیا، ہنود کو مسلمانوں سے اسٹیج پر اونچا بٹھایا گیا۔ غیر مسلموں خصوصا بھنگیوں کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہونے کا برملا اظہار ہوا۔ بلکہ اس پر عمل کرتے ہوئے ان کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے ان کے ساتھ کھانا کھانا بیان کیا۔

مسلمانوں میں ان تمام چیزوں سے اضطراب پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ لہذا انہوں نے مل کر ایک استفتا حضرت اجمل العلما کی خدمت میں پیش کردیا۔

یہ رسالہ اسی سوال کے جواب میں ہے اور حضرت مصنف نے قرآن وحدیث سے مسئلہ مبحوثہ پر اختصار وجامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کانگریسی دیوبندی مولویوں سے دور ونفور رہنے کی تلقین کی ہے۔

تحائف حنفیہ برسوالات وہابیہ

حضرت اجمل العلماء علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ کو اہل حدیث کے گیارہ ہزار روپیہ کے انعامی گیارہ سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ غیر مقلدین کے گیارہ سوالات وہ ہیں جن پر انہیں بہت زیادہ ناز وفخر ہے اور انہیں موضوعات پر وہ دن رات مباحثے ومناظرے کیا کرتے ہیں۔ حضرت اجمل

العلما نے اپنے اس رسالہ میں ہر سوال کے جواب میں احادیث صحیحہ پیش کر کے مکمل جوابات دے کر حق کو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت کردیا ہے۔ کہ منصف مزاج غیر مقلد اسے دیکھ کر غیر مقلد نہیں رہ سکتا اور پھر ان میں سے کسی مسئلہ کو پیش نہیں کرسکتا۔ حضرت اجمل العلماء نے اس رسالہ کے شروع میں بطور تمہید جو تعارفی مضمون تحریر کیا اس سے اس رسالہ کی تصنیف کا پس منظر پورے طور پر واضح ہے۔

اما بعد: فقیر محمد اجمل عرض کرتا ہے کہ بڑے فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، گمراہی اور ضلالت کا دور ہے، ہر جاہل وکم علم نے ایک نیا مذہب ایجاد کر رکھا ہے اور سلف صالحین پر لعن وطعن شروع کردیا ہے، انہیں میں سے ایک فرقہ غیر مقلدین ہے جو نہایت سخت بے حیا اور بے غیرت ہے، اور بے ادب وبے باک ہے۔ اس کے دعوے تو اس قدر بلند ہیں کہ ہم عامل بالحدیث ہیں اور اپنے متبع بالسنّت ہونے کی بنا پر کسی امام ومجتہد کی تقلید کے محتاج نہیں۔ اور پھر وہ اپنے آپ کو صداقت وراست بازی کا پیکر جانتے ہیں۔ لیکن ان کا عمل اس کیخلاف ہے اور وہ قرآن وحدیث کے دشمن ہیں اور جاہل مولوی کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ فقہاء ومجتہدین کی شانوں میں سخت بے ادب وگستاخ ہیں اور کذب ومکر، دجل وفریب میں بے مثل ہیں۔ اس قوم کی مجموعی محنتوں کا نتیجہ یہ رسالہ ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ اس رسالے پر اس قوم کو اس قدر ناز ہے کہ وہ اس کا نام تک تجویز نہ کرسکے۔ اور چونکہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کوئی مقلد اس کا جواب نہ لکھ سکے گا تو سینہ تان کر اسی کو اس کا نام قرار دیتے ہیں۔

انعام گیارہ ہزار لو:

یہ شعبہ تبلیغ جماعت اہل حدیث صدر بازار دہلی ہند کی شائع کردہ ہے اور اس کے کوئی شیخ فاضل اجل عبد الجلیل سامرودی ساکن سامرود پوسٹ پلسانہ ضلع سورت (وایا چلتھان) ہیں۔ یہ رسالہ کسی غیر مشہور حکیم محمد حنیف ساکن کھنڈیلہ کے اشتہار کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ کاش ہمارے پاس اگر وہ اشتہار ہوتا تو پھر ہم شرح وبسط کے ساتھ لکھتے اور اس کی تائید میں امکانی سعی کرتے۔ اب اس رسالہ کے عام اعلان اور مطالبۂ جواب پر یہ چند سطور تحریر کی جاتی ہیں اور اس قوم کے دروغ وکذب اور دجل وفریب اور مکر وکید سے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ

یہ مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے زمانہ مبارکہ سے لیکر گیارہویں صدی تک ایسا متفق علیہ تھا کہ کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ شیخ محقق نے اقرب السبل میں اس کی تصریح فرمائی اور مدارج میں اختلاف کرنے والے لوگوں کی تعداد پانچ سے بھی کم بتائی۔

ایسے اتفاقی مسئلہ کو گزشتہ دوصدی میں ایسا اختلافی اور نظری بنادیا گیا کہ علمائے اہل سنت کو دلائل وبراہین پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس پر بھی آج تک منکرین اپنی روش پر قائم ہیں۔ بلکہ اب تو بعض لوگ اپنی خباثت باطنی کا اظہار نہایت بھونڈے الفاظ میں بھی کرنے لگے ہیں۔

امام الوہابیہ مولوی اسمعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں نہایت گستاخانہ لب ولہجہ میں اس مسئلہ کا انکار کیا اور معاذ اللہ حضور سید عالم ﷺ کو مرکر مٹی میں مل جانے والا قرار دیا۔ شاہ اسمعیل دہلوی کی اتباع میں آج تک غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندی اس سلسلہ میں برسرپیکار ہیں۔

علمائے اہل سنت نے اول دن سے مخالفین کے دعوی کو مخالف مذہب اسلام فرمایا اور اپنے مذہب کے اثبات میں قرآن وحدیث اور اقوال سلف وخلف سے دلائل قائم فرمائے۔

حضرت اجمل العلما کو بھی ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا۔ بلکہ خاص مدینۃ الرسول میں آپ نے ایسے ہی ایک غیر مقلد مولوی سے باقاعدہ مناظرہ کیا۔ اس کے بارے میں خود انہیں کی زبانی مختصر روداد ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

میں نے مدینہ طیبہ میں غیر مقلدین کے زبردست مناظر حافظ محمد پنجابی سے اسی مسئلہ حیات النبی پر مناظرہ کیا تھا۔ میں نے یہی دلائل اس کے سامنے پیش کئے تھے جو اوپر مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام میں مذکور ہوئے۔ بحمدہ تعالی وہ مناظر ان کے جوابات سے عاجز وقاصر رہا، اس مناظرہ میں ہندوستان، پاکستان، حرمین، مصر، شام وغیرہ مقامات کے کافی علمائے کرام شریک تھے، دودن تک یہ مناظرہ ہوتا رہا، دوسرے دن اس غیر مقلد مناظر کو شکست فاش ہوئی، باطل کا منہ کالا ہوا، اور حق کا بول بالا ہوا۔ کشمیر کے وزیر مالیات جناب سرور وزیر محمد صاحب اور پاکستان کے افسر ملک عبدالرشید صاحب اس مناظرہ کے بانی تھے۔ انہوں نے فیصلہ میرے حق میں فتح وکامیابی کا دیا اور نذرانے پیش کئے۔ غیر مقلد مناظر نہایت

ذلت کے ساتھ مناظرہ سے بھاگا۔ پھر مدینہ طیبہ میں چند فتح کے جلسہ ہوئے، مولی تعالی نے وہاں وہ عزت دی جو وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتی۔

چنانچہ اسی باب میں آپ نے مسئلہ مجوشہ پر ایک مفصل فتوی لکھا ہے جس میں دلائل شرعیہ سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ آج بھی حقیقی دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

خلاصہ بحث اس طرح ہے کہ انبیائے کرام کی حیات برزخی شہداء کی حیات سے افضل واکمل ہے اور شہدا بنص قطعی قرآن کریم زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کے حضور رزق ملتا ہے۔ تو انبیائے کرام بدرجہ اولی واکمل زندہ وجاوید ہوئے۔

نیز حضور ﷺ تمام کمالات بشریہ کو جامع ہیں اور ان میں ایک کمال شہادت بھی ہے تو آپ کا اس سے متصف ہونا بھی بدیہی امر ہے۔ لہذا آپ نے دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور کو شہادت عظمی کی فضیلت بھی حاصل تھی۔ تو اس نوعیت سے بھی آپ حی وزندہ ہیں۔

بلکہ احادیث میں صراحت ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں جو برزخی اور اخروی حکم نہیں بلکہ دنیوی احکام سے ہے۔ اس طرح ان حضرات کی حیات برزخی کے ساتھ حقیقی دنیوی بھی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ محقق دہلوی نے واضح الفاظ میں صراحت فرمادی ہے کہ انبیائے کرام دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بعد وصال نماز جنازہ کے تعلق سے بحث بھی اسی فتوی میں ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ اس سلسلہ میں اہل سنت کے دومسلک ہیں اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ بایں معنی ہوئی کہ چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ صحابہ کرام گروہ درگروہ آتے اور صلاۃ وسلام پیش کرتے۔ نہ کوئی امام تھا اور نہ معروف نماز کی طرح دعائے مغفرت تھی۔

دوسرا مسلک بعض سلف کا ہے کہ معروف نماز سے کچھ نہیں تھا صحابہ کرام صرف صلاۃ وسلام پیش فرماتے تھے۔

کتاب الردومناظرہ میں مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری کے فتاوی کا رد کافی شرح وبسط سے فرمایا ہے۔ مفتی جی نے خود ساختہ عقائد کے ذریعہ عامۃ المسلمین کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تو اجمل العلما نے ان کے مزعومات کی دھجیاں اڑادیں۔ مسئلہ علم غیب۔ حاضرو ناظر۔ سماع موتی۔ وغیرہ جیسے اہم نزاعی مسائل پر آپ نے خوب خوب دلائل قائم فرمائے اور ہر مسئلہ کی بخوبی وضاحت فرما کر اہل سنت

کے معتقدات کی حفاظت فرمائی۔

اہل دیوبند کے پاس ایک بہت بڑی دلیل کسی چیز کو حرام و ناجائز کہنے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ کام نہ حضور نے کیا۔ نہ صحابہ کرام نے۔ اور نہ ہی سلف وخلف میں علماء ومحدثین نے ایسا کچھ کہا۔ ان کی خودساختہ اور بناوٹی دلیل اور بے بنیاد اصول پر علمائے دیوبند کے ہزاروں مسائل گھومتے رہتے ہی۔ جہاں کہیں کسی چیز کو حرام قرار دینا ہوا بس اسی فرضی دلیل کا سہارا لیکر کہہ ڈالا۔ حتی کہ شرک وکفر کے فتوے بھی اسی اصل پر مبنی قرار دیدیئے۔ عوام بیچارے ان کے دام فریب میں آجاتے ہیں اور اتنی زحمت نہیں کرتے کہ معلوم کریں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ لیکن جب کوئی علمائے حق اہل سنت و جماعت سے رجوع کرتا ہے تو پھر ان بقلم خود مولویوں کی فریب کاریاں سامنے آتی ہیں۔

حضرت اجمل العلما علیہ الرحمہ سے اس طرح کے بہت سے مسائل میں رجوع کیا گیا تو آپ نے ان کی جہالتوں، سفاہتوں اور حماقتوں کو واشگاف فرمایا۔ فتاوی اجملیہ میں اس طرح کی مثالیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ چند ملاحظہ کریں:

مفتی کفایت اللہ صاحب نے مسئلہ حاضر وناظر کے تعلق سے لکھا:

ہر جگہ حاضر وناظر ہونا اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اجمل العلماء نے اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ پہلے لفظ حاضر وناظر کے معنی لغوی۔ پھر قرآنی آیات سے ان الفاظ کا حضور سید عالم ﷺ کے لئے ثبوت۔ ساتھ ہی کتب تفاسیر، احادیث اور شروح سے اس مسئلہ کا اثبات۔ علمائے حق محدثین وفقہاء کے اقوال سے ان الفاظ کی حضور کے لئے وضاحت۔ یہ تمام چیزیں نہایت حسن وخوبی کے ساتھ جمع فرماکر مفتی جی کو بار بار اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ جس صفت کو اللہ تعالی کے ساتھ خاص مان کر آئے تھے، یہ دلائل تو سب اس کے خلاف پر ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

مفتی جی نے صرف دو الفاظ رٹ لئے ہیں کہ (یہ بات صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہیں) اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک نص ایسی پیش نہیں کرسکے۔

حضور اجمل العلما نے آخر میں ان کے اس دعوی ہی کو کہ یہ صفت اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے، خاک میں ملادیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ

اب باقی رہا اللہ تعالی پر لفظ حاضر وناظر کا اطلاق اس پر مفتی جی تو کوئی نقل پیش نہ کرسکیں گے، ان کے پاس کسی معتبر ومستند کتاب کا اگر کوئی حوالہ ہو تو اس کو پیش کریں اور لفظ حاضر وناظر کو اللہ تعالی کی خاص صفت ثابت کریں اور اس پر ان الفاظ کا اطلاق دکھائیں۔

پھر آپ نے اسمائے الہیہ کے توقیفی ہونے پر بحث فرماکر یہ ثابت کردیا ہے کہ اصول وقواعد کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جب تک ان الفاظ کے اطلاق میں کوئی نص نہ ہو یہ کیونکر روا ہونگے، اور اگر بعض کے مسلک پر حکم کیا جائے تو بھی اس وقت ہوگا جب یہ الفاظ اپنے معنی حقیقی کے اعتبار سے ایہام نقص سے خالی ہوں۔ بلکہ ضروری ہے کہ ان الفاظ سے عظمت وجلالت کا اظہار ہوتا ہو۔ اب مفتی جی پر لازم ہے کہ ان الفاظ کے بارے میں یہ تمام اصولی چیزوں کو پیش نظر رکھکر بتائیں۔

آخر میں لکھتے ہیں:

مسلمانو! یہ ہے دیوبندی قوم کا مفتی اعظم، جس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی کی خاص صفات کے وہ کون کون سے الفاظ میں جن کا اس پر اطلاق صحیح ہے اور اسمائے الہیہ توقیفی ہیں یا نہیں۔

علم غیب کے سلسلہ میں انہیں مفتی جی سے آپ نے جو تحریری گفتگو فرمائی ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

مفتی جی اس بات کے قائل تھے کہ عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز نہیں۔ لیکن دلیل اس طرح بیان فرمائی۔

قرآن پاک میں صاف وصریح طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ وہی تنہا علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ اس پر حضرت اجمل العلماء فرماتے ہیں:

مفتی جی! اب ذرا سوچ سمجھ کر یہ بتایئے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے یا علم غیب عطائی کی۔ اگر علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ غیر اللہ سے کسی کو ذرہ بھر علم غیب ذاتی کا اثبات صریح کفر ہے۔ تمام علمائے اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ تو اس سے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے غیب داں ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ حضور کے لئے تو علمائے اہل سنت علم غیب عطائی کا اثبات کرتے ہیں اور ذرہ بھر علم غیب ذاتی کا اثبات کفر کہتے ہیں۔

لہذا قرآن کریم کی وہ آیات جن میں غیر اللہ کے لئے علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ وہ آیات غیر اللہ کے لئے علم غیب عطائی کے اثبات کی کب نفی کرتی ہیں۔

بلکہ اس کو صاف الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان آیات میں علم غیب ذاتی کی نفی کی جارہی ہے تو علم ذاتی کا حضور علیہ السلام یا کسی غیر اللہ کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا جو آیات نفی کے خلاف ہو۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی کا اثبات کیا جاتا ہے تو اس علم غیب عطائی کی نفی ان آیات کی مراد نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیات میں ماسوا اللہ سے جس علم کی نفی کی جارہی ہے اس کا ان کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا اور جس علم کا ان کے لئے اثبات کیا جارہا ہے اس کی یہ آیات نفی نہیں کرتیں۔

اہل بیت کی محبت کے سلسلہ میں آپ نے ایک فتوی تحریر فرمایا جو مختصر لیکن اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سادات کرام کی عزت وعظمت ان کے فسق سے زائل نہیں ہوتی بلکہ قاضی شرع پر لازم ہے کہ ان کے غیر مشروع افعال پر تنبیہ کے ساتھ ان کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھے۔

عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ جمعہ وعیدین مکروہ اور خلاف سنت متوارثہ ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کے سلسلہ میں آپ نے چند امور پیش فرمائے ہیں جن کے ذریعہ استدلال میں پختگی اور جدت کا پہلو نمایاں ہو گیا ہے۔

امر اول میں لغت عربی کی فضیلت وبرتری سے۔

امر دوم میں نماز کے اندر فارسی وغیرہ میں قرأت قرآن کے عدم جواز سے، پھر صاحبین وامام اعظم کا اس سلسلہ قرأت میں اختلاف مع وضاحت تحریر فرمایا ہے۔

امر سوم میں تسمیہ بوقت ذبح اور تکبیر تحریمہ غیر عربی میں کہنے کے سلسلہ میں بحث فرمائی ہے، ان امور کے بعد نتیجہ اخذ فرما کر لکھتے ہیں:

ان عبارات سے نہایت روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ عربی زبان میں خطبہ پڑھنا صاحبین کے نزدیک ناجائز اور حضرت امام صاحب کے نزدیک بکراہت جائز ہے۔ علاوہ بریں خطبہ کے غیر عربی، یعنی اردو وفارسی میں ہمیشہ پڑھنے کی عادت کر لینے کے اور موانع بھی ہیں۔

پھر ان موانع کا ذکر فرما کر مسئلہ کی کماحقہ وضاحت فرمائی۔ اگرچہ یہ فتوی ناقص دستیاب ہوا مگر جتنا ہے وہ بھی اپنے موضوع پر سیر حاصل گفتگو معلوم ہوتا ہے۔

فتاوی کے شروع میں پہلا فتوی سبع سنابل شریف سے متعلق کسی سوال کے جواب کی تصدیق کے سلسلہ میں ہے۔

اس مقام پر اصل میں سوالات منقول نہیں تھے اور نہ ہی وہ جوابات جن کی تصدیق حضرت اجمل العلماء نے فرمائی ہے،

تصدیق بھی عام تصدیقات سے جدا ایک مستقل فتوی ہے۔ راقم الحروف یہ تصدیق پڑھ کر جس نتیجہ پر پہونچا وہ اس طرح ہے۔

سائل نے سبع سنابل کی کسی عبارت پر خود اپنا یا کسی سے نقل کر کے ایک اعتراض کیا تھا، مجیب نے اس عبارت کا جواب یہ دیا ہوگا کہ یہ عبارت سبع سنابل میں الحاقی ہے،

حضرت اجمل العلما نے اس جواب کی تصدیق فرمائی اور پھر اس طرح کی نظیریں پیش کیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء وعرفاء کے کلام میں بدمذہبوں نے تصرف کیا ہے، اسی لئے فرماتے ہیں:

یقیناً سنابل والی عبارت میں کسی بدمذہب کا تصرف ہوا اور کوئی کلمہ بدلا گیا۔ یا عبارت میں تحریف ہوئی۔ ہرگز شیخ نے ایسا نہ فرمایا۔ گو اس عبارت میں یہ بھی ہے کہ "خواجہ درحالتے بود" ممکن ہے کہ وہ حالت ایسی ہو جس پر شرع مطہر مواخذہ نہیں فرماتی۔ ایسی حالت میں بے ارادہ واختیار کوئی کلمہ زبان سے نکلا اور "تنبیہ من کیستم وچہ کس باشم ویکے از کمینہ بندگان درگاہ رسول ہستم" فرمایا اور اس شخص کو بیعت کیا جو توبہ کی متضمن ہوتی ہے۔ مگر ہم ایک لحہ کے لئے یہ فرض کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ ایسا اتفاق ہوا ہو اور ایسا کلمہ زبان مبارک سے نکلا ہو۔ اس میں ضرور کسی بے دین کا الحاق ہے۔

اس طرح کے الحاقی جملہ سے سائل نے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ایسی عبارتیں پیش کر کے اپنی عبارات کفریہ کے لئے جواز پیش کرتے ہیں۔

حضرت مصنف نے ایسے مقامات سے پیدا ہونے والی ان کی نفسانی خواہشات کا قلع قمع فرمادیا کہ ایسا کلمہ ہم ایک لحہ کے لئے بھی جائز نہیں رکھتے۔ وہابی کا اس کلمہ کو پیش کرنا دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کلمہ کی نسبت ان کی جانب یقینی تصور کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیتا ہے تو پھر کفر کا مجوز ہو کر خود کافر ہوا۔ یا اس کلمہ کو کفر مانتا ہے، پھر اشرف علی کو کیا فائدہ پہونچا، کیا ایک کلمہ کفر کی نسبت (گو غلط ہو) کسی بزرگ کی طرف اس کفر کو مباح کردے گی۔ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

وہابی کو خبط سوار ہے، اس لئے وہ ایسی نظیریں ڈھونڈتا پھرتا ہے، ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی کچھ خاص اصطلاحات ہیں جن کو ہما وشما تو کجا بہت سے اہل علم کی بھی وہاں تک رسائی نہیں۔ اسی لئے شیخ اکبر نے فرمایا:

جو ہماری اصطلاحات نہ جانے اسے ہماری کتابوں کا مطالعہ حرام۔

غالبا سائل نے منصور حلاج کے واقعہ کو پیش کر کے تھانوی صاحب کی عبارت میں جواز کے گوشہ نکالنے کی حرکت کی تھی۔لہذا حضرت اجمل العلما نے اس پر یہ ایراد قائم فرمایا کہ پھر تو یہ تھانوی صاحب کے دعوی خدائی کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

اصل بات وہی ہے کہ صوفیا کی اصطلاحات سے واقفیت حاصل کئے بغیر ان کی مراد نہیں جانی جاسکتی۔مثلا عرفاء میں ابو یزید کا یہ قول کہ

ہم نے ایسے سمندر میں غوطے لگائے کہ انبیا اس کے کنارے پر کھڑے ہیں۔

یہ جملہ اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے نہایت خوفناک معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام پر اپنی فضیلت کا ادعا ہے۔لیکن صوفیائے کرام اس کی توجیہ اس طرح فرماتے ہیں کہ یہ جملہ انبیاء و مرسلین کی بہترین مدح بن جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم خواہشات کے سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں، اندیشہ ہے کہ یہاں ہی نہ رہ جائیں مگر امید نجات بندھی ہے کہ ہمیں غرق ہونے سے بچانے کے لئے انبیائے کرام ساحل پر تشریف فرما ہیں۔

اور یہاں تو یہ حال ہے کہ تھانوی صاحب نے اپنی گستاخانہ عبارت کی آج تک نہ کوئی توجیہ صحیح پیش کی اور نہ ان کی ٹولی کے لوگ صفائی پیش کر سکے، بلکہ مرتضی حسن در بھنگی وغیرہ نے مزید تھانوی صاحب کے کفر پر رجسٹری کر دی۔

اس کے بعد سوال میں شرح مواقف اور مسامرہ شرح مسایرہ کی عبارتوں سے امکان کذب باری پر استدلال تھا اس کی آپ نے خوب خوب تحقیق فرمائی ہے۔

اولا: آپ نے بیان فرمایا کہ ان عبارتوں کو وہابی نہ سمجھ سکا۔

ثانیا: دیدہ و دانستہ مغالطہ کی کوشش بے جا ہے۔متعدد مقامات پر شرح مواقف کی عبارتیں بانگ دہل اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ کذب وغیر کو جائز ماننے والے اہل سنت اور اشاعرہ کے مخالفین ہیں۔

پھر آپ نے اس طرح کی متعدد عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ شرح مواقف اور مسامرہ کی کوئی عبارت ایسی نہیں جس سے وہابی کا مطلب ثابت ہو سکے۔بلکہ بہت عبارتیں اس کے امتناع کو واضح کر رہی ہیں۔

مسامرہ کی عبارت کی ایسی نفیس تحقیق فرمائی کہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا اور مزید وضاحت کے لئے آپ نے اسی مقام پر سیدنا اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا غیر مطبوعہ حاشیہ مسامرہ نقل فرمایا ہے جو نہایت طویل اور مسئلہ کی غایت تحقیق پر مشتمل ہے۔اوراق الٹیئے اور ان تحقیقات سے اپنی نگاہوں کو شاد کام کیجئے۔

اسی باب توحید وصفات میں اور فتاوی بھی ہیں۔لیکن یہ سب اسی بحث امکان کذب کے گرد گھوم رہے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے زمانے میں یہ مسئلہ لوگوں کے درمیان شور برپا کئے ہوئے تھا۔

باب ایمان واسلام میں عصمت انبیائے کرام کے سلسلہ میں ایک عظیم فتوی ہے جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ایسے اعمال اور پیشوں سے منزہ اور پاک رہے ہیں جو مخلوق کیلئے باعث نفرت یا ننگ وعار کا سبب ہوں۔

اس سلسلہ میں آپ نے بہت سے حوالے دے کر فتوی کا اصل موضوع بھی واضح فرمایا جو سائل نے بیان کیا تھا کہ بقول زید حضور ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں بلکہ آپ نے بچپن میں دو مرتبہ ناچ گانے کی محفل میں شرکت کی۔معاذ اللہ

آپ نے اس تفصیلی فتوی میں پہلے تو عصمت پر بحث فرمائی ہے پھر ان دونوں واقعات کے جعلی ہونے کو واشگاف فرمایا۔اجرت پر بکریاں چرانا اہل عرب میں عیب تھا لہذا یہ ہرگز متصور نہیں۔اور بخاری شریف کی جس حدیث سے یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

كنت ارعاها على قراريط لا هل مكة ۔

تو اس حدیث میں نہ اجرت کا صریح ذکر اور نہ اس پر کوئی کلمہ دلالت کرتا ہے۔ہاں لفظ قراریط سے دھوکہ دیا جا سکتا ہے تو اس بارے میں محدثین نے پہلے ہی صاف فرما دیا کہ قراریط کوئی اہل مکہ کا سکہ اور روپیہ نہیں تھا بلکہ یہ مکہ کی ایک وادی کا نام ہے جیسا کہ شرح شفا وغیرہ سے ظاہر ہے۔پھر ناچ اور گانے کی محفل کے تعلق سے آپ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ عقلا ونقلا دونوں طرح باطل۔

حضور قبل اعلان نبوت اور اس کے بعد دونوں زمانوں میں معصوم ہیں۔بلکہ خلق اجسام سے قبل ہی آپ وصف نبوت سے متصف تھے۔لہذا یہ سب بکواس ہے اور حضور سے کبھی کسی حال میں یہ فعل صادر نہیں ہوا۔جس نے وعظ میں یہ بیان کیا وہ مفتری وکذاب۔بلکہ گستاخ معلوم ہوتا ہے۔

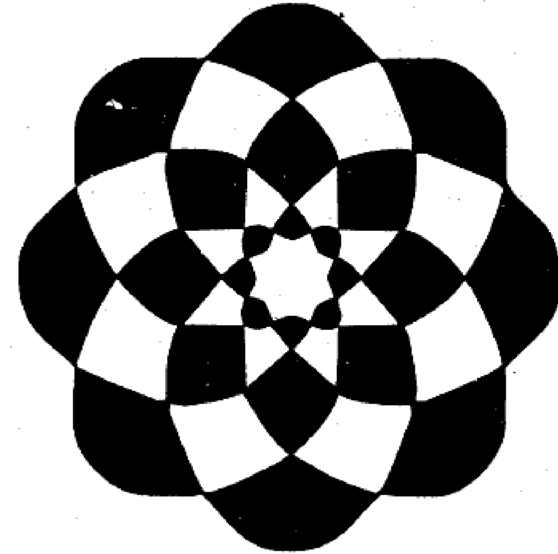
غرضیکہ فتاوی اجملیہ اس طرح کی تحقیقات سے لبریز ہے اور فتاوی میں اختصار کے بجائے اکثر وبیشتر ایسی ہی تفصیلات پیش فرمائی ہیں۔ پوری کتاب پڑھئے اور داد وتحسین کا نذرانہ پیش کیجئے۔

ہر ممکن کوشش کر کے وقت موعود پر کتاب لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہذا وقت کی قلت اور فتاوی کی ترتیب وتبویب میں شب وروز انہماک کے سبب کتاب کے تعارف پر مشتمل یہ چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں۔ وقت ملتا تو شرح وبسط کے ساتھ بہت کچھ لکھا جاتا۔

مولیٰ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ حضرت اجمل العلما علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے لوگوں کو مستفیض فرمائے اور ان کے مجموعۂ فتاوی کو مقبول خاص وعام بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

مورخہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ



کتاب العقائد والکلام

فتوی مبارکہ استاذ گرامی اجمل العلما

صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ **محمد نعیم الدین** صاحب مرادآبادی قدس سرہ

خلیفہ ارشد امام **احمد رضا** محدث بریلوی قدس سرہ

مسئلہ

کیا حکم شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص میلاد خواں اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت ظاہر کرتا ہے اور میلاد شریف میں لازمی طور سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر پڑھتا ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس محفل متبرکہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتا ہے تو لڑتا ہے اور جھگڑتا ہے اور نازیبا کلمہ کہتا ہے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیس (۲۲) لاکھ مربع میل پر حکومت کی ہے، تو شخص مذکور میلاد خواں کہنے لگا کہ بالکل غلط ہے۔ ایک مرتبہ یہ بیان کیا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کردی، تو اول تو اس شخص نے کہا کہ حضرت فاطمہ سے ام کلثوم نہیں تھیں، اور اس کے بعد کہا کہ حضرت ام کلثوم حضرت عمر کی نواسی ہوئیں، لہذا نکاح حرام ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے: لڑکی کی بہت تھوڑی عمر تھی نکاح کس طرح ہوسکتا ہے، جب ایک شخص نے مجلس میلاد میں اس چیز کو بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عمر کو بیاہی گئی تھیں تو شخص مذکور میلاد خواں لڑنے مرنے کو تیار ہوگیا، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت یہ بھی کہا (نعوذ باللہ) کہ اس نے بے ایمانی کی اور حضرت معاویہ کے متعلق بہت ہی نازیبا کلمے کہتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

مردود ملعون یہ بھی کہتا ہے کہ خلیفہ اول حضرت علی ہونے چاہئے تھے۔ براہ کرم ونوازش مذکورہ بالا سوالات کا جلد جواب روانہ فرما کر مشکور کیجئے گا۔ اور یہ بھی فرمائیے گا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا نکاح اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تو کیا عمر تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا عمر تھی، اور یہ بھی فرمائیے کہ اس شخص کو اہلسنت و جماعت کہا جائے یا نہ کہا جائے؟۔

المستفتی عبدالحی نرولی ۲؍ اپریل ۴۱ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اگر بیان سائل صحیح ہے تو شخص مذکور فی السوال رافضی بددین ہے، اس کو اپنے ان فاسد عقائد سے بالاعلان توبہ لازم ہے، اور جب تک توبہ نہ کرے مسلمان اس کی صحبت سے اجتناب کریں،

حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی مرتضی حضرت خاتون جنت ہی کی بطن سے ہیں، اور صغرسن میں ان کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صواعق محرقہ میں فرمایا:

وفی رواية اخرجها البيهقي والدار قطني بسند رجاله من اكابر اهل البيت ان عليا عزل بنته لولد اخيه جعفر فلقيه عمر رضى الله تعالىٰ عنه فقال له يا اباالحسن انكحني ابنتك ام كلثوم بنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال قد حبستها لولد اخي جعفر فقال عمر :انه والله ماعلي وجه الارض من يرصد من صحبتها ما ارصد فانكحني يا اباالحسن، فقال: قد انكحتها فعاد عمر الى مجلسه بالروض مجلس المهاجرين والانصار فقال هنوني قالوا:بمن يا اميرالمومنين؟ قال بام كلثوم بنت علي۔

اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کی والدہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: العبد المعتصم بحبله المتين **محمد نعیم الدین غفرلہ**

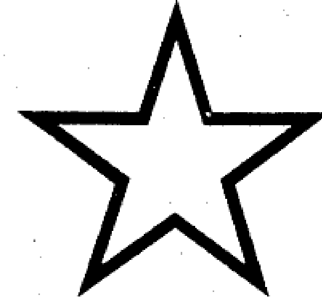
جواب بلاشبہ حق وصواب اور درست وصحیح ہے کہ واقعی شخص مذکور گمراہ وضال اور تبرائی رافضی ہے، صحابہ کرام سے عداوت رکھتا ہے۔ اور اہلسنت و جماعت کے نزدیک اہل بیت کرام اور صحابہ عظام دونوں کے ساتھ محبت والفت اور ان کی تکریم وتعظیم کمال ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اور جو ان میں سے ایک گروہ کے ساتھ بغض وعداوت رکھے اس کا دوسرے گروہ سے دعوی محبت والفت کرنا غلط ہے۔

علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ومن یکون من الخوارج فی بغض اهل البیت فانه لاینفعه حینئذ حب الصحابة ولا من الروافض فی بغض الصحابة فانه لاینفعه حینئذ حب اهل البیت۔

بالجملہ شخص مذکور اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ یہ جب تک باعلان توبہ نہ کرے اس سے سلام وکلام سے پرہیز کیا جائے اور میلاد شریف ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

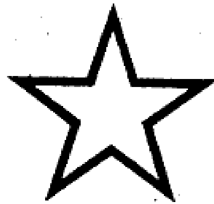
کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

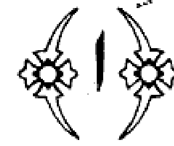


خطبة الكتاب

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذی اوضح لفلاحنا مضمرات الدقائق ۔ وکشف لوقاینا مشکلات الحقائق ۔ وافاض علینا من البحر الرائق ۔ والدرر النوادر ۔ واغنیٰ بعنایته نصاب کنوز الفرائد الزواهر ۔ وبین لشفاء الفقیر مراقی الفلاح وفتح لاسعاف السائل ایضاح وسائل الاصلاح ۔ به الهدایة ۔ ومنه البدایة ۔ والیه النهایة ۔ والصلاة والسلام علی الدر المختار ۔ وخزائن الاسرار ۔ وتنویر الابصار ۔ وردا لمحتار ۔ وهو الدر المنتقیٰ ۔ وینابیع المبتغیٰ ۔ وملتقی الابحر ۔ ومجمع الانهر ۔ وتنویر البصائر ۔ المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر الکافی الوافی الشافی محمد المجتبیٰ المصطفیٰ ۔ وعلی اله واصحابه مصابیح الدجی ۔ ومفاتیح الهدیٰ ۔ والامام الاعظم ابو حنیفة الکوفی ۔ الحاوی بعیون مسائل شریعة المصطفوی ۔ وعلی الصاحبین المکرمین ۔ کل منهما نور العین ۔ ومجمع البحرین ۔ وعلینا معهم یا ارحم الراحمین ۔





باب التوحید والصفات

جواب چند سوالات

(نوٹ) یہاں اصل میں سوالات منقول نہیں تھے اور نہ ہی وہ جواب جس کی طرف حضرت مصنف نے اشارہ فرمایا ہے

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

سبع سنابل کی عبارت کا جواب آپنے صحیح دیا۔ بزرگوں کے احوال کے نقل کرنے میں بدمذہبوں نے بہت دست اندازیاں کی ہیں۔حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف تک کو نہ چھوڑا۔امام المحدثین شیخ احمد شہاب الدین بن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''فتاوی حدیثیہ'' ص ۱۴۵ میں فرماتے ہیں:

وایاک ان تغتر ایضا بما وقع فی الغنیة للامام العارفین قطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر الجیلانی فانه دسه علیه فیها من سینتقم اللّٰه منه والا فهو بریٔ من ذلک وکیف تروج علیه هذه المسئلة الواهیة مع تضلعه من الکتاب والسنة وفقه الشافعیة والحنابلة حتی کان یفتی علی المذهبین هذا مع ماانضم لذلک من ان اللّٰه من علیه من المعارف والخوارق الظاهرة والباطنة وما انبأ عنه ماظهر علیه وتواتر من احواله۔

ان بزرگوں کی ولایت وکرامت کا وثوق ایسی باطل حکایات کے غلط وبے بنیاد ہونے کی کافی شہادت ہے۔یقیناً سنابل والی عبارت میں کسی بدمذہب کا تصرف ہوا۔اور کوئی کلمہ بدلا گیا۔یا عبارت میں تحریف ہوئی۔ہرگز شیخ نے ایسا نہ فرمایا۔گو اس عبارت میں یہ بھی ہے کہ خواجہ درحالتے بود ممکن ہے کہ وہ حالت ایسی ہو جس پر شرع مطہر مواخذہ نہیں فرماتی۔ایسی حالت میں بے ارادہ واختیار کوئی کلمہ زبان

سے نکلا اور ''تنبہ من کیستم وچہ کس ہاشم دیکے از کمینہ بندگان درگاہ رسول ہستم'' فرمایا اور اس شخص کو بیعت کیا جو توبہ کی متضمن ہوتی ہے۔مگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ فرض کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ ایسا اتفاق ہوا ہو۔اور ایسا کلمہ زبان مبارک سے نکلا ہو۔اس میں ضرور کسی بیدین کا الحاق ہے۔

ہماری طرف سے تو یہ جواب کافی ہے۔ہم اس کلمہ کی شناعت میں تامل نہیں کرتے اور حضرت شیخ کی طرف اس کی نسبت ہمارے نزدیک باطل ہے۔لیکن وہابی اس عبارت کو کس طمع میں پیش کرتا ہے۔کیا اس کے نزدیک حضرت خواجہ کی طرف اس کلمہ کی نسبت یقینی ہو تو وہ بتائے کہ آیا اس نسبت کی وجہ سے وہ اس کلمہ کو جائز کہے گا اور ایسی تلقین روا رکھے گا جب تو وہ کفر کا مجوز ہو کر خود بھی کافر ہو گیا؟۔

فان الرضا بالکفر کفر۔

شفا شریف میں ہے:

وکذلک قال فیمن تنبأ وزعم انه یوحی الیه وقاله سحنون وقال ابن القاسم دعی الی ذلک سرا وجهرا قال اصبغ وهو کالمرتد لانه کفر بکتاب اللّٰه مع الفرية علی اللّٰه وقال اشهب فی یهودی تنبا او زعم انه ارسل الی الناس او قال ان بعد نبیکم نبی انه یستتاب ان کان معلنا بذلک فان تاب والا قتل وذلک لانه مکذب للنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی قوله لانبی بعدی مفتر علی اللّٰه فی دعواه علیه الرسالة والنبوة۔

(ص ۲۶۰ جلد ۲)۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وقد یکون فی هولاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هذه الخزعبلات۔

(ص ۱۸۲)

اور اگر اس کلمہ کو کفر مانتا ہے تو اس کے پیش کرنے سے اشرفعلی کو کیا فائدہ پہنچے گا۔کیا ایک کلمہ کفر کی نسبت (گو غلط ہو) کسی بزرگ کی طرف اس کفر کو مباح کر دیتی ہے۔اس خبط سے اس کا مقصد کیا ہے؟۔

یہ بات تو وہابی کیا سمجھے گا کہ اولیاء کرام کے اصطلاحات ہیں۔ان کے کلام کی صحیح مراد وہی سمجھ سکتے ہیں جو ان کے اصطلاحات کے عارف ہیں دوسرے کو ان حضرات کی کتب کا مطالعہ بھی حلال نہیں کہ وہ صحیح مراد تک نہیں پہنچ سکتے۔چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''فتاوی حدیثیہ'' میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کا یہ قول نقل کیا۔

نحن قوم تحرم المطالعة فی کتبنا الا لعارف باصطلاحنا۔ (ص ۴۰)

کیا یہ وہابی حلاج کے کلمہ کو دیکھکر اشرفعلی کو خدائی کے دعوے کی اجازت بھی دیگا۔ اور فرعونی دعوی کر گذرنے کے بعد پھر اسکی تائید میں منصور اور ان کے مثل بزرگان دین کے کلام کو پیش کرے گا۔ اگر نہیں تو کیوں؟۔ کیا حضرت خواجہ کی نسبت ایک کلمہ کا کسی کتاب میں لکھا ہونا دعوی رسالت کو مباح کر سکتا ہے اور منصور حلاج کا کلمہ جس کی نسبت میں تردد نہیں ہے اشرفعلی کے خدائی کے فرعونی دعوی کو مباح نہیں کر سکتا وجہ فرق کیا ہے؟۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں، رموز خاص ہیں، ہر شخص ان کے کلام سے ان کی مراد نہیں سمجھ سکتا۔ اسی لئے وہ حضرات ہر کس وناکس کو اپنی کتب کی اجازت بھی نہیں دیتے ہیں۔ پھر اگر ان کا کوئی کلمہ گوش زد ہو جائے تو جب تک اس طبقہ کے حضرات سے استعانت نہ کیجائے حل نہیں ہوتا اور ان سے دریافت کیا جائے تو حقیقت صاف روشن ہو جاتی ہے کہ وہ کلمہ جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتا تھا اصلا مخالف شرع نہیں۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا۔

خضنا بحرا وقف الانبیاء علی ساحله۔

یعنی ہم نے ایسے سمندر میں غوطے لگائے کہ انبیا اس کے کنارے پر کھڑے ہیں۔

بظاہر یہ جملہ کس قدر مہیب اور خوفناک معلوم ہوتا ہے اور ظاہر میں سامع اس سے اس وہم میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر اپنی فضیلت نکالتے ہیں۔ مگر عرفا جو ان حضرات کے انداز کلام اور رمز سخن کے ماہر ہیں اور انہیں ایک لمحہ بھی تردد نہیں ہوتا ان سے دریافت کیجئے تو فرمادیتے ہیں کہ۔ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی مدح وثنا میں بہترین کلام ہے۔ جس میں قائل نے یہ بتایا کہ ہم سب تو خواہشات کے سمندر میں غوطے کھارہے ہیں اندیشہ ہے کہ یہیں نہ رہ جائیں مگر امید اس لئے بندھی ہوئی ہے کہ اپنے غلاموں کو غرق سے بچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کنارے پر تشریف فرما ہیں۔ اب جو غور کیجئے تو اطمینان ہوتا ہے کہ واقعی اس جملہ کا یہی مطلب ہے۔ اور اس طور پر جو سمجھ میں آیا تھا اور ذہن جس کی طرف سبقت کرتا تھا وہ مطلب ہرگز نہ تھا۔ اور عارفین کے وہم میں بھی وہ بات خطور نہیں کرسکتی۔ کوئی بیدین اس معنی کا لفظ زبان سے نکالتا تو ممکن تھا۔ مگر یہاں تو اشرفعلی صاحب کی بدزبانی اور شان انبیاء علیہم السلام میں بیباکی علی التوالی ان کے اقوال سے ثابت۔ ان کی اور ان کے فرقہ کی عادت۔ اور حضور سید انبیاء علیہم السلام کی جناب میں اول سب کی گستاخانہ روش معلوم ان کے پیشواؤں کا خاتم نبوت بمعنی آخریت کا منکر ہونا ظاہر۔ ان کے مقتداؤں کا در پردہ نبوت اور وحی کے دعادی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

کے ہم استاذی کے ادعا ان کی کتابوں میں چھپے ہوئے موجود۔ پھر ان کا رسالہ عوام کے لئے ہے انکی خاص اصطلاحیں اور مخصوص امور نہیں۔ اور ہوتیں بھی تو وہ زندہ ہیں ملامت کی بوچھار ہونے کے بعد اپنا مطلب ایسا صاف بیان کردیتے جس سے اطمینان حاصل ہوسکتا۔ جیسا حضرت ابو یزید علیہ الرحمۃ کے کلام شریف کے مطلب سنتے ہی اطمینان ہوجاتا ہے۔ گوکہ مولوی اشرف علی کا طرز عمل اور ان کے فرقہ کی عادت اس کے قبول کرنے سے مانع ہوتی۔ مگر آج تک وہ اس کلام کی کوئی توجیہ نہ کرسکے۔ تو صاف ہوگیا کہ قائل کے ذہن میں بھی اس کے کوئی معنی نہ تھے۔ اور طویل زمانہ کی فرصت میں وہ کوئی معنی پیدا بھی نہ کرسکا۔ پھر اس کو اس سے اس مسئلہ کذب کے متعلق جو عبارات جناب نے تحریر فرمائی سب کی تصحیح نقل تو خیر نہ کرسکا کہ تمام کتابیں میرے پاس موجود نہیں ہیں۔ صرف شرح مواقف اور مسامرہ شرح مسائرہ موجود ہیں ان کی نقل میں تو نہیں۔ مگر ناقل کی عقل میں خلل ہے جس نے ان عبارات کو اپنے مدعائے باطل کے لئے پیش کیا۔ یا تو وہ سمجھنے ہی سے قاصر رہا اور یہ بیدینوں سے کچھ بعید نہیں۔

"وآفته من الفهم السقيم"۔

یا دیدہ ودانستہ مغالطہ دینا چاہا اور گمراہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اسکے پہلوں کا بھی یہی دستور ہے۔

"یحرفون الکلم عن مواضعه"۔

تحریف معنوی تحریف لفظی سے کم نہیں۔ اب میں اس عبارت شرح مواقف کی نسبت عرض کروں۔

اول تو یہ ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ شارح مواقف نے اہل سنت کا کیا عقیدہ بیان کیا ہے۔ آخر کتاب میں فرقہ ناجیہ اشاعرہ واہل سنت کے عقائد میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا یصح علیه الحرکة ولا الانتقال ولا الجهل ولا الکذب ولا شئی من صفات النقص خلافا لمن جوزها علیه کما تقدم"۔ (صفحہ ۷۶۴)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعرہ وغیرہ اہلسنت کے عقیدہ میں کذب وغیرہ کوئی صفت حضرت حق سبحانہ تعالی پر صحیح نہیں اور اسکو جائز رکھنے والے اہلسنت واشاعرہ کے مخالفین ہیں۔

اسی شرح مواقف کے صفحہ ۶۰۴ میں ہے:

"یمتنع علیه الکذب اتفاقا اما عندالمعتزلة فلوجهین"۔

ان وجھوں کوذکرکرنے کے بعد فرماتے ہیں ۔

" واما امتناع الكذب عليه عند نا فثلثة اوجه الاول انه نقص والنقص على الله محال اجماعا "۔

ان دووجہ کوذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" الثالث وعليه الاعتماد لصحته ودلا لته على الصدق في الكلام النفسي واللفظي معا خبر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بكونه صادقا في كلامه كله وذلك اى خبره عليه السلام بصدقه يعلم بالضرورة من الدين فلا حاجة الى بيان اسناده وصحته ولا الى تعيين ذالك الخبر بل نقول تواتر عن الانبياء كونه تعالىٰ صادقا كما تواتر عنهم كونه متكلما"۔

شرح مواقف صفحہ ۶۵۰ میں فرمایا:

الجواب ان مدرك امتناع الكذب منه تعالىٰ عندناليس هوقبحه العقلى حتى يلزم من انتفاء قبحه ان لا يعلم امتناعه منه اذيجوز ان يكون مدرك آخر "

نیز اسی شرح مواقف صفحہ ۶۷۵ میں فرمایا:

قد مر في مسئلة الكلام من موقف الالهيات امتناع الكذب عليه سبحانه تعالىٰ "۔

عبارت نمبر ۲ سے ثابت ہے کہ کذب باری تبارک وتعالیٰ بالاتفاق ممتنع ۔امتناع میں اشاعرہ وغیرہ کوئی مخالف نہیں ۔دلیل میں کلام ہوتو دوسری بات ہے۔

ہمارے نزدیک امتناع کذبِ باری کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ نقص ہے اور نقص بالاجماع محال تو کذب بالاجماع محال ہے۔

عبارت نمبر ۳ سے ثابت کہ کذب کلام لفظی ونفسی دونوں میں ممتنع اور یہ خبر نبی بلکہ اخبار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بتواتر ثابت اور منجملہ ضروریات دین ہے۔

ان عبارات کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ بات قطعی ہوجاتی ہے کہ شارح مواقف کی تحقیق یہ ہے کہ اشاعرہ وغیرہ تمام اہلسنت کے عقیدہ میں باری تعالیٰ کے لئے کذب جائز نہیں ۔یہ مسئلہ اتفاقی واجماعی اورضروریات دین سے ہے۔

اب اس عبارت پیش کردہ مخالف سے اگر وہی مراد لی جائے جو مخالف لیتا تو ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ یہ شارح علیہ الرحمۃ کی سخت لغزش اور سقوط ہے ۔جس امر کی جابجا انہوں نے اور تمام ائمہ کلام اور

علمائے اہلسنت اشاعرہ وماتریدیہ سب نے تصریح کی ہے اور جس کو سب نے اجماعا واتفاقا ممتنع بتایا ہے اورخود شارح علامہ نے ضروریات دین سے بتایا ہے اس کو اپنایا اشاعرہ کا مذہب کس طرح بتاسکتے ہیں۔ اوراگر بالفرض لکھ گئے تو یقیناً سخت لغزش ہوئی ۔اس میں کوئی بھی تزویر نہیں اور معنی مخالف لینے کے بعد اس سے چارہ ہی نہیں ۔تو ایسی صریح لغزش جس کے خلاف کو خود شارح فاضل نے ضروریات دین سے بتایا ہو کس طرح قابل استدلال ولائق استشہاد ہوسکتی ہے ۔ ہاں اگر مخالف کو ضروریات دین ہی کی مخالفت منظور ہوتو وہ ایسا کرگذرنے میں کیا تردد کرے گا۔مگر اس سے بھی وہ اپنے ہی ایمان کو برباد کریگا۔شارح کو اس مضمون کا مسلم ومقبول ہونا خود ان کی تصریحات کے خلاف ہے ان پر اس کلام کا الزام نہیں آسکتا۔

یہ کلام تو اس تقدیر پر تھا کہ جو معنی مخالف مراد لیتا ہے اس عبارت کے وہی معنی فرض کئے جائیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مخالف بیدین کتاب کو سمجھ ہی نہیں سکا اور اپنی کوڑ مغزی سے گمراہی میں مبتلا ہوگیا ۔شارح علام فروع معتزلہ میں انکار وبطریق الزام فرمارہے ہیں اس الزام کو وہابی مذہب واعتقاد شارح سمجھ گیا۔

شارح کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ معتزلہ کے طور پر استحالہ ممنوع ہے کیونکہ خلف وکذب ان کے نزدیک من قبیل ممکنات اور تحت قدرت داخل ہیں۔ پھر وہ کس منہ سے استحالہ کا دعوی کرسکتے ہیں۔

اب یہ بات ضرور ثبوت چاہتی ہے کہ کذب کا امکان اور اس کا داخل قدرت ہونا معتزلہ کا مذہب بھی ہے یا نہیں۔

اس کی تحقیق باہر سے کی جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ خود شارح علامہ ہی کی نقل پیش کی جائے۔

شرح مواقف ص ۷۴۹ پرفرقہ معتزلہ کے بیان میں فرماتے ہیں:

المزدارية هو ابو موسىٰ عيسى بن مسيح المزدار هذا لقبه من باب الافتعال من الزيادة وهو تلميذ بشر اخذ العلم منه وتزهد حتى سمي راهب المعتزلة قال: الله تعالىٰ قادر على ان يكذب ويظلم ولو فعل لكان الها كاذبا ظالما تعالىٰ الله عما قاله علوا كبيرا۔

اوپر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلسنت واشاعرہ کا مذہب تو امتناع کذب ہے،امکان کذب کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہوسکتی ۔اور شارح خود اہلسنت ہیں ان کی طرف بھی یہ نسبت درست

نہیں۔

عبارت نمبر۴۔ سے معلوم ہوا کہ کذب وظلم پر قدرت ابوموسی عیسی بن صبیح مزدار معتزلی کا مذہب ہے۔ جب معتزلہ کا یہ مذہب اور اہلسنت سب اس کے مخالف اور ان دونوں باتوں کی صاف تصریح شارح مواقف نے کی تو اس کی نسبت شارح یا اہلسنت کی طرف کرنا ظلم ہے۔ البتہ یہ دریافت کیا جاسکتا ہے کہ بعض معتزلہ کا مذہب ان سب کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے اور بالعموم انہیں بعض کے قول پر الزام دیا جاسکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک جیسا کہ قرآن پاک میں:

قالت اليهود عزير ابن الله۔ وارد ہوا باوجودیکہ تمام یہودیوں کا یہ قول نہیں بلکہ بہت ان میں سے اس کے منکر ہیں۔

علامہ شیخ سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں فرماتے ہیں:

انما قاله بعضهم من متقدميهم او ممن كانوا بالمدينة۔

تفسیر خازن میں اس آیت مبارکہ کے تحت میں عبید بن عمیر کا یہ قول نقل کیا ہے:

انما قال هذه المقالة رجل واحد من اليهود اسمه فنحاص بن عاز وراء وهو الذى قال ان الله فقير ونحن اغنياء فعلى هذين القولين القائل لهذه المقالة جماعة من اليهود او واحد وانما نسب ذلك الى اليهود فى وقالت اليهود جريا على عادة العرب فى ايقاع اسم الجماعة على الواحد تقول العرب فلان يركب الخيل وانما يركب فرساواحدا منها وتقول العرب فلان يجالس الملوك ولعله لم يجالس الا واحدا منهم۔

اس سے بڑھ کر اور کیا اطمینان ہوگا۔ قرآن پاک کے انداز بیان سے ثابت ہے کہ کسی قوم کے بعض افراد یا ایک شخص کا مقولہ اس قوم کی طرف بے تشریح کل وبعض منسوب کیا جاسکتا ہے اور یہی عرب کی عادت وعرف ہے۔ تو اگر ایک یا بعض معتزلہ کا قول قرار دیکر انہیں اس سے الزام دیا جائے تو کچھ بعید نہیں۔ اور اسی طرح دوسرے علماء نے بھی کیا۔

عقائد حافظیہ میں ہے: لا يوصف الله تعالىٰ بالقدرة على الظلم والسفه والكذب لان المحال لا يدخل تحت القدرة وعند المعتزلة يقدر ولا يفعل۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلسنت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ ظلم وسفہ وکذب محال ہے تحت قدرۃ

داخل نہیں۔ اور معتزلہ کے نزدیک تحت قدرۃ داخل اور ممکن ہے۔ یہاں بھی اس مذہب کو معتزلہ کی طرف نسبت کیا۔

شرح فقہ اکبر لملا علی قاری علیہ الرحمہ ص ۱۶۷ میں فرماتے ہیں:

لا يوصف الله تعالىٰ بالقدرة على الظلم لان المحال لا يدخل تحت القدرة وعند المعتزلة انه يقدر ولا يفعل۔

اب کوئی شبہ نہ رہا کہ مقدوریت وامکان مذہب معتزلہ ہے، اور امتناع مذہب اہلسنت۔ یہ تمام ائمہ وعلماء اور خود شارح مواقف کی تصریحات سے ظاہر تو اب امکان ومقدوریت کو مذہب شارح سمجھنا وہابیہ کی سخت نافہمی ہے۔ یقیناً کلام بر سبیل الزام ورنہ لازم آئے کہ مذہب معتزلہ کو مذہب اہلسنت قرار دیا جائے وبالعکس باوجودیکہ مقام رد الزام کے لئے نہایت مناسب۔

ہاں فقط ایک بات اور ہے وہ یہ کہ کیا یہ جائز کہ کسی کو الزام دیا جائے اور اس کی تصریح نہ کی جائے کہ یہ تیرا مذہب ہے۔ الزام دینا جائز ہوتا تو یوں کہنا تھا۔

وهو عندكم من الممكنات التى تشملها قدرته تعالىٰ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علماء کا معمول ہے کہ وہ الزام میں امر مسلم عند المخالف یا اس کے مذہب کو پیش کرتے ہیں اور یہ تصریح ضروری نہیں سمجھتے کہ یہ تیرا مذہب یا تجھکو مسلم ہے۔ کیونکہ جو اس کا مذہب ہے اس کو تو وہ جانتا ہی ہے تصریح کیا ضرور۔ کتب علوم کا مطالعہ کرنے والے اس سے خوب واقف ہیں۔

اور خود شارح علامہ ایسا کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے شرح مواقف ص ۶۴۵ رد معتزلہ میں فرماتے ہیں۔

لنا على ان الحسن والقبح ليسا عقليين وجهان الاول ان العبد مجبور فى افعاله واذا كان كذلك لم يحكم العقل فيها بحسن ولا قبح لان ماليس فعلا اختياريا لا يتصف بهذه الصفات اتفاقا منا ومن الخصوم۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عبد کا اپنے افعال میں مجبور ہونا اہلسنت یا خاص شارح کا عقیدہ ہے؟۔

جس طرح یہاں تصریح نہیں وہاں بھی نہیں پھر کیا وجہ کہ یہاں تو کلام الزامی ہو وہاں نہ ہو۔

الحمد للہ کہ اب پوری طرح کشف حجاب ہوگیا اور مخالف عنید وعنود بلید کو ذرا بھی محل کلام نہ رہا۔

اگرچہ مقام میں ابھی بہت گفتگو کی گنجائش ہے اور جس قدر تدقیق کی جائے گی مخالف کی اغلاط فاحشہ

وبلادت رذیلہ ظاہر تر ہوتی جائیں گی لیکن اسی قدر اکتفا کرتا ہوں۔ والحمد للہ رب العلمین۔

مسامرہ شرح مسایرہ کی عبارت کا پیش کرنا اور زیادہ نادانی اور بیدینی ہے۔

کانہ انقلب علیہ ۔ میں یہ نظر نہ آیا کہ یہ "کأنہ" کیسا ہے۔ اگر علامہ ابوالبرکات نسفی صاحب عمدہ کی نقل برعکس تھی تو صاف۔ انقلب علیہ مانقلہ عن المعتزلۃ ۔ فرما کر نقل کی خطا ظاہر کرنا تھی۔ کأنہ کا کیا کام؟ تردد کیسا؟ یہ تو بتا رہا ہے کہ ماتن وشارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو اس انقلاب کا جزم نہیں۔ اسی طرح "فبمذہب الاشاعرۃ الیق" کے کیا معنی؟ صاف کیوں نہیں فرماتے: ہو مذہب الاشاعرۃ، یہ تصریح ہے کہ یہ مذہب اشاعرہ نہیں بلکہ صاحب عمدہ پر رد فرماتے ہیں کہ جس کو مذہب معتزلہ بتایا ہے یہ تو اشاعرہ کا مذہب قرار دیئے جانے کے لائق تھا۔ یعنی اشاعرہ کے ایسے کلام ملتے ہیں جس پر انہیں یہ الزام دیا جائے کہ یہ بات تمہارا مذہب ہونا چاہئے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ یہ مذہب اشاعرہ ہو۔

اس عبارت میں یہ احمق بھی نہیں کہ ثبوت قدرت اور امتناع عن متعلقہا بالاختیار مذہب اشاعرہ ہو۔ اس مذہب کا مذہب اشاعرہ ہونا جواب نمبر ۲ میں شرح مواقف، عقائد حافظیہ، شرح فقہ اکبر سے ثابت ہو چکا اور انہیں عبارات سے یہ بھی ثابت ہو چکا کہ قدرت علی الکذب وغیرہ مذہب معتزلہ ہے۔ تو اب نقل کی صحت میں تو شبہ نہیں۔ خود ماتن وشارح نے ایسے الفاظ لکھ دیئے جس سے عاقل سمجھ لے کہ نقل پر اعتراض نہیں۔ نہ یہ مدعا ہے کہ ثبوت قدرت مع الامتناع بالاختیار۔ مذہب اشاعرہ ہے۔

خود اسی مسامرہ ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں:

قلنا لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرہم فی ان کل مکان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص فی حق العباد ۔

پھر کذب کا امکان ومقدوریت کس طرح مذہب اشاعرہ ہوسکتا ہے۔ وہابیہ کے یہ فریب ہیں اللہ بچائے۔ اسی مسامرہ کے ساتھ شیخ زین الدین قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ چھپا ہوا مشہور ہے جو جدول کے اندر مستقل کتاب کی طرح چھاپا گیا ہے۔ جس طرح اور اکابر نے تصریح کی ہے اور شرح مواقف وشرح فقہ اکبر وغیرہ سے گذر چکا ہے کہ کذب کا امکان ومقدوریت مذہب معتزلہ ہے اس طرح آپ نے "کانہ انقلب علیہ" کے مطلب کو واضح کرنے کے لئے یہ صاف کہہ دیا کہ انقلاب درحقیقت ہے نہیں بلکہ یہ اشاعرہ پر الزام ہے کہ تمہارے اقوال جن پر حنفیہ کو اعتراض ہے مسلم رکھیں جائیں۔ تو پھر اس امکان کو مذہب معتزلہ نہ کہنا چاہئے بلکہ تمہارا مذہب کہا جائے تو بعید نہیں۔ اسی حالت میں یہ نقل اگر صحیح ہے مگر

تمہارے اقوال کو مدنظر رکھکر کالمنقلب کہی جائے تو کیا بیجا ہے۔ یہ الزام کا ایک ابلغ طریقہ ہے۔ اور علماء اس کو خوب سمجھتے ہیں اور "کانہ" اور "الیق" عربی کے الفاظ اس کو اچھی طرح واضح کر دیتے ہیں۔ مگر اسی لئے کہ بدمذہبوں کو اس عبارت سے دھوکہ دینے کا موقع نہ رہے فاضل محشی نے فرمایا۔

قلت نقلہ عن المعتزلۃ اکابر المتکلمین کابی المعین وغیرہ۔

اب تو یہ احتمال نہ رہا کہ صاحب عمدہ کی نقل میں اختلاف ہوا آگے کتاب میں فرماتے ہیں:

ولاشك ان الامتناع عنہا من باب التنزیہات فیسبر العقل فی ان ای الفصلین ابلغ فی التنزیہ عن الفحشاء اھو القدرۃ علیہ مع الامتناع عنہ مختارا اوالامتناع لعدم القدرۃ فیجب القول بادخل القولین فی التنزیہ ۔

اس پر علامہ قاسم قطلو بغا اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قلت من یجوز منہ وقوع تلك الامور فامتناعہ مع القدرۃ ابلغ لکن الباری لایجوز منہ الوقوع فلایجوز وصفہ بالقدرۃ لان ماجاز ان یکون مقدورا لہ جاز ان یکون موصوفا بہ لان تفسیر کونہ جائزاً ان یمکن فی العقل تقدیر وقوعہ ومایمکن فی العقل تقدیر وجودہ جاز ان یوصف اللہ تعالیٰ وفیہ تجویز کون اللہ تعالیٰ ظالما وانہ محال وھذا بسط قول بعضہم لایجوز وصفہ لان جواز وصفہ بالقدرۃ علی الظلم یستلزم جواز تحقق ای جواز کونہ موصوفا بہابالفعل لکن اللازم منتف لان تجویز کون اللہ تعالیٰ ظالما کفر ولان الظلم لوکان جائزا منہ لکان اما مع بقاء صفۃ العدل وھومحال لان فیہ جمعا بین الضدین وھما العدل والظلم واما مع زوالہا وھو ایضا محال لان صفۃ العدل للہ تعالیٰ ازلیۃ واجبۃ وما یکون ازلیا واجبا یستحیل عدمہ ۔

اس عبارت کے سمجھنے کے لئے بعونہ تعالیٰ یہ مختصر تحریر کافی ہے۔ زیادہ تفصیل اس لئے ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز نے حاشیہ مسامرہ میں اس مسئلہ کا بے نظیر حل فرمادیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عناو عن سائر المسلمین۔

اعلیٰ حضرت کی تحریر منیر یہ ہے:

قولہ" وکانہ انقلب علیہ" اقول: ھذا الرد علی الامام الا جل ابی البرکات النسفی صاحب المدارک والکنز والکافی والوافی والعمدۃ وغیرھا من التصانیف

الرائقة فی التفسیر والفقه والکلام بوجهین۔

الاول :انه نسب الی المعتزلة القدرة علی تلك القاذورات وهم مع ضلالهم مبرؤن عن ذلك فقد صرحوا ایضا وفاقا لاهل السنة باستحالة کل ذلك علیه سبحانه وتعالیٰ۔

اقول فی الجواب عنه: ان بعضهم بجهله وضلاله صرح بخلاف ذلك والامام النسفی ثقة فی النقل فلایوخذ علیه بوجود النقل عن اکثرهم بوفاق اهل السنة فان بعضا من قوم اذا قالوا بقول جاز نسبتة الیهم علی سبیل وان کان اکثرهم لهم یقولوابه الاتری الی قوله تعالیٰ وقالت الیهود عزیر بن اللّٰه مع ان القائل بهذا من الیهود لم تکن الاشرذمة قلیلة کانوا وبانوا کما صرحوا به۔

والثانی: ان الذی نسبه الی المعتزلة فهو انسب بمقال الاشاعرة النافیة للحسن والقبح العقلین الاتری انهم یحوزون علی اللّٰه تعالیٰ التکلیف بالمحال الذاتی ویجوزون تعذیب المطیع الذی لم یعص اللّٰه طرفة عین ویزعمون انه تعالیٰ یمتنع عن ذلك لا انه لاقدرة له علی ذلك فکان قیاس قولهم ان یقال بعضا ایضا کذلك اقول وانت تعلم ان المصنف رحمه اللّٰه تعالیٰ لم یذکره مذهبا لنفسه کیف وانه لیس من الاشاعرة بل من الماتریدیة کیف وقد نص بنفسه فی نفس هذا الکتاب فی الخاتمة ص ٦٤۔ حیث لخص عقائد اهلسنة وذکرها اجمالا لیحفظها المومن ویعتقد بها مانصه ۔" لاضدله تعالیٰ ولا مشابه ولاحد ولانهایة ولا صورة یستحیل علیه سمات النقص کالجهل والکذب "۔هذا هو عقیدته بل عقیدة جمیع اهل السنة فانه قال فی صدر تلك الخاتمة ولنختم الکتاب بایضاح عقیدة اهل السنة والجماعة ثم جعل بسردها وذکر منها هذا فهو رحمه اللّٰه تعالیٰ بنفسه معتقد باستحالة الکذب علیه تعالیٰ کا ستحالة الجهل وعالم بان هذا هو عقیدة جمیع اهل السنة الا تری انه لم یذکره عقیدة لنفسه بل رواه عن جمیع اهل السنة والجماعة وقد قدم الشارح رحمه اللّٰه تعالیٰ ص١٧٥ ۔"انه لاخلاف بین الاشعریة وغیرهم فی ان کل ماکان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزه عنه وهو محال علیه تعالیٰ والکذب وصف نقص"۔ فهذه عقیدة الاشاعرة وجمیع اهل السنة وانت تری انه لم

یذکر ماذکر ههنا روایة عن الاشاعرة ولا قال انه مذهبهم او مذهب احد منهم وانما ذکر قیاسا منه انه الیق بمذهبهم ووجه زعم الالیقیة هو ماذکرنا من اقاویلهم فی تکلیف المحال وتعذیب المطیع ومن الجلی عند کل من له حظ من العقل ان مایذکر قیاسا علی بعض ماصدر منهم من الاقاویل لایکون مذهبهم اصلاوان لم یات منهم تصریح بخلافه فکیف وهم قاطبة مصرحون ببطلانه فکیف والمصنف بنفسه والشارح کذلك نقلا عن مذهب اهل السنة والجماعة ماهو قاض ببطلان هذا القیاس فکیف وفساد هذا القیاس واضح بغیر القیاس کمابینه تلمیذ المصنف الاکبر العلامة القاسم بن قطلو بغا رحمه اللّٰه تعالیٰ فی حاشیة هذا الکتاب ۔ ص ١٨١ ۔ والحق ان هذا القیاس انما ینشوء مماوقع من متاخری الاشاعرة من تحیرات وترددات نشاء ت عن غفلتهم عن محل الوفاق فی مسئلة الحسن والقبح العقلین کما بینه المصنف انفا بیاناشافیا۔ ص١٧٤ وص ١٧٥ ۔ فسبحن من لاینسی۔ اذا عرفت هذا وضح لك بتوفیق اللّٰه تعالیٰ ان تشبث هذا الکذب الذی ظهر فی زماننا فی گنگوه بهذه العبارة لمذهبه الخبیث انما هو تشبث الغریق بالحشیش فانه ان اراد ان هذا مذهب المصنف رحمه اللّٰه تعالیٰ فهو مکذب له ومتحاش عنه بنصه الصریح فی الخاتمة وان اراد انه مشرب الشارح رحمه اللّٰه تعالیٰ فهو مکذب له ومتبری منه بنصوصه الجلیه المارة والآتیة ۔ ص ١٧٥و ص ٦٤ وغیر ذلك وان اراد انه مذهب الاشاعرة فهم مکذبون له وبراء عنه بشهادة المصنف والشارح فیما نقلا عنهم فی الصفحتین المذکورتین وایضا بنصوص الاشاعرة انفسهم کمانقلنا ها فی سبحان السبوح وان اراد المتمسك بان هذا هو الیق والصق باقوالهم وان لم یقولوابه فلیعترف الظالم الکذب المکذب اولا بانه یخالف ائمة اهل السنة والجماعة قاطبة ویقول بمالم یقل به احدمنهم بل صرحوا جمیعا ببطلانه وانما یرید المتمسك لبدعته بمازعم ابن الهمام انه الیق بقول الاشاعرة مع تصریحه نفسه بانه لیس مذهب اهل السنة والجماعة فعند ذلك یظهر عند کل من له سمع او بصر انك قد فارقت الجماعة وخرقت الاجماع واکثرت الخلاعة واخترت الابتداع وقلت بما ابطله ائمة السنة والجماعة جمیعا وسببت ربك بمالأفیك سبا شنیعا وتثبثت بقیاس فاسد باطل مفسول نشاء عن ملاحظة اقوال نشاء ت

عن غفلة وذهول فاخسأ فلن تعد دقدرك يا كباد كابن صياد"۔ ومن يضلل الله فماله من ها
دولا حول ولا قوة الا بالله الكريم الجواد وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وآله وصحبه
وسائر الاسياد آمين۔

ثم رايت المصنف ارجع هذا فی كتابه التحرير الی نزاع فی اللفظ حيث قال بعد
احالة المسئلة على المسائرة مانصه هذا ولو شاء الله قال قائل هو لفظی فقول الاشاعرة هو
انه لا يستحيل العقل كون من المصنف بالالو هية ولاملك لكل شئ متصفا بالجور ومالا
ينبغی اذ حاصله انه مالك جائر ولا يستحيل العقل وجود مالك كذلك ۔ ولا يسع الحنفية
انكاره وقولهم يستحيل بالنظر الى ماقطع به من ثبوت اتصاف هذا العزيز الذی انه الاله
باقصى كما لات الصفات من العدل والاحسان والحكمة اذ يستحيل اجتماع النقيضين
فلحظهم اثبات الفرة بشرط المحمول فی المتصف الخارجی والاشعرية بالنظر الى مجرد
مفهوم اله ومالك كل شئ اه اقول هذا اهون واقرب ان سلم له ماقال بطل عند الاشاعرة
ايضا امكان نقيضه على الذات العلية لمعنى فی نفسها فهوالامتناع الذاتی وذلك لان
صفاته الكمالية كلها مقتضى نفس ذاته تعالىٰ بل لوازم نفس ذاته لايعقل للذات الانفكاك
عنها فی شئ من المواطن فمنافاة لوازم الذات لشی تحيله على الشئ بالذات كالفردية
للازبعية حيث تنافی لوازم ذاتها الزوجية فكيف لوازم الذات هی مقتضاة نفس الذات
لاقتضائها نفسها لاضداد تلك النقائص فاذن يكون كمثل قولهم ان شرط التضاد وصحته
التورد على محل واحد ونصوا ان المراد الصحة من الضد لان جهة الضد المحل فهذا
محصل مايعطيه كلامه ۔ هذا وقد غلطه وخلطه رحمه الله فی جعلها ضرورة بشرط
المحمول فان كل محمول ثابت لموضوعه بالضرورة بشرط نفسه فزيد قائم بالضرورة
بشرط قيامه وكان اراد الضرورة بشرط الوصف العنوانی وجعل القضية مشروط عامة
والحق انها ضرورية مطلقة اذ الصفات العلية مقتضاة نفس الذات العلية فخلافه مناف
لنفس الذات العلية بحسب الوجوه ای بحسب نفس الذات لان الوجود ههنا عين الذات
قطعا فلم يبق الاعدم المنافاة لمفهوم ذهنی ليس بآله وهذالايضرنا وقد رجع اليه قوله
والاشعرية بالنظر الى مجرد مفهوم آله وبالجملة هذا مآل كلامه وهو اقرب اما نحن

فبحمد ربنا لايعقل الها جاهلا عاجزاً كاذباً سفيهاً ناقصاً معيباً سبحنه وتعالىٰ عمايصفون
وبالجملة ماهذا الابحث بحثه المصنف على مذهب الاشاعرة والبحث لايكون عقيدة
ولا الاحتجاج به الامكيدة لايضل بها الا ذو ديانة فسيده وقد قال الامام محمد السنوسی
رحمة الله تعالىٰ عليه فی شرح عقيدته الكبرى فی اكبر فی هذا لايصح نسبتها لهم بل هی
مكذوبة عنهم ولئن صحت فانما قالوه فی مناظرة مع المعتزلة جراليها الجدل اه يثبت الله
الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحيوة الدنيا والاخرة وحسبنا الله ونعم الوكيل ويضل الله
الظلمين ويفعل الله مايشاء ۔ خاتم الائمۃ اعلیٰ حضرت قدس سرہ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ کذب باری تعالیٰ محال ہے مگر بکر کا عقیدہ ہے کہ کذب باری تعالیٰ ممکن ہے
لہذا اعلماء دین کا اور شرع شریف کا حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب
زید کا عقیدہ کتب عقائد کے موافق ہے۔
شرح مواقف میں ہے: يمتنع عليه الكذب اتفاقا۔ (شرح مواقف کشوری ص ۶۰۴)
اللہ تعالیٰ پر باتفاق کذب ممتنع ہے۔
مسایرہ ومسامرہ میں ہے: يستحيل عليه سبحانه سمات النقص كالجهل والكذب ۔
(مسایرہ ص ۱۶۴)
اللہ سبحانہ پر سمات نقص مثل جہل وکذب محال ہیں۔
شرح فقہ اکبر میں ہے: والكذب عليه محال ۔ (مصری ص ۲۲)
اللہ پر کذب محال ہے۔
اسی طرح تمام تفاسیر اور فقہ اور عقائد کی کتابوں میں ہے لہذا زید کا عقیدہ بالکل حق ہے سلف

وخلف کے موافق ہے اور بکر کا عقیدہ تمام امت کے خلاف متقدمین ومتاخرین کے خلاف اجماع مسلمین کے خلاف بالکل غلط اور باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۔تا۔۱۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی جانب امکان کذب کی نسبت کرنا اور "ان اللہ علی کل شئی قدیر" کے تحت داخل کرنا درست ہے یا نہیں؟۔

(۲) حضور علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہے یا نہیں اور خاتم کے معنیٰ اصل نبی کرنا کیسا ہے؟۔

(۳) حضور انور ﷺ کو اپنی مانند بشر اور بڑے بھائی کی طرح ماننا درست ہے یا نہیں اور "انما انا بشر مثلکم الخ" سے کیا مراد ہے؟۔

(۴) حضور اکرم علیہ التحیۃ والثنا کو علم "کان وما یکون" تھا یا نہیں۔ اور "لا یعلم الغیب الا اللہ" کا کیا مطلب ہے؟۔

(۵) سرکار دو عالم فداہ امی وابی اور دیگر بزرگان دین کے مزارات کی نیت سے سفر کرنا کیسا ہے؟ اور "لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الخ" کا کیا مطلب ہے؟۔

(۶) اذان میں حضور علیہ السلام کا نام نامی سنکر انگوٹھے چومنا درست ہے یا نہیں۔ اور "لم یصح فی المرفوع من ھذا شئی"۔ کا کیا جواب ہے؟

(۷) ذکر ولادت کے وقت تعظیم کیلئے کھڑا ہونا اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنا کیسا ہے اور "لا تقوموا کما تقوم الاعاجم" کا کیا حل ہے؟

(۸) انبیاء کرام کو دربار خداوندی میں وسیلہ بنانا اور "وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر" کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۹) درود تاج پڑھنا اور دافع البلا کہنا درست ہے یا نہیں اور اقوال "شیئا للہ قیل یکفر"۔ درمختار باب المرتدین بحث کرامات اولیاء کا مطلب کیا ہے؟۔

(۱۰) حضور غوث پاک کی گیارہویں کرنا اور مزارات پر پھول ڈالنا کیسا ہے۔ اور "لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج" کا کیا جواب ہے؟۔

مہربانی فرما کر ہر ہر سوالات کے جوابات بالتفصیل خصوصا نمبر ۱۔۲ کو بالتوضیح بیان فرمائیں اور عبارت وترجمہ ونام کتاب وباب وصفحہ کا بھی حوالہ عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

محمد حسین محلہ لوہار پٹی اندور سٹی مورخہ ۱۰/مارچ ۵۱ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) ہر ذی عقل جانتا ہے کہ کذب عیب ونقص ہے اور کسی عیب ونقص کی نسبت اللہ عز وجل کی جانب ہرگز ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ شرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیہ عندنا بثلاثۃ اوجہ الاول انہ نقص والنقص علی اللہ محال اجماعا۔ (شرح مواقف کشوری ص۶۰۴)

ہم اہل سنت کے نزدیک خدا کیلئے کذب ممتنع ہے تین وجہ سے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کیلئے بالاجماع محال ہے۔

مسایرہ ومسامرہ میں ہے: وھو ای کذب مستحیل علیہ تعالیٰ لانہ نقص۔
(مسامرہ ص۸۴)

کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے اس لئے کہ وہ عیب ہے۔

اسی مسامرہ میں ہے: لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم ان کل ما کان وصف النقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص فی حق العباد۔ (از مسامرہ ص۸۴)

اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کا اس میں خلاف نہیں کہ جو کوئی صفت بندے کے حق میں عیب ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور کذب بندوں کے حق میں عیب ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ کذب عیب ونقص ہے اور جو عیب ونقص ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ عیب ونقص اس کے لئے ثابت کرنا محال ہے۔

شرح مواقف میں ہے: ممتنع علیہ الکذب اتفاقا۔

(از شرح مواقف ۲۰۴)

بالاتفاق اللہ پر کذب ممتنع ہے۔

ان عبارات سے اللہ تعالیٰ کے لئے کذب محال وممتنع ہونا ثابت ہوگیا۔اور محالات وممتنعات تحت قدرت داخل نہیں ہوتے۔

شرح مواقف میں ہے:ان علمه تعالیٰ یعم المفهو ما ت کلها الممکنة والوا جبة و الممتنعة فهو اعم من القدر ة لا نها تختص با لممکنا ت دو ن الواجبات و الممتنعا ت ۔

بیشک اللہ تعالیٰ کا علم سب مفہوم کو عام ہے وہ ممکنات وواجبات ہوں یا ممتنعات ہوں۔تو علم قدرت سے عام ہوا کہ قدرت ممکنات پر ہوتی ہے نہ کہ واجبات ممتنعات پر ہے۔

حضرت شیخ زین الدین قاسم حنفی شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل من الله تعا لیٰ کا لظلم و الکذ ب فلا یو صف الله تعا لیٰ بکو نه قا درا علیه

(شرح مسایرہ ص۸۹)

اللہ تعالیٰ سے ظلم وکذب محال ہے کہ اللہ ان پر قادر ہونے کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتا۔

شرح عقائد میں ہے: الکذب نقص و النقص علیه محا ل فلا یکون من الممکنا ت و لا تشمله القدر ة ۔

کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر عیب محال ہے تو کذب ان ممکنات سے نہیں جس کو قدرت شامل ہو۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ محالات تحت قدرت نہیں۔

(یہاں صفحہ ۱۲ اصل فتاوی میں بیاض ہے)

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
خدائے تعالیٰ معاذ اللہ بے عیب نہیں ہے کیونکہ مثلا ایک شخص نے کھیتی ڈالی اور اس میں نقصان ہوگیا زید کہتا ہے کہ کیوں ہوا جب خدائے تعالیٰ تو بے عیب ہے تو ہم نے کہا کہ اسکی تقدیر میں نقصان

ہونا ہی لکھا تھا تو اس نے کہا کہ جب فائدہ ہوتا ہے تو یہ کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے ہے تو خدائے تعالیٰ بے عیب کہاں رہا۔مہربانی فرماتے ہوئے جواب مع دلائل قاہرہ کے عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

بینوا توجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

اہل اسلام کے عقیدہ میں بلا شک اللہ تعالیٰ بے عیب ہے۔نفع نقصان سب اس کی طرف سے ہے۔اسی کے پیدا کرنے اسی کے مشیت وارادہ سے نفع یا نقصان پہونچتا ہے۔اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ تقدیر میں جو نفع یا نقصان لکھا ہوا ہے وہ ضرور پہنچنے والا ہے بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے جہان میں جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ تحریر فرما دیا ہے۔تو اگر کوئی چیز اس لکھے ہوئے کے مطابق نہیں ہوتی ہے تو علم الٰہی غلط ہوا جاتا ہے اور علم الٰہی غلط ہو نہیں سکتا۔تو جو کچھ لکھا ہوا ہے اسی کے بالکل موافق ہوگا۔اب باقی رہا کہ نقصان کیوں ہوتا ہے تو نقصان کی وجہ کبھی تو بندے کا امتحان وآزمائش منظور ہوتی ہے کہ یہ بندہ آیا بوقت نقصان ثابت قدم رہتا ہے اور صبر ورضا کا اظہار کرتا ہے۔یا بے صبری کر کے راہ استقامت سے پھسلتا ہے اور جزع فزع کرتا ہے۔کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بندہ کم علمی اور ناعاقبت اندیشی سے نقصان متصور کرتا ہے اور علم الٰہی میں انکے لئے دنیا ہی میں یا آخرت میں یا ہر دو میں اسکو نفع عظیم پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔تو وہ نقصان اس نفع عظیم کے مقابلہ میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوتا۔کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بندہ سے کوئی خطا یا جرم ہوگیا ہے تو اس کو بغرض تنبیہ نقصان پہنچایا گیا تاکہ وہ پھر ایسے جرم و خطا کا ارتکاب نہ کرے۔اور اس تنبیہ سے سبق حاصل کرے۔تو ان وجوہ میں اگر بظاہر نقصان ہی معلوم ہوا کرتا ہے لیکن حقیقتا اس کو نفع عظیم تک پہنچانا ہوا کرتا ہے۔تو نہایت کم عقل ہے وہ انسان جو اپنے قصور علم کو تو نہ دیکھے اور بے عیب ذات قدوس میں عیب ونقص کا دھبہ لگائے،ادنی عقل وفہم رکھنے والا ایسی ناپاک جرأت نہیں کرسکتا۔مالک علام خالق جہاں کو عیب ونقص سے بیان کرے۔اگر شخص مذکور مدعی اسلام تھا تو کافر ہوگیا۔

کتب عقائد میں ہے۔یجب ان یعتقدا جما لا انه تعالیٰ متصف بجمیع الکمالات التی لا یحصها الا الله تعالیٰ و انه منتزه عن جمیع النقائص (شرح تیجان۔ص۴۴)

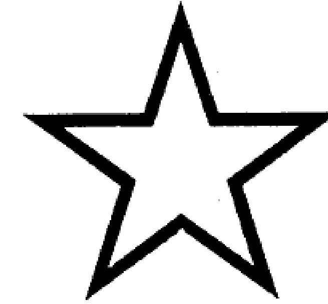
فتاوی عالمگیری میں ہے:یکفر اذا و صف الله تعالیٰ بما لا یلیق به او سخر باسم من

اسمائه او امر من او امره او نسبه الی الجهل او العجز او النقص ملخصا۔

(فتاوی عالمگیری۔ج ۴ ص ۴۸۱)

لہذا شخص مذکور پر توبہ واستغفار واجب ہے اور اگر بیوی تھی تو اس سے تجدید نکاح ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل



﴿۲﴾ باب الایمان والاسلام

مسئلہ (۱۲)

بعالی خدمت فیض درجت محبوب ملت حضرت مولٰنا مولوی رئیس المفتین الحاج شاہ محمد اجمل صاحب قبلہ مفتی ہند دامت برکاتہم العالیہ بعد سلام مسنون معروض

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس بارے میں کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین شریفین مؤمن موحد ہیں یا نہیں یہاں امام مسجد چو چیان کہتے ہیں کہ حضور کے والدین شریفین مؤمن موحد نہیں تھے اور ان کا انتقال کفر پر ہوا زید کہتا ہے کہ والدین شریفین حضور پرنور مومن موحد ناجی ہیں۔ اور توحید پر ہی انتقال ہوا۔ امام مذکور اپنی دلیل میں شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی لاہور کی یہ عبارت پیش کرتا ہے" والدا رسول الله ﷺ ماتا علی الکفر۔ (ص ۱۲۹)

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں "هذا رد علی من قال انهما ماتا علی الایمان۔

اور یہ حدیث پیش کرتا ہے۔عن ابی هريرة قال زار النبی ﷺ قبر امه فبکی وابکی من حوله فقال استأذنت ربی فی ان استغفر لها فلم یاذن لی و الی آخره

(مسلم شریف ج ۲۔ابن ماجہ)

(۲) قال یا رسول الله فاین ابو ك قال رسول الله ﷺ حیث ما مررت و الی آخره۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۴)

(۳) و فی روایة ابی و اباك فی النار۔

زیدان کا یہ جواب دیتا ہے کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور میں ہی یہ عبارت ہے۔ مصری مطبوعہ فقہ اکبر وشرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امام اعظم کو بدنام کرنے کیلئے یہ عبارت بڑھادی ہے اور احادیث کا جواب یہ۔ کہ حدیث۔ میں اس وجہ سے اجازت نہیں

ملی کہ حضور کی والدہ کا انتقال مثل معصوم بچہ کہ ہوا۔ جیسا کہ شیخ جلال الدین نے لکھا ہے حدیث ۳۔۴ میں باپ سے مراد ابو طالب ہیں۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی و شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کا یہی جواب دیا ہے۔ امام مذکور کہتا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی ہیں زید نے کہا عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ہے یہ مسئلہ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے شافعی وحنفی کا سوال کھڑا کرنا بے جا ہے۔ اب حضور والا سے گذارش ہے کہ تفصیل سے اسکا جواب دیجئے۔ حضور کے والدین شریفین مومن موحد ہیں یا نہیں اگر ہیں تو عبارت شرح فقہ اکبر واحادیث کا جواب کیا ہے۔ امام مذکور کا شریعت میں کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ جس قدر جلد ہوسکے جواب دیجئے۔ بینوا توجروا الی یوم القیامۃ۔

المستفتی، ماسٹر نیاز محمد محمد رمضان جودھپور ۲۶ اکتوبر

الجواب

الحمد للہ و کفیٰ والصلوۃ والسلام علی من اصطفیٰ وعلیٰ الہٖ وصحبہ ومن اجتبیٰ۔

بلا شک حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر نہیں تھے، اس دعویٰ پر قرآن وحدیث سے کثیر دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتا ہوں۔

دلیل اول: قرآن کریم میں ہے "ولعبد مومن خیر من مشرك" ترجمہ بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔ اور بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب صفۃ النبی میں یہ حدیث مروی ہے

بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ

(بخاری مصطفائی جلد اول صفحہ ۵۳۰)

یعنی میں قرون بنی آدم کے ہر طبقہ اور قرن کے بہتر میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں جس میں پیدا ہوا اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر قرن وزمانہ کے بہترین زمانہ اور خیر قرن میں پیدا ہوئے اور آیت کریمہ نے بتایا کہ کافر مسلمان غلام سے خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو اب صاف طور پر نتیجہ نکل آیا کہ حضور کے آباؤ امہات کسی قرن وطبقہ میں کافر نہیں ہوسکتے ورنہ اس آیت اور حدیث دونوں کا انکار لازم آئیگا۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ والدین کریمین ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

ان آباء محمد ﷺ ماکانوا مشرکین۔ نقلہ السیوطی فی کتابہ التعظیم والمنۃ۔

علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں تصریح کرتے ہیں۔ "فوجب ان لا یکون احد من

اجداده مشرکاً۔ (مواہب لدنیہ مصری جلد ۱ صفحہ ۲۴)

یعنی یہ واجب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد سے کوئی بھی مشرک نہ ہو اور بلا شک وہ مشرک نہیں تھے۔ بالجملہ اب قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ امت سے ثابت ہوگیا کہ حضور کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے۔

دلیل دوم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انما المشرکون نجس" یعنی مشرک وکافر تو ناپاک ہیں۔ اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلاب طیبۃ الی ارحام طاھرۃ صافیا مھذبا لا تشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۱۱)

یعنی ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک شکموں کی طرف نقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا آراستہ۔ اب دو شاخیں پیدا ہوئی تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء وامہات پاک ہوئے اور قرآن حکیم نے فرمایا کہ کافر ناپاک ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر نتیجہ ظاہر ہوگیا کہ حضور کے تمام اباء وامہات جب پاک ہیں تو وہ کافر ومشرک نہیں ہوئے کہ کافر تو ناپاک ہوتا ہے۔ ورنہ اس آیت وحدیث کی مخالفت لازم آئیگی۔

اسی بنا پر زرقانی میں علامہ سنوسی محقق تلمسانی محشی شفا کا قول منقول ہے:

لم یتقدم لوالدیه ﷺ شرك وكانا مسلمين لانه عليه الصلوة والسلام انتقل من الاصلاب الكريمة الى الارحام الطاهرة لا يكون ذلك الامع الايمان بالله تعالیٰ۔

(زرقانی مصری جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

یعنی حضور کے والدین کے پہلے شرک ثابت نہیں تو وہ مسلمان ہوئے اس لئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بزرگ پشتوں سے پاک شکموں کی طرف منتقل ہوئے اور یہ بات اللہ پر ایمان کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔ الحاصل ان آیات واحادیث واقوال ائمہ ملت سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے والدین کریمین ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے بلکہ یہ حضرات مسلمان موحد تھے اس دعوے پر دلیل اول یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے "وتقلبك فی الساجدین" یعنی تمہارا کروٹیں بدلنا سجدہ کر نے والوں میں۔ علامہ سیوطی الدرج المنیفۃ میں تحت آیۃ کریمہ فرماتے ہیں:

معناه انه كان ينقل نوره من ساجد الى ساجد ولهذا التقرير فالآية دالة على ان

جمیع آباء محمد کانو امسلمین۔

یعنی آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف نقل ہوتا تھا تو اس تقریر کی بنا پر آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے حضرت علامہ سیوطی الدرج المنیفۃ میں خاص والدین کریمین کے لئے تصریح کرتے ہیں

انهما كاناعلىٰ التوحيد ودين ابراهيم عليه السلام كما كان على ذالك طائفة العرب كزيد بن عمر وبن نفيل وقيس بن ساعدةو ورقة بن نوفل وعمير بن حبيب الجهنى وعمر وبن عتبة

یعنی والدین کریمین توحید اور دین ابراہی پر تھے جیسے کہ عرب کا ایک گروہ زید بن عمرو بن نفیل قیس بن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل۔ عمیر بن حبیب الجہنی۔ عمرو بن عتبہ تھے۔

دلیل دوم: ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ"

یعنی بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں " من رضا محمد ﷺ ان لا يدخل احد من اهل بيته النار۔ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۹۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی رضا یہ ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کا طالب تو ان کے آباء و امہات پھر کیسے اہل نار سے ہو سکتے ہیں۔ نیز احادیث ملاحظہ ہوں۔

مسلم شریف میں ''باب شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب'' میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا:

يا رسول الله هل نفعت ابا طالب بشئى فانه كان يحوطك ويغضب لك قال ﷺ نعم هو فى ضحضاح من نار ولو لا انالكان فى الدرك الاسفل من النار۔

یعنی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے اور آپ کی حمایت میں غضبناک ہوتے تھے حضور نے فرمایا ہاں میں نے نفع پہنچایا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے۔ اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہوتے۔ حدیث مسلم شریف کے اسی باب میں انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اهون اهل النار عذابا ابو

طالب وهو متنعل بنعلين يغلى منهما دماغه۔ (مسلم مع نووی صفحہ ۱۱۵)

یعنی دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ابو طالب ہے کہ وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے) ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے ابو طالب ہیں اور ظاہر ہے کہ ابو طالب پر سب سے ہلکا عذاب ہو جانا خود ان کے اعمال کی بنا پر تو ہو نہیں سکتا کہ کافر کے تو اعمال ہی برباد ہو جاتے ہیں تو پھر ان پر یہ تخفیف عذاب ہمارے نبی ﷺ کی نسبت قرابت اور خدمت و حمایت ہی کی بنا پر تو ہوئی بلکہ حضور کی شفاعت سے ان پر اس قدر ہلکا عذاب ہوا باوجودیکہ انہوں نے زمانۂ اسلام پایا۔ انہیں دعوت اسلام دی گئی اور انہوں نے قبول اسلام سے صاف انکار کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین نے تو نہ زمانۂ اسلام ہی پایا۔ نہ ان کو دعوت ہی پہونچ سکی۔ پھر ان کو جو نسبت جزئیت حاصل ہے اس کا کوئی خدمت اور قرابت مقابلہ نہیں کر سکتی نیز ان کے حق میں جس قدر شفاعت ہو سکتی تھی وہ کسی اور کے لئے متصور نہیں ہو سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر جو رعایت و عنایت کرتا وہ کسی غیر کے لئے ہو نہیں سکتی کہ اس میں محبوب کا اعزاز و اکرام تھا۔ تو اگر بقول مخالف یہ اہل نار سے ہوتے تو پھر ابو طالب سے بھی بہت زیادہ ہلکا عذاب ہوا چاہئے تھا۔ لہذا اہل نار میں سب سے ہلکے عذاب والے یہی ہوتے اور یہ مسلم شریف کی حدیث کے خلاف ہے کہ اس میں ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا مذکور ہے۔ اور یہ بات جب ہی متصور ہو سکتی ہے کہ والدین کریمین ہرگز ہرگز اہل نار سے نہیں ہوئے بلکہ بلا شبہ اہل جنت سے ہیں۔ حدیث حاکم نے بسند صحیح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه ﷺ سئل عن ابويه فقال ماسألتهما ربى فيعطينى فيهما وانى لقائم المقام المحمود۔ (المقامۃ السندسیہ للسیوطی صفحہ ۸)

یعنی حضور ﷺ سے آپ کے والدین کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا میں نے ان کے لئے اپنے رب سے جو کچھ طلب کیا تو اس نے ان کے حق میں مجھے عطا فرمایا بیشک میں مقام محمود پر قائم ہوں۔

حدیث ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور حافظ محبّ الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں ابو القاسم نے اپنی امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " سألت ربى ان لا يدخل احد من اهل بيتى النار فاعطانيها " (جامع صغیر مصری جلد ا صفحہ ۲۴)

یعنی میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو

فرمایس نے مجھے یہ بات عطا فرمادی)۔ بالجملہ اس قدر آیات واحادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طور
ثابت ہوگیا کہ نبی ﷺ کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے بلکہ بلاشک مؤمن وموحد
تھے اور بلاشبہ اہل جنت تھے۔ اوران کی وفات بھی اسی ایمان وتوحید پر ہوئی۔

چنانچہ علامہ سیوطی ''السبل الجلیہ'' میں فرماتے ہیں:

قد ماتا فی حداثة السن فان والده ﷺ صحح الحافظ الصلاح الدين العلائی انه
عاش من العمر نحو ثمان عشره سنة ووالدته ماتت فی حدود العشرين تقريبا ومثل
هذاالعمر لايسع الفحص عن المطلوب فی ذلك الزمان وحكم من لاتبلغه الدعوة انه
يموت ناجيا ولا يعذب ويدخل الجنة۔

یعنی والدین کریمین نے نوعمری میں وفات پائی اور حافظ صلاح الدین علائی نے اس کی تصحیح کی
کہ حضور کے والد اٹھارہ سال کی عمر تک زندہ رہے اور آپ کی والدہ نے تقریبا بیس سال میں وفات پائی
اوراس جیسی عمروالا اس جیسی نوعمری کے زمانہ میں کسی مقصد کی تلاش کی وسعت نہیں رکھتا تو جس کو دعوت نہ
پہنچے اس کا حکم یہ ہے کہ وہ بیشک ناجی ہوکر مریگا اور عذاب نہ دیا جائیگا اور جنت میں داخل ہوگا۔

یہی علامہ ''التعظیم والمنہ'' میں فرماتے ہیں:

انا ندعی انهما كانا من اول امرهما على الحنفية دين ابراهيم عليه السلام وانهما
لم يعبدا صنما قط'' (التعظیم والمنہ صفحہ ۴۰)

بے شک ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ والدین کریمین اپنی ابتدا ہی سے دین ابراہی پر تھے اور بے
شک ان دونوں نے بت کی کبھی عبادت نہیں کی۔

ردالمحتار میں ہے: واما الاستدلال على نجاتهما بانهما ماتافی زمن الفترة فهو مبنی
على اصول الاشاعرة ان من مات ولم تبلغه الدعوة يموت ناجيا واما الماتريدية فان مات
قبل مضى مدة يمكنه فيهاالتامل ولم يعتقد ايمانا ولا كفرا فلا عقاب عليه"

پھر چند سطر کے بعد ہے " فالظن فی كرم الله تعالىٰ ان يكون ابواه ﷺ من احد هذين
القسمين بل قيل ان اباه ﷺ كلهم موحدين۔ (ردالمحتار مصری جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور کے والدین کریمین کی وفات توحید پر ہوئی اور ان سے کفر وشرک
ثابت ہی نہیں ہوسکا تو انہوں نے ناجی ہوکر وفات پائی تو ان پر نہ کسی طرح کا عذاب اور وہ بلاشبہ جنتی ہیں۔

عبارت فقہ اکبر وشرح فقہ اکبر

امام مذکور کی پیش کردہ عبارات فقہ اکبر نہ مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے نہ دائرۃ المعارف حیدر
آباد کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے۔ نیز علامہ امام اہل سنت ابو منصور ماتریدی کی شرح فقہ اکبر میں نہ یہ
عبارت فقہ اکبر ہے نہ اس کی شرح میں ہے اسی طرح علامہ احمد مغنی صاوی حنفی کی شرح فقہ اکبر میں اوپر فقہ
اکبر ہے اور خط کے نیچے شرح ہے۔ تو متن وشرح میں کہیں اس مضمون کا ذکر نہیں۔ خود انھیں علی قاری کی
شرح فقہ اکبر مصری میں دیکھ لیجئے نہ اس میں یہ عبارت فقہ اکبر ہے اور نہ یہ عبارت شرح فقہ اکبر ہے تو
ثابت ہوگیا کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور میں یہ تحریف ہے۔ اور محرف کتاب قابل حجت نہیں۔ اب باقی
رہا علامہ علی قاری کا خود اس بارے میں کیا مسلک تھا تو پہلے ان کا یہی مسلک تھا جو امام مذکور کا مسلک ہے
۔ اوراس میں انہوں نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا پھر انہیں علامہ علی قاری نے اس مسلک سے رجوع کیا
ہے چنانچہ علامہ مذکور شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ابو طالب لم يصح اسلامه وامام اسلام ابويه ففيه اقوال والاصح اسلامهما على ما
اتفق عليه الا جلةمن الامة كما بينه السيوطی فی رسائله الثلاث۔

(آخر فصل معجزاتہ تفجیر الماء ببرکتہ شرح شفاء مصری جلد ۱ صفحہ ۶۰۱)

یعنی ابو طالب کا اسلام لانا صحیح نہیں۔ لیکن حضور کے والدین کے اسلام لانے میں کئی قول ہیں
زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ ان دونوں کا مسلمان ہونا ثابت ہے اسپر اجلۂ امت کا اتفاق ہے جیسا کہ اس کو
علامہ سیوطی نے اپنے تین رسالوں میں بیان کیا) پھر انہیں علامہ علی قاری نے حدیث احیاء ابوین کو بھی صحیح
ٹھہرایا اور جمہور کے نزدیک اس کو مطابق واقع بتایا۔ چنانچہ اسی شرح شفاء جلد اول کی فصل احیاء موتی میں
یہ تصریح کی:۔

واما ما ذكر وامن احيائه عليه الصلوة والسلام ابويه فالا صح انه وقع على ما عليه
الجمهور الثقات كما قال السيوطی فی رسائله الثلاث۔ (شرح شفا مصری صفحہ ۶۴۸)

یعنی جو حضور کے والدین کے زندہ کرنے کا محدثین نے ذکر کیا ہے تو زیادہ صحیح قول یہی ہے ایسا
واقع ہوا اور اسی پر جمہور ثقہ راوی وعلماء ہیں جیسے کہ علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں ذکر کیا) ان
عبارات سے ثابت ہوگیا کہ علامہ علی قاری نے والدین کریمین کے اسلام کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا اور
اس پر اجلۂ امت کا اتفاق ثابت کیا یہاں تک کہ ان کے حق میں حدیث احیاء کو صحیح ٹھہرایا اور جمہور ثقہ کے

نزدیک اس کو مطابق واقع مانا تو یہ ان علامہ کا اپنے پہلے مسلک سے رجوع ہی تو ہوا تو اس امام مذکور کا ان کے پہلے قول کی عبارت کو حجت لانا فریب ہے لہذا شرح فقہ اکبر کی عبارت سے اس کا استدلال کرنا غلط اور باطل قرار پایا۔

جوابات احادیث

جواب اول: سائل نے جو حدیث مسلم شریف سے استناد کیا ہے تو یہ حدیث صحیح ہے لیکن حدیث صحیح کا جب کوئی معارض ہو تو پھر وہ قابل عمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں " لیس کل حدیث فی صحیح مسلم یقال بمقتضاه لو جود المعارض له " جیسے صحیح حدیث بخاری و مسلم ہے کہ جب کتا کسی برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات بار دھویا جائے۔ لیکن ہمارا عمل اس پر نہیں اسی طرح کثیر احادیث مسلم و بخاری ہیں جن کی معارض احادیث موجود ہیں تو معارض پر عمل کیا جاتا ہے اور مسلم و بخاری کی احادیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تو جب اس حدیث کا معارض موجود ہے تو یہ حدیث مسلم قابل عمل نہ رہی اور معارض کا ذکر آگے آتا ہے۔

جواب دوم: یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

اجابوا الاحادیث اللتی بعضهافی صحیح مسلم بانها منسوخة بالادلة اللتی بنوا علیها قاعدةشکر المنعم وقد اور د واعلی ذالك من التنزیل اصولا منها۔ قوله تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ثم استدل بالآیات السبعة ۔

(از القامۃ السندسیہ صفحہ ۷)

اسی میں ہے: اما قول المنکر انه وردت احادیث کثیرة فی عذابهما فقد وقفت علیها باسرها ۔ وبالغت فی جمعها وحصرها ۔ واکثر ها ما بین ضعیف ومعلول والصحیح منها منسوخ بما تقدم من النقول ۔او معارض فیطلب الترجیح علی ما تقرر فی الاصول۔

(القامۃ السندسیہ صفحہ ۱۷)

انہیں علامہ سیوطی نے "السبل الجلیة فی الآباء الطیبة" میں فرمایا:

فالجواب عن الاحادیث الواردة فی الابوین بما یخالف ذلك انهما وردت قبل ورود الآیات المشار الیها فیما تقدم" ۔ دوسطر کے بعد میں ہے" قال بعض الائمة المالکیة فی الجواب عن تلك الاحادایث الواردة فی الابوین انها اخبار احاد فلاتعارض القاطع وهو

قوله تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ونحو هامن الآیات فی معناها۔

(السبل الجلیہ صفحہ ۷)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مسلم منسوخ ہے اور جب یہ منسوخ ہے تو پھر اس سے امام مذکور کا استدلال کرنا سخت جہالت و نادانی ہے۔

جواب سوم: اس حدیث مسلم میں حضرت آمنہ کا ذکر ہے اور ان کی وفات توحید و ایمان پر ہوئی ہے۔ علامہ سیوطی التنظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

وقد ظفرت باثر یدل علی انها ماتت وهی موحدة اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوة من طریق الزهری عن ام سماعة بنت ابی رهم عن امها قالت شهدت آمنه ام رسول الله ﷺ فی علتها التی ماتت فیها ومحمد ﷺ غلام یقع له خمس سنین عند راسها فنظرت الی وجهه ثم قالت:

بارك الله فیك من غلام — یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام — فودی غداة الضرب باسهام
بمائة من ابل سوام — ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام — من عندذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرم — تبعث بالتحقیق والاسلام
دین ابیك البرابر اهام — فالله انهاك عن الاصنام

هذا القول من ام النبی ﷺ صریح فی انها موحدة اذذکرت دین ابراهیم وبعث ابنها ﷺ واله وسلم بالاسلام ۔من عندذی الجلال والاکرام ۔ونهیه عن عبادة االاصنام ۔ وهل التوحید شئی غیر هذا التوحید الاعتراف بالله والوهیته وانه لا شریك له والبرأة من عبادة الاصنام ونحوها وهذا القدر کاف فی التنزیه من الکفر لثبوت صفه التوحید فی الجاهلیة قبل البعث وانما یشترط قدر زائد علی هذا بعدالبعثة۔

(التعظیم والمنہ صفحہ ۱۹)

اس حدیث مسلم کے خلاف خود حضرت آمنہ کا یہ صریح قول موجود ہے جس میں دین ابراہیمی۔ حضور کی اسلام پر بعثت۔ بتوں کی عبادت سے ممانعت کا صاف ذکر ہے تو یہ توحید کا اقرار۔ کفر اور عبادت

اصنام سے بیزاری وانکار ہے تو ان کی وفات توحید وایمان پر ہوئی۔ لہٰذا حدیث مسلم قابل تاویل ہے۔

جواب چہارم: اس حدیث مسلم میں یہ فرمایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت آمنہ کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ملا تو اس سے ان پر کفر لازم نہیں آتا کہ ممکن ہے کہ اہل فترت کے حق میں استغفار ابتدائے اسلام میں ممنوع ہو جیسے مسلمان قرضدار کی نماز جنازہ اور اس کے لئے استغفار ابتدائے اسلام میں ممنوع تھا پھر اس کی اجازت ہوئی۔ چنانچہ علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں

واما حديث عدم الاذن في الاستغفار فلا يلزم من الكفر بدليل انه ﷺ كان ممنوعا في اول الاسلام من الصلوة على من عليه دين لم يترك له وفاء ومن الاستغفار له هو من المسلمين۔ (التعظیم والمنہ صفحہ ۲۱)

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت آمنہ کے لئے استغفار کا اذن نہ ملنے کو دلیل کفر قرار دینا غلط وباطل ہے۔ تو امام مذکور کا استدلال حدیث مسلم سے غلط وباطل ثابت ہوا۔ حدیث دوم: جسکو نہ فقط ابن ماجہ بلکہ مسلم شریف نے روایت کیا روایت مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا ابوبکرناشیبةقال ناحمادوسلمة عن ثابت عن انس ان رجلاقال یارسول الله این ابی قال فی النار قال فلما قفیٰ دعاه فقال ان ابی واباك فی النار

(مسلم مع نووی جلد اصفحہ ۱۱۴)

ترجمہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے وہ روایت کرتے ہیں ثابت سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں فرمایا دوزخ میں پھر جب وہ شخص واپس ہوا تو حضور نے اس کو بلا کر فرمایا بیشک میرے باپ اور تیرے باپ دوزخ میں ہیں) اس حدیث کو امام مذکور نے اپنے استدلال میں پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں۔ اس کے بھی چند جوابات دیتا ہوں جواب اول: حدیث شریف کے یہ الفاظ "ان ابی واباك فی النار" ابن سلمہ راوی کی روایت میں ہیں۔ لیکن ثابت سے جو معمر راوی نے روایت کی اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

اور حماد راوی کے حافظہ میں محدثین نے کلام کیا ہے اور محدثین کو معمر راوی کے حافظہ میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے تو روایت معمر اس روایت مسلم سے زیادہ قوی ثابت اور حدیث مسلم جو بروایت حماد ہے حدیث منکر ہے اور یہ حماد راوی ضعیف ہے۔

علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں:

الطريق التي رواه مسلم منها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم يذكر ان ابي واباك في النار فان معمر اثبت من حماد فان حماد تكلم في حفظه ووقع في احاديثه مناكير وامامعمر فلم يتكلم في حفظه ولا استنكر شيئ من حديثه واتفق على التخريج له الشيخان فكان لفظه اثبت ملخصا۔ (از مسالک الحنفاء صفحہ ۴۹)

یہی علامہ التعظیم والمنۃ میں فرماتے ہیں:

والمناكير في رواية حماد كثيرة فبان بهذا ان الحديث المتنازع فيه لا بد ان يكون منكرا۔ (التعظیم والمنہ صفحہ ۳۶)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

قد اعل السهيلي هذا الحديث بان معمر بن راشد في روايته عن ثابت عن انس خالف حماد فلم يذكر ان ابي واباك في النار بل قال اذا امررت بقبر كافر فبشره بالنار وهو كما قال فمعمر اثبت في الرواية من حماد لا تفاق الشيخين على تخريج حديثه ولم يتكلم في حفظه ولم ينكر عليه شئ من حديثه وحماد وان كان اما ما عالما عابدا فقد تكلم جماعة في روايته ولم يخرج له البخاري شيئا في صحيح۔

(زرقانی مصری صفحہ ۱۷۹)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث مسلم حدیث منکر ہے اور حماد راوی ضعیف ہے اور امام مذکور نے جن الفاظ حدیث سے استدلال کیا تھا وہ اقوی اور اثبت روایت کے اعتبار سے الفاظ حدیث ہی نہیں۔ تو اس کا استدلال ہی درست نہ ہوا۔

جواب دوم: اس حدیث مسلم میں ثابت راوی ضعیف ہے چنانچہ علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

فثابت وان كان اماما ثقه فقدذكره ابن عدي في كامله في الضعفاء وقال انه وقع في احاديثه منكرة۔ (التعظیم والمنہ صفحہ ۳۵)

اس طرح علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں تصریح کی۔ لہٰذا یہ حدیث مسلم احتجاج کے قابل نہ رہی تو امام مذکور کا اس حدیث سے احتجاج کرنا اس کی جہالت ہے۔

جواب سوم: یہ حدیث مسلم خبر واحد ہی تو ہے۔ لہٰذا یہ دلیل قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔ "انه خبر احاد فلا يعارض القطع وهو نص وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" اسی میں ہے:

ثم لو فرض اتفاق الرواة على لفظ مسلم كان معارضا بالادلة القرآنية والادلة الواردة فى اهل الفترة والحديث الصحيح اذا عارضه ادلة اخرىٰ وجب تاويله وتقديم تلك الادلة عليه كما هو مقرر فى الاصول " (زرقانی مصری صفحہ ۱۸۰)

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ جب حدیث مسلم دلیل قطعی کے معارض ہو گئی تو اس کی تاویل کی جائیگی اور اس دلیل قطعی کو قابل عمل قرار دیا جائیگا۔ تو اس امام مذکور کا اس حدیث کی تاویل نہ کرنا اور دلیل قطعی پر عمل نہ کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

جواب چہارم: یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: الجواب انه منسوخ بالآيات والاحاديث الوارده فى اهل الفترة۔

(زرقانی صفحہ ۱۷۹)

علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

ان هذا الحديث تقدم على الاحاديث الوارده فى اهل الفترة فيكون منسوخا بها

(التعظیم والمنہ صفحہ ۳۸)

اسی میں ہے: الاحاديث اللتى وردت فى ان ابوى النبى ﷺ فى النار كلها منسوخة اما باحيائها وايمانهما واما بالوحى فى ان اهل الفترة لا يعذبون۔

(التعظیم والمنہ صفحہ ۲۶)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث مسلم منسوخ ہے تو امام مذکور کا اس منسوخ حدیث سے استدلال کس قدر غلط ہے۔

جواب پنجم: اس حدیث مسلم میں ابی سے ابو طالب مراد ہیں کہ چچا بھی باپ کہلاتا ہے جیسے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے چچا آزر کو قرآن کریم میں اب فرمایا گیا حالانکہ ان کے والد تارخ ہیں اسی طرح اس حدیث میں ابی سے مراد ابو طالب ہیں نہ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں:

قوله ﷺ فى حديث انس ان ابى ـ ان ثبت المراد عمه ابو طالب لا ابوه عبدالله كما قال بذالك الامام فخر الدين فى اب ابراهيم انه عمه۔ (مسالک الحنفاء صفحہ ۵۲)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

واراد بابيه عمه ابا طالب لان العرب تسمى العم ابا حقيقه ولانه رباه والعرب تسمى المربى ابا۔ (زرقانی جلد ا صفحہ ۱۷۹)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مسلم میں ابی سے مراد ابو طالب ہیں نہ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تو اب اس امام مذکور کا حدیث کے لفظ ابی سے حضرت عبد اللہ کو مراد لینا غلط ثابت ہوا۔ لہٰذا ان جیسی احادیث سے امام مذکور کا استدلال کرنا غلط و باطل ثابت ہوا۔ اور زید کا عبارت فقہ اکبر اور اس کی شرح کا یہ جواب صحیح ہے کہ سائل کی پیش کردہ عبارات نہ مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے نہ شرح فقہ اکبر میں، تو عبارات کا محرف ہونا ظاہر ہے اور اس کی پیش کردہ احادیث کے مفصل جوابات مذکور ہوئے۔ اب باقی رہا امام مذکور کا یہ کہنا کہ علامہ سیوطی شافعی ہیں تو یہ اس کی جہالت ہے کہ بات فرعی مسائل ہی سے نہیں جس میں تقلید ائمہ کا تفرقہ ہوتا بلکہ ایسے امور میں ان میں اختلات ہی نہیں ہوتا ہے چنانچہ اسی بات میں علامہ علی قاری حنفی۔ شیخ محقق ابن نجیم حنفی صاحب الاشباہ والنظائر۔ علامہ سید احمد حنفی صاحب حموی۔ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی۔ علامہ ابن عابدین شامی صاحب رد المحتار وغیرہم احناف حضرت علامہ سیوطی کی تائید کرتے ہیں تو اگر یہ مسئلہ شافعیہ کا ہوتا تو ایسے مشہور حنفی اپنی تصنیفات میں اس قول کی ہرگز تائید نہ کرتے تو ظاہر ہو گیا کہ امام مذکور کا یہ قول بدتر از بول قرار پایا۔ اب رہا اس امام کا حکم۔ تو اس کے لئے فقہ حنفی کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر ہی کو دیکھئے پھر علامہ سید احمد حنفی نے اس کی شرح حموی میں قاضی ابو بکر بن عربی کا فتویٰ نقل کیا:

سئل عن رجل قال ان ابا النبى فى النار فاجاب بانه ملعون لان الله تعالىٰ يقول ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والآخرة ولا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه انه فى النار۔ (از حموی والاشباہ صفحہ ۴۵۴)

یعنی اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا کہ بیشک نبی ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ بیشک وہ ملعون ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور کوئی ایذا اس سے

بڑھ کر کیا ہوگی کہ حضور کے والد کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں) اس عبارت سے خود ہی ظاہر ہو گیا کہ امام مذکور سخت گستاخ و بے ادب۔ اور موذی خدا و رسول۔ اور ملعون ہے اور ایسے گستاخ ملعون کے پیچھے اہل اسلام کی نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ کہ جو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مورد ہے تو اس کی نماز یا کوئی عبادت کیا مقبول ہو سکتی ہے لہذا مسلمان اس کے پیچھے اپنی نمازیں ہرگز ہرگز برباد نہ کریں بلکہ اس کو فوراً امامت سے علیحدہ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۷ ربیع الاخری ۱۳۷۶ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک ہندو سادھو ایک مقام پر بیٹھا ہوا ہے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کر رہا ہے بیس بائیس دن سے اور غیبی باتیں وغیرہ بھی بتاتا ہے، ہندو اس کے پاس بہت کم آتے ہیں لیکن مسلمان اس کے پاس بہت زیادہ آتے جاتے ہیں اور جس طرح ہندو اپنے سادھو کو پوجتے ہیں اسی طرح مسلمان اس کے ساتھ کرتے ہیں اور مسلمانوں کو نچاتا ہے اب اس کا جواب قرآن وحدیث سے عنایت فرمائیے اس کا اچھی طرح سے جواب دیجئے۔
المستفتی، مولوی بشیر احمد قادری پٹواسیری تین دروازہ احمد آباد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب
شخص مذکور جب بالاعلان ایمان لائیگا۔ اور موافق ومخالف سب پر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کریگا اسی وقت سے اس کو مسلمان کہیں گے اس کے پہلے اس کو فقط کلمہ طیبہ کی ضربیں لگانے اور ورد کر لینے کی بنا پر مسلمان نہیں قرار دیا جا سکتا ہے کہ کچھ ہندو سادھو کلمہ طیبہ کا ذکر سیکھ لیتے اور ضربیں لگایا کرتے ہیں مگر توحید ورسالت پر ایمان نہیں۔ اپنے ایمان کا اعلان نہیں کرتے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہیں کرتے تو اسی طرح کے ہندو سادھو ہرگز ہرگز مسلمان نہیں۔ لہذا شخص مذکور کے اسلام کا ثبوت جب تک اس کے بالاعلان اسلام لانے یا اسکا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے ثابت ہوتا رہیگا۔ اس کو مسلمان کہا جائیگا مسلمانوں کو اس کے محض کلمہ طیبہ کے ورد کر لینے پر اس کو مسلمان نہیں سمجھ لینا چاہئے چہ جائیکہ اس کو اس

طرح جس طرح ہندو اپنے سادھو کو پوجتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ
اب رہا اسکا غیبی باتیں بتانا یہ محض اٹکل اور قیاس سے ہے کہ جب اس کا اسلام ہی خطرہ میں ہے تو وہ غیب داں کیسے ہو سکتا ہے کہ غیب کا علم حضرات اولیاء کرام کے لئے شرع سے ثابت ہے کما حققناہ فی الفتاوی الاجملیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴-۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
(۱) نقشہ نعل پاک مصطفیٰ ﷺ جو ایک کاغذ پر تھا اسے ایک مسجد کے امام نے پھاڑ کر پھینک دیا اور اس کی توہین کی۔
اس امام کی اس دل آزار حرکت سے یہاں کے مسلمانوں میں ایک عام بے چینی پھیل گئی۔ ازراہ کرم جلد مطلع فرمائیں کہ اس امام کے لئے شریعت اسلامیہ میں کیا سزاء ہے اور اسے اپنی حرکت کی بنا پر امامت کا حق رہا یا نہیں؟۔
(۲) نقشہ جو عربی عبارت میں چھپی ہوتی ہے ان کے متعلق زید کہتا ہے کہ جوتے پر قرآن کی آیت چھاپ دی گئی ہے اور یہ بالکل بت پرستی ہے۔ تو زید کا یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس طرح کہنا بے ادبی ہے یا نہیں؟۔
المستفتی: محمد سمیع اللہ۔ برما

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب
(۱) نقشہ کعبہ معظمہ یا نقشہ روضہ طاہرہ دیکھ کر مسلمانوں کے قلوب میں کعبہ معظمہ اور روضہ طاہرہ کی عظمت وبزرگی کا تصور بے اختیار پیدا ہو جاتا ہے اور کعبہ معظمہ کو خالق عالم جل جلالہ سے اور روضہ طاہرہ کو سید انبیاء محبوب کبریا حضور ﷺ سے جو نسبتیں حاصل ہیں وہ اسے ان نقشوں کو سر پر رکھنے، بوسہ دینے اور امکانی تعظیم وادب کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں حالانکہ وہ اس کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ نہ یہ

کعبہ معظمہ ہے نہ روضہ طاہرہ ہے بلکہ کاغذ پر روشنائی کے چند نقوش کھنچے ہوتے ہیں، مگر کیونکہ اس کے قلب میں خود اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے حبیب ﷺ کی عزت جاگزیں ہے اور ان مقامات مقدسہ کی بزرگی کا اعتقاد اس کے ایمان کی مقتضی ہے اس لئے ان نقوشوں کی تعظیم وتوقیر کرنا خود اسکے کامل ایمان ہونے کی بین دلیل ہے اور جس شخص کے اندر دولت ایمان ہی نہ ہوتو وہ نہ ان نقشوں ہی کو بہ نظر احترام دیکھے گا نہ خود انکے مقامات مقدسہ کی تعظیم کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ بلکہ انکی توہین اور تحقیر کے لئے بہت جلد تیار ہو جائیگا۔ اس لئے کہ جب اس کے قلب ہی میں اللہ عزوجل اور اسکے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عظمت وعزت نہیں تو وہ اس نسبت کی ہی کب توقیر کریگا۔ لہذا نتیجہ صاف نکل آیا جیسے ان نقشوں کی تعظیم دلیل ایمان ہے اسی طرح ان نقشوں کی توہین دلیل کفر ہے۔

نقشہ نعل پاک کو دیکھ کر مسلمان کے دل میں عظمت نعل پاک کا تصور بے اختیار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس نعل پاک حضور نبی کریم ﷺ سے جو خاص کیف حاصل ہے۔ وہ اسے اس نقشہ نعل پاک کی امکانی تعظیم کرنے۔ اس کو سر پر رکھنے، بوسہ دینے پر مجبور کرتی ہے اور اسکا ایمان اسکو اس امر کی طرف رہبری کریگا کہ وہ پائے اقدس جس کے ادنی مس کرنے سے خاک گزر کو یہ شرف حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالی اسے قسم کے ساتھ یاد فرما کر اسکی عزت وعظمت بڑھائے۔ قرآن کریم میں ہے۔

لا اقسم بھذاالبلد وانت حل بھذا البلد ۔

یعنی مجھے اس شہر کی قسم اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

تو وہ نعل پاک مصطفی ﷺ جس کو حضور کے پائے اقدس سے نہ فقط مس ہی کا ایک دو بار شرف حاصل ہو چکا ہو بلکہ بکثرت اتصال وقدر کی خصوصی نسبت حاصل ہو اس کی عظمت کا کیا اندازہ کیا جائے۔ اور یہ نقشہ پاک اسی نعل اقدس کی ہے تو اس نسبت کی بنا پر اس نقشہ کی تعظیم کرنا مومن کی ایمان کی علامت اور محبت رسول اللہ ﷺ کی بین دلیل ہے۔

اور اگر اس نقشہ نعل پاک مصطفی ﷺ کے دیکھنے کے بعد بھی کسی شخص کے قلب میں جذبات محبت نہ ابھر پڑیں اور آثار عظمت پیدا نہ ہوں اور وہ کھل کر اس نقشہ پاک کی توہین اور بے ادبی کرنے لگے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے قلب میں عظمت رسول اللہ ﷺ ہوتی تو وہ ان کی نعل پاک کی عظمت کرتا اور جب نعل پاک کی عظمت کرتا تو اس کے نقشہ کی بھی اسی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے عظمت کرتا۔ پھر جب وہ اس نقشہ کی توہین پر اتر آیا تو ثابت ہو گیا کہ اس کے اعتقاد مین نہ نعل شریف کی کچھ عزت ہے نہ حضور نبی

کریم ﷺ کی کوئی عظمت ہے۔

اور جس قلب میں عظمت نبی نہ ہو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور اس کا اس نقش کی توہین کرنا پتہ دیتا ہے کہ توہین انبیاء علیھم السلام اس کے سینے میں دبی ہوئی ہے جس کے اظہار سے وہ ڈرتا ہے۔ بالجملہ اس نقشہ کی عزت کرنے کے لئے خود مسلمان کا ایمان اسے رہبری کرتا ہے۔ چنانچہ سنہ گیارہویں صدی کے امام اجل فاضل اکمل ماہر تحقیقات وصاحب تصانیف کثیرہ حضرت فتح محمد بن محمد مغرب نے اس نقشہ نعل پاک کی تحقیقات اور اس کے منافع وبرکات کے بیان میں ایک مبسوط رسالہ "فتح المتعال فی مدح النعال" ۴۱۴ صفحات کا تصنیف کر کے اس نقشہ کی صحیح پیائش اور چار نقشہ نعل نقل فرمائیں۔ سوال کے ہم رشتہ جو نقشہ نعل پاک ہے یہ بالکل صحیح ہے اور موافق تحقیقات کے ہے۔ سوال نمبر ایک کا جواب یہ ہے کہ اس نقشہ نعل پاک کی صحت جب فتح المتعال جیسی معتمد اور مستند کتاب سے ثابت اور اس نقشہ کی ہر طرح کی تعظیم وتوقیر کرنا ایمان کی علامت قرار پائی۔ تو اس امام نے جو اس نقشہ نعل پاک کی توہین کی اور اسکو پھاڑ کر پھینک دیا اگر اس میں محبت رسول علیہ السلام کا کچھ شائبہ بھی ہوتا تو بھی اس نقشہ کی توہین کی جرات نہیں کرتا۔ اگر اس میں ایمان کا ادنی شمہ بھی ہوتا تو کسی طرح اس نقشہ کو پھاڑ کر پھیکد ینے کی ہمت نہیں کرتا۔ ایسے متبرک نقوش کی ایسی توہین کرنا، اس کو پھاڑ کر پھینک دینا کسی طرح مسلمان کا فعل نہین ہو سکتا بلکہ ایسے بیبا کی کے واقعات غیر قوموں سے مسموع ہو جاتے ہیں۔ اس امام کا دعوی اسلام ایسا ہی ہے جیسے ابن زیاد و شمر وغیرہ دشمنان آل پاک کا تھا بلکہ اس کا قلب ابن زیاد کے قلب سے اور اس کے وہ ہاتھ جس سے اس نے اس نقشے کو پھاڑ کر پھینکد یا شمر کے ہاتھوں سے بدتر ہیں۔ کہ انہوں نے تو نواسیان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوفہ مین جو مظالم وگستاخیاں کیں اس کا سبب ظاہر طمع دنیا تھی اور اس امام کی اس بے ادبی وگستاخی کا محرک کوئی سبب ظاہر بھی نہ تھا تو اس امام کی گستاخی کا سبب اس کی حضور اکرم ﷺ سے عداوت قلبی اور منسوب الی رسول دشمنی ہے جو پہلے سینے میں دبی ہوئی تھی اس وقت ابھر کر سامنے آئی۔

لہذا اس امام کو امامت کا اہل سمجھنا ایک دشمن رسول اللہ ﷺ کو امامت کا اہل سمجھنا ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا ایک گستاخ شان رسالت کے پیچھے نماز پڑھنا ہے تو کوئی مسلمان تو ایسے بے ادب کو امامت کا اہل نہیں سمجھتا اور ایسے گستاخ کی اقتدا میں اپنی نمازیں برباد نہیں کرسکتا۔

ہمارے مذہب سے ایسے گستاخ کے احکام سنئے۔ علامہ علی قاری شرح شفا مین راوی:

روی عن ابی یوسف انہ قیل بحضرۃ الخلیفۃ ان النبی ﷺ کا ن یحب القرع فقال رجل انا لا احبہ فامر ابو یوسف باحضار البطع والسیف ۔

(شرح شفا مصری ج ۳/۴۵۱)

حضرت امام ابو یوسف سے مروی کہ خلیفہ کی موجودگی میں یہ ذکر کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کدو کو محبوب رکھتے تھے تو ایک شخص بولا کہ میں اس کو محبوب نہیں رکھتا ہوں اس پر امام ابو یوسف نے چرمی فرش اور تلوار کے لانے کا حکم فرمایا یعنی قتل کرنے کا حکم فرمایا۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوگیا کہ حضور کی محبوب شے کدو شریف اس کے متعلق ایک شخص نے صرف یہ کہہ دیا کہ میں اس کو محبوب نہیں رکھتا ہوں ۔تو حضرت امام ابو یوسف شاگرد خاص حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ادنی سی بے ادبی پر اس کو کافر ٹھیرا کر مباح الدم قرار دیا اور اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا۔اور اس امام مسجد نے نقشہ نعل پاک مصطفی ﷺ کی ایسی شدید توہین کی کہ اس کو پھاڑ کر پھینک دیا تو یہ بے ادب گستاخ نہ مسلمان کہلانے کے لائق اور نہ امامت کے قابل ہے مولی تعالی شان رسالت کے عشاق اور دشمنوں کی سچی معرفت ہمارے عوام مسلمان بھائیوں کو عطا فرمائے۔اور اپنے حبیب ﷺ کی سچی محبت والفت ہمارے دلوں میں بھر دے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) زید کا یہ قول صریح فریب ہے۔کہ آیت یا کلمات یا حروف نقشہ نعل شریف پر ہیں نہ کہ اصل جوتے پر۔لہٰذا زید کا جوتے پر چھپا ہوا کہنا جیتا جھوٹ اور کھلا ہوا مغالطہ ہے۔زید اگر اصل اور نقشے کا فرق بھی نہیں جانتا ہے تو مکہ معظمہ اور روضۂ طاہرہ کے نقوش پر بھی اپنی دریدہ دہنی سے ایسا ہی حماقت آمیز اعتراض کرے گا۔کہ ان نقشوں میں عام طور پر کعبہ معظمہ اور روضۂ طاہرہ کے علاوہ متصل کے مکانات بھی شامل ہوتے ہیں جنکے پائخانہ اور غسل خانہ بھی نقشہ میں آگئے ہیں بلکہ مسجد حرام و مسجد نبوی کے غسل خانہ وطہارت خانہ بھی نقوش میں موجود ہوتے ہیں باوجود ان کے ان نقشوں پر آیات بھی لکھی ہوئی ہیں۔کلمات وحروف بھی ہوتے ہیں۔تو کیا زید نے ان پر بھی اعتراض کیا ہے کہ ان نقشوں پائخانوں، غسل خانوں، طہارت خانوں پر آیات وکلمات چھپے ہوئے ہیں۔نیز کتب احادیث وفقہ میں بول وبراز و پائخانہ اور پیشاب خانے کے ذکر آتے ہیں اور ان ہی کے متصل اللہ عزوجل اور نبی اکرم ﷺ کے نام لکھے ہوئے موجود ہوتے ہیں۔بلکہ آیات واحادیث چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔تو زید نے کیا ایسی کتب احادیث وفقہ کو بھی پھاڑ کر پھینکدیا ہے۔مگر زید کی عداوت ودشمنی تو صرف نقشہ نعل پاک سے ہے اس لئے اس پر اعتراض کرتا ہے۔علاوہ بریں یہ اعتراض نہایت جاہلانہ ہے۔اس جاہل کو یہ بھی تمیز نہیں کہ تصویر کے احکام اس کی اصل صورت سے جدا ہوتے ہیں۔مثلاً پرندہ سنتا، دیکھتا، بولتا، چہچہاتا۔چلتا، اڑتا، کھاتا، پیتا ہے۔اور اس کی تصویر نہ دیکھتی سنتی ہے، نہ بولتی چہچہاتی ہے، نہ چلتی اڑتی ہے، نہ کھاتی پیتی ہے، نہ ہگتی موتی ہے۔تو اصل کا قیاس تصویر پر کس طرح کیا جاسکتا ہے۔اس طرح اصل کے احوال خاصہ اور عوارض لازمہ تصویر کے لئے ثابت کرنا انتہائی جہالت ہے۔مثلاً آگ کے لئے حرارت، آفتاب کے لئے تمازت، برف کے لئے برودت، لازم ہے لیکن ان کی تصویروں میں نہ حرارت ہوگی نہ برودت، نہ مٹھاس ہوگی نہ کھٹائی۔اسی طرح جوتا پاؤں میں مستعمل ہوتا ہے، پائخانہ تلویث نجاثت کی بنا پر حقیر وذلیل ہے لیکن نہ اس کی تصویر پاؤں میں مستعمل ہو اور نہ نجاست ملوث ہو تو جوتے کی تصویر ونقش میں ذلت وحقارت کدھر سے آئی۔اور یہاں جس نعل پاک مصطفی ﷺ کا ذکر ہے اس کو حضور کے استعمال اور پایمالی سے جس عزت وعظمت کے انتہائی مرتبہ پر فائز کر دیا ہے اس کو مکان عالم بالا سے پوچھو جس آقا کی ادنی پائمالی خاک گذر کو عزت حاصل ہو جائے کہ قرآن کریم جس کو قسم کے ساتھ ذکر فرمائے۔چنانچہ جواب نمبر ایک میں آیت کریمہ گذری۔تو وہ نعل پاک جس کو دن رات میں بار بار پائمالی کا شرف بکثرت حاصل ہوا ہو اس کی عزت وعظمت کا کیا اندازہ کیا جاسکے۔اور جب اس نقشہ کو اس سے نسبت حاصل ہے تو اسکی عزت وبرکت کا کیا بیان ہو سکے۔جس کو مزید تفصیل کا شوق ہو تو وہ کتاب فتح المتعال فی مدح النعال کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرے۔الحاصل زید کا نقشہ نعل پاک مصطفی ﷺ کی عزت وعظمت کو نہ ماننا اور اسکو ذلیل وحقیر قرار دینا اور اس پر آیات کلمات لکھنے کو توہین سمجھنا اسکی انتہائی جہالت۔اسکے قلب کی خباثت اسکے باطل عقیدے کی گندگی اور نجاست کی دلیل ہے لہذا زید کا قول بدتر از بول ہے، اور اس کا اس نقشہ نعل پاک کی تعظیم وتوقیر کرنے کو بت پرستی کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دریدہ دہن بے دین نقشہ کعبہ معظمہ وبیت المقدس اور نقشہ روضہ طاہرہ کی تعظیم وتوقیر کرنے کو بت پرستی کہے لیکن یہ زید کس کس کو بت پرست کہے گا سارے علمائے ربانی کو بت پرست قرار دیگا تمام امت مرحومہ کو بت پرست ٹھرائے گا اور لطف یہ ہے کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے اور اپنی پارٹی کے مسلمہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی کو سب سے بڑا بت پرست قرار دے کہ انھوں نے اس نقشہ نعل پاک کے فضائل وبرکات اور طریقہ توسل کے بیان میں ایک مستقل رسالہ بنام "نیل الشفا بنعل المصطفی" لکھا اور چھاپا اور اسکے آخر صفحہ پر اسی نعل پاک کو بعینہ نقل کیا اور اسکے اوپر یہ آیۃ کریمہ "صلوا علیہ" اور اسکے نیچے یہ شعر لکھا۔

بمقام کہ نشان کف پائے تو بود   سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود۔

تو زید اپنے اس تھانوی بت پرست کا حکم بتائے۔ لہذا زید کا یہ کہنا سخت بے ادبی و گستاخی ہے اور اسکے گمراہ و بددین ہونے کی روشن دلیل ہے مولی تعالی اسکو ہدایت کرے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

۱۴؍رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ ((۱۶ تا ۱۸))

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے وعظ میں بیان کیا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

(۲) آنجناب ﷺ کو دو مرتبہ بچپن میں ایسا اتفاق پیش آیا کہ آپ ناچ گانے بجانے کی مجلس میں تشریف لے گئے لیکن وہاں پہنچ کر خداوند تعالی نے آپ کی اس طریقے حفاظت کی کہ آپ کو نیند آ گئی اور برخاست مجلس کے بعد تک آپ سوتے ہی رہے۔

(۳) اور عمر نے وعظ میں یہ بیان کیا کہ یہ ہر دو واقعہ مذکورہ بالا دونوں وعظ میں ان دونوں سے توہین رسول ﷺ ہوتی ہے۔ ایسا کہنے والا اور لکھنے والا دونوں کافر ہیں۔ اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ کون سچا ہے اور دوسرے کے لئے کیا حکم ہے؟۔   ۱۹؍دسمبر ۵۱ عیسوی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہر ایسا عمل جو مخلوق کے لئے باعث نفرت ہو۔ جیسے کذب، خیانت، جہل وغیرہ اور ہر ایسا فعل جو وجاحت و مروت کے خلاف ہو۔ جیسے پستی نسب، کمینہ پن، زنا امہات اور ازواج وغیرہ۔ اور ہر ایسا مرض جو سبب نفرت ہو جیسے جذام، برص وغیرہ۔ اور ہر ایسا ذلیل کام اور پیشہ جو باعث ننگ و عار اور سبب عیب و نقص ہو جیسے حجامت اور اجرت پر ذلیل پیشہ۔ تو تمام انبیا کرام علیہم السلام ان سب سے منزہ اور پاک ہیں۔

عقائد کی نہایت مشہور و معتبر کتاب مسایرہ اور اسکی شرح مسامرہ میں ہے:

وشرط النبوۃ السلامۃ من دناءۃ الآباء و من غمز الامھات ومن القسوۃ والسلامۃ من العیوب المنفرۃ کالبرص والجذام ومن قلۃ المروۃ کالاکل علی الطریق ومن دناءۃ الصناعۃ کالحجامۃ لان النبوۃ اشرف مناصب الخلق مقتضیۃ غایۃ الاجلال اللائق بالمخلوق فیعتبر لھا ما ینافی ذلک ملخصا۔ (ص۹۳)

اور نبوت کی شرط پستی نسب اور اتہام امہات اور سخت دلی سے سلامتی ہے اور باعث نفرت عیبوں جیسے برص و جزام سے اور قلت مروت جیسے راستہ میں کھانا کھانے سے اور پیشہ کی ذلت و پستی جیسے حجامت سے پاک ہونا ہے۔ اسلئے کہ نبوت مخلوق کے منصبوں کا بہتر شرف اور اسکے لئے انتہائی عزت کا طالب ہے تو نبوت کے لئے اسکے منافی امور کا نہ ہونا اعتبار کیا گیا۔

حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قد اختلف فی عصمتھم (ای الانبیاء) من المعاصی قبل النبوۃ فمنعھما قوم وجوزھا آخرون والصحیح تنزیھھم من کل عیب وعصمتھم من کل یوجب الریب۔

(شرح شفا مصری ص۲۶۴ ج۲)

انبیا کے قبل نبوت معاصی سے پاک ہونے میں اختلاف ہوا۔ تو اسکو ایک قوم نے منع کیا اور دوسروں نے جائز رکھا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیا کرام ہر عیب سے پاک ہیں اور ہر اس چیز سے جو شک پیدا کرے معصوم ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ اجرت پر بکریوں کا چرانا ایسا ذلیل پیشہ ہے جو باعث ننگ و عار اور سبب عیب و نقص ہے اسی بنا پر شارح مشکوۃ شریف حضرت علامہ علی قاری شفا شریف میں خاص اسی مسئلہ میں تصریح فرماتے ہیں:

والمحققون علی انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یرع لاحد بالاجرۃ وانما رعی غنم نفسہ وھو لم یکن عیبا فی قومہ۔ (شرح شفا مصری ص۴۴۸ ج۲)

اور محققین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اجرت پر کسی کی بکریاں نہیں چرائیں۔ آپ نے تو صرف اپنی بکریاں چرائیں اور اپنی بکریاں چرانا آپکی قوم میں عیب نہیں تھا۔ اس عبارت نے آفتاب کی طرح ثابت کر دیا کہ محققین امت کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ نے کسی کی بکریاں اجرت پر نہیں چرائیں۔

اب باقی رہتی ہے وہ حدیث جسکو بخاری و مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث نے روایت کیا تو اسکے

بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے

کنت ارعاها علی قراریط لا هل مکة ۔ تو ان کلمات میں نہ تو کہیں لفظ اجرت کی تصریح کی ہے، نہ اجرت پر دلالت کرنے والا کوئی کلمہ ہے۔ حدیث شریف میں 'قراریط' کا ایک لفظ ہے جس سے بعض کو اشتباہ ہوگیا ہے اور چاندی سونے کے سکوں کے کسی جز کو سمجھ لیا ہے حالانکہ قراریط سے اس حدیث میں یہ معنے مراد لینے غلط اور خطا ہیں۔

چنانچہ علامہ علی قاری اسی حدیث کی شرح میں شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن ناصر اخطا سوید فی تفسیر القراریط بالذهب والفضة اذلم یرع النبی ﷺ لا حد با جرة قط وانما کا ن یر عی الغنم اهله والصحیح ما فسره به ابرا هیم بن اسحق الحربی الاما م فی الحدیث واللغة وغیرهما ان قراریط اسم مکا ن فی نو احی مکة۔

(شرح شفا مصری ص۲۶۰ ج ۲)

محمد ابن ناصر نے فرمایا: کہ حضرت سوید نے قراریط کی تفسیر سونے چاندی کیساتھ بیان کرنے میں خطا کی۔ اسلئے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کی بکریاں اجرت پر نہیں چرائیں۔ آپ تو اپنی بکریاں چراتے تھے۔ اور قراریط کی صحیح تفسیر وہ ہے جو حدیث ولغت وغیرہ کے امام حضرت ابراہیم اسحاق نے بیان فرمائی اور وہ یہ ہے کہ قراریط تو اسی مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ جب حدیث شریف کے لفظ قراریط سے مراد سونے چاندی کا کوئی سکہ نہیں ہے بلکہ قراریط مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے تو اب حدیث بخاری شریف وغیرہ احادیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ۔ میں تو اسی مکہ کے مقام قراریط میں بکریاں چراتا تھا۔ تو اس حدیث سے حضور سید عالم ﷺ کی اجرت پر بکریاں چرانے کا استدلال کرنا اور آپ کو چرواہا ثابت کرنے کی سعی کرنا اور اسکو علی رؤس الاشتہاد بلا کسی ضرورت شرعی کے بیان کرنا تو یہ آپ کی توہین کو مستلزم ہے، اللہ تعالی ایسے کلمات انبیاء کرام کی شانوں میں روا نہیں رکھتا جن میں ادنے توہین و گستاخی کا شائبہ بھی ہو اور سلف وخلف بھی اس کو ناجائز فرماتے ہیں۔ چنانچہ عقائد کی کتاب شرح مواقف میں ہے:

یصح بالاجما ع والنص ان یقا ل الله خالق کل شیء ولا یصح ان یقا ل انه خالق القا ذورات و خالق القردة والخنازیر مع کو نها مخلو قة لله تعالی اتفاقا۔

(شرح مواقف ص۶۴۰)

اجماع ونص سے یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ صحیح نہیں کہ اللہ نجاستوں کا خالق ہے، اور بندروں اور سوروں کا خالق ہے باوجودیکہ یہ باتفاق اللہ تعالی ہی کی مخلوق ہیں۔

تو حضور ﷺ کو مجمع عام میں چرواہا ثابت کرنے اور اجرت پر بکریاں چرانے کے ثابت کرنے کی وہی کوشش کریگا جو تحقیر شان مصطفے ﷺ کا عادی ہو اور جسکی عیب اونقص کی نسبت حضور ﷺ کیلئے عادت قرار پاچکی ہو۔

شرح شفا میں ایسے شخصوں کا حکم بیان فرمایا:

وکذالك اقول حکم من غمصه اوعیره برعایة الغنم ای یرعیها بالاجرة اوالسهو والنسیان مع انهما ثابتان عنه الاانه انما یکفر لاجل التعبیر سبب التحقیر۔

(شرح شفا ص۴۰۲ ج ۲)

اسی طرح میں اس شخص کا حکم بیان کرتا ہوں جس نے حضور کو عیب لگایا، یا اجرت پر بکریاں چرانے کے ساتھ تحقیر کی، یا سہو ونسیان کے ساتھ حقارت کی باوجودیکہ یہ دونوں آپ سے ثابت ہیں تو وہ کافر ہے تحقیر وتعبیر کے سبب سے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے اجرت پر بکریاں چرانا جو زید نے اپنے وعظ میں بیان کیا یہ غلط ہے کسی حدیث کے صریح مضمون سے ثابت نہیں اور یہ وہ ذلیل پیشہ ہے جو منافی نبوت ہے کہ یہ باعث ننگ وعار ہے۔ اور سبب عیب ونقص ہے اور اسکا اسطرح بیان کرنا توہین وگستاخی کو مستلزم ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۳) مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے جسکو امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

الانبیاء علیهم الصلاة والسلام کلهم منزهون عن الصغائر والکبائر والقبائح۔

(فقہ اکبر مصری ۶۸)

حضرات انبیاء علیہم السلام تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں اور قبیح باتوں سے منزہ وپاک ہیں۔

حضرت علامہ علی قاری اسکی شرح میں فرماتے ہیں:

هذه العصمة ثا بتة للانبیاء قبل النبوة وبعدها علی الاصح ۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص۵۵)

اور صحیح مذہب میں حضرات انبیاء کرام کے لئے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت ہر دو حال کے لئے ثابت ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیاء کرام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے جس طرح بعد نبوت معصوم ہیں اسی طرح قبل نبوت بھی معصوم ہیں اور ناچ گانے بجانے کا حرام و گناہ کبیرہ ہونا ہر مسلم جانتا ہے۔ اور کسی نبی کے لئے معصیت و گناہ کا ثابت کرنا کفر ہے،

تفسیر صاوی میں ہے۔

فمن جوز المعصية على النبى فقد كفر لمنافاته للمعصية الواجبة ۔

(صاوی مصری ص۱۲۶ ج۹۱)

جس نے نبی پر معصیت کو جائز رکھا تو وہ کافر ہو گیا کہ یہ عصمت واجبہ کے منافی ہے۔

اب باقی رہا یہ عذر کہ حضور اکرم ﷺ نے ناچ میں بچپن میں بعمر ۸ سال شرکت فرمائی تو اس سے الزام نہیں اٹھتا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنے یوم ولادت ہی سے متصف نبوت تھے۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولادته متصف بنعت نبوته بل يدل حديث "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد" على انه متصف بوصف النبوة فى عالم الارواح قبل خلق الاشياء وهذا وصف خاص له۔

(شرح فقہ اکبر ص ۵۸)

حضور اکرم ﷺ کی نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد کے لئے منحصر نہیں جیسا ایک جماعت نے کہا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بہ نبوت ہیں بلکہ اس حدیث (کہ میں نبی تھا اور آدم ابھی روح و جسم کے درمیان تھے) سے ثابت کہ حضور خلق اجسام سے پہلے عالم ارواح میں بھی بوصف نبوت تھے اور یہ حضور ﷺ کا وصف خاص ہے۔

تو آپ کے بچپن میں بھی آپ کے لئے ناچ جیسی حرام چیز کو ثابت کرنے کی کوئی مسلمان تو جرات نہیں کر سکتا۔ اب باقی رہا سائل کا یہ قول کہ آپ کو نیند آ گئی اور برخاست مجلس کے بعد تک آپ سوتے ہی رہے۔ تو اس تاویل سے بھی کام نہیں چلتا کہ حضور اکرم ﷺ کی صرف آنکھیں سوتی تھیں اور قلب مبارک بیدار رہتا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک طویل

حدیث میں قول ملائکہ اس طرح مروی ہے:

" ان العين نائمة والقلب يقظان" (مشکوۃ شریف)

بیشک حضور کی چشم مبارک سوتی ہیں اور قلب مبارک بیدار رہتا ہے۔

علاوہ بریں معصیت کا عزم بھی گناہ، معصیت کی طرف چلنا بھی گناہ۔ معصیت کی مجلس میں شرکت کرنا بھی گناہ، تو اگر مان لیجئے کہ حضور کی سماعت سے حفاظت کی گئی تو ان تین گناہوں سے حفاظت کیسے ہوئی۔ پھر یہ ناچ میں جانا ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہوا۔ پھر یہ واقعہ کسی نص قطعی سے ثابت نہیں اور عقائد میں حدیث خبر واحد مفید نہیں بلکہ نص قطعی درکار ہے، خود مولوی خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں (عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لہذا اس کا اثبات اس وقت تک قابل التفات ہو کہ مولف قطعیات سے اس کو ثابت کرے، براہین قاطعہ ص ۱۵) اور اس پر یہ اندھا پن کہ عقیدہ اسلام کے خلاف تواریخ سے حضور اطہر ﷺ کیلئے ناچ میں جانے کو ثبوت کی ناپاک سعی کی جا رہی ہے۔ تواریخ سے کسی عقیدہ اسلام کا رد نہیں ہو سکتا۔ علامہ ابن حجر کے فتاوے حدیثیہ میں ہے۔

ان الانبياء معصومون قبل النبوة وبعدها من الكبائر والصغائر عمدا او سهوا وجميع ماروى عنهم مما يخالف ذلك فياول كما بينه المحققون فى محاله خلافا لمن وهم فيه كجماعة من المفسرين والاخباريين ممن لم يحققوا مايقولون ويدرون ما يترتب عليه فيجتنب الاعراض عن كلماتهم وترهات قصصهم الكاذبة وحكاياتهم:

(فتاوی حدیثیہ مصری ص ۵۲)

بیشک انبیاء کرام قبل نبوت اور بعد نبوت صغیرہ کبیرہ گناہوں سے قصداً اور سہواً معصوم ہیں اور ان انبیاء سے اس عقیدہ کے خلاف جس قدر امور مروی ہوں ان سب کی تاویل کی گئی جیسا کہ محققین نے ہر ایک کے محل پر بیان کیا بخلاف اہل تفسیر و تواریخ کے کہ وہ وہم میں پڑے اور اپنے اقوال کی تحقیق نہیں کی اور ان پر مرتب ہونے والے نتائج کو نہ سوچا تو اب اہل تفسیر و تواریخ کے کلمات سے اور انکے جھوٹے قصوں اور حکایتوں سے اعراض کرنا واجب ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ کے لئے زید نے جو اپنے وعظ میں دو مرتبہ ناچ کی مجلس میں جانا بیان کیا یہ کسی نص قطعی سے ثابت نہیں بلکہ غلط اور باطل ہے اور عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور اس میں

حضور کے لئے ناچ گانے جیسی معصیت کا ثابت کرنا کفر ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

عمر کا اپنے وعظ میں زید کے بیان کے وہ مضامین یعنی حضور علیہ السلام کے لئے اجرت پر بکریاں چرانے اور مجلس ناچ میں شریک ہونے کو غلط کہنا اور عقائد اسلام کے خلاف بتانا بالکل صحیح ہے اور ان باتوں کو مقام مدح میں بیان کرنے کو توہین رسول ﷺ اور اس قائل کی عادت تحقیر کی بنا پر اس پر حکم کفر دینا درست ہے۔ اور جب زید نے ان باتوں کو صرف زبانی کہا ہے تو لکھنے والے پر کس طرح حکم صادر کرے۔ بالجملہ عمر سچا ہے اور زید غلط گو اور عقائد اسلام کی مخالفت کرنے والا اور اپنی عادت کی بنا پر کفر کرنے والا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (۲۱ ربیع الاول ۱۷ھ)

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹ تا ۲۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل مذکورہ میں کہ

(۱) حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے والدین حضرت حضرت عبد اللہ و آمنہ مومن تھے یا کافر؟ مولوی کہتا ہے کہ وہ کافر تھے اور زید کہتا ہے کہ وہ مسلمان اور مومن تھے، کون حق پر ہے؟ حدیث قرآن سے جواب دیجئے گا۔

(۲) کیا حضرت عبد اللہ کو اللہ تعالی کا حکم ہوگا کہ اے عبد اللہ نار دوزخ میں کودو جب اللہ کے حکم سے وہ کودیں گے تو آگ دوزخ کی اللہ ان پر گلزار کردیگا۔ اور پھر اپنے محبوب سے مخاطب ہوگا کہ اے مرے محبوب! ابراہم پر ہم نے نمرود کی آگ کو گلزار کیا اور آج آپ کے والدین پر نار دوزخ کو گلزار کیا اب کچھ نہ کہنا۔ یہ کسی حدیث سے ثابت ہے کہ روایت سے ہے؟ صحیح ہے کہ غلط؟ اگر یہ قول صحیح نہ ہو تو ایسا بیان کرنے والے کو شرعاً کیسا جانا جائے۔

(۳) مولوی کہتا ہے جو حضرت عبد اللہ اور بی بی آمنہ خاتون کو کافر نہ سمجھے اور ان کے کفر پر یقین نہ کرے وہ کافر ہے، اس کا ایمان کامل نہ ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ وہ کافر ہے اور اس کا ایمان کامل نہ ہوگا، جواب دیجئے اجر ملے گا۔ فقط والسلام۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) حضور ﷺ کے والدین ماجدین حضرت عبد اللہ وحضرت آمنہ مومن تھے۔

ردالمحتار میں ہے: ان نبینا ﷺ قد اکرمہ اللہ تعالی بحیاۃ ابویہ لہ حتی آمنا بہ کما فی حدیث صححہ القرطبی وابن ناصر الدین حافظ الشام وغیرھم۔
(ردالمحتار ص ۲۹۸ ج ۳)

اس عبارت سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ اب کیسا جری ہے وہ شخص جو نام کا مولوی ہے وہ باوجود اس تصریح کے انکو کافر کہتا۔ لھذا زید حق پر ہے اور اسی کا قول صحیح ہے اور موافق حدیث شریف ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) یہ حدیث کہیں نظر سے نہیں گزری، نہ کسی مستند عالم سے سنی۔ پھر بھی حدیث کے ذکر سے اجتناب چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۳) جو نام نہاد مولوی یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے۔ حموی شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

سئل القاضی ابو بکر بن العربی احد الائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان اباالنبی ﷺ فی النار فاجاب فانہ ملعون لان اللہ تعالی یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار"
(حموی کشوری ص ۵۴۵)

یعنی قاضی ابو بکر عربی جو مالکی ائمہ کے امام ہیں ان سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے یہ کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ وہ ملعون ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور قاضی صاحب نے فرمایا اور حضور کے والد کے لئے یہ کہنا کہ وہ دوزخ میں ہیں اس سے بڑی ایذا دکیا ہوگی۔ اس کے بعد علامہ حموی نے الروض الانف سے امام سہیلی کا قول نقل کیا کہ ایسی بات ہم حضور کے والد اور والدہ کسی کے لئے نہیں کہہ سکتے بلکہ جب صحابہ کرام کے ذکر میں ہم انہیں ایسی کوئی بات نہیں کہہ سکتے جس سے ان کے لئے کوئی عیب ونقص لازم آئے تو حضور نبی کریم ﷺ

کے والدین تو زیادہ ایسی احتیاط کے حق دار ہیں پھر اس کے بعد نتیجہ بحث کا اظہار فرماتے ہیں:

اذا تقرر هذا فحق المسلم ان يمسك لسا نه عما يخل بشرف نسب نبيه عليه الصلوة والسلام بوجه من الوجو ه ولا خفاء في اثبا ت الشرك في ابويه اخلا ل ظا هر بشرف نسب نبيه الظا هر ۔ (حموی ص ۴)

یعنی جب یہ بات ثابت ہوچکی تو مسلم پر حق ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر ایسی بات سے روکے جو حضور نبی کریم ﷺ کے نسب کی شرافت میں کسی وجہ سے خلل پیدا کرے۔ اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے کہ حضور کے والدین کے لئے کفر وشرک ثابت کرنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے نسب کی شرافت میں کھلا ہوا خلل ثابت کرنا ہے۔ تو یہ نام نہاد مولوی کو اپنا حکم اس عبارت میں دیکھے کہ اس نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کے لئے ایسا کفر ثابت کیا کہ انہیں جو کافر نہ سمجھے وہ کافر ہے اور غیر کامل الایمان ہے۔ لہٰذا یہ مولوی ان عبارات سے ملعون سخت بے ادب وگستاخ۔ اور حضور ﷺ کو ایذا دینے والا۔ حضور کے نسب پاک میں عیب ونقص نکالنے والا قرار پایا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اسی تھوڑی سی عمر میں جو علوم ہمیں عنایت فرمائے اگر انہیں ہم بیان کریں تو ایک مدت صرف ہو اور ہمارے علم انبیاء اولیاء کی بہ نسبت بہت ہی کم اور مختصر ہیں اور اولیاء کا علم تفصیلی خلقت کے باب میں انبیاء کرام کے علم سے کم تر ہے اور انبیاء کا علم مقرب فرشتوں کے علم کے سامنے تھوڑا سا ہے اور ان سب کا علم حق سبحانہ تعالیٰ کے علم کے سامنے ایسا ناچیز ہے کہ ان کے علم کو علم کہنا نہیں سزاوار ہے۔ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ باوصف اس کے کہ بندوں کو علم سے بہرہ مند کر کے نادانی کا داغ ان میں لگادیا اور فرمایا۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اپنے اس حال کے مطابق مسلمان ہے یا کافر ہے؟ اور زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا فتوی درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بے شک عوام کے علوم بہ نسبت علوم اولیاء کرام کے کم اور قلیل ہیں۔ کہ علوم لدنیہ حضرات اولیاء کرام کو تو حاصل ہوتے ہیں اور عوام کو حاصل نہیں ہوتے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں: ان العلوم والمعا رف اللدنية يختص بالاولياء والصديقين والعلوم الظاهرة بنا لها حتى الفسقة والزنا دقة۔ (ص ۲۷۰)

اور بلاشبہ علوم اولیاء بہ نسبت علوم انبیاء کرام کے کمتر وقلیل ہیں۔ احیاء العلوم میں ہے:

(الرتبة العليا في ذلك) اى العلوم للانبياء ثم الاولياء العا رفين ثم العلماء الراسخين ثم الصالحين ۔ (فتاوی حدیثیہ ص ۹۴)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: جميع ما اعطى الاولياء مما اعطى الانبياء كزق ملى عسلا فرشحت منه رشحات فتلك الرشحات هي ما اعطى الاولياء ومافي با طن الزق هو ما اعطى الانبياء۔ (ص ۲۷۹) ل

لیکن زید کا یہ قول غلط ہے۔ کہ انبیاء کے علم مقرب فرشتوں کے علم کے سامنے تھوڑا ہے۔ اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ بلاشک حضرات انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: ان خوا ص الملا ئكة كجبريل وميكا ئيل واسرافيل وعزرايل وحملة العرش والكروبين من الملا ئكة المقربين افضل من عوام المؤمنين وان كانوا دون مرتبةالانبياء والمرسلين على الاصح من اقوال المجتهدين ۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۲۰)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: "والذى دل عليه كلا م اهل السنة والجماعة الا من شذمنهم ان الانبياء افضل من جميع الملائكة ۔

اسی میں ہے: الجواب الصحيحة هو ما عليه العلماء من تفصيل نبينا على جميع الخلق من الانبياء والملائكة تفصيل الانبياء كلهم على الملا ئكة كلهم ۔ (ص ۱۳۶)

اور ظاہر ہے کہ یہ حضرات انبیاء کرام کی ملائکہ پر افضلیت باعتبار علم کے ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے: " ان آدم افضل من هو لا ء الملا ئكة لانه اعلم منهم والا علم افضل ۔ اور ہمارے نبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیشک تمام مخلوقات سے ہر علم وکمال میں اشرف واکمل ہیں۔

فتاوی حدیثیہ میں ہے: اعلم ان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هو اشرف المخلو قات واکملهم فهو فی کما ل وزیا دة ابدا یترقی من کما ل الی کما ل الی ما لا یعلم کنهه الا اللہ تعالی ۔

تو زید کی یہ سخت گستاخی ہے کہ فرشتوں کے علوم سے علوم انبیاء کرام کو گھٹاتا ہے۔ پھر اس کی مزید بے ادبی ملاحظہ ہو کہ وہ علوم انبیاء واولیاء کو علم ہی نہیں کہتا۔ بلکہ ان کے علوم کثیرہ کو نادانی کے داغ کہتا ہے۔ اور پھر اس پر یہ لیے ی کہ اپنی غلط بات کی سند میں اس آیۃ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ کو پیش کرتا ہے حالانکہ اس آیۃ کریمہ میں علوم خلق کو علم ہی فرمایا گیا۔

اب رہا اس علم کا قلیل فرمانا تو وہ اللہ تعالی کی طرف نسبت کرنے کے لحاظ سے ہے۔ اور اگر اس نسبت سے قطع نظر کر لی جائے تو مخلوق کا علم بھی کثیر ہوتا ہے۔

تفسیر جلالین میں ہے: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بالنسبة الی علمه تعالی'۔ جمل میں ہے (قوله با نسبة الی علمه تعالی ای وان کا ن کثیرا فی نفسه ۔

(جمل مصری ص ۶۴۶ ج ۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ قلت وکثرت امور اضافیہ میں سے ہیں کہ مافوق کے اعتبار سے قلیل کہدیا جاتا ہے اور ماتحت کے اعتبار سے کثیر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں اسی آیۃ کے تحت میں۔ ان القلة والکثرة تدو را نمع الاضا فة فو صف الشی با لقلة مضا فا الی ما فو قه وبا لکثرة مضا فا الی ماتحته ۔

(ص ۱۴۸ ج ۴)

تو زید کا حضرات انبیاء واولیاء کرام کے علوم کو صرف قلیل ہی قرار دینا اور کثیر نہ کہنا اس میں توہین ظاہر ہے۔ بلکہ وہ انکے علوم کثیرہ ظاہرہ ولدنیہ کو نادانی کے داغ کہکر سرے سے علم ہی کی نفی کر رہا ہے۔ تو اس کا یہ صاف طور پر علوم انبیاء واولیاء کرام کو گھٹانا ہے اور اس میں کثیر آیات قرآنی کا انکار لازم آتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وعلمك ما لم تكن تعلم وكا ن فضل الله علیك عظیما "

اور فرمایا: خلق الانسا ن علمه البیان ۔

اور فرمایا: وعلمنه من لدنا علما ۔

ان آیات میں علوم انبیاء کو علم قرار دیا۔ حیرت ہے کہ وہابی مدارس دیوبند وسہارنپور وغیرہ کی تعلیم تو

جاہلوں سے نادانی کے داغ میٹ دیتی ہے اور بے علموں کو ذی علم بنادیتی ہے۔ اور تعلیم الٰہی حضرات انبیاء سے نہ تو نادانی کے داغ میٹ سکتی ہے نہ انہیں ذی علم وصاحب کمال بنا سکتی ہے۔ تو یہ زید فقط حضرات انبیاء واولیاء کے علوم کی تنقیص کر رہا ہے بلکہ قدرت الٰہی کی بھی توہین کر رہا ہے۔

اب رہا زید کا یہ عذر کہ انبیاء واولیاء کے علوم کو علم الٰہی کے مقابلہ میں کہا جا رہا ہے۔ تو یہ کہنا بھی براہ فریب ہے اگر چہ اس پر ہمارا ایمان ہے کہ علم الٰہی کے مقابلہ میں علم مخلوق عطائی وغیرہ کے کثیر فرق ہیں لیکن جب علوم انبیاء واولیاء کو اس نسبت سے قطع کیا جائے تو حضرات انبیا واولیاء کے علوم فی نفسہ ہرگز ہرگز قلیل نہیں بلکہ کثیر لا تعد ولا تحصی ہیں۔ اس صورت میں بھی زید کا انہیں علم نہ ماننا اور یہ کہنا کہ انمیں نادانی کا داغ لگا ہوا ہے خود ان علوم ہی سے انکار ہے۔ جو توہین انبیاء علیہم السلام کو مستلزم ہے۔ تو اس بناء پر یہ زید گمراہ واہل ہوا سے قرار پایا اور اہل ہوا کے پیچھے نماز نادرست ہے اور نا جائز ہے۔

کبیری میں ہے: وروی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف ان الصلوة خلف اهل الاهوا ء لا تجوز ۔

پھر اس میں فتوی دینے کی اہلیت کہاں باقی رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۳۔۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) لفظ سنی کے معنی کیا ہیں؟ تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

(۲) ایک مولوی نے کہا حضور اپنی والدہ کی قبر پر جا کر دعائے مغفرت کر رہے تھے، تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ دعا نہ فرمائیں، بجائے ثواب کے عذاب ہوگا، کیوں کی حضور کے والد والدہ مشرک تھے۔

المستفتی حبیب اللہ۔ مظفر پور

الجواب

(۱) اللهم هدایة الحق والصواب

سنی سے مراد وہ مسلمان ہے جس کے تمام معتقدات اسلامی عقائد اور وہ اہل سنت وجماعت سلف وخلف کے مسلک اور تحقیقات کے خلاف کسی غلط اعتقاد کا معتقد نہ ہو، اور، ما انا علیہ واصحابی۔ کا پورا

پورا مصداق ہوا اور تمام اہل ضلال کے عقائد باطلہ و مسائل خاصہ سے بیزار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۲) اس مولوی نے جو بیان کیا یہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس بارے میں محققین امت کا مسلک یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ اور والد بوقت موت موحد تھے، پھر حضور نے ان کو زندہ کیا، اور وہ زندہ ہو کر حضور پر ایمان لے آئے، تو وہ اب بلا شک مومن ہوئے، اس کے ثبوت میں حضرت خاتم المحدثین علامہ سیوطی نے چھ رسالے تحریر فرمائے، جن میں قرآن و حدیث سے انکے مومن ہونے پر بکثرت دلائل پیش کئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت و جماعت، مسائل ذیل کے بارے میں
مسمی دھوکے ایک جاہل مسلمان تھا ہندو سادھوؤں کے ساتھ رہ کر معاذ اللہ مرتد ہو گیا۔ قوم کوری مرتدہ عورت سے شادی کر لی، ایک لڑکا بھی پیدا ہوا، بعض کا قول ہے کہ مسمی دھوکے نے کوری مرتدہ کے ساتھ حالت کفر میں معاذ اللہ خنزیر کا گوشت بھی کھایا۔ پھر دو سال کے بعد مسلمانوں کے ایک مجمع غفیر کے سامنے کفر سے توبہ کر کے پھر سے ایمان لایا ساتھ ہی وہ مرتدہ عورت بھی تائب ہو کر ایمان لے آئی۔ مسلمانون کے مجمع غفیر نے ان دونوں کے ساتھ کھانا کھایا، اب کچھ جاہلوں کو کہنا ہے، کہ جو مسلمان مرتد ہو کر معاذ اللہ خنزیر کا گوشت کھالے، وہ پھر دوبارہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کے متعلق مفصل و مشرح جواب ارشاد فرمایا جائے۔ کہ مرتد آدمی مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور جب مسلمان ہو جائے تو اس کے ساتھ کھانا یا اس کا جھوٹا مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔ جواب باصواب سے ممنون و مشکور فرمایا جائے۔
المستفتی بڑکھو شاہ لکھائی کھجر یا گونڈا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

کافرہ مرتدہ کی کفریات سے توبہ یقیناً مقبول ہو جاتی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: التوبة عن الكفر حيث تقبل قطعا عرفناه باجماع الصحابة والسلف رضى الله تعالىٰ عنهم ۔ اور جب اس نے توبہ کر لی تو وہ یقیناً مسلمان ہو گیا اور اس کے لئے وہی احکام اور پہلی سعادت لوٹ آئی۔ کہ

حدیث شریف میں ہے۔ التائب من الذنب كمن لاذنب له۔
شرح فقہ اکبر میں: و ان صدر عنه ما يوجب الردة فيتوب عنها ويجدد الشهادة لترجع له السعادة۔

پھر جب وہ مسلمان ہے تو اس کے ساتھ کھانا کھانا اور اس کا جوٹھا مسلمانوں کو کھا لینا، یقیناً جائز ہے۔ باقی رہا جاہلوں کا وہ قول جو مسلمان مرتد ہو کر خنزیر کا گوشت کھالے وہ پھر دوبارہ مسلمان نہیں ہو سکتا، سراسر غلط ہے اور باطل اور حکم الہی کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وهو الذى يقبل التوبة من عباده۔ والله تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
حضور کے والدین کے متعلق کہ وہ اسلام لائے حضور کے زندہ کرنے سے اسکا بھی مستند کتاب سے ثبوت دیا جائے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابوین کریمین کے زندہ کئے جانے اور ان کے اسلام لانے کے ثبوت میں حضرت خاتمۃ المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی نے چھ رسائل تحریر فرمائے۔

(۱) مسالك الحنفا فى والدى المصطفى ۔
(۲) الدرج المنيفه فى الا باء الشريفه۔
(۳) المقامات السندسية فى النسبة المصطفويه۔
(۴) التعظيم والمنة فى ان ابوى رسول الله ﷺ فى الجنة ۔
(۵) السبل الجلية فى الآباء العليه ۔
(۶) نشر العلمين المنيفين فى احياء الابوين الشريفين ۔

ان رسالوں میں بدلائل کثیرہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ان کا

اسلام لانا ثابت کیا گیا ہے۔ اگر یہ تفصیل دیکھنا ہوتا انکا مطالعہ کرے۔

کتب فقہ میں بھی اس مسئلہ کو بیان کیا اور حدیث سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ردالمحتا میں ہے:

الا ترى ان نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قد اكرمه الله تعالىٰ بحياة ابويه له حتى آمنا به كما فى حديث صححه القرطبى وا بن ناصر الدين حافظ الشام و غيرهما فا نتفعا بالايمان بعد الموت على خلاف القاعدة اكراما لنبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما احى قتيل بنى اسرائيل ليخبر بقاتله۔ (درمختار، ص ۴۹۸)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے انکے ماں باپ کو زندہ کر کے اکرام کیا، یہاں تک کہ وہ دونوں حضور پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ جس کی قرطبی اور ابن ناصرالدین شامی اور انکے سوا اور لوگوں نے تصحیح کی تو ان دونوں نے موت کے بعد ایمان سے نفع حاصل کیا۔ یہ خلاف قاعدہ بات محض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہوکر اپنے قاتل کی خبر دی۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ ابوین شریفین کا احیا واسلام صحیح حدیث سے ثابت ہے اور فقہا اکرم کا اس سے استدلال کرنا خود حدیث کی صحت کی بین دلیل ہے۔ جن قلوب میں نور ایمان جلوہ افروز ہے انکے لئے اس قدر کافی ہے اور جو قلوب عداوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہیں ان کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۷۔۲۸۔۲۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل کے بارے میں۔

(۱) کیا انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں گویا حیات النبی کا حل مقصود ہے۔

(۲) مسمی اختر علی خاں نامی ایک مسلمان نعت شریف پڑھنے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اشعار کہنا منع ہے۔ قرآن پاک کی اجازت نہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بزرگان سلف اور متقدمین حضرات نے اپنا کلام اشعار میں کہا ہے جیسے حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہم۔ تو کیا

ان حضرات نے قرآن پاک اور احادیث نبوی کے خلاف کہا ہے۔ مفصل ومدلل فرمائیں کہ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو نعت شریف پڑھنے اور کہنے اور لکھنے کو منع کرتا ہے۔

(۳) مسمی اختر علی خاں نامی یہ کہتا ہے بزرگان دین اولیاء کرام رحمہم اللہ کی موت بالکل عوام کی سی موت ہے۔ یہ حضرات سب مٹی ہوگئے انہیں کوئی زندگی حاصل نہیں اور نہ ان سے کچھ فیوض وتصرفات ہیں نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس قسم کے عقیدے کے انسان کے لئے کیا حکم ہے۔ مذکورہ بالا سلسلہ میں کتاب وسنت اور اقوال علماء وصلحاء درکار ہیں۔ فقط والسلام

خاکسار مکرم عفی عنہ۔ موضع کونڈرہ ڈاکخانہ اوہگڈھ۔ علی گڈھ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) حضرات انبیاء کرام بلاشبہ زندہ ہیں۔ اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے۔

چنانچہ عقائد کی کتاب تکمیل الایمان میں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

انبیاء را موت نبود وایشاں حی وباقی اند وموت ہماں است کہ یکبار چشیدہ اند بعد ازاں ارواح بابدان ایشاں اعادت کنند وحقیقت حیات بخشند چنانچہ در دنیا بودند کامل تر از حیات شہداء کہ آں معنوی است۔ (تکمیل الایمان۔ ص ۴۲)

انبیاء پر پھر موت نہیں آئے گی وہ زندہ ہیں اور باقی ہیں ان کی وہی موت تھی جس کو وہ چکھ چکے اس کے بعد ہی ان کی روحوں کو ان کے جسموں میں لوٹا دیا اور حقیقی حیات عطا فرمادی جیسی دنیا میں تھی شہداء کی حیات سے زیادہ کامل کہ شہداء کی تو حیات معنوی ہے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ حقہ ہے جس پر کثیر دلائل ولالت کرتے ہیں اور متقدمین ومتاخرین کے اس میں مستقل رسائل موجود ہیں۔ قرآن سے اس کی تائید یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا ط بل احياء عندربهم يرزقون۔

(سورہ آل عمران ع ۱۷)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ شہداء کو موت کے بعد ہی حیات عطا فرماتا ہے

یہاں تک کہ ان پر رزق پیش کیا جاتا ہے تو اگر چہ آیت میں شہداء کے لئے حیات کا اثبات ہے مگر آیت کے عموم میں حضرات انبیاء کرام بھی داخل ہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

واذاثبت بشهادة قوله تعالیٰ ۔ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عندربهم یرزقون۔ حیاة الشهداء ثبت للنبی ﷺ بطریق الاولی لانه فوقهم درجات قال السیوطی وقل نبی الاوقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فیدخلون فی عموم الآیة۔

(زرقانی مصری ج۸ص۳۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اس قول (اور جو اللہ کی راہ میں قتل کردیے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں) کی شہادت سے شہداء کی حیات ثابت ہوئی تو نبی ﷺ کے لئے بطریق اولیٰ حیات ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ وہ ان شہداء سے درجوں بلند ہیں۔

علامہ سیوطی نے فرمایا کہ فقط نبی تو کم ہوئے ورنہ نبوت کے ساتھ وصف شہادت جمع کردیا گیا تو وہ انبیاء اس آیت کے عموم میں داخل ہو جائیں گے۔

اسی عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیت کے عموم میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں تو اسی آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہوگئی۔

امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔

الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء۔

(انباء الاذکیا للعلامۃ السیوطی ص۷)

انبیاء کی روحیں قبض ہو جانے کے بعد پھر اجسام کی طرف واپس کردی جاتی ہیں تو وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

بلکہ مذہب مختار ہی یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ کامل اور تمام تر ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

پس حیات ایشاں علیہم السلام اخص واکمل اتم از حیات شہداء باشد چنانچہ مذہب مختار ومنصور است (وفیہ ایضا) وحیات انبیاء صلوات اللہ علیہم کامل تر از حیات شہداء است وتحقیق دریں باب کہ مختار

جمہور علماء است۔ (جذب القلوب ص۱۴۴ و۱۴۷)

تو انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ خاص اور زیادہ کامل اور زیادہ تمام ہے کہ مذہب مختار ومنصور یہی ہے۔ اور انبیاء صلوات اللہ علیہم کی حیات شہداء کی حیات سے زاید کامل ہے۔ اور اس باب میں محقق ومختار جمہور علماء کا یہی ہے۔

بالجملہ حیات انبیاء علیہم السلام پر جس طرح اس آیت کریمہ نے دلالت کی اسی طرح اس پر دلالت کرنے والی بکثرت احادیث ہیں۔ ابوداود، نسائی، دارمی، بیہقی میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ (مشکوۃ ص۱۲۰)

بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق۔

(مشکوۃ شریف ص۱۲۱)

بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسمون کا کھانا حرام کردیا ہے تو اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ابویعلی اپنی مسند میں اور ابن عدی کامل میں۔ اور بیہقی حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ (جامع صغیر مصری ج۱ص۱۰۳)

انبیاء زندہ ہیں۔ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

الحاصل آیہ کریمہ اور ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کے جسموں کو زمین ہرگز نہیں کھاسکتی۔ تو اتنے ثبوت کے بعد کوئی مسلمان تو مسئلہ حیات الانبیاء میں کسی طرح کا شبہ وشک کرنہیں سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اختر علی خاں کا یہ دعوی (کہ نعت شریف کا پڑھنا منع ہے اور اشعار کا کہنا منع ہے قرآن پاک کی اجازت نہیں) غلط وباطل ہے، اس کے دعوے میں اگر ادنی سی صداقت بھی ہوتو اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی آیت قرآن یا حدیث پیش کرتا۔ لیکن وہ کیسے پیش کرسکتا ہے۔ جب قرآن پاک میں یہ

وارد ہے۔

والشعراء یتبعهم الغاوون ط الم تر انهم فی کل واد یهیمون وانهم یقولون مالا یفعلون o الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروا الله کثیرا وانتصروا من بعد ماظلموا۔

(سورہ شعراء ع۱۱)

اورشاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہرنالہ میں سرگرداں پھرتے ہیں اوروہ کہتے ہیں جونہیں کرتے مگروہ شعراء جوایمان لائے اوراچھے کام کئے اوربکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیابعداس کے کہ ان پرظلم ہوا۔

علامہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اورعلامہ خازن نے تفسیر لباب التاویل میں اورعلامہ صاوی نے تفسیر صاوی علی الجلالین تحت آیت کریمہ مضمون واحد ذکر کیا۔

عبارت صاوی یہ ہے۔

اعلم ان الشعراء منه مذموم وهو مدح من لایجوز مدحه وذم من لایجوز ذمه وعلیه تتخرج الآیة الاولیٰ وقوله علیه السلام لان یمتلی جوف احدکم قیحاو د ماخیرله من ان یمتلی شعرا ومنه ممدوح وهو مدح من یجوز مدحه وذم من یجوز ذمه وعلیه تتخرج الآیة الثانیة وقوله ﷺ ان من الشعر لحکمة وقال الشعبی :کان ابو بکر یقول الشعر وکان عمر یقول الشعر وکان عثمان یقول الشعر وکان علی اشعر الثلاثة وروی عن ابن عباس انه کان ینشد الشعر فی المسجد ویستنشده وروی انه علیه السلام قال یوم قریظة لحسان اهج المشرکین فان جبریل معك وکان یضع له منبر فی المسجد یقوم علیه قائما یفاخر عن رسول الله ﷺ وینافخ ویقول رسول الله تعالیٰ علیه وسلم هجاهم حسان فشفی واشتفی فقال حسان :

هجوت محمدا فاجبت عنه — وعند الله فی ذاك الجزاء

(ای دشمن) تونے حضور کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے جواب دیا۔اوراللہ کے پاس اس کی جزاہے۔

هجوت محمدا برا تقیا — رسول الله شیمته الوفاء

تونے ہمارے نبی علیہ السلام کی ہجو کی جونہایت نیک اور پرہیزگار ہیں۔اللہ کے رسول ہیں جن

کی وفاعادت ہے۔

فان ابی ووالدتی وعرضی — لعرض محمد منکم وقاء

بیشک میرے باپ اورمیری والدہ اورمیری آبرو۔آبروئے نبی علیہ السلام کے لئے تم سے پناہ ہے۔

تفسیر صاوی ج۳ص۱۵۳

ترجمہ تفسیر۔جانو بیشک ایسے شعرتو مذموم وناجائز ہیں جس میں ایسے شخص کی مدح ہوجس کی مدح جائز نہ ہواورایسے شخص کی برائی ہوجس کی برائی جائز نہ ہو۔اورآیات سے ایسے ہی کفارشعراء مراد ہیں اور خود نبی علیہ السلام کی یہ حدیث بھی ہے کہ تم میں کسی کاریم اورخون سے پیٹ بھرنااس سے بہتر ہے کہ اس کا شعر سے پیٹ بھرے۔اورایسے شعر جوجائز وقابل تعریف ہیں وہ ہیں جن میں ایسے شخص کی مدح ہوجس کی مدح جائز ہو۔اورایسے شخص کی برائی ہےجس کی برائی جائز ہو۔اورآخر کی آیت ایسے مسلمان شعراء کے حق میں ہےاوران کے لئے حدیث میں فرمان رسول پاک ہے کہ بیشک بعض شعر میں ضرور حکمت ہے اورامام شعبی نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر شعر کہتے تھے۔اورحضرت عمر شعر کہتے تھے۔اورحضرت عثمان شعر کہتے تھے۔اورحضرت مولیٰ علی ان تینوں سے بڑے شاعر تھے۔اورابن عباس سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں شعر پڑھتے تھےاور پڑھواتے تھے۔اورحدیث میں مروی ہے کہ حضوراکرم ﷺ نے واقعہ بنی قریظہ کے دن حضرت حسان کوحکم دیا کہ مشرکوں کی شعر میں ہجو کر۔کہ بیشک حضرت جبریل مدد کے لئے تیرے ساتھ ہیں۔اورحضور مسجد میں حسان کے لئے منبر بچھواتے۔اورمنبر پر کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ کے مفاخر پڑھتے اور کفار کے طعن کودفع کرتے تھےاورحضور فرماتے بیشک اللہ حسان کی جبریل سے تائید کرتا ہے جب تک وہ حضور کے مفاخر یاان سے دفع طعن کرتے رہتے ہیں۔حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ حسان نے کفار کی ہجو کی تواس نے دوسروں کوشفااورتسکین دی اورخودبھی شفاپائی اورتسکین حاصل کی۔توحضرت حسان نے یہ شعر کہے۔

اس آیہ کریمہ اوراس کی تفسیر سےاورتفسیر میں احادیث سےاس قدرامورثابت ہوئے۔

(۱) جن شاعروں کی قرآن وحدیث میں مذمت وارد ہےان سے مراد کفاراورفساق شعراء ہیں،

(۲) جواشعار شرعاً ناجائز وقبیح ومذموم ہیں وہ جھوٹے اشعار ہیں اوران میں ناقابل مدح کی مدح ہو۔اورجومذمت کااہل نہ ہواس کی مذمت ہو۔

(۳) جن شعراء کی قرآن وحدیث میں تعریف وارد ہےان سے مراد مسلمان متبع شرع شعراء

ہیں۔

(۴) جو اشعار شرعاً جائز بلکہ وعظ وحکمت ہوں اور جو شریعت کے خلاف نہ ہوں اور جن میں قابل مدح کی مدح ہو اور لائق ذم کی مذمت ہو وہ اللہ ورسول کے محبوب ومطلوب ہیں۔

(۵) مطلقا شاعر ہونا کوئی گناہ اور عیب نہیں اور اگر یہ گناہ یا عیب ہوتا تو حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ میں حضرت ابن عباس۔ حضرت حسان بن ثابت۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔ کعب ابن مالک رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز شاعر نہ ہوتے۔

(۶) جو شعر خلاف شرع نہ ہو اور وہ حمد ونعت کا ہو یا مدح صحابہ واولیاء کا ہو یا وعظ ونصیحت کا ہو اس کا مسجد میں پڑھوانا سنت ہے۔

(۷) خود حضور نبی کریم ﷺ نے یوم واقعہ بنی قریظہ میں حضرت حسان کو ہجو کفار میں شعر کہنے کا حکم دیا۔

(۸) حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے اشعار پڑھنے کے لئے منبر بچھواتے اور وہ منبر پر کھڑے ہو کر اشعار پڑھتے اور حضور ان کو سنتے تھے۔

(۹) حضرت حسان حضور سے دفع طعن اور آپ کے مفاخر وفضائل پر مشتمل شعر مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر پڑھتے۔

(۱۰) حضور اکرم ﷺ نے ان اشعار کو جو مشتمل نعت پر تھے سنکر تحسین فرمائی۔ اور ان کے حق میں دعا کی اور حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کا مؤید بتا کر ان کی امتیازی شان ظاہر فرمائی لہذا اس اختر علی خاں کا نعت شریف پڑھنے کو منع قرار دینا اور اشعار کہنے کو منع کرنا قرآن وحدیث کے خلاف ثابت ہوا۔ اس کا یہ (کہ قرآن کی اجازت نہیں) کہنا خود قرآن کریم پر صریح افترا ہے کہ قرآن تو مسلمان کو موافق شرع شاعری کی اجازت دیتا ہے جو آیہ کریمہ اور اس کی تفسیر میں مذکور ہوا۔ پھر جب اس شخص کا سارا کلام ہی باطل اور غلط ہے تو بزرگان سلف اور متقدمین کے اشعار بلاشبہ قرآن وحدیث کے موافق ثابت ہوئے جس کے دلائل آیت اور حدیث سے پیش کر دیئے گئے تو جو شخص نعت شریف پڑھنے اور کہنے لکھنے کو منع کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کا منکر ومخالف ہے کہ قرآن وحدیث نعت پڑھنے اور کہنے لکھنے سب کی اجازت دیتے ہیں۔ تو اس شخص پر فرض ہے کہ وہ جلد از جلد اس باطل عقیدہ سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) حضرات اولیائے کرام وبزرگان دین کی موت بمقابلہ عوام مسلمین کے بہت ارفع واعلی ہے۔

چنانچہ مسند ابویعلی میں حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يقول الله لملك الموت انطلق الى وليي فاتنى به فانى قد جربته بالسراء والضراء فوجدته حيث احب فاتنى به لاريحه من هموم الدنيا وغمومها فينطلق اليه ملك الموت ومعه خمسمائة من الملائكة معهم اكفان وحنوط الجنة ومعهم ضبائر الريحان اصل الريحانة واحد وفى رأسها عشرون لونا كل لون منها ريح سوى ريح صاحبه ومعهم الحرير الابيض فيه المسك الا ذفر فيجلس ملك الموت عند رأسه وتحتوبه الملائكة ويضع كل ملك منهم يده على عضو من اعضائه ويبسط ذلك الحرير الابيض والمسك الا ذفر تحت ذقنه ويفتح له باب الجنة قال فان نفسه لتعلل عند ذلك بطرف الجنة مرة بازوا جهاو مرة بكسوتها ومرة بثمارها كما يعلل الصبى اهله اذا بكى وان ازواجه ليبتهشن عند ذلك ابتها شا قال وتنز والروح نزوا ويقول ملك الموت اخرجى ايتها الروح الطيبة الى سدر مخضور وطلح منضود وظل ممدود وماء مسكوب قال وملك الموت اشد تلطفا به من الوالدة بولدها يعرف ان ذلك الروح حبيب الى ربه كريم على الله فهو يلتمس بلطفه بتلك الروح رضا الله عنه فتسل روحه كما تسل الشعرة من العجين قال وان روحه لتخرج والملائكة طيبين الاية قال فاما ان كان من المقربين فروح وريحان وجنة نعيم قال يعنى راحة من جهد الموت وريحان يتلقى به عند خروج نفسه وجنة نعيم امامه۔

(شرح الصدور ص۲۳)

اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے ولی کی طرف جا۔ اور اسکو لیکر آ۔ بیشک میں اس کو رنج وراحت میں آزما چکا ہوں۔ تو میں نے اس کو اپنی پسندیدہ جگہوں پر پایا۔ پس اس کو لیکر آ تا کہ اس کو دنیا کے اندیشوں اور غموں سے راحت دوں۔ تو ملک الموت پانچسو فرشتوں کو ساتھ لیکر اس کی طرف چلتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ جنت کا خوشبودار کفن اور خوشبودار پھول چند اقسام کے پھول کی جڑ تو ایک ہوگی اور چوٹی میں بیس رنگ ہونگے ان میں سے ہر رنگ کی خوشبو دوسرے کی خوشبو سے علیحدہ۔ اور ان کے ساتھ

سفید ریشم کا کپڑا ہوتا ہے اس میں تیز بو مشک کی ہوتی ہے تو ملک الموت اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اور ان میں کا ہر فرشتہ اس کے اعضا سے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے اور وہ ریشمین سفید کپڑا اور مشک اذفر اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دیتا ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے فرمایا بیشک اس کے نفس کو جنتی نو بنو چیزوں سے بہلایا جاتا ہے کبھی جنتی حوروں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی پھلوں سے جیسے کہ بچہ روتا ہے تو اس کے اہل بہلاتے ہیں۔ اور بیشک اس وقت حوریں اس کو چاہتی ہے۔ فرمایا اور روح بچین ہو کر جلدی کرتی ہے اور ملک الموت فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح بے کانٹے کی بیریوں اور کیلے کے گچھوں اور ہمیشہ کے سائے۔ اور ہمیشہ جاری پانی کی طرف نکل۔ فرمایا اور ملک الموت والدہ کے اپنے بچہ پر مہربانی کرنے سے زیادہ مہربان ہونگے اور یہ ظاہر ہو جائے گا کہ یہ محبوب الٰہی کی روح ہے تو وہ اس روح سے نرمی رضائے الٰہی کے لئے التماس کریں گے تو اس کی روح اس طرح کھینچ لی جائے گی جیسے بال آٹے سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ فرمایا اس کی روح نکل آتی ہے تو اس کے گرداگرد کے فرشتے کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو۔ تم اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ قول ہے کہ وہ لوگ جن کو فرشتے پاکیزہ طور وفات دیتے ہیں فرمایا ہے پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں میں سے ہے تو راحت اور پھول اور چین کے باغ۔ فرمایا یعنی سخت موت سے راحت ہے اور اس کی روح کے نکلتے وقت اسے پھول دیئے جاتے ہیں اور چین کے باغ اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کے عوام مومنین کی موت سے اولیائے اکرام اور بزرگان دین کی بہت بلند و بالا ہے۔ ان ہر دو موت کو برابر کہنا نہ فقط غلط و باطل بلکہ حدیث کی مخالفت ہے۔ اسی اولیاء کرام کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی کتاب کی شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور میں ایسے کثیر واقعات ذکر کئے ہیں۔

وقد يكشف الله بعد اولیائه فیشاهد ذالك نقل السهيل في دلائل النبوة ان بعض الصحابة انه حفر في مكان فانفتحت طاقة فاذا شخص على سرير وبين يديه مصحف يقرا فيها وامامه روضة خضراء وذالك باحد وعلم انه من الشهداء لانه رأى في صفحة وجهه جرحا۔ وفي روض الرياحين عن بعض الصالحين قال حفرت قبر الرجل من العباد والحدته فبينا انا اسوى اللحد سقطت لبنة من لحد قبريليه فنظرت فاذا الشيخ جالس في القبر فعليه

ثياب بيض تقعقع في حجره مصحف من ذهب مكتوب بالذهب وهو يقرأ فيه فرفع راسه الى وقال لي اقامت القيامة رحمك الله قلت لا فقال رد واللبنة الى موضعها عافاك الله فرددتها ۔ (الى ان قال) وفي الرسالة للقشيرى بسنده عن الشيخ ابى السعيد الخراز قال كنت بمكة فرائيت بباب بنى شيبة شابا ميتا فلما نظرت عليه تبسم في وجهى وقال لي ياابا سعيد اما علمت ان الاحباء احياء وان ما توا وانماينقلون من دار الى دار (الى ان قال) وفيهاعنه ايضا قال جاء نى مريد بمكة فقال يااستاذ غداأموت وقت الظهر فخذ هذا الدينار فاحفرني بنصفه وكفنى بالنصف الآخر فلماكان الغد وجاء وقت الظهر جاء وطاف ثم تباعد ومات فلماوضعناه في اللحد فتح عينيه فقلت احياة بعد الموت فقال انا محب وكل محب الله حيٌ ۔

(شرح الصدور صفحہ ۸)

اور اللہ نے اپنے بعض اولیاء کو ظاہر فرمادیا تو اس کا مشاہدہ ہوا۔ امام سہیلی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا کہ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو ایک طاق کھل گیا تو دیکھا کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے مصحف رکھا ہے جس میں وہ قرأت کرتا ہے اور اسکے سامنے سبز گنبد ہے اور یہ احد کا مقام ہے معلوم ہوا کہ وہ شخص شہداء سے ہیں کہ اس کے چہرے میں زخم نظر آیا۔ اور روض الریاحین میں بعض صالحین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اولیاء سے ایک ولی کی قبر کھودی اور لحد بنائی تو میں لحد کو درست کر رہا تھا کہ اس کے پاس قبر کی لحد سے ایک اینٹ گر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ قبر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سفید کپڑے ہیں اور وہ جھوم رہے ہیں ان کی گود میں سونے کا لکھا ہوا سونے ہی کا مصحف ہے اور وہ تلاوت میں مشغول ہیں تو انھوں نے اپنا سر میری طرف اٹھایا اور مجھ سے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے کیا قیامت قائم ہو گئی میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا اس اینٹ کو پھر اس کی جگہ میں رکھ دے۔ اللہ تجھے بعافیت رکھے۔ اور رسالہ قشیری میں بسند شیخ ابو سعید خراز سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میں نے باب بنی شیبہ کے پاس ایک مردہ جوان کو دیکھا تو جب میں نے انھیں بغور دیکھا تو انھوں نے تبسم فرمایا اور فرمایا اے ابو سعید کیا تو نہیں جانتا کہ بیشک محبوبان الٰہی زندہ ہیں اگر چہ وہ مر چکے ہیں تو وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور اسی میں انھیں سے مروی مکہ میں میرے پاس ایک مرید آیا اور اس نے کہا اے استاذ میں کل

بوقت ظہر مرجاؤں گا۔ آپ اس دینار کو لیجئے اور اس کے نصف سے میری قبر کھدوانا اور دوسرے نصف سے مجھے کفنانا تو جب کل کا دن ہوا اور وقت ظہر آیا تو اس نے طواف کیا پھر دور ہو کر مر گیا تو جب میں نے اسکو لحد میں رکھا تو اس نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں تو میں نے کہا کہ موت کے بعد بھی حیات ہے اس نے کہا میں محبوب ہوں اور ہر محبوب الٰہی زندہ ہے۔

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ شہداء عظام و اولیاء کرام موت کے بعد بھی زندہ ہیں اس اختر علی خاں کا اسکے خلاف یہ کہنا (یہ حضرات سب مٹی ہو گئے انھیں کوئی زندگی حاصل نہیں) غلط و باطل ہے اور شان اولیاء میں سخت بے ادبی و گستاخی ہے اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی غلط و باطل ہے کہ اولیائے کرام کے کچھ فیوض و تصرفات نہیں۔

فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:

قال (الاما م الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه) انی لاتبرك بابی حنیفة و اجئی الیٰ قبره فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین و سألت الله تعالیٰ عنه قبره فتقضی سریعاً۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۳۹)

امام شافعی نے فرمایا میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کی طرف حاضر ہوتا ہوں پس مجھے جو حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ جلد پوری ہو جاتی ہے۔

(وفیه ایضا) و معروف الکرخی بن فیروز من المشائخ الکبار مستجاب الدعوات یستسقیٰ بقبره و هو استاذ السری السقطی مات سنة ۲۰۰۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۲)

اور معروف کرخی بن فیروز بڑے مشائخ سے ہیں مستجاب الدعوات ہیں ان کی قبر پہ توسل سے پانی طلب کیا جاتا ہے یہ حضرت سری سقطی کے استاذ ہیں جنکا ۲۰۰ھ میں وصال ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام گفتہ است ہر کہ بوے در حال حیاتش تبرک جویند بعد از ممات نیز بوے تبرک و انتفاع گیرند امام شافعی گفتہ است کہ قبر موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ تریاق اکبر است مر قبول و اجابت دعا را و بعضے از مشائخ گفتہ اند کہ یافتم چہار کس را از اولیاء اللہ کہ تصرف میکنند در قبور مثل تصرف ایشاں کہ در حالت حیات داشتند یا زیادہ از اں شیخ معروف کرخی و شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را ذکر

کردہ از مشائخ۔ (از جذب القلوب ص ۱۵۲)

حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا ہر وہ شخص جس سے اس کی زندگی میں تبرک حاصل کر سکتے ہیں تو اس کی موت کے بعد بھی اس سے نفع اور تبرک حاصل کر سکتے ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کے قبول اور اجابت کے لئے تریاق اکبر ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ میں نے اولیاء اللہ سے چار حضرات کو ایسا پایا کہ قبروں میں وہ ایسا تصرف کرتے ہیں جیسا حالت حیات میں کرتے تھے یا اس سے بھی زائد۔ (۱) شیخ معروف کرخی۔ (۲) شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور مشائخ سے دو صاحب کا اور ذکر کیا۔

ان عبارات سے چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) قبر کو حاجت روائی کا مقام سمجھنا۔

(۲) قبور اولیاء کے پاس حاجت لیکر آنا۔

(۳) دعا میں صاحب قبر کے ساتھ توسل کرنا۔

(۴) صاحب قبر کے توسل کو حاجت کے جلد پورا ہو جانے کا ذریعہ جاننا۔

(۵) صاحب قبر کا حاجت روائی کرنا۔

(۶) صاحب قبر سے تبرک اور نفع حاصل کرنے کے اعتقاد کا صحیح ہونا۔

(۷) قبر کو اجابت و قبول دعا کا تریاق اکبر کہنا۔

(۸) اولیاء کا قبور میں ایسا تصرف کرنا جیسا وہ زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے۔

(۹) اولیاء کے قبور کے تصرف کا زندگی کے تصرف سے زائد ہو جانا۔

(۱۰) قبور اولیاء سے فیوض و تصرف کے عقیدہ کا حق ہونا۔

لہذا اختر علی خاں کا یہ قول کہ نہ ان سے کچھ فیوض و تصرفات ہیں بھی باطل و غلط قرار پایا۔ تو فی الواقع اگر اس اختر علی خاں کے ایسے باطل عقائد ہیں تو وہ بلا شبہ گمراہ گر و مضل ہے اس کو چاہئے کہ جلد اپنے باطل عقائد سے توبہ کرے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۳﴾ باب فضائل الرسول

مسئلہ (۳۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول وبراز امت کے حق میں پاک ہے یا نہیں؟۔ اور ایک صحابیہ ام ایمن نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا اور حضور نے ان کو دعا دی تھی کہ اب تیرا پیٹ درد نہیں کریگا؟۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟۔ اور ہے تو کہاں ہے اور جو شخص اس روایت کا انکار کرے وہ کیسا ہے؟۔ نیز بے نمازی کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی یا نہیں۔

عزیز الرحمٰن آسامی طالب علم مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بلا شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول وبراز پاک ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ صفحہ ۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں احادیث دلالت ست بطہارت بول ودم آنحضرت وبریں قیاس سائر فضلات۔ وعینی شارح صحیح بخاری کہ حنفی المذہب ست گفتہ کہ ہمیں قائل ست امام ابوحنیفہ۔ وشیخ ابن حجر گفتہ کہ دلائل متکاثرہ ومتظاہرہ اند برطہارت فضلات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشمار کردہ اند آنرا ائمہ از خصائص وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

ان احادیث میں حضور کے بول وخون کے پاک ہونے پر دلالت ہے اور اسی قیاس پر اور باقی فضلات ہیں۔ اور علامہ عینی جو بخاری کے شارح اور حنفی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسی کے امام ابو حنیفہ قائل ہیں۔ اور شیخ ابن حجر نے کہا کہ حضور کے فضلات کے پاک ہونے پر کثیر اور ظاہر دلائل موجود ہیں۔ اور اماموں نے اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں ناقل ہیں:

"صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كما نقله في المواهب اللدنيه عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى في شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلة على ذلك وعد الائمة ذلك من خصائصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ونقل بعضهم عن شرح المشكاة للملا على القارى انه قال اختاره كثير من اصحابنا۔ (ردالمحتار مصری جلد ا صفحہ ۲۲۲)

بعض ائمہ شافعیہ نے حضور علیہ السلام کے بول اور باقی فضلات کے پاک ہونے کی تصحیح کی اور یہی امام ابوحنیفہ نے فرمایا جیسا کہ اس کو مواہب لدنیہ میں عینی کی شرح بخاری سے نقل کیا۔ اور اسی کی علامہ بیری نے شرح اشباہ میں تصریح کی، اور حافظ ابن حجر نے فرمایا اس پر دلائل قائم ہوئے۔ اور ائمہ نے اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا۔ اور بعض نے ملاعلی قاری کی شرح مشکوۃ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: اس کو ہمارے بہت سے اصحاب نے اختیار کیا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ ائمہ دین اور محدثین کے اقوال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بول وبراز کے پاک ہونے پر کثیر موجود ہیں۔ اور ان اقوال کی دلیل یہی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو عندالمحدثین حدیث صحیح ہے، اسے دارقطنی نے روایت کیا اور اس کی علامہ قسطلانی، نووی، سبکی، بارزی، زرکشی، ابن وحیہ، ابن الرفعہ، بلقینی، قایانی، رملی، قاضی عیاض، شیخ الاسلام ابن حجر وغیرہ محدثین نے تصحیح کی۔

چنانچہ زرقانی میں ہے:

وحديث شرب المرأة البول صحيح، يعني ام ايمن، لانها التى رواه الدار قطنى انها شربت بوله قال وهو حديث حسن صحيح نحوه قول عياض في الشفاء حديث المرأة اللتى شربت بوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صحيح ثم قال النووى ان القاضى حسنه قال بطهارة الجميع انتهى اى جميع فضلاته۔ وبه جزم البغوى وغيره واختاره كثير من متاخرى الشافعية وصححه السبكى والبارزى والزركشى وابن الرفعة والبقينى والقاياني قال الرملى وهو المعتمد وبهذا قال ابو حنيفة كما قاله العينى وقطع به ابن عربى وقال شيخ الاسلام ابن حجر الحافظ قد تكاثرت الادلة على طهارة فضلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعد الائمة ذلك من خصوصياته" (زرقانی مصری جلد ۴ صفحہ ۲۳۳)

اور عورت ام ایمن کے بول کے پینے کی حدیث صحیح ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو دار قطنی نے روایت کیا کہ ام ایمن نے حضور کا بول پیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی طرح قاضی عیاض کا شفا میں قول ہے کہ ام ایمن کی وہ حدیث کہ انہوں نے حضور کا بول پیا صحیح ہے۔ پھر نووی نے کہا کہ قاضی حسین نے تمام فضلات کے پاک ہونے کو کہا اور اسی پر بغوی وغیرہ نے جزم کیا۔ اور اسی کو بہت سے متاخرین شافعیوں نے اختیار کیا۔ اور اسی کی علامہ سبکی اور بارزی اور زرکشی اور ابن الرفعہ اور بلقینی اور قایانی نے تصحیح کی، اور علامہ رملی نے کہا: یہی معتمد ہے اور یہی امام ابوحنیفہ نے کہا۔ اس کو عینی نے کہا اور اس کا ابن عربی نے یقین کیا، اور شیخ الاسلام ابن حجر نے کہا: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات کی پاکی پر دلائل کثیرہ قائم ہوئے اور ائمہ نے اس کو حضور کے خصوصیات سے شمار کیا۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ کس قدر محدثین نے اس روایت کی تصحیح بیان کی۔ اب ان کے خلاف جو شخص اس روایت کا انکار کرتا ہے وہ ایسے معتمد کثیر محدثین کی مخالفت کرتا ہے اور صحیح حدیث کا انکار کرتا ہے اور ائمہ دین کے مسلک و مذہب کو غلط قرار دیتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جب بے نمازی مسلمان ہے تو وہ ترک نماز کی بنا پر فاسق ہے۔ اور فاسق کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ طحطاوی میں ہے" فصار کغیرہ من اصحاب الکبائر "واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل احادیث و مسئلہ میں
زید کہتا ہے۔ ماخلقت خلقا اکرم علی منك ،و لقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتك ومنزلتك عندی، و لو لاك ماخلقت الدنیا رواہ ابن عساکر۔ ولو لا محمد لما اظھرت ربوبیتی رواہ الحاکم ۔ولولاك ما خلقت الافلاك والارضین۔
احادیث قدسی ہیں، عمر صریح طور سے اسکا منکر ہے۔ عمر کہتا ہے کہ یہ عوام الناس میں مشہور و معروف ہے کہ یہ احادیث قدسی ہیں حالانکہ آج تک کہیں کسی معتبر و مستند کتاب میں اسکی سندیں نہیں

ملیں، اسے حدیث قدسی کہنا صریح غلط ہے، کہنے والا گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب و تحقیر کرتا ہے۔ لہذا بصد عجز و نیاز عرض ہے کہ یہ احادیث قدسی ہیں یا نہیں؟۔ اگر ہیں تو اس کی پوری سندیں مع حوالہ کتب عنایت فرمائیں اور نیز یہ ارشاد عالی ہو کہ زید کا کہنا بجا ہے یا عمر کا، اگر زید کا کہنا بجا ہے تو شریعت مطہرہ کی طرف سے عمر پر کیا حکم لازم آئے گا اور ایسے بدعقیدہ رکھنے والے کے پیچھے سنیوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟۔ اور جو حضرات کہ لاعلمی کی بنا پر اس کے پیچھے کچھ نمازیں پڑھ لی ہیں ان نمازوں کو لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟۔ بہت جلد جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔ تا کہ سنیوں کو سیدھی راہ پر چلنے کا موقع ملے۔

المستفتی۔ معین الدین احمد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علامہ خاتمۃ المحققین خلاصۃ المدققین شہاب الملۃ والدین احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں حدیث اول کو اس طرح ذکر فرماتے ہیں:

وفی حدیث سلمان عن ابن عساکر قال هبط جبریل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال: ان ربك یقول: ان کنت اتخذت ابراهیم خلیلا فقد اتخذتك حبیبا وما خلقت خلقا اکرم علی منك ولقد خلقت الدنیا واهلها لا عرفهم کرامتك و منزلتك عندی ولو لاك ماخلقت الدنیا۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ا۔ ص ۱۲)

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں حدیث شریف کے متعلق فرمایا۔ ارسله سلمان الفارسی الذی تشتاق له الجنة شهد الخندق وما بعدها وعاش دهرا طویلا حتی قیل انه ادرك حواری عیسی (علیه السلام) فیحمل علی انه حمله عن المصطفی او عمن سمعه منه ملخصا۔ (زرقانی ج ا۔ ص ۶۳)

تو یہ حدیث مسند ثابت ہوئی اور حدیث مرفوع کے حکم میں ہوئی۔ اور حدیث کا قدسی ہونا ظاہر ہے۔

سائل کی حدیث دوم لولا محمد لما اظهرت ربوبیتی رواه الحاکم ۔تو حاکم کی مسند میرے پاس نہیں اور کسی معتبر کتاب میں یہ نظر سے نہیں گذری۔

حدیث سوم۔ لولاك لماخلقت الافلاك والارضین ۔ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں

اس حدیث کے متعلق فرمایا: قال الصنعانی انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح و
روی الدیلمی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما مرفوعا اتانی جبریل فقال: یا محمد
لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار و فی روایة ابن عساکر لولاك ما خلقت الدنیا۔
(موضوعات کبیر۔ص۵۹)

اس میں علی قاری نے اس حدیث کا قائل موضوع علامہ صنعانی کو بتا کر اس کا رد فرمایا کہ اس حدیث کے معنی صحیح ہیں، اور اس کی تائید میں دو مرفوع حدیثیں پیش کیں، تو حضرت علامہ علی قاری کے نزدیک یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح شرح شفا شریف میں اس طرح کرتے ہیں، روی لولاك لما خلقت الافلاك فانه صحیح معنی ولو ضعف مبنی۔
(شرح شفا، ج۱ص۶)

اور اس حدیث کے معنی علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بایں الفاظ نقل کئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

هذا نورنبی من ذریتك اسمه فی السماء احمد و فی الارض محمد لولا ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا و یشهد لهذا ما رواه الحاکم فی صحیحه۔
(مواہب لدنیہ۔ص۹)

اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس حدیث کی تائید میں چند مرفوع احادیث پیش کیں۔

وروی ابو الشیخ فی طبقات الا صفهانیین والحاکم عن ابن عباس اوحی الله الی عیسی آمن بمحمد وامتك ان یومنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم و لا الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الاالله محمد رسول الله فسکن صححه الحاکم واقره السبکی فی شفاء السقام والبلقینی فی فتاوی و مثله لا یقال رأیا فحکمه الرفع۔ (شرح مواہب لدنیہ۔ص۴۴)

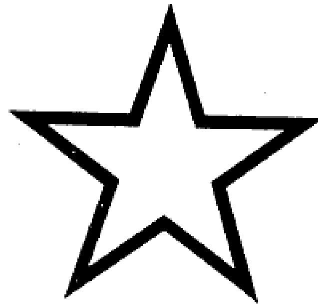
لہذا اس حدیث کے معنی کی مرفوع احادیث بکثرت مروی ہیں۔ بالجملہ حدیث اول وسوم کی سند اور معنی کی صحت اور ان کی مؤید احادیث قدسیہ پیش کردی گئیں، پھر ان کے احادیث قدسیہ ہونے میں کوئی حجت کا محل ہی باقی نہ رہا، اور قول زید صحیح ہوگیا، اور قول عمر کا غلط و باطل ہونا ثابت ہوگیا اور یہ عمر یا تو جاہل ہے کہ اسے کتب حدیث وسیر پر اطلاع حاصل نہیں، یا اس کے قلب میں تحقیر شان پاک نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم راسخ ہوچکی ہے، اور اگر اسے یہ معتبر کتب بھی مفید ثابت نہ ہوں تو وہ بدعقیدہ اہل ہوا سے ہے، اور ایسے بدعقیدہ اہل ہوا کے پیچھے سنیوں کی نماز درست نہیں۔

کبیری میں ہے۔ روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف ان الصلوة خلف اهل الا هواء لا تجوز۔ (کبیری۔ص۴۸۰)

تو جن لوگوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے ان کے پیچھے نمازیں پڑھ لیں ان نمازوں کا اعادہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل



﴿۴﴾

باب علم غیب

مسئلہ (۳۲)

ازسورون ضلع بدایوں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے یانہیں؟ اس کا ثبوت آیات واحادیث سے ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس مسئلہ میں علمائے کرام مبسوط کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں اور فرقہ وہابیہ کے تمام شبہات کے تحریراً وتقریراً بارہا جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ جب کسی مقام کے مسلمانوں کو بھولے بھالے دیکھتے ہیں اپنی چال بازی ومکاری کا بازار خوب گرم کرتے ہیں، کبھی کسی کے کان میں پھونک دیا کہ فاتحہ اور گیارھویں شریف بدعت ہے، کبھی کہہ دیا کہ قیام ناجائز ہے، جب کچھ اور ترقی کی تو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنی شروع کی، غرض ایسی ہی خرافات شائع کرنا اور آدمیوں میں فساد کرنا ان کا شیوہ ہے۔ بالجملہ مسئلہ غیب کا یہاں بالاختصار بیان کیا جاتا ہے جس کو تفصیل درکار ہو وہ ان کتابوں میں دیکھ لیگا کہ کیسے تحقیق کے دریا اُمڈ رہے ہیں۔

الدولۃ المکیہ : یہ کتاب مکہ شریف میں لکھی گئی ہے اور مبسوط کتاب ہے۔

الکلمۃ العلیا: اس میں علم غیب کا ثبوت اور مخالفین کے تمام اعتراضات وشبہات کے جوابات ہیں۔

خالص الاعتقاد : اس میں احادیث اور آیات اور تفاسیر کے (۱۲۰) اقوال بیان کئے گئے ہیں

انباء المصطفیٰ: یہ بھی مسئلہ علم غیب میں نہایت نفیس کتاب ہے۔

لہٰذا اولا: وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں صراحۃً اس امر کا بیان ہے کہ حضور سید الانبیاء محبوب

کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا، پھر احادیث پیش کی جائیں گی۔

آیات

(۱) عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔
(سورۃ الجن)

اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب پر ظاہر نہیں کرتا مگر جسکو پسند کرلے رسولوں میں سے۔

(۲) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔
(سورۃ آل عمران)

اللہ جل شانہ یوں نہیں کہ تم کو مطلع کردے غیب پر اور لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسولوں میں انتخاب فرما کر ان کو اپنے غیب پر اطلاع دیتا ہے۔

(۳) وما ھو علی الغیب بضنین۔ (سورۃ التکویر)

یعنی نہیں وہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غیب پر بخیل۔

اس آیت سے بصراحت معلوم ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے اور وہ اس کے ظاہر کرنے میں بخل نہیں کرتے۔

(۴) ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ (سورۃ ال عمران)

یعنی یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور سے بتاتے ہیں۔

اس آیت میں تو نہایت واضح طریقہ پر بیان فرمادیا کہ ہم تمہیں اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی خبریں عنایت فرماتے ہیں۔ آیات تو اس مضمون میں بہت کثیر ہیں یہاں طوالت کی وجہ سے یہ چار آیات بیان کی گئیں۔

اب احادیث پیش کرتا ہوں۔

(۱) **حدیث**: عن عمر قال: قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما

فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسیه من نسیه رواه البخاری۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۰۶ سطر ۵ مطبوعہ قیومی کانپور)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لیکر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی، یادرکھا اس کو جس نے یادرکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(۲) حدیث: عن عمرو بن اخطب الانصاری قال: صلی بنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یوما الفجر وقعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیمة قال فاعلمنا احفظنا رواه مسلم۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۳ مطبوعہ مذکور)

روایت ہے عمرو ابن اخطب انصاری نے کہا کہ نماز پڑھائی ہم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یا وعظ فرمایا یہاں تک کہ آگیا وقت ظہر کی نماز کا، پھر اترے اور نماز پڑھی ظہر کی، پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ آگیا وقت عصر کی نماز کا، پھر اترے اور نماز پڑھی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب (یعنی پس تمام روز خطبہ میں ہی گذر گیا) پس خبر دی ہمکو ساتھ اس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک (یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب اور غرائب قیامت تک کے مجمل یا مفصل بیان فرمائے پس اس میں بہت سے معجزے ہوئے) کہا عمرو نے پس دانا ترین ہمارا (اب) بہت یادرکھنے والا ہے یعنی اس دن کو۔ ذکرہ الطیبی۔

اور کہا سید جمال الدین نے اولی یہ ہے کہ کہا جائے بہت یادرکھنے والا ہمارا اب اس قصہ کو دانا ترین ہمارے یعنی اب ۔نقل کیا اس کو مسلم نے ۔(مظاہر الحق مطبوعہ نولکشور ربع چہارم صفحہ ۶۱۳)

(۳) حدیث: عن حذیفة قال: قام فینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مقاما ما ترك شیئا یکون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه، قد علمه اصحابی هو۔وانه لیکون منه الشئی قد نسیه فاراه ماذکروا کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا اراه عرفه متفق علیه

(مشکوۃ شریف صفحہ ۴۶۱ سطر ۸ مطبوعہ مذکور)

روایت ہے حذیفہ سے کہا کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ بیان فرمایا اس کو۔ یادرکھا اس کو جس نے یادرکھا اور بھول گیا اس کو جو شخص کہ بھول گیا۔یعنی بعضوں نے یہ یادرکھا اور بعض نے فراموش کیا۔ کہا حذیفہ نے کہ تحقیق جانا ہے اس قصہ کو میرے یاروں نے یعنی جو کہ موجود تھے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے۔لیکن بعضے نہیں جانتے ہیں اس کو مفصل۔اس لئے کہ واقع ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسانی سے ہے اور میں بھی انہیں میں ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو اور تحقیق شان ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں پس دیکھتا ہوں میں اس چیز کو پس یاد دلاتا ہوں میں اس کو جیسے کہ یاد لاتا ہے شخص چہرہ شخص کا یعنی بطریقہ اجمال وابہام کے جب کہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو ساتھ تفصیل وتشخیص کے پھر جبکہ دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اس کو شخص یعنی ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جب کہ واقع ہوتی کوئی بات ان میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی خبر دی تھی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۔نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے ۔ (مظاہر حق صفحہ ۳۱۳)

(۴) حدیث: عن ثوبان قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: ان اللّٰه زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۲۱ سطر ۳)

روایت ہے ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ (مظاہر حق صفحہ ۵۰۳ سطر ۱۷)

(۵) حدیث: عن عبدالرحمن بن عائش قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: رأیت ربی عز وجل فی احسن صورة قال فیما یختصم الملأ الاعلیٰ قلت: انت اعلم قال: فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدی فعلمت ما فی السموت والارض وتلا وکذٰلك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ویکون من الموقنین، رواه الدارمی مرسلا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۶۹ سطر ۳۷)

عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا رب نے: کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ تو ہی خوب جانتا ہے فرمایا سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: کہ میرے رب عزل وجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی ایسے ہی ہم نے دکھائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائیں یقین کرنے والوں میں سے۔

(۲) حدیث: ایک حدیث میں یہ الفاظ راوی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فاذا انا بربی تبارك وتعال فی احسن صورة فقال یا محمد! قلت لبیك قال: فیما یختصم الملاالاعلی؟ قلت: لا ادری قالهاثلاثا فرایت وضع كفه بین كتفی فوجدت برد انامله بین ثدی فتجلی لی كل شئی وعرفت۔

(مشکوۃ شریف صفحہ۷۲) باب المساجد مواضع الصلوۃ بروایت معاذ بن جبل)

یعنی ناگاہ اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں، فرمایا: یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرض کی میں نے حاضر ہوں اے پروردگار فرمایا اس نے: ملائکہ اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ عرض کیا میں نے: میں نہیں جانتا۔ پروردگار نے یہ تین دفعہ دریافت فرمایا۔ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: پھر دیکھا میں نے کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مجھے اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان میں معلوم ہوئی پس مجھے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

الحمدللہ ان آیات واحادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم مرحمت ہوا لیکن یہ حضور کا علم ذاتی نہیں کہ بغیر کسی کے بتائے سکھائے ہوئے خود بخود حاصل ہو بلکہ حضور کا علم عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حضور کو یہ علم غیب ہے۔ ان چند الفاظ میں ان کے تمام دلائل ٹوٹ جائیں گے۔ منصف کے لئے اتنا ہی بہت کافی وافی ہے ورنہ علماء کی تحقیقات کی طرف اگر توجہ کی جائے تو عجیب جلوے نظر آتے ہیں۔ ایک قول صرف بطور نمونہ کے عرض کرتا ہوں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فان من جودك الدنیا وضرتها ☆ ومن علومك علم اللوح والقلم

یعنی یا رسول اللہ دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہیں۔

اب یہاں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت معلوم ہوتی ہے کہ لوح میں ابتدائے آفرینش سے آخر تک یعنی کائنات کے تمام احوال لکھے ہوئے ہیں تو خیال کیجئے کہ یہ لوح وقلم حضور کے علوم کا ایک ٹکڑا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ جناب سرور عالم نور مجسم دافع البلاء والوباء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علوم اولین وآخرین مرحمت فرمائے تمام جہان کو مثل کف دست ملاحظہ فرما رہے ہیں اور یہ علوم جب ہوئے کہ جب تمام کلام مجید حضور پر نازل ہوگیا مگر بکر کا عقیدہ خلاف ہے لہذا اس مسئلہ میں شریعت کا حکم صادر فرمائیے۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زید کا عقیدہ مطابق حدیث شریف ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللّٰه قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو كائن فیهاالی یوم القیمة كانما انظر الی كفی هذه۔ (مواہب لدنیہ ج۲ ص۱۹۲)

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا۔ پس میں دنیا کی طرف اور جو کچھ اس میں تاقیامت ہونے والا ہے سب کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف اور زید کا عقیدہ امت مرحومہ کے مسلک کے بالکل موافق ہے۔

چنانچہ علامہ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ شریف میں خصائص میں فرماتے ہیں۔

ازآنجملہ آنست کہ ہر چہ دردنیا است از زمان آدم تا اوان نفخہ اولیٰ بروے منکشف ساختند تاہمہ احوال اوراازاول تاآخر معلوم گردید وبایاران خود رانیز ازاں احوال خبرداد۔ (مدارج ص ۱۶۵)

لہذا زید کا عقیدہ حق ہے حدیث شریف اور اقوال امت کا ترجمہ ہے بیشمار احادیث وتفاسیر اور اقوال سلف وخلف اس کے مثبت ہیں، اور بکر کا عقیدہ احادیث اور تفاسیر اور تمام امر کے خلاف ہے اور صریح گمراہی اور ضلالت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل





باب فضل الصحابۃ والعلماء

مسئلہ (۳۴)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مردود کہنے والا کیا حکم رکھتا ہے؟۔اس کا نہایت کافی مع حوالہ کتب جواب عنایت کیا جائے۔

الجواب

اللہم ھدایۃ الحق والصواب

علمائے حقانی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ان کی یہ منزلت ہے کہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی صاحب تنویرالابصار اپنے فتاویٰ غزی صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں "لا یجوز للجاھل ان یفتتح الکلام قبل العالم الا عند الحاجۃ ولا یجوز للجاھل ان یرفع صوتہ علیہ" یعنی جاہل کا عالم سے پہلے کلام شروع کرنا جائز نہیں مگر ہاں جب اس کی طرف کوئی حاجت ہو، اور جاہل کو اپنی آواز کا عالم کی آواز پر بلند کرنا جائز نہیں۔تو ان کی شان میں گستاخی کے کلمات کہنا کتنی محرومی اور خسران کا باعث ہے۔

اسی فتاوے میں اسی صفحہ پر ہے :

"فالواجب تعظیم اھلہ وتوقیرھم ویحرم ایذائھم وتحقیرھم"

یعنی اہل علم علماء کی تعظیم وتوقیر واجب ہے۔اوران کی ایذا اورتحقیر حرام ہے۔

اور یہ حرمت کا حکم بھی اس وقت تک ہے کہ جب تک ذی علم ہونے کی حیثیت سے تحقیر نہ کی جائے ورنہ وہ تحقیر کفر ہے۔

چنانچہ اسی فتاوے کے صفحہ ۷۶ میں فرماتے ہیں " فقد صرح اصحابنا فی کتبھم المعتمد

بان الاستخفاف بالشریعة او بالعلماء لکونهم علماء کفر " ہمارے اصحاب نے کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ شریعت کی حقارت اور علماء کی ان کے عالم ہونے کے اعتبار سے اہانت کفر ہے۔

لہٰذا ان تینوں اقوال سے مطلقاً علماء کی اہانت کا حکم معلوم ہو گیا خصوصاً وہ ذات کے جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہو۔ درمختار کے صفحہ ۲۲ پر موجود ہے:

" عنه علیه الصلوة والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفة من احبه فقد احبنی ومن ابغضه فقد ابغضنی کذا فی التقدیمة شرح المقدمة ابی اللیث "

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ کے سبب فخر کرتا ہوں، جو اس کے ساتھ محبت رکھے تو اس نے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اس کے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اس نے میرے ساتھ دشمنی رکھی۔ یہ حدیث تقدیمہ میں مذکور ہے جو شرح ہے مقدمۃ ابواللیث کی۔

طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تو وہ احق بالافتخار ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں موجود ہوئے کہ صحابہ کرام کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت میں کچھ ضعف طاری تھا۔ تو ان کا وجود خلق کے واسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع حاصل ہوا۔ البتہ اس حدیث کی صحت پر مخالف کو بحث کرنے کا موقعہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب بھی اسی عبارت کے متصل ہے۔ فرماتے ہیں :

"فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انه موضوع تعصب لانه روی بطرق مختلفة "

یعنی ضیاء معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے تعصب اور ناانصافی ہے۔ اس واسطے کہ روایت اس کی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے۔

ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے۔ یعنی جب کہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اس کو موضوع کہنا ناانصافی ہے۔ زیادہ بریں نیست کہ ضعیف ہے نہ کہ موضوع۔ علاوہ بریں یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوں تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور وہ مقدس ہستی جس کے متعلق "خیرات الحسان" تصنیف علامہ مفتی حجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی کے صفحہ ۱۷ میں ہے۔

الرابع تبین انه رحمه الله کسائر ائمة الاسلام ممن صدق علیه قوله تعالیٰ :الا ان اولیآء اللّٰه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون، الذین آمنوا وکانوا یتقون ،لهم البشریٰ فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة ۔

امر چہارم ظاہر کرنا اس بات کا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مثل ان تمام ائمہ کے ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد " الا ان الاولیآء اللّٰه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون "صادق آرہا ہے۔

اور ان امام الائمہ کے بارے میں درمختار کے صفحہ ۲۳ پر ہے "والحاصل ان اباحنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن " اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ معجزات مصطفوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہیں۔

امام کو اس واسطے معجزہ کہا کہ ان کی خبر احادیث میں ان کے وجود سے قبل بیان فرمادی اور یہاں معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں۔ اس واسطے کے معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہو، بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں۔ کذا فی الطحطاوی۔

اللہ اللہ! وہ علماء کا پیشوا جس کی شان میں درمختار کے صفحہ ۲۴ میں ہے " وقد جعل اللّٰه الحکم لا صحابه واتباعه من ذمنه الی هذه الایام الی ان یحکم بمذهبه عیسیٰ علیه السلام " البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت وسیاست کا تصرف میں امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنوں تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق ہونے کا اس طرح مطلب لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام حکم کریں گے۔

حلبی میں عیسیٰ علیہ السلام کا اسی مذہب کے موافق ہونے کا اس طرح مطلب لکھا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کریں گے اور ان کا اجتہاد ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔

العجب! وہ اماموں کا سرتاج جس کی مدح درمختار کے اسی صفحہ پر ہے " کیف لا وهو کالصدیق رضی اللّٰه عنه له اجره واجر من دون الفقه والفه وفرع احکامه علی اصوله العظام الی یوم الحشر والقیام"

امام بین العلماء کیونکر مخصوص بامر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو حضرت صدیق کے مانند ہے، اس کو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اس شخص کے برابر ثواب ہے جس نے فقہ کو مدون اور جمع کیا۔ اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک۔

مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت صدیق اکبر نے ایمان اور تصدیق رسالت میں پیش قدمی فرمائی اسی طرح امام نے اول تدوین فقہ واستخراج مسائل کئے۔ لہٰذا ان کو اپنا ثواب اور اپنے متبعین کے برابر ثواب قیامت تک ملے گا۔ حیف صد حیف! کہ وہ سید الاولیاء جس کی توصیف میں اسی درمختار کے صفحہ ۲۵ میں یہ ہے۔

وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة وركض فى ميدان المشاهدة كابراهيم بن ادهم وشقيق البلخى ومعروف الكرخى وابى يزيد البسطامى وفضيل بن عياض وداؤد الطائى وابى حامد اللفاف وخلف بن ايوب وعبدالله بن المبارك ووكيع بن الجراح وابى بكر الوراق وغيرهم ممن لا يحصىٰ له عدة ان يستقصى فلو وجد فيه شبهة ما اتبعوه ولا اقتدوه ولا وافقوه۔

کس طرح ممتاز نہ ہوں اور علماء سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد تھے اکثر اولیائے کرام، ان حضرات میں سے متصف بصفات مجاہدہ اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ ہیں۔ چنانچہ ابراہیم ابن ادھم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف ابن ایوب اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے علاوہ وہ جن کا شمار بہت دشوار ہے۔

پس اگر یہ اولیائے کاملین امام میں کوئی شبہ پاتے تو ان کے تابع اور مقتدی نہ ہوتے اور نہ ان کی موافقت کرتے۔ یعنی آپ کا وہ مذہب ہے کہ ارباب کشف وشہود مقتدی وتابع ہیں۔

اور وہ امام الاتقیاء جس کے اوصاف میں درمختار کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں"

وبالجملة فليس لابى حنيفة فى زهده وورعه وعبادته وعلمه وفهمه مشارك"

اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زہد اور تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں۔

اور وہ ستودہ صفات امام جس کی منقبت میں اس طرح درمختار میں ہے۔ ''وصنف فيها سبط ابن الجوزى مجلدين كبيرين وسماه" الانتصار لامام ائمة الامصار" وصنف غيره اكثر من ذلك" ابن جوزی کے پوتے نے امام صاحب کے مناقب میں دو بڑی بڑی جلدیں تصنیف کیں اور اس کا نام'' الانتصار لامام ائمة الامصار "رکھا اور اس کے سوا اور علماء نے ان کے فضائل اور مناقب میں اس

سے زیادہ بہتر کچھ تصنیف کیا۔

لہٰذا ایسے امام کی شان میں یہ بے ادبی وگستاخی ودریدہ دہنی العیاذ باللہ۔ ایسے گستاخ کا حکم آپ کو اجمالا تو معلوم ہو چکا اب قدرے تفصیل اور پیش کردی جاتی ہے۔ پہلے تو میں احادیث نقل کروں پھر اقوال علماء کرام سناؤں۔

حدیث ۱ تا ۴: عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه قال: ان الله تعالىٰ قال: من عادى او اذل او اذى او اهان لى وليا، وفى رواية، ولى المومنين فقد اذنته بالحرب، وفى رواية فقد استحل محاربتى، وفى اخرى فقد بارزنى بالمحاربة۔ (خیرات الحسان صفحہ ۱۷)

حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمنی رکھی یا ذلیل کیا یا اذیت پہنچائی یا توہین کی میرے کسی ولی کی، دوسری روایات میں ہے۔ مسلمانوں کے ولی کی، ہم نے اس کو لڑائی کا اعلان دے دیا۔ ایک روایت میں ہے۔ اس نے مجھ سے لڑائی حلال کرلی۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ وہ مجھ سے جنگ کرنے کو نکلا۔

حدیث ۵:

والله تعالىٰ يقول انى لا غضب لا وليائى كما يغضب الليث اللبحر۔

(خیرات الحسان صفحہ ۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ مجھے اپنے اولیاء کے لئے ایسا غضب ہوتا ہے جس طرح تمہیں اپنے بچے کے لئے غصہ ہوتا ہے۔

حدیث ۶:

قال الله عزوجل لموسىٰ عليه السلام حين كلمه ربه جل وعلا :اعلم ان من اهان لى وليا فقد بارزنى بالمحاربة وناوانى وعرض نفسه ودعانى اليها وانا اسرع شئى الى نصرة اوليائى فيظن الذى يحاربنى ان يقاومنى او يظن الذى يبارزنى ان يعجزنى او يسبقنى او يومنى كيف وانا ثائر لهم فى الدنيا والآخرة فلا اُؤكل نصرتهم الى غيرى ۔

(خیرات الحسان بروایت امام احمد)

رب العزۃ جل وعلا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بوقت کلام فرمایا: جانو! کہ جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا اور میرا مقابلہ کیا اور اپنے نفس کو ہلاکت کے

لئے پیش کردیا اور مجھکو اس کی طرف بلایا اور میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہوں اپنے اولیاء کی مدد میں، کیا مجھ سے لڑنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے بدلا لے گا؟ یا مجھ سے اعلان جنگ کرنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے عاجز کردے گا؟ یا مجھ سے آگے بڑھے گا اور مجھ سے نکل بھاگے گا؟ میں دنیا وآخرت میں ان کا بدلہ لینے والا ہوں۔ ان کی مدد کو اپنے غیر کے حوالہ نہ کروں گا۔

پھر علامہ ابن حجر ان حدیثوں کے بعد فرماتے ہیں:

اذا قد علمت هذا علمت ان فيه من الوعيد الشديد والزجر الاكيد والمنع البليغ ما يحمل من له ادنى مسكة من عقل فضلا عن دين على ان يجتنب الخوض في شئ مما ينتقص به احدا من ائمة الاسلام ومصابيح الظلام وان يبالغ في البعد عن ايذائهم بوجه من الوجوه فانه يوذي الاموات ما يوذي الاحياء۔ (صفحہ۱۸)

جب یہ تجھے معلوم ہوا تو تو نے یہ بھی جان لیا کہ اس میں کس قدر عذاب شدید اور سخت تنبیہ اور بہت ممانعت ہے جو ادنی عقل والے کو بھی اس امر سے روکے گا، کہ وہ کبھی کھوج کرے ان امور میں جن میں ائمہ اعلام مصابیح ظلام کی توہین شان ہو اور بہت ہی دور ہے گا اس سے کہ کسی طرح سے ان کو ایذا پہنچے کیونکہ جن امور سے زندہ ایذا پاتے ہیں اموات بھی گزند رسیدہ ہوتے ہیں

۔ نیز یہی علامہ اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:

فتامل ثم تامل واحذر ان تخوض غمرة هذه اللجة المهلكة فان الله تعالىٰ لا يبالى بك فى اى وادهلكت ومن ثمه قال الحافظ ابو القاسم بن عساكر فى كتابه" تبيين كذب المفترى فيما نسب للامام ابى الحسن الاشعرى:: لحوم العلماء مسمومة وهتك استار منتقصيهم معلومة وقال ايضا: لحوم العلماء سم من شمها مرض ومن ذاقها مات ۔

تو سوچ اور پھر سوچ اور پرہیز کر اس بات سے کہ عمیق گڑھے اور ہلاکت میں تو گھسے۔ کیونکہ خدا کو اس کی پرواہ نہیں کہ تو کس میدان میں ہلاک ہوگا۔ اسی لئے ابو القاسم بن عساکر نے اپنی کتاب" تبیین کذب المفتری فیما نسب للامام ابی الحسن الاشعری" میں فرمایا کہ علماء کے گوشت زہر آلودہ ہیں اور جو ان کی توہین وتنقیص کرے گا اس کی رسوائی معلوم ہے۔ نیز یہ کہ علماء کے گوشت زہر ہیں جو انکو سونگھے گا بیمار پڑ جائے گا اور جو کھائے گا مرے گا۔

پھر یہی علامہ اسی کے صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں" فاياك وان تحوم حولها فاجتنبها اجتناب

السم القاتل فانه الداء العضال " تو اے مخاطب اس سے پرہیز کر کہ اس کے گرد بھی گھومے اور اس سے بچ جس طرح سم قاتل سے بچتے ہیں کیونکہ سخت بیماری ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں:

فاحذر ان تزل قدمك مع من زل او يضل فهمك مع من ضل، فانك اذا تخسر اعمالك مع جملة من خسر،و تذكر بالسوء والفضيحة مع من بهما ذكر و تتعرض لا مرلا طاقة لك بحمل ضرره وترتبك فى قعر مذلهم لا قدرة لك على النجات من خطره ۔

تو خبردار! بچو اس بات سے کہ تیرا قدم بھی ان لوگوں کے ساتھ پھسلے جن کا قدم پھسل چکا ہے، یا تیری سمجھ بھی بھٹکے جیسے ان لوگوں کی سمجھ بھٹکی ہے، اگر ایسا ہوا تو جملہ خاسرین کے ساتھ تیرے اعمال بھی ٹوٹے میں پڑیں گے، اور برائی اور رسوائی کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ تو بھی یاد کیا جائے گا جو برائی اور رسوائی کے ساتھ یاد کئے گئے ہیں۔ تو ایسے امر کے لے پیش کیا جائے گا جس کے ضرر کو تو اٹھا نہ سکے گا۔

پھر یہی علامہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

وكفى من انتقص احدامنهم ان يحرم هذه المرافقة فى ذالك المجمع الاكبر وان ينادى عليه فيه هذا عدو اولياء الله فليس له الاالخزى والعذاب فى المحشر "(صفحہ۱۳)

اور جو ان علماء میں سے کسی کی شان کو گھٹائے تو اس کے واسطے اتنی سزا کافی ہے کہ بہت بڑے مجمع میں اس کے حق میں منادی کرائی جائے گی کہ یہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالی کا دشمن ہے۔ پس اس کے واسطے سوائے ذلت اور عذاب آخرت کے اور کچھ نہیں۔

بالجملہ اب یہ قائل ان اقوال میں اپنا حکم تلاش کر لے کہ مجھ کو اس سراج الامہ امام الائمہ کاشف الغمہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں گستاخی اور بے ادبی اور ایسی بے باکی کرنے کا کیا صلہ ملا اور یوم محشر مجھ کو اس دریدہ دہنی سے جو ایسے امام عالیشان رفعت مکان کے ساتھ کی ہے کتنا افتخار ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں منصف کے لئے تو یہی کافی ووافی ہے۔ ورنہ ہٹ دھرمی کا کس کے پاس علاج ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واننا نحبهم ونعظمهم بما نرجو به ان نحشر معهم على الارائك اذ من احب قوما حشر معهم كما اخبره به مو رثهم ومشرفهم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعلى ائمة المجتهدين وعلينا معهم برحمتك ياارحم الراحمين

كتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۵)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سیدنا حضرت علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ تعالیٰ حضرت امام مہدی آخر الزماں کے بارہ اماموں کے امام ہونے کا ہم مسلمانوں کے دینی امور سے کیا تعلق ہے؟ جب کہ عملاً ہم لوگ ائمہ فقہ کے تابع ہیں۔ان اماموں کا ہم پر کیا اثر ہے؟۔اور وہ ہمارے کس بات کے امام ہیں؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مسلمان کے ذمہ پر دو قسم کے احکام ہیں۔ایک قسم کے وہ احکام ہیں جو سلوک وطریقت سے متعلق ہیں۔جن میں نیت باطن۔تعلیم اذکار واوراد۔القاء فوائد سلوک۔تہذیب اخلاق۔اظہار حقائق ومعارف قرآن وحدیث تو ان مہمات کے امام حضرات ائمہ اہل بیت کرام ہیں دوسری قسم کے وہ احکام ہیں جو شریعت سے متعلق ہیں۔جو قرآن وحدیث سے استنباط واجتہاد کر کے حاصل کئے گئے ہیں۔تو ان کے امام حضرات ائمہ اربعہ ہیں۔تو احکام سلوک وطریقت میں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف رجوع کیا جائیگا۔اور احکام شریعت میں ائمہ کی تقلید اور انکا اتباع کیا جائیگا۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں صفحہ ۷۵ تا صفحہ ۷۷

''کید ہشتاد و پنجم آنکہ طعن کنند براہلسنت و جماعت کہ ایشاں مذہب ابوحنیفہ وشافعی و مالک واحمد اختیار می کنند و مذہب ائمہ را اختیار نمیکنند حالانکہ ائمہ احق اند باتباع۔جواب ایں کید آنکہ امام نائب نبی است و نائب نبی صاحب شریعت وامارت، نہ صاحب مذہب ونسبت مذہب باو نمودن ہیچ معقول نمی شود۔ولہٰذا مذہب را بسوئے خدا و جبریل و دیگر ملائکہ وانبیاء نسبت کردن کمال بے خردیست، بلکہ فقہاء صحابہ را کہ نزد اہل سنت بہ یقین افضل اند از ابوحنیفہ وشافعی صاحب مذہب نمی دانند۔بلکہ افعال واقوال آنہا را ماخذ فقہ ودلائل احکام می شمارند وآنہارا وسائط وصول علوم شرعی از جانب غیب می انگارند ونیز اتباع فقہاء مذکورین اتباع ائمہ است کہ ایشاں فقہ ومذہب وقواعد استنباط را از حضرت قراء گرفتہ اند وسلسلۂ تلمذ خود را بایں بزرگواران رسانیدہ۔پس حضرات ائمہ خود اہم مہمات مقدمہ سلوک وطریقت را ساختہ اند ومقدمہ شریعت را برذمہ یاران رشید ومصاحبان خود حوالہ فرمودہ اند وخود متوجہ بہ عبادت وریاضت وتربیت

باطن وتعیین اذکار واوراد وتعلیم ادعیہ وتہذیب اخلاق والقاء قواعد سلوک بر طالبین وارشاد بر طریق گرفتن حقائق ومعارف از کلام اللہ وکلام الرسول مشغول بودہ اند وبسبب ایثار عزلت وحب خلوت کہ لازم ایں شغل شریف است التفاتے باستنباط واجتہاد نداشتہ اند۔لہٰذا مقلد را در اتباع شریعت پیغمبر از تقلید مجتہد ناگزیر است۔پس اہل سنت را اتباع ابوحنیفہ وشافعی چہ گناہ لازم آمد بیش ازیں نیست کہ بعض اقوال ایشاں مخالف بعضے از روایات ائمہ اند فی الواقع ایں مخالفت باوصف اتفاق در اصول وقواعد ضررے نمیکند و او از حیز اتباع برآرد۔چنانچہ محمد بن الحسن شیبانی وقاضی ابو یوسف شاگرد ابوحنیفہ وتابعان اند وجابجا مخالفت او اختیار کردہ اند ملخصاً''

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضرات اہل بیت صاحب شریعت ہیں اور ائمہ اربعہ صاحب مذہب اور ائمہ اہل بیت کے اقوال وافعال ماخذ فقہ اور دلائل احکام ہیں۔اور ائمہ اربعہ کے اقوال وافعال اصول فقہ اور احکام فقہ ہیں۔اور ائمہ اہل بیت بمنزلہ استاذ کے ہیں۔اور ائمہ اربعہ ان کے شاگرد وتلمیذ ہیں۔اور ان ائمہ اہل بیت نے منصب استنباط واجتہاد ائمہ مجتہدین کو سونپ دیا اور خود تعلیم سلوک۔تربیت باطن۔القاء فوائد دقائق طریقت۔تہذیب اخلاق۔اظہار حقائق ومعارف قرآن وحدیث تعلیم اذکار واوراد۔شغل عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔اسی بنا پر ان حضرات نے اصول فقہ۔اجتہادی مسائل۔فقہی فروعات میں کوئی تصنیف نہیں کی۔لہٰذا اب احکام شرعیہ میں ائمہ اربعہ کا اتباع حقیقۃ ائمہ اہل بیت کا اتباع ہے۔اب باقی رہا بعض اقوال ائمہ اربعہ کا ان ائمہ اہل بیت کے اقوال سے مختلف ہو جانا وہ حقیقۃ منافی اتباع نہیں جب کہ ان حضرات میں عقائد اسلام اور اصول وقواعد شرع میں اختلاف نہیں یہاں تک کہ روافض کو بھی ایسے اختلاف کو ماننا پڑا بلکہ انہوں نے بھی ایسے اختلاف کو منافی اتباع اہل بیت قرار نہیں دیا۔

چنانچہ اسی تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

وشیعہ ہر چند در اول امر اتباع امہ مسائل غیر منصوصہ از ائمہ علماء مجتہدین بخو دراش وابن عقیل وعضاری وسیلہ مرتضی وشیخ شہید متبوع شازمند وبراقوال آنہا کہ مخالف روایات صحیحہ اخبار بین از ائمہ باشد فتوی دہند۔

اب باقی رہا یہ امر کہ اہلسنت وجماعت ان اہل بیت کو کس معنی کے اعتبار سے امام کہتے ہیں اور ان کا دینی امور سے کتنا تعلق ہے اور وہ کس بات کے امام ہیں تو ہم اہل سنت وجماعت ان اہل بیت کو امام

بمعنیٰ پیشوا ومقتدا کے جانتے ہیں جیسے فقہ میں حضرات ائمہ اربعہ کو امام۔ عقائد وکلام میں ابو منصور ماتریدی اور ابو الحسن اشعری وغزالی ورازی کو امام قرأت میں نافع وعاصم کو امام کہتے ہیں اسی طرح ان اہل بیت کو طریقت وسلوک میں امام کہتے ہیں نہ کہ امام شیعہ کے لحاظ سے۔ کہ ان کے نزدیک امامت بمعنیٰ خلافت وبادشاہت کے ہے تو شیعہ اہل بیت کو امام بمعنیٰ خلیفہ وبادشاہ کے مانتے ہیں۔

چنانچہ اسی تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

''نیز باید دانست کہ امامت نزد اہل سنت بمعنی پیشوائے دین نیز اطلاق کنند۔ وبہمیں معنی امام اعظم امام شافعی را کہ در فقہ پیشوا بودند وامام غزالی وامام رازی را کہ در عقائد وکلام، ونافع وعاصم را کہ در قرأت امام بودند امام گویند۔ وائمہ اطہار در جمیع فنون پیشوا بودہ اند خصوصاً در ہدایت باطن وارشاد طریقت کہ مخصوص بایشاں بود بایں جہت ایشاں را اہلسنت علی الاطلاق امام دانند نہ امامت کہ مرادف خلافت وبمعنی بادشاہت وریاست نیز اطلاق کنند'' (صفحہ ۱۹۴)

الحاصل ان عبارات نے سوال کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈال دی اور جواب کو ہر طرح مکمل بنادیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ائمہ مجتہدین برحق کی تعداد صرف چار میں کیوں محصور ہوگئی۔ امام مجتہد ہونے کے کیا شرائط ہیں جو ان چار کے علاوہ کسی اور میں نہ پائے گئے اور ان شرائط کی شخصیت کسی اور میں کیوں نہیں ہوسکتی کہ تقلید انہیں چار سے مخصوص طور پر وابستہ ہوئی۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مجتہد کی تعریف یہ ہے کہ مجتہد وہ عالم ہے جس کا علم کتاب اللہ قرآن کریم کے تمام اقسام ووجوہ معانی اور حدیث کی مسانید ومتون اور تمام اقسام ووجوہ معانی کو جامع وحاوی ہو۔ اور قیاس کا بجمیع اقسام علم رکھتا ہو۔

چنانچہ جامع العلوم میں ہے:

تعریف المجتھد برسمہ من یحوی علم الکتاب و وجوہ معانیہ وعلم السنۃ بطرقہا ومتونہا ووجوہ معانیہا ویکون عالما بالقیاس وجامع العلوم۔ (ج ۳ صفحہ ۲۱۲)

اور شرائط اجتہاد یہ امور ہیں کہ قرآن وحدیث کے لغت:

(۱) مفردات (۲) مرکبات (۳) صرف (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع (۸) معانی شرعیہ۔ اور اقسام قرآن وحدیثیہ (۹) خاص (۱۰) عام (۱۱) مطلق (۱۲) مقید (۱۳) مشترک (۱۴) مؤول (۱۵) ظاہر (۱۶) نص (۱۷) مفسر (۱۸) محکم (۱۹) خفی (۲۰) مشکل (۲۱) مجمل (۲۲) متشابہ (۲۳) صریح (۲۴) کنایہ (۲۵) حقیقت (۲۶) مجاز (۲۷) عبارۃ النص (۲۸) اشارۃ النص (۲۹) دلالۃ النص (۳۰) اقتضاء النص (۳۱) مفہوم مخالف (۳۲) مفہوم وصف (۳۳) مفہوم شرط (۳۴) بیان تقریر (۳۵) بیان تفسیر (۳۶) بیان تغیر (۳۷) بیان تبدیل (۳۸) بیان ضرورۃ (۳۹) سبب (۴۰) علت (۴۱) شرط (۴۲) علامت اقسام (۴۳) متواتر (۴۴) مشہور (۴۵) خبر واحد (۴۶) مرفوع (۴۷) موقوف (۴۸) مقطوع (۴۹) متصل (۵۰) منقطع (۵۱) معلق (۵۲) مرسل (۵۳) معضل (۵۴) مدلس (۵۵) مضطرب (۵۶) مدرج (۵۷) شاذ (۵۸) مردود (۵۹) محفوظ (۶۰) معلل (۶۱) متابع (۶۲) شاہد (۶۳) صحیح (۶۴) حسن (۶۵) ضعیف (۶۶) غریب (۶۷) عزیز اور احوال رواۃ سے (۶۸) حجت (۶۹) حافظ (۷۰) ثقہ (۷۱) صدوق (۷۲) لاباس بہ (۷۳) جید الحدیث (۷۴) صالح الحدیث (۷۵) شیخ وسط (۷۶) شیخ حسن الحدیث (۷۷) صلوح (۷۸) دجال (۷۹) کذاب (۸۰) وضاع (۸۱) متہم (۸۲) متفق علی الترک (۸۳) متروک (۸۴) ذاہب الحدیث (۸۵) ہالک (۸۶) ساقط (۸۷) واہ (۸۸) ضعیف (۸۹) لیس بالقوی (۹۰) یعرف وینکر (۹۱) فیہ مقال (۹۲) سیء الحفظ (۹۳) مبتدع (۹۴) مجہول (۹۵) اقوال الصحابہ (۹۶) اقوال تابعین (۹۷) اقوال تبع تابعین۔ اور قیاس اور اقسام (۹۸) جلی (۹۹) خفی (۱۰۰) صحیح وفاسد وغیرہ سب سو (۱۰۰) امور سے کامل طور پر واقف ہونا اور ان سب علموں کا جامع ہونا۔

توضیح میں ہے: شرط الاجتھاد ان یحوی علم الکتاب بمعانیہ لغۃ وشرعا واقسامہ المذکورۃ وعلم السنۃ متنا وسندا ووجوہ القیاس کما ذکرنا“۔

اس کی شرح تلویح میں ہے: و شرط الاجتھاد ان یحوی ای ان یجمع العلم بامور ثلثۃ

-الاول الکتاب ای القران بان یعرفه بمعانیه لغة وشریعة امالغة بان یعرف معانی المفردات والمرکبات وخواصهافی الافادة یفتقرا الی اللغة والصرف والنحو والمعانی والبیان واما شریعة فبان یعرف المعانی المعتبرة فی الاحکام وباقسامه من الخاص والعام والمشترك والمجمل والمفسر وغیر ذالك الثانی السنة والمراد بالسنة قدر مایتعلق بالاحکام بان یعرفهابمتنها وهو نفس الحدیث وسندها وهو طریق وصولها الینا تواتراً وشهرة او آحاداً ویدخل فی ذلك معرفة حال الرواة والجرح والتعدیل ولا یخفیٰ ان المراد معرفة متن السنة بمعانیه لغة وشرعا باقسامه من الخاص والعام وغیرها ۔الثالث وجوه القیاس بشرائطهاواقسامها واحکامهاوالمقبول منها والمردود وکل ذلك لیتمکن من الاستنباط الصحیح الخ ملخصا۔ (توضیح تلویح کشوری صفحہ ۶۰۳ تا ۶۰۴)

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ مجتہد کے لئے اس قدر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔اب رہتی ہے یہ بات کہ یہ شرائط صرف چار ہی ائمہ میں پائے گئے ہیں تو یہ بات بالکل غلط اور باطل ہے کہ ان ائمہ اربعہ کے علاوہ امت میں کثیر مجتہدین ہوئے۔

امام ابو یوسف ۔امام محمد ۔امام عبداللہ بن مبارک۔امام زفر۔امام داؤد طائی ۔امام وکیع بن الجراح۔امام حفص بن غیاث ۔امام یحییٰ بن ذکریا۔امام فضیل بن عیاض۔امام سفیان ثوری۔امام سفیان بن عیینہ۔امام اوزاعی ۔امام ابن جریر۔امام ربیع ۔امام ابن مبارک ۔امام ابن جریج ۔امام یزید بن ہارون۔امام یحییٰ بن سعد۔امام نضر بن شمیل ۔امام مسعر ۔امام عیسیٰ بن یونس۔امام اعمش ۔امام یحییٰ بن آدم۔امام یحییٰ بن معین ۔امام شعبہ۔امام ابوسختیانی ۔امام ابن عون ۔امام عمرو بن دینار ۔امام حافظ عبدالعزیز بن داؤد ۔امام خارجہ بن مصعب ۔امام محمد بن میمون امام ابراہیم بن معاویہ۔امام عاصم امام محمد بن فضل ۔امام جعفر صادق۔امام مغیرہ۔امام ابن ابولیلے ۔امام خلف ابن ایوب ۔امام عبدالرحمن بن مہدی۔امام اسحاق بن راھویہ۔امام ابونعیم فضل بن دکین ۔امام عبدالرحمن مقری۔امام عبد بن یزید۔امام مسلمہ بن خالد ۔وغیرہ ھم کثیرین مجتہدین گذرے جن میں سے بعض کے مقلدین وتبعین بھی ہوئے اور کچھ عرصہ ان کا مذہب بھی چلا اور پھر ختم ہوگیا یہاں تک کہ ان کے پورے مذاہب کی روایات بھی محفوظ نہ رہیں۔حضرت مولٰنا بحرالعلوم لکھنوی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

المجتهدون الآخرون ایضا بذلوا جهودهم مثل بذل الائمة الاربعه وانکارهذا

مکابرة وسوء ادب بل الحق انه انما منع من تقلید غیرهم لانه لم یبق روایة مذهبهم محفوظة حتی لووجد روایه صحیحه من مجتهد آخریجوز العمل بها۔
(فواتح الرحموت صفحہ ۶۳۰)

اسی بنا پر مجتہدین غیر ائمہ اربعہ کی تقلید سے عوام کو منع کیا گیا اور ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کو واجب قرار دیا گیا۔اسی فواتح الرحموت میں ہے:

یجب علی العوام تقلیدمن تصدی بعلم الفقه لا الاعیان الصحابة المجلین القول وعیدنبی ابن الصلاح منع تقلیدغیر الائمة الاربعه الامام الهمام امام الائمة امامنا ابو حنیفة الکوفی والامام مالك والامام الشافعی والامام احمدرحمهم الله تعالیٰ وجزاهم عنا احسن الجزاء۔ (صفحہ ۶۲۹)

پھر تیسری صدی کے بعد ان ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی مجتہد مطلق کا تو ذکر کیا بلکہ مجتہد فی المذہب کا رتبہ بھی ختم ہوگیا۔چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۵۷ میں صاف طور پر تصریح فرمائے۔

وانقرض المجتهد المطلق فقالو ااختتم بالائمة الاربعه حتی اوجبوا تقلیدواحد من هؤلاء علی الامة۔

اب ہمارے زمانہ میں جب علم ختم ہو رہا ہے۔اہل علم کا قحط الرجال ہے۔تو اسوقت کوئی اس میدان کا شہسوار بنے تو کیسے بنے کہ وہ ان شرائط اجتہاد کو حاصل نہیں کرسکتا تو وہ مجتہد ہی نہیں ہو سکے گا تو اسکی تقلید کیسے کی جاسکتی ہے۔لہٰذا اب دروازہ اجتہاد ہی بند ہوگیا۔تو اب جو ان مذاہب اربعہ کا مقلد نہیں بنا وہ بلاشک گمراہ بدعتی جہنمی ہے۔

حضرت علامہ سید احمد طحطاوی مصری حاشیہ درمختار میں تصریح فرماتے ہیں۔

من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم السو اد الاعظم فقدشذ فیمایدخله فی النار فعلیکم معاشرالمؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالیٰ وحفظه وتوفیقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله تعالیٰ ومن کان خارجاعن هذه الاربعة فی هذ الزمان فهومن اهل البدعة

والنار۔

لہذا ہمارے زمانہ کے غیر مقلدین ہرگز ہرگز اجتہاد کے اہل نہیں تو ان پر ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید واجب ہے۔ پھر جب یہ تقلید کے منکر ہیں تو یہ گمراہ بدعتی جہنمی ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۷۔۳۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین حسب ذیل مسائل میں۔ بینوا توجروا

(۱) علماء ربانی واولیاء اللہ شعائر اللہ کی تفسیر میں داخل ہیں یا نہیں؟ تفسیر وحدیث سے ظاہر فرما دیا جاوے۔

(۲) دوسرے اللہ جل شانہ نے وجود انسانی میں داہنے انگ کو اشرف بنایا کیونکہ ہر چیز اعلیٰ کو داہنی طرف رکھنے کا حکم فرمایا اور ہر چیز کی ابتدا بھی داہنی طرف سے کرنے کا حکم فرمایا مگر قلب جو عام جسم میں سب اعضائے سے اعلیٰ واشرف ہے بائیں طرف رکھا استدعا ہے کہ اس کا سبب ظاہر فرمایا جاوے۔

تیسرے قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا، هو خير مما يجمعون۔
(پارہ ۱۱ سورۂ یونس رکوع ۶)

استدعا ہے کہ اس میں حسب ذیل باتوں کا مفصل اظہار فرمایا جاوے۔

فضل ورحمۃ سے اس جگہ کیا مراد ہے؟، اور فرح کے لفظی معنی کیا ہیں؟۔ استدعا ہے کہ وہ کون سی نعمت عظمیٰ ہے جس کے ملنے پر اللہ جل شانہ خوشی کے اظہار کا حکم فرماتا ہے اور دنیا میں اس نعمت کا اظہار کس تاریخ کو ہوا ہے؟۔ نیز عرض ہے کہ موجودہ زمانہ میں ایک ایسے بزرگ کا نام شریف محلّہ پورا پورا پتہ صاف ظاہر فرمایا جاوے جو کہ روشن ضمیر ہو اور صورت وسیرت مطابق شریعت مطہرہ ہو تا کہ اس کی قدم بوسی حاصل کر کے اصلاح قلب سعادت دارین حاصل کی جاوے۔ نیز استدعا ہے کہ وظیفہ درود شریف جو بہترین صیغہ کا پسندیدہ حضور ہو عطا فرمایا جاوے اور پڑھنے کی پوری تعداد بھی ظاہر فرمائی جاوے فقط۔

المستفتی محمد عبد اللہ قادری کھیری محلّہ ڈیہ پور ضلع وپوسٹ آفس کھیری ٹاؤن

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: البدن جعلنها لكم من شعائر الله۔

یعنی ہم نے تمہارے لئے بدنوں کو شعائر اللہ سے کیا۔

علامہ محی الدین اپنی عربی تفسیر میں "البدن" کی تفسیر میں فرماتے ہیں " البدن ای النفوس الشريفة العظيمة القدر " یعنی بدنوں سے مراد عظیم الشان شریف نفوس ہیں۔

تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ شعائر اللہ سے مراد بدنے ہیں اور تفسیر سے ظاہر ہوا کہ بدنوں سے مراد عظیم الشان شریف نفوس ہیں۔ اور بلا شبہ عظیم الشان شریف نفوس میں انبیاء اور اولیاء وعلماء داخل ہو گئے۔ پھر یہ وہ تفسیر ہے جسے مخالفین کے پیشوا امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں مان لیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اگر نیک تامل کنی در یابی کہ محبت امثال ایں کرام خود شعائر ایمان محب وعلامت تقویٰ اوست ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔ (صراط مستقیم صفحہ ۳۸)

جب اس عبارت میں منکرین تعظیم اولیاء نے بھی یہ اقرار کر لیا کہ اولیاء اللہ شعائر اللہ میں شامل ہیں۔ تو اب نہ فقط تفسیر سے بلکہ قول مخالف سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ اولیاء وعلماء بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قلب کے بائیں طرف ہونے کا کوئی سبب ظاہر قران وحدیث میں تو کہیں میری نظر سے نہیں گذرا نہ اس بارے میں کسی سلف وخلف کی کوئی تصریح مجھ کو یاد آتی ہے۔ ادھر یہ ایسی بات ہے جس کو عقل اور رائے سے بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ پھر یہ نہ ایسا کوئی ضروری عقیدہ یا مسئلہ ہے جس کا جاننا ضروری ہو نہ شریعت نے اس کی معرفت کی ہمیں تکلیف دی۔ نہ ایسے سوالات کی کوئی خاص حاجت وضرورت ہے۔ تو ایسے سوالات ہی نہیں کرنے چاہیں بلکہ فقہاء کرام نے ایسے غیر ضروری سوالات دریافت کرنے کو منع فرمایا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

وينبغي ان لا يسال الانسان عما لا حاجة اليه كان يقول كيف هبط جبريل وعلى اى صورة راه النبي و حين راه على صورة البشر هل بقى ملكا ام لا واين الجنه والنار

ومتیٰ الساعة الی غیر ذلك مما لا یجب معرفته ولم یر د التکلیف به۔ ردالمحتار جلد۵ صفحہ ۲۹۷)
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اللہ تعالیٰ کے قول: بفضل اللہ و برحمته فبذلك فلیفرحوا الآیة۔
میں مفسرین کی فضل ورحمت سے مختلف مرادیں ہیں۔

چنانچہ علامہ محی الدین بغوی نے معالم التنزیل میں اور علامہ خازن نے تفسیر لباب التاویل میں تحت آیت کریمہ یہ اقوال نقل کئے ہیں۔

اما مذهب المفسرين فان ابن عباس والحسن وقتادة قالوا بفضل الله الاسلام ورحمته القراان وقال ابو سعيد الخدري فضل الله القرآن ورحمته ان جعلنا من اهله وقال ابن عمر فضل الله الاسلام ورحمته تزيينه في قلوبنا وقيل فضل الله الاسلام ورحمته الجنة وقيل فضل الله القرآن ورحمته السنن وقال خالد بن معدان فضل الله السلام ورحمته السنن۔ (تفسیر خازن جلد۳ صفحہ ۱۵۹)

ترجمہ مذہب مفسرین یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے کہا کہ فضل اللہ سے مراد اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے یہ مراد ہے کہ ہمیں اہل قرآن بنادیا۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے مراد اس کا ہمارے دلوں میں مزین کرنا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے جنت مراد ہے اور بعض کا قول ہے کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے سنتیں مراد ہیں اور حضرت خالد بن معدان نے کہا فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے سنتیں مراد ہیں۔

اور علامہ اسمٰعیل حقی تفسیر روح البیان میں تحت آیت کریمہ "لو لا فضل الله عليكم ورحمته" فرماتے ہیں:

وفي الحقيقة كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فضل الله ورحمته يدل عليه قول تعالىٰ وهو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلو الى قوله ذلك فضل الله يوتيه من يشاء قوله تعالىٰ وما ارسلنك الا رحمه للعالمين۔

اور حقیقت میں نبی ﷺ اللہ کے فضل اور رحمت تھے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے اور اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول بھیجا تو یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا

یہ قول دلیل ہے ہم نے تم کو تو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ آیات میں اللہ کے فضل ورحمت سے مراد اسلام قرآن جنت سنتیں اور نبی ہیں اسی بنا پر اسماء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے فضل اللہ اور رحمۃ للعالمین ہیں اور فرح کے معنی تفسیر خازن میں یہ ہیں" الفرح لذة في القلب با دراك المحبوب والمشتهى" یعنی فرح قلب کی وہ لذت ہے جو کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کے پانے کے بعد حاصل ہوتی ہے تو ہر فضل ورحمت کے ملنے پر اظہار خوشی کرنی چاہئے۔ اور بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خاص اللہ کے فضل ورحمت ہیں اور نعمت عظمیٰ ہیں۔ تو ان کے ظہور کے دن اور پیدائش کی تاریخ کے دن فرح وسرور کرنے کا حکم اسی آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے۔

اب باقی رہا آخر سوالات میں ایک ایسے بزرگ کے متعلق استفسار جو صورت وسیرت میں مطابق شریعت مطہرہ ہوا اور ایسے وظیفۂ درود شریف کا سوال جو بہترین صیغہ کا ہو تو وہ سائل کو زبانی طور پر بتادیا گیا۔ اس کو احاطہ تحریر میں لانے کی اب کوئی حاجت باقی نہیں رہی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۔۵ جمادی الاولیٰ ۲/ ۷ے۱۳ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۹-۴۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ

(۱) دو شخصوں میں علمائے کرام کے مرتبہ پر گفتگو ہوئی، ایک صاحب نے فرمایا کہ حضور اقدس آقائے نامدار سرکار دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شہدا کا خون ایک پلہ میں رکھا جائے اور دوسرے پلہ میں علماء کی وہ روشنائی جس سے وہ دینی خدمات کرتے ہیں اور مسائل لکھتے ہیں ان شہداء کے خون سے اس روشنائی کا وزن بڑھ جائیگا۔

اس پر دوسرے صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ حضور کا ارشاد ہے تو آمنا صدقنا لہٰذا یہ معلوم کرنا ہے کہ شہداء میں تمام شہیدان اسلام آگئے مثلاً سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وحضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے صاحب کا کہنا ہے کہ بڑے پیر صاحب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے کوڑے کے نیچے کی خاک کے مقابلہ میں میری کوئی حقیقت نہیں۔ کیا آج کل

کے علماء بھی اس مرتبہ میں آتے ہیں جب کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایسی ہے جس پر دنیا کی تمام شہادتیں قربان ہیں۔ کیا ایسے شہدائے کرام کے خون سے علمائے کرام کی سیاہی کا وزن بڑھ سکتا ہے۔

اوپر جو حدیث تحریر کی گئی ہے اس کا صحیح حوالہ دیا جائے، معلوم ہوا ہے کہ یہ حدیث مسلم شریف کی ہے۔ جواب بہت تفصیل سے دیا جائے تا کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور تسلی ہو جائے۔

(۲) ایک عالم جو مجاہدہ کرتا ہو اور ایک عالم صرف عالم ہو مجاہدہ نہ کرتا ہو دونوں کا مرتبہ بیان فرمایا جائے۔

فقط مرسل حافظ محمد نوشہ خان بتوسط جناب محمد یوسف علی خاں ممبر
میونسپل بورڈ متصل جامع مسجد حسن پور ضلع مرادآباد

نوٹ:- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا ایمان عالم پر ہے اور دوسرا یہ کہے کہ میرا ایمان ہرگز عالم پر نہیں سوائے سرکار کے تو دونوں کے قول پر علیحدہ علیحدہ حکم فرمائیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) مسلم شریف کی کتاب العلم میں تو یہ حدیث نہیں ملی، ہاں محدث شیرازی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ابن البر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ابن جوزی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:

یوزن یوم القیمہ مداد العلماء و دم الشھداء فیرجح مداد العلماء علی دم الشھداء۔

(از جامع صغیر للسیوطی مصری جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

یعنی روز قیامت علماء کی روشنائی اور شہداء کا خون تولا جائیگا تو علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر راجح اور بڑھ جائیگی۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے لیکن حدیث کا مضمون بہت واضح اور صاف ہے۔ کہ اس میں مطلقا علما کی شہدا پر افضلیت کا ذکر ہے جیسے مثل مشہور " الرجل خیر من المراۃ " یعنی مرد عورت سے افضل ہے۔ تو اس میں مطلقاً مرد کی عورت پر افضلیت کا بیان ہے۔ اب باقی رہیں وہ معزز اور خاص عورتیں جو مخصوص فضائل اور خصوصیات کے ساتھ متصف ہیں تو وہ بہت مردوں سے بدرجہا

افضل ہیں۔ جیسے حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت آمنہ، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔ تو یہ اپنے فضائل وصفات۔ مناقب وخصوصیات کی بنا پر کثیر مردوں سے بدرجہا افضل و بہتر ہیں، اسی طرح مطلقاً علماء شہداء سے افضل و بہتر ہیں لیکن مخصوص شہداء جیسے حضرت سیدنا امام حسین، حضرت سید الشہداء حمزہ، شہدائے بدر وشہدائے احد وغیرھم رضی اللہ عنھم تو یہ حضرات بہت سے فضائل وصفات اور مناقب وخصوصیات کے ساتھ متصف ہیں ان کی صحابیت ہی کو وہ فضل خاص ہے، جس کا غیر باوجود کثیر فضائل کے حامل ہونے کے ادنیٰ صحابی کے مقابلہ اور ان سے مساوات پیدا نہیں کر سکتا۔ اور حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت امام عالی مقام تو علاوہ فضل صحابیت کے خود عالم بھی تھے اور اہل بیت بھی تھے اور خاص کر حضرت امام تو سبط رسول اور جگر گوشۂ بتول تھے۔ تو آج کے علماء تو ان کے غلام کے غلام کی برابر بھی نہیں ہو سکتے اور یہ تو اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو کوئی ولی، قطب، غوث، تابعی، کسی طرح نہیں پہنچ سکا تو حضور کا ارشاد حق وصواب ہے۔

اب باقی رہا خون شہداء سے علماء کی روشنائی کا بڑھ جانا تو اس کو یوں سمجھئے کہ روشنائی وہ چیز ہے جس سے کلام الٰہی اسم اللہ کلمہ شہادت وغیرہ لکھے جاتے ہیں تو اس بنا پر میزان میں اس کا زائد وزن ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے مواہب لدنیہ میں ہے۔

ان اللہ یستخلص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق یوم القیمہ فینشر تسعة وتسعین سجلا کل سجل منھا مثل من البصر ثم یقول: اتنکر من ھذا شیئا ؟ اظلمك کتبتی الحافظون یقول :لا یارب !فیقول افلك عذر؟ فیقول لا یارب فیقول بلی ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم علیك الیوم فیخرج بطاقة مکتوبا فیھا اشھد ان لا اله الا الله"

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت علی رؤس الخلائق میری امت سے ایک شخص کو اٹھانے کے لئے طلب فرمائیگا تو اس کے سامنے ۹۹ دفتر پھیلائیگا ان میں کا ہر دفتر حد نظر جیسا ہے پھر ارشاد فرمائیگا کیا تو ان میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہے کیا میرے لکھنے والے فرشتوں محافظین نے تجھ پر ظلم کیا ہے تو وہ عرض کریگا نہیں اے رب میرے پھر اللہ فرمائیگا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے تو وہ عرض کریگا نہیں اے میرے رب پھر اللہ فرمائیگا ہاں بیشک تیری ہمارے پاس ایک نیکی ہے اور تجھ پر ظلم نہ ہوگا تو ایک پرچہ نکالا جائیگا جس میں یہ لکھا ہوا ہوگا۔

اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمداً عبده ورسوله فیقول احضر وزنك

فیقول یا رب ما هذه البطاقه مع هذه السجلات؟ فقال انك لاتظلم قال فتوضع السجلات فی کفة والبطاقه فی کفة فطاشت السجلات و ثقلت البطاقه فلا یثقل مع اسم الله شیٔ لا اله الاالله واشهد ان محمدًا عبده ورسوله ۔(شرح مواہب مصری جلد ۸ صفحہ ۳۸۷)

پھر اللہ فرمائیگا تو اپنی تول کو حاضر کر، تو عرض کریگا: اے میرے رب ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا ہے۔ تو اللہ فرمائیگا: بیشک تو ظلم نہیں کیا جائیگا پھر وہ دفتر میزان کے ایک پلہ میں اور وہ پرچہ دوسرے پلہ میں رکھ دیا جائیگا تو وہ دفتر ہلکے ہو جائینگے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائیگا۔ پس اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری ہو نہیں سکتی۔

اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ اس قدر زبردست ۹۹ دفاتر کے مقابلہ میں وہ چھوٹا سا لکھا ہوا پرچہ زیادہ وزنی ثابت ہوگیا۔ اور پھر اس کے زیادہ وزنی ہونے کی بنا کتابت کلمۂ شہادت ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ اس کتاب کا ذریعہ یہ روشنائی ہی تو ہے تو روشنائی کا میزان میں زیادہ وزنی ہونا اس حدیث سے مستفاد ہوا ۔لہٰذا علماء کی روشنائی کا خون شہداء سے زائد وزنی ہونا اسی تفصیل سے ظاہر ہوگیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ میزان میں کسی چیز کا زائد وزنی ہونا اور کسی چیز کا اس کے مقابلہ میں ہلکا ہو جانا ان امور میں سے ہے جن کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز ہیں تو ہمیں اس بحث ہی کے درپے نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہم اس میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں اسی بحث وزن میزان میں فرماتے ہیں

عجزت عقولنا عن ادراکه فنکل علمه الی الله فلا نشتغل بکیفیته

(شرح مواہب مصری جلد ۸ صفحہ ۳۸۶)

تو جب حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ علماء کی روشنائی خون شہداء سے میزان میں بڑھ جائیگی تو اس میں نہ ہمیں کسی شبہ کی گنجائش ہے نہ اپنی ناقص عقل کی مداخلت کی حاجت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو عالم مجاہد نہیں اس میں صرف ایک علمی فضیلت ہی تو ہے اور جو عالم مجاہدہ بھی کرتا ہے تو اس میں دو فضیلتیں ہوئیں ایک فضیلت علم دوسری فضیلت مجاہدہ تو دو فضیلتوں والا ایک فضیلت والے سے یقیناً عالی مرتبہ ہے لیکن عالم سے مراد وہ عالم ہے جس کا علم صراط مستقیم اور راہ حق کی طرف رہبری کرے

ورنہ علمے کہ راہ حق ننماید جہالت است۔ کہ جو علم راہ حق کی طرف رہبری نہ کرے وہ علم علم نہیں ہے بلکہ جہالت ہے اور ایسے علم کا حامل عالم نہیں بلکہ جاہل ہے اسی طرح وہ مجاہدہ جس میں ریا کا شائبہ ہو وہ حقیقۃً مجاہدہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک کید شیطان ہے العیاذ بالله تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا ایمان عالم پر ہے اگر اس کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان عالم کے ہر اس قول پر ہے جو ایمانیات پر مشتمل ہو تو عوام کے لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ عوام خود تو ایمانیات کو جان نہیں سکتے بلکہ وہ عالم کی ہی تعلیم وتلقین پر ایمانیات پر ایمان لاتے ہیں اور اگر اس قائل کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان ہی اسی عالم پر ہے چاہے یہ حق بات بتائے یا باطل کی تعلیم دے اور اگر اس کی باطل بات کا بطلان بھی ظاہر ہو جائے جب بھی ہم اسکی باطل بات ہی کو مانیں گے اور ہرگز اس سے روگردانی نہ کرینگے تو ایسے قائل پر توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔

اور جو یہ کہتا ہے کہ میرا ایمان ہرگز عالم پر نہیں تو اگر اس کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان اس عالم کی ہر اس بات پر نہیں جو خلاف شرع ہو اور ناحق ہو جب تو اس کا قول صحیح ہے کہ ایمان تو دینی امور ہی پر ہوتا ہے اور اگر اس قائل کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان اس عالم کی ہر اس بات پر نہیں جو موافق شرع ہو اور حق ہو تو ایسے قائل پر یقیناً توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ ۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم العالیہ مسائل ہذا میں

حضرت غوث اعظم قطب عالم پیران پیر سید شاہ عبدالقادر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سید الاولیاء سلطان المشائخ یعنی تمام اولیائے کرام ومشائخ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آقا ومولیٰ اور سید وسردار ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟۔ اگر صحیح ہے تو کس سند کے ساتھ؟۔ زید یہ کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ آپ تمام اولیائے کرام کے سردار وآقا ہیں۔ چار سلسلے ہیں: سلسلہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ۔ چاروں سلاسل میں بڑے بڑے زبردست اولیائے کرام ومشائخ عظام گذرے ہیں۔ لہٰذا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاروں سلاسل کے تمام اولیائے کرام ومشائخ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

سید وسردار نہیں۔ اور آپ کے لئے سید الاولیاء سردار الاولیاء وسلطان المشائخ ہونا نہ قرآن شریف سے ثابت نہ حدیث شریف میں ذکر نہ اس پر اجماع نہ قیاس، پھر کیسے عام اولیائے کرام ومشائخ عظام کے آقا وسید سردار ہوئے۔ لہٰذا زید کے اس قول کا کیا جواب ہے بینوا توجروا

المستفتی، فقیر محمد عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ ربہ محلّہ منیر خاں

پیلی بھیت شریف ۶ محرم الحرام ۷۸/۱۳ھ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید نہایت جاہل شخص ہے کہ اسکا یہ جاہلانہ قول ہے، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہی جب ۴۷۰ھ کی ہے تو صراحۃً انکا نام اور انکا سید الاولیاء ہونا قرآن وحدیث میں کس طرح مذکور ہوگا۔ ہاں خود عہد غوثیت سے اب تک کہ عامۃ المسلمین بلکہ تمام علماء واولیاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضور غوث اعظم سید الاولیاء۔ سردار اصفیاء۔ قدوۃ السالکین۔ حجۃ العارفین۔ قطب الاقطاب غوث الاغوات ہیں۔

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں:

''کل اولیاء وقت را در حفاوہ نفاس وظل قدم ودائرہ امر گذاشت تا مامور شدن عند اللہ بقول و قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وجمیع اولیاء وقت از حاضر وغائب وقریب وبعید وظاہر وباطن گردن اطاعت وسر انقیاد بنہادند خوفا من الرد وطمعا فی المزید فہو قطب الوقت وسلطان الوجود۔ امام الصدیقین وحجۃ العارفین روح المعرفۃ وقلب الحقیقۃ خلیفۃ اللہ فی ارضہ۔ ووارث کتابہ ونائب رسول الوجود البحت والنور الصرف سلطان الطریق والمتصرف فی الوجود علی التحقیق رضی اللہ عنہ''

بہجۃ الاسرار میں ہے:

"اما الشیخ عبدالقادر فانہ ظہرت امارۃ قربہ من اللہ واجمع علیہ الخاص والعام وقال قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تجلی الحق عز وجل علی قلبہ وجائتہ خلعۃ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ید طائفۃ من الملائکۃ المقربین والبسہا بمحضر من جمیع الاولیاء من تقدم منہم ومن تاخر الاحیاء باجسادھم والاموات بارواحھم وکانت الملائکۃ ورجال الغیب حافین بمجلسہ واقفین فی الھواء صفا حتی استد الافق ولم یبق ولی فی الارض الا حنا عنقہ" (بہجۃ الاسرار صفحہ ۹)

ان عبارات سے آفتاب کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سید الاولیاء وسردار اصفیاء ہیں۔ مشائخ کا اس پر اجماع ہو چکا۔ اور اجماع دلائل شرع میں سے تیسری دلیل ہے۔ لہٰذا قول زید بے سند ہے بلکہ باطل وغلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۲ صفر المظفر ۷۸/۱۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۲)

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ

شخص مسمی عبدالجلیل بطور نمامی وعداوتی شخص دیگر را کہ سردار محلّہ است گفت کہ فلاں مولوی در مخالفت تو ہمچنیں گفت پس آں شخص سردار از مولوی مذکور از حد عداوت کردہ بلفظ حرامزادہ وسور وغیرہ دشنام دادہ گفت کہ تو چہ مولوی است ہندوستان ہفت سال مہتری کردہ آمدی ودگر اہل حاضرین را گفت کہ گوشمال دادہ بروں کن۔ الحاصل عالم مذکور را بے حد سب وشتم دادہ بے حرمتی کرد پس بر شاتم عالم ونمام مذکور بحسب شرع چہ حکم عائد گردد۔ بینوا توجروا۔

المستفتی مولوی رحیم الدین ساکن بڑاگہنو، پوسٹ جلدی، ضلع چاٹگام

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسلمان را دشنام کردن فسق وحرام است۔ بخاری ومسلم از عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کردہ ''قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق

(مشکوۃ شریف ص ۴۱۱)

در ترمذی وبیہی از ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی است قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی۔

(مشکوۃ شریف ص ۴۱۳)

یعنی فرمود پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشنام کردن مسلمان فسق است، نیست مومن طعنہ کنندہ ونہ لعنت کنندہ ونہ سخت گویندہ ونہ بیہودہ گو، مراد آنست کہ مومن را نباید کہ خود را ازیں صفات ذمیمہ متصف کند، ہم چنیں سخن چینی ونمیمہ کردن فسق وگناہ است۔ در حدیث شریف آمدہ است کہ پیغمبر خدا صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود۔

شرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ رواہ احمد والبیہقی ۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۱۵۔)

یعنی بدترین بندگان خدا روندگان بسوے مجلسہا بسخن چینی

نیز در صحیح بخاری وصحیح مسلم از حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی است: لا یدخل الجنۃ قتات (وفی روایۃ مسلم) نمام ۔ (مشکوۃ شریف)

یعنی درنمی آید بہشت راسخن چیں۔

ازیں احادیث ثابت شدہ کہ مسلمان را دشنام کردن وسخن چینی کردن فسق وحرام ست وبرائے شاتم ونمام وعید شدید در احادیث کثیرہ وارد است۔ ایں حکم در مطلق مسلم است، اگر آں مسلمان عابد ہم باشد پس سب وشتم براو اشد گناہ شود۔ واگر آں مسلمان چنیں باشد کہ بر عابد ہفتاد درجہ فوقیت دارد چنانچہ در حدیث شریف وارد شدہ است" فضل المومن العالم علی المومن العابد سبعون درجۃ رواہ ابن عبدالبر عن ابن عباس۔ (جامع صغیر السیوطی ص ۶۳۔ ج ۲).

پس نمام وشاتم او مستحق اشد وعید میشود۔ علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار فتوے داد" لا یجوز للجاہل ان یرفع صوتہ علیہ فالواجب تعظیم اہلہ وتوقیرہم ویحرم ایذائہم وتحقیرہم

یعنی جاہل را برو بروے عالم بلند آواز کردن جائز نیست پس تعظیم وتوقیر علماء واجب است وایذا وتحقیر ایشاں حرام است۔ پس حاصل جواب ایں است کہ شاتم ونمام عالم مرتکب حرام وتارک واجب است ومستحق اشد وعید است واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۳۔۴۴۔۴۵)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم العالیہ مسائل ہذا میں

(۱) زید یہ شعر پڑھتا ہے۔

خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن — محمد، علی، وفاطمہ، حسین وحسن۔

بکر کہتا ہے کہ یہ شعر غلط ہے اور یہ کسی شیعہ کا ہے۔ اور خدا کے نور سے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا۔ اور آپکے واسطہ سے چہار تن اور تمام مخلوق پیدا ہوئے۔ تو اس میں زید کا قول صحیح

ہے یا بکر کا۔

(۲) زید کہتا ہے کہ معراج کی شب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت غوث پاک نے اپنا کندھا لگا کر عرش پر پہنچایا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ تو کس کا قول غلط ہے اور کس کا صحیح۔

(۳) زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت ہر امتی کی قبر پر براق بھیجے گا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ تو کس کا قول حق ہے اور کس کا باطل۔ بینوا توجروا۔

المستفتی حکیم ننھے اثر۔ سنبھل محلہ محمود خانسرائے۔

الجواب

اللھم ہدایۃ الحق والصواب

(۱) حضرات پنج تن پاک کے اوصاف وفضائل۔ خصوصیات وخصائل صراحۃ قرآن عظیم اور بکثرت احادیث رسول کریم علیہ وعلیہم الصلاۃ والتسلیم میں وارد ہیں۔ انکا وہی انکار کریگا جس کو ان حضرات سے دشمنی وعداوت ہے۔ اور فرقہ ضالہ خوارج سے اس کو عقیدت والفت ہے۔ عقیدہ اہلسنت وجماعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور پاک سے اس کے حبیب پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پاک پیدا ہوا۔ پھر حضور کے نور سے لوح وقلم۔ عرش وکرسی۔ ارض وفلک۔ جنت ودوزخ اور تمام مخلوقات پیدا کئے۔ چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے جو بیہقی وجامع عبدالرزاق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضرت جابر نے عرض کیا:

قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقہ اللہ تعالی قبل الاشیاء قال: یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس ۔ فلما اراد اللہ تعالی ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش۔ ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث الملئکۃ۔ ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول السموات، ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنین ومن الثانی نور قلوبھم وھی المعرفۃ باللہ ومن الثالث نور

السھم وھو التوحید لا الہ الا اللہ محمدرسول اللہ الحدیث ۔

(مواہب لدنیہ مصری ص۹ ج۱)

میں نے عرض کی: یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالے نے تمام چیزوں میں سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا فرمایا؟ ۔فرمایا: اے جابر بیشک اللہ تعالی نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر قدرت الٰہی سے یہ نور جہاں جہاں اللہ تعالے نے چاہا اور اسوقت میں نہ لوح وقلم تھے، نہ بہشت ودوزخ، نہ کوئی فرشتہ، نہ آسمان وزمین، نہ مہر وماہ، نہ جن وبشر۔ پھر جب ارادہ مخلوق کی پیدائش سے متعلق ہوا تو اس نور کو چار اجزاء پر تقسیم کیا۔ تو اللہ نے پہلے جز سے قلم کو پید کیا اور دوسرے جز سے لوح کو اور تیسرے سے عرش کو۔ پھر چوتھے جز کو بھی چار اجزاء پر تقسیم کیا تو پہلے جز سے حاملین عرش کو اور دوسرے جز سے کرسی کو اور تیسرے سے باقی فرشتوں کو پیدا کیا ۔پھر چوتھے جز کو چار اجزاء پر تقسیم کیا پہلے سے مسلمانوں کی بصارتوں کا نور اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور کہ وہ معرفت الٰہی ہے۔ اور تیسرے سے ان کے عملوں کے نور کو پیدا کیا وہ کلمہ طیبہ ہے ۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہے۔ علامہ زرقانی ''من نورہ'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

اضافة بیانیة ای من نور ھو ذاتھانہ لا بمعنی انھا مادة خلق نو رہ منھا بل بمعنی تعلق الارادة بہبلا و اسطة شي في وجودہ۔ (زرقانی مصری ص۴۶ ج۱)

اضافت بیانیہ ہے یعنی اس نور سے جو اس کی ذات ہے نہ بایں معنے کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے حضور کے نور کو پیدا کیا بلکہ بایں معنی کہ حضور کے وجود کیلئے بلا کسی چیز کے واسطے سے اراہ الٰہی متعلق ہوا۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(فھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنس) ای کالجنس (عالی) المر تفع (علی جمیع الاجناس) لتقدمة خلقا علی غیر ہ (والا ب الاکبر لجمیع المو جودات والنا س) من حیث ان الجمیع خلقا من نو رہ۔ (زرقانی مصری ص۲۷ ج۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مثل جنس عالی کے ہیں تمام اجناس پر کیونکہ حضور کو اپنے غیر پر پیدائش ووجود میں تقدم حاصل ہے۔ اور تمام موجودات اور لوگوں کے لئے پدر اکبر ہیں اس لئے کہ تمام موجودات انہیں کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ سب سے پہلے اللہ تعالی کے نور پاک سے بے واسطہ صرف نور

پاک صاحب لولاک حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیدا ہوا اور اس نور مصطفیٰ علیہ التحیة الثناء سے تمام عالم۔ سارے موجودات۔ سب مخلوقات کو پیدا فرمایا اور یہی وہ نور ہے جس کو حقیقت محمدیہ ۔حقیقت ساریہ۔ حقیقت برزخیہ۔ حقیقت وسطیہ۔ حقیقہ الحقائق۔ نور احمدی۔ نور الانوار۔ ابوالارواح روح اعظم۔ تعین اول وغیرہ کے مختلف الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو جب یہ عقیدہ اسلام معلوم ہو چکا تو اس شاعر کا یہ قول کہ

خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچواں تن ۔۔ محمد وعلی وفاطمہ حسین وحسن

کسقدر غلط وباطل ہے۔ شاعر کا مطلب تو یہ ہے کہ ان پانچوں حضرات کے اجسام وابدان اللہ تعالے کے نور سے بے واسطہ پیدا ہوئے، کیونکہ تن کے معنی جسم وبدن کے ہیں۔

بہار عجم میں ہے۔ تن، جثہ واندام۔ (ص۳۱۲)

غیاث اللغات میں ہے:

تناور بفتح واو بمعنی قوی جثہ وایں مرکب است از تن ولفظ آور کہ کلمہ نسبت ست۔ (ص۱۰۸)

اسی میں ہے: جثہ بدن وتن مردم۔

بہار عجم میں ہے: اندام عام بدن بلکہ مطلق جسم را گویند۔

لہذا تن کے معنی بدن وجسم کے ہیں تو پانچوں سے مراد پانچوں اجسام وابدان ہوئے۔ پھر اگر شاعر یہ تاویل کرتے کہ ان کے خدا کے نور سے پیدا ہونے کا مطلب بالواسطہ ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کہ پھر یہاں پانچوں تن کو کیا خصوصیت حاصل ہوئی اور مقام مدح میں کیا فضلیت ثابت ہوئی۔ باوجود کہ یہ شاعر اس خصوصیت کو سبب فضیلت قرار دے رہا ہے۔ لہذا اس شاعر کی یہ تاویل اور مضمون شعر عقل ونقل سب کے خلاف ہے اور نہایت غلط قول اور بے انتہائی باطل عقیدہ ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ اس حضرات پنجتن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات کریم تو اصل کل اور مصدر افضل ہے لیکن باعتبار جسم شریف خود حضور سراپا نور حضور عبداللہ وحضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے جس کو عدنی نے اپنے مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی:

قال رسول اللہ عیہ وسلم :خرجت من نکا ح ولم اخرجت من نکا ح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم الی ان ولدنی ابی وامی۔ (حدیث خصائص۔ ص۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے ظاہر ہوا اور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے میں بغیر نکاح کے ظاہر نہیں ہوا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ نے پیدا کیا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا جسم پر نور آپکے ابوین شریفین سے پیدا ہوا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ابو طالب اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوا اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا کا حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے پیدا ہونا، اور حضرات حسنین کریمین کا حضرت علی اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہم سے پیدا ہونا ہر مسلمان جانتا ہے۔ لہذا ان حضرت پنجتن پاک کے اجسام کا بے واسطہ خدا کے نور سے پیدا ہونے کا قائل وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں بیدینی و جہل یا جنون و دیوانگی ہے۔

اور اگر کوئی شاعر یہ کہے کہ پنجتن سے مراد اجسام نہیں بلکہ ان کی ارواح مراد ہیں اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ ان پنجتن کی ارواح خدا کے نور سے پیدا ہوئیں۔

تو اولا ارواح پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ شعر بھر میں نہیں ہے۔

ثانیا بصورت فرض اگر ان کی ارواح خدا کے نور سے پیدا ہوئیں تو وہ یا بلا واسطہ پیدا ہوئیں ہونگی یا بالواسطہ۔ اگر بلا واسطہ پیدا ہوئیں تو یہ بات صرف روح پاک صاحب لولاک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ فقط انہیں کی روح پاک بے واسطہ نور صمدیت سے پیدا ہوئی اور ان کے واسطہ سے تمام انوار و ارواح۔ اجسام و اشباح بلکہ ساری مخلوقات کو پیدا کیا جیسا کہ اوپر کی تصریحات سے ثابت ہو چکا حتی کہ انوار انبیاء بھی اسی نور کے واسطے سے پیدا ہوئے ہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں تفسیر ابن کثیر سے ناقل ہیں:

ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیہم السلام فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ فقالوا یا ربنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالی ھذا نور محمد بن عبداللہ ﷺ ان آمنتم بہ جعلتکم انبیاء فقالوا آمنا بہ وبنبوتہ۔

(مواہب لدنیہ مصری ص ۸ ج ۱)

بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا تو اسے یہ حکم فرمایا کہ وہ انوار انبیاء علیہم السلام کی طرف نظر کرے، تو اس نور نے انہیں ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح ناطق کیا کہ انہوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب ہمیں کس کے نور نے ڈھانپ لیا تو اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے، اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں انبیاء بنا دونگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔

علامہ زرقانی کی شرح میں فرماتے ہیں:

المراد لما خلق نورہ اخرج منہ انوار بقیۃ الانبیاء ثم امرھم بذلک۔

(زرقانی مصری۔ ص ۴۰ ج ۴)

مراد یہ ہے کہ جب اللہ نے ان کے نور کو پیدا کیا۔ تو اسی نور سے باقی انبیا کے انوار کو ظاہر فرمایا پھر انہیں اسکا حکم فرمایا۔

تو جب انوار و ارواح انبیاء مرسلین بھی بے واسطہ نور خدا سے پیدا نہیں ہوئیں تو ان حضرات پنجتن میں سے چہارتن کی ارواح بے واسطہ نور خدا سے کس طرح پیدا ہوئیں۔ لہذا چہارتن کی ارواح طیبہ کو بے واسطہ نور خدا سے پیدا ہونے کا حکم بالکل باطل اور بے اصل ہے۔

اور اگر شاعر یہ کہے کہ ان حضرات پنج تن کی ارواح طیبہ نور خدا سے بالواسطہ ہوئیں۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کہ ان میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک بھی تو ہے تو اسکے لئے یہ کہنا (کہ روح پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بالواسطہ نور خدا سے پیدا ہوئی) کھلا ہوا باطل عقیدہ ہے اور منقولہ تصریحات کے خلاف ہے۔

بالجملہ اس شعر کا مضمون کسی طرح صحیح نہیں قرار پاتا۔ تو اس نامشروع شعر کا پڑھنا ناجائز و نادرست ہے، اور بکر کا قول صحیح ہے جیسا کہ ہماری پیش کردہ عبارات سے ثابت ہو چکا۔ اور بکر کی یہ بات کہ یہ شعر کسی شیعہ کا ہے قرین قیاس ہے کہ حضرات پنجتن پاک کے فضائل کثیرہ صحیحہ کے موجود ہوتے ہوئے بھی ایسی غلط اور بے اصل باتیں گڑھ کر کہنا انہیں کا شعار ہے اور زید نہ ایسا باطل عقیدہ رکھے نہ کبھی اس شعر کو پھر پڑھے بلکہ استغفار و توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) شب معراج حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براق پر سوار ہوتے وقت یا عرش پر تشریف لے جاتے وقت حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کا سرکار کے پائے اقدس کے نیچے اپنے دوش مبارک کو زینہ بنانا۔ اس کو تفریح الخاطر وغیرہ کتب مناقب میں لکھا ہے، اگر مجھے کتاب دستیاب ہو جاتی تو عبارت بھی نقل کر دی جاتی۔

ہاں میرے مرشد برحق، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مفتی شریعت، شیخ الاسلام والمسلمین، سند

المحققین والمفتیین ،اعلحضرت مولانا مولوی الحافظ شاہ احمد رضا خانصاحب قدس سرہ فتاوے افریقہ میں اس سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا ہے:

تفریح الخاطر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس کے تشریف لیجاتے وقت ایسا نہوا۔ نہ یہ کہ حضور غوثیت پائے اقدس کندھے پر لیکر شب معراج خود عرش پر گئے۔ (فتاوے افریقہ۔ص ۴۷)

اور مجموعہ فتاوی عرفان شریعت حصہ سوم میں اس سوال کا جواب پانچ صفحات میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھا اور یہ ثابت کیا کہ اس روایت کے مان لینے میں کوئی شرعی وعقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔اور اس پر احادیث سے استدلال کیا۔اور پھر اس مبسوط فتوی کو ان الفاظ پر ختم فرمایا۔

بالجملہ روایت مذکورہ نہ عقلا اور نہ شرعا مہجور اور کلمات مشائخ میں مسطور وماثور۔اور کتب حدیث میں ذکر معدوم نہ کہ عدم مذکور۔نہ روایات مشائخ اس طریقہ سند ظاہری میں محصور۔اور قدرت قادر وسیع وموفور۔اور قدر قادری کی بلندی مشہور۔پھر رد وانکار کیا مقتضائے ادب وشعور والحمد للہ العزیز الغفور۔

(مجموعہ فتاوی عرفان شریعت حصہ سوم)

لہذا زید کا یہ قول کہ حضور غوث پاک نے اپنا کندھا لگا کر عرش پر پہنچایا، یہ روایت میں مذکور نہیں بلکہ جس قدر روایت میں ہے وہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) زید کا یہ قول بے اصل ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰ جمادی الاولے ۱۳۶۹ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید بدترین وہابی ہے۔وہ ایک مسجد میں بعد نماز فجر اشرفعلی تھانوی کا ترجمہ پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ کفر وشرک کی بکواس کرتا ہے، اور من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے۔اولیا اللہ کا سخت دشمن ہے۔انہیں آڑے بت اور کھڑے بت کہتا ہے، اور گیارہویں شریف کے کھانوں کو لحم خنزیر سے بدتر بتاتا ہے

۔جماعت میں بڑا اختلاف ہوگیا ہے۔بلکہ فساد کا اندیشہ ہے۔کیا زید کو مسجد میں ایسے غلط اور ایسی باتوں کے بیان کرنے سے روکا جاسکتا ہے، یا نہیں؟۔فقط جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

جماعت مسجد شطرنجی پورہ، ناگپور

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے وہ مقرب اور محبوب اور خاص بندے ہیں جن کے کمال ایمان و اخلاص عمل کا بیان اور جنکے لئے دارین میں خوشخبری اور بے خوف وغم ہونے کا ذکر قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ـ الذين امنوا وكانوا يتقون ـ لهم البشرى في الحيواة الدنيا وفي الاخرة ـ (سورہ یونس۔ ج ۱۱۔)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم، وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

آیۂ کریمہ سے حضرات اولیائے کرام کا اللہ تعالیٰ کا مقرب ومحبوب ہونا ثابت ہوگیا تو جو ان اولیائے کرام کا دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ان الله تعالىٰ قال :من عادى لي وليا فقد اذنته بالحرب ـ

(جامع الصغیر۔ج۱۔ص۵۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرے ولی سے دشمنی کرے تو بیشک میں اس کو جنگ سے آگاہ کرتا ہوں۔

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں ان کلمات کی شرح میں فرماتے ہیں:

فقد اذنته بالحرب اى اعلمته انى محارب له ومن حارب الله لا يفلح ابدا وقال العلماء لم يحارب الله عاصيا الا المنكر على الاولياء و اكل الربو كل منهما يخشى عليه خشية قوية جد امن سوء الخاتمة اذ لا يحارب الله الا الكافر ـ (فتاوی حدیثیہ۔ص ۲۳۷)

خداوند قدوس نے فرمایا جو میرے ولی سے دشمنی کرے تو بیشک میں اسے جنگ سے آگاہ کرتا ہوں، اور بیشک میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں، اور جس نے اللہ سے جنگ کی وہ کبھی فلاح نہ پائے

گا۔ علماء نے فرمایا گنہگار ہوکر اللہ سے جنگ نہ کریگا مگر منکر اولیا اور سود خور کہ ان میں سے ہر ایک پر بہت زیادہ سوء خاتمہ کا خوف کیا جاتا ہے کیوں کہ اللہ سے جنگ تو کافر ہی کیا کرتے ہیں۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے ثابت ہوگیا کہ حضرات اولیائے کرام کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کا سوء خاتمہ کا خوف ہے اور وہ خدا سے لڑتا ہے جیسے کافر خدا سے لڑتا ہے اور خدا سے لڑنے والا کبھی فلاح نہ پائے گا۔ تو اس زید کا حکم قرآن وحدیث سے معلوم ہوگیا کہ جب حضرات اولیائے کرام کا دشمن بلکہ سخت دشمن ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ٹھہرا اور یہ خدا سے لڑتا ہے۔ کہ خدا تو اپنے اولیاء کا اعزاز فرماتا ہے، انہیں فضل تقرب سے نوازتا ہے۔ اور یہ زید اسکا مقابلہ کرتا ہے۔ پھر زید گیارہویں شریف کے کھانے کو خنزیر سے بدتر کہہ کر خدا کے حلال کو حرام کرنے والا قرار پایا اور حلال کو حرام اعتقاد کرنا کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ان اعتقد الحرام حلالا او علی القلب کفر ۔

(عالمگیری۔ ج ۲۔ ص ۱۵)

یعنی جس نے حلال کو حرام یا حرام کو حلال اعتقاد کیا وہ کافر ہوگیا۔ اور جب زید بدترین وہابی ہے تو پھر توہین اولیائے کرام ہی کیا بلکہ توہین انبیا کرام و توہین خدا بھی کرتا ہوگا۔ اور جب وہ اتنا جری ہے کہ مسلمانوں کو بات بات پر کافر ومشرک بناتا ہے اور من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے، تو اس زید کا مسجد سے نکلوانا اور ایسے بیان اور غلط ترجمہ سے روکنا ضروری ہے۔ حضرات صحابہ کرام نے ایسوں کو مجلس سے نکلوایا اور زدوکوب کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی القول الجمیل میں ایسے جاہل واعظ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

ولا یذکر القصص المجازفة فان الصحابة انکروا علی ذلك اشد الانکار واخرجوا اولئك من المساجد و ضربوهم ۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص ۱۱۴)

مولوی خرم علی اس کا ترجمہ لکھتے ہیں:

اور واعظ کو چاہئے کہ بیہودہ قصوں کو جو روایت صحیح سے ثابت نہیں ہیں ذکر نہ کرے، اس واسطے کہ صحابہ کرام نے قصہ خوانی پر سخت انکار کیا ہے۔ اور قصہ خوانوں کو مساجد سے نکال دیا ہے اور ان کو مارا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی سے ایسے واعظ کے متعلق سوال ہوا جو وعظ کہتا ہو اور تفسیر قرآن اور حدیث بیان کرتا

ہے اور وہ صرف ونحو، اور لغت واعراب اور معانی وبیان وغیرہ علوم جانتا نہیں، اور اپنی رائے سے وعظ کہتا ہے۔ تو کیا اس کے لئے قرآن وحدیث سے وعظ جائز ہے یا نہیں۔ تو حضرت علامہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ فتاوی حدیثیہ میں ہے:

واما اذا کان یتصرف فیه برایه او فهمه ولا اهلیة فیه لذلك بان لم یتقن العلوم المتعلقة بذلك فانه یجب علی ائمة المسلمین و ولاتهم وکل من له قدرة منعه من ذلك وزجره عن الخوض فیه فان لم یمتنع رفع الی بعض قضاة المسلمین لتعزیر الشدید البالغ الزاجر له ولا مثاله من الجهال عن الخوض فی مثل هذه الامور الصعبة لما یترتب علی ذلك من المفاسد والقبائح الکثیرة الشنیعة۔ (فتاوی حدیثیہ، ص ۱۶۲)

لیکن جب وہ واعظ قرآن وحدیث میں اپنی رائے اور فہم سے تصرف کرتا ہے اور اس میں اس وجہ سے اہلیت نہیں کہ وہ قرآن وحدیث سے تعلق رکھنے والے علوم۔ (صرف نحو معانی لغت وغیرہ) سے مضبوط نہیں تو مسلمان بادشاہوں اور حاکموں پر اور ہر اس شخص پر جس کو قدرت ہو اس واعظ کا تفسیر بالرائے سے روکنا اور جھڑکنا واجب ہے۔ پھر اگر وہ نہ باز آئے تو اس کی شکایت کسی مسلمان قاضی کی طرف لے جائیں، تا کہ وہ قاضی اس کو انتہائی سخت سزا دے۔ جو اس کے لئے اور اس کے مثل اور ایسے جاہلوں کے لئے جو ایسے دشوار امور دین میں غور کیا کرتے ہیں، کافی تنبیہ ہو۔ اور عبرت ہو تا کہ ایسے واعظوں پر بہت سے بڑے فسادات اور قباحتیں مرتب نہ ہونے پائیں۔

ان عبارات سے آفتاب کی طرح ثابت ہوگیا کہ جو واعظ صرف ونحو معانی وغیرہ علوم عربیہ سے ناواقف ہو اور عالم دین نہ ہو اور باوجود اس کے وہ محض باطل رائے سے تفسیر اور فقط اپنی ناقص فہم سے شرح حدیث کرے۔ اور اپنے بیان میں من گھڑت باتیں کہے وہی قصے اور موضوع روایات ذکر کرکے غلط احکام بتائے، حلال کو حرام ٹھہرائے، مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک وکافر بنائے تو جو لوگ صاحب قدرت ہوں وہ اس واعظ کو ایسے وعظوں سے روکیں اور جھڑکیں، اور اپنی مساجد سے اسے نکال دیں۔ سوال سے ظاہر ہے کہ زید کا حال بھی ایسا ہی ہے بلکہ اس میں گمراہی اور محبوبان الٰہی سے دشمنی اور مسلمانوں پر افترا پردازی کی قبیح صفتیں اور زائد ہیں تو متولی مسجد پر اور ہر ذی قدرت شخص پر واجب ہے کہ زید کو ترجمہ کرنے سے روکے اور مسجد سے نکال دے۔ اور اس کے غلط بیان سے جو فتنے پیدا ہونے والے ہیں ان کا جلد دروازہ بند کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۷-۴۸-۴۹)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم اور غاصب اور غدار کہنے کے علاوہ انہیں نفرت کی نظر سے بھی دیکھتا ہے۔ نیز اپنے پیر کی بھی توہین کرتا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی برا جانتا ہے۔ برائے مہربانی جواب مسئلہ مذکور کا قرآن وحدیث شریف سے مرحمت فرمایا جائے۔ پھر عبارت عربی مفید اعتراض معترض کے مندرجہ ذیل ہیں ان کے جوابات علیحدہ علیحدہ عنایت ہوں۔

(۱) امام عالی مقام، جناب حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا خلافت سونپنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو انکا خلاف شرط یزید کا خلیفہ بنانا۔

(۲) سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ جس نے علی اور فاطمہ اور حسنین رضی اللہ تعالی عنہم سے جنگ کی اس نے مجھ سے کی۔ کیا یہ صحیح ہے؟۔ اگر درست ہے، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے جنگ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور جناب امیر معاویہ میں بسلسلہ جنگ جو فیصلہ ہوا تھا کیا اس پر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے خلاف معاہدہ اقدام نہیں کیا گیا تھا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بلاشک صحابی ہیں۔ بخاری شریف جلد ایک ص۔۵۳۱ میں حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی۔

قال اوتر معاویۃ بعد العشاء برکعۃ و عندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس وقال فقال: دعہ فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت معاویہ نے فرض عشاء کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھی اور انکے پاس حضرت ابن

عباس کے غلام حضرت کریب تھے تو ان کریب نے حضرت ابن عباس سے یہ واقعہ آکر بیان کیا حضرت ابن عباس نے انکو جواب دیا کہ ان پر اعتراض نکرو کہ حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا صحابی ہونا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے قول سے ثابت ہو گیا۔ اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے۔

دخل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی زوجتہ ام حبیبۃ و راس معاویۃ فی حجرھا و ھی تقبلہ فقال لھا اتحبینہ قالت ومالی لا احب اخی فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان اللہ و رسولہ یحبانہ۔ (تطہیر الجنان۔ص ۳۷)

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرت ام المومنین ام حبیبہ کے پاس تشریف فرما ہوئے تو ان کی گود میں حضرت معاویہ کا سر رکھا تھا اور وہ محبت کے بوسے لے رہی تھیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ کیا تم معاویہ سے محبت رکھتی ہو، انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے بھائی سے کس طرح محبت نہ رکھوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ اور اس کا رسول بھی معاویہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

تو اس حدیث شریف سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ خدا اور رسول کے محبوب و پیارے ہیں۔ اور جو بدبخت ان سے نفرت کرتا ہے تو وہ محبوب خدا اور رسول سے نفرت رکھتا ہے۔ بلکہ اس کی یہ نفرت حقیقۃً خدا اور رسول سے نفرت ہوئی۔ جو اس کے لئے دنیا وآخرت کے خسارہ کا موجب ہے، اور پھر اس بدگو کا حضرت معاویہ کو ظالم، غاصب غدار کہنا۔ اس کے مستحق لعنت ہونے کا سبب ہے کہ حدیث شریف میں ہے جس کو بالفاظ مختلفہ طبرانی اور حاکم اور دار قطنی راوی کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔

فلا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔

یعنی تم میرے صحابہ کو گالی مت دو تو جس نے صحابہ کو گالی دی، اس پر خدا اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا صحابی ہونا بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔ زید نے انکو ظالم، غاصب، غدار کہہ کر انہیں منھ بھر کر گالیاں دیں تو زید پر بحکم حدیث خدا اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوئی۔ تو زید جلد اپنی رافضیت اور تبرا گوئی سے توبہ کرے اور حضرت معاویہ کو گالی دیکر

اپنی عاقبت کو برباد نہ کرے۔

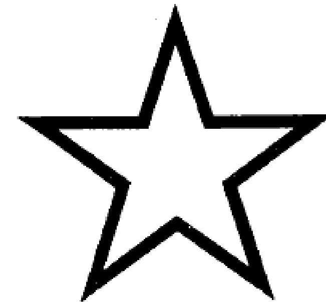
(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عہد کیا تھا اسکو پورا کر دیا اور شرع کے خلاف کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے یزید کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ولی عہد بنایا کہ حضرت امام کی وفات ۴۹ھ میں ہے اور یزید کو ولی عہد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں بنایا۔ جیسا کہ تاریخ الخلفاء وغیرہ میں ہے۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خلاف عہد کا الزام لگانے میں تبرا کی بو آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اہل سنت کی کتب حدیث میں یہ احادیث کہیں نظر سے نہیں گذری۔ زید اس حدیث کو کسی معتبر کتاب سے مع سند کے پیش کرے تو پھر اس حدیث کی صحت اور ضعف کا علم حاصل ہو۔ اس سے پہلے نہ اس کو استدلال کا حق حاصل نہ الزام دینے کا حق حاصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) التوائے جنگ صفین کتاب اللہ کے حکم بنا لینے کے اعلان پر ہوئی۔ حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو فریقین نے اپنا اپنا حکم مان لیا تھا۔ یہ دونوں اپنی گفتگو میں کسی ایک فیصلہ پر اتفاق کی حد تک نہیں پہنچ سکے تو ان میں کوئی متفقہ معاہدہ ہی طے نہ ہو سکا۔ تو کسی فریق کے خلاف معاہدہ اقدام کرنے کا الزام ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب حضرت معاویہ کو اس کا مورد الزام بنانا تبرا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ مولی تعالیٰ زید کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۳ / ماہ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل





باب التوسل وطلب الحاجات

مسئلہ (۵۰۔۵۱۔۵۲۔۵۳)

(۱) چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے نزد قبر رفتہ سوال نمود کہ اے فلاں برائے من دعا کن تا مرادمن حاصل شود۔ لہٰذا عندکم سوال است کہ مردگان برائے غیر دعا خواہند کرد یا نہ۔ و اہل سنت و جماعت دران چہ قائل است؟۔

(۲) نیز شخصے نزد قبر رفتہ اہل قبر را گفت کہ اے فلاں برائے من پسرے عطا کن و نیز فلاں فلاں چیز بدہ شرک خواہد شد یا نہ۔ اگر شرک ست کدام شرک۔ دریں جا بحث وسیلہ نیست چونکہ خلاف جائز۔

بینوا بیانا کاملا بادلۃ الواضحۃ و بالکتب المعتبرہ والحدیث والقرآن والفقہ۔

المرسل عبد الصمد چاٹگامی بنگال ساکن بر چمارہ ڈاکخانہ سرن پور

شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ

الجواب

(۱) الحمد للہ الذی امرنا وابتغوا الیہ الوسیلۃ والصلوۃ والسلام علی من ہو اقرب الوسائل الی جنابہ الرفیعۃ وعلی الہ واصحابہ المتوسلین فی حیاتہ وبعد وفاتہ الشریفۃ و علی عباد اللہ الصلحین ہم فی آعلی مراتب الطاعۃ والیقین فبقضاء اللہ تعالیٰ بالتوسل بہم حوائج عظیم۔

قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم واقوال رہنمایان صراط مستقیم اس مضمون میں بے شمار ہیں۔ اگر ان کے عشر عشیر کو جمع کیا جاوے تو ایک مبسوط کتاب ہو جائے، میں بوجہ عدیم الفرصتی کے چند اقوال اپنے جواب میں نقل کروں گا۔ انشاء اللہ وہی منصف کے لئے کافی و افی ہوں گے۔

اقول وباللہ التوفیق: انبیائے کرام واولیائے عظام جب زائرین کی حاجت روائی فرماتے

ہیں تو پھر ان کے دعا کرنے یا نہ کرنے کا سوال عجیب تر معلوم ہوتا ہے۔ نفوس قدسیہ اپنے زائرین متوسلین کو برابر نہ صرف حیات میں بلکہ بعد وصال بلکہ قبل وجود بھی اپنے فتوح تصرفات سے متمتع فرماتے ہیں۔ چنانچہ امم سابقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف لانے سے پہلے حضور کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتح طلب کرتی تھیں۔

تفسیر جلالین میں ہے: اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث آخر الزمان۔

الٰہی ہمیں مدد دے ان پر بتوسل نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جن کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

بلکہ اس مضمون کی تصدیق قرآن عظیم میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ قوم یہود کے تذکرہ میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا به فلعنة الله علی الکفرین۔ (سورۃ البقرۃ۔ پارہ الم رکوع ۹)

یعنی یہ لوگ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے کافروں پر ان کے وسیلے سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

ملاحظہ ہو کہ قرآن عظیم نے قبل وجود کے توسل کرنے کو جائز رکھا۔ بالجملہ یہ ایک مثال تو قرآن کریم کی تھی۔ اب اسی مضمون کی ایک حدیث بھی لیجئے اور یہ وہ حدیث ہے جس کے حاکم، بیہقی، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر راوی اور یہ سب حضرات حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لما اقترف آدم الخطیئة قال رب اسألك بحق محمد (ﷺ) لما غفرت لی قال: وکیف عرفت محمدا قال: لما خلقتنی بیدك فنفخت فی من روحك، رفعت راسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم یضف الی اسمك الا احب الخلق الیك قال: صدقت یا آدم! لولا محمد ما خلقتك (وفی روایة عند الحاکم فقال الله تعالیٰ: یا آدم انه لا حب الخلق الی اما اذا سألتنی بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ﷺ لما غفرت وما خلقتك۔

(نقله الامام احمد رضا قدس سره فی تجلی الیقین)

یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا: اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ میری مغفرت فرما۔ فرمایا رب العلمین نے: تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں کر جانا؟ عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا پایا۔ جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا، بیشک وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اب تو نے ان کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تیری مغفرت نہ کرتا نہ تجھے بناتا۔

الحاصل اس آیت وحدیث سے یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضور کو ظہور سے پہلے وسیلہ بنایا گیا اور آپ کے توسل سے نہ فقط امم سابقہ بلکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام برابر اپنی حاجتیں طلب کرتے رہے ہیں۔ احیاء سے توسل کرنا اس کی مثبت بکثرت آیات واحادیث ہیں۔ صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ بخاری شریف میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ خشک سالی پڑی تو امیر المؤمنین نے ان الفاظ سے دعا کی

اللھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاسقنا۔

یعنی اے اللہ عزوجل! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل کرتے تھے تو تو ہم کو سیراب کرتا۔ اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کا توسل کرتے ہیں پس ہم کو سیراب کر۔

اس میں حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو طرح کا توسل کیا، حضور کے ساتھ توسل اور رحلت شریفہ کے بعد حضرت عباس کے ساتھ توسل آپ کے زمانہ حیات میں۔ لہذا انھوں نے یہ تنبیہ فرمادی کہ یہ ہر دو طرح کا توسل ایسا جائز ہے کہ اس کو خود ہم کر رہے ہیں۔ اور نیز جو لوگ صرف جواز توسل بالانبیاء کے ہی قائل ہیں ان کے اس حیلے کی بھی جڑ کاٹ دی کہ حضرت عباس کے ساتھ توسل کیا۔

الحاصل اس حدیث سے احیاء کے ساتھ توسل کرنا ثابت ہو گیا اور ہمارے حضرات مانعین بھی احیاء کے ساتھ توسل کرنا جائز کہتے ہیں، اگر ان کو اعتراضات ہیں تو صرف توسل بالاموات میں باوجود یکہ جس طرح اموات غیر خدا ہیں اسی طرح احیاء بھی غیر خدا ہیں۔ لہذا حکم شرک میں دونوں برابر

ہیں۔ بالجملہ اب ہمارے ذمہ صرف جواز توسل بالاموات کا مطالبہ باقی رہا۔لہٰذا ایک ثبوت تو اس کا یہی حدیث ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور کے ساتھ بعد رحلت شریفہ کے توسل کیا۔اب چونکہ مجھے زیادہ اختصار مدنظر ہے۔اس لئے اسی حدیث کو کافی سمجھ کر چند مثالیں توسل بالاولیاء کی پیش کروں۔چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب شامی جلداول میں ہے:

(قولہ ومعروف الکرخی) بن فیروزمن مشائخ الکبار مستجاب الدعوات یستسقی بقبرہ وھو استاذ السری السقطی ۔

یعنی حضرت معروف کرخی ابن فیروز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبار مشائخ سے ہیں مستجاب الدعوات ہیں،ان کی قبر شریف سے زمانہ قحط سالی میں پانی طلب کیا جاتا ہےاور یہ حضرت سری سقطی کے استاذ ہیں

نیز اسی شامی اسی جلد میں اس سے ایک ورق قبل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

قال انی لا تبرك بابی حنیفة واجیء الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسئالت اللہ عندہ فتقضی لی سریعا۔

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں تبرک حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر جاتا ہوں اور مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے نماز پڑھتا اوران کی قبر شریف کی طرف آکر خدائے تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں، کچھ دیر نہیں لگتی کے حاجت روا ہو جاتی ہے۔

علامہ مفتی الحجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مستطاب الخیرات الحسان کی پینتیسویں فصل میں فرماتے ہیں:

لم یزل العلماء وذو الحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلك۔

یعنی ہمیشہ سے علماء واہل حاجت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے اورحاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان سے توسل کرتے اوراس سے فوراً مرادیں پاتے ہیں۔

اور حضرت علامہ مفتی احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "الدرر السنیہ" میں حضرت امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ نقل فرماتے ہیں:

من کانت لہ الی اللہ حاجة واراد قضاء ھا فلیتوسل الی اللہ تعالیٰ بالامام الغزالی۔

یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو اور وہ اس کو پورا کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ

اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا توسل کرے۔

حضرت عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اپنی کتاب "میزان الشریعة الکبری" میں فرماتے ہیں:

ان ائمة الفقہاء والصوفیة کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلا حظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط لایغفلون عنھم فی موقف من المواقف ۔

یعنی بیشک سب پیشوا اولیاء وعلماء اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں،اور جب ان کے پیروؤں کی روح نکلتی ہے،جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں،جب اس کا حشر ہوتا ہے،جب اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے،جب اس سے حساب لیا جاتا ہے،جب اس کے عمل تلتے ہیں،جب وہ صراط پر چلتا ہے،ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں،اصلاً کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔

لہٰذا ان عبارات سے نہایت واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ علماء واولیاء امت کے ساتھ توسل تمام امت کا طریقہ رہا ہے،اور وہ ہر حاجت میں ان پیشوایان ملت سے توسل کرتے رہے۔نیز ان عبارات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے تصرفات کی قدرت عطا فرمائی ہے،اور وہ بارادہ الٰہی اپنے متوسلین کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔لہٰذا اب جو اس شاہراہ کو چھوڑ کر نیا طریقہ نکالے وہ اپنا حکم اس حدیث میں تلاش کرے۔

یداللہ علی الجماعة۔ الشیطان من یخالف الجماعة واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔

(۲) کسی قبر پر جا کر صاحب قبر کو مخاطب اور پھر اپنی حاجت کا اظہار کرنا نہ صرف اقوال علماء سے ظاہر بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔بطور مثال ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔چنانچہ حضرت سید احمد بن زینی دحلان قدس سرہ بیہقی سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں،اس حدیث کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم نے اپنے مصنف میں بطریق سند صحیح ذکر کیا۔

ان الناس قد قحطوا فی خلافة عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال :یا رسول اللہ استسق لامتك فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال :ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انھم یسقون (الحدیث) (قرۃ العینین ودرر السنیہ)

یعنی عہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور کے صحابہ سے ایک صحابی ہیں، مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے لئے پانی طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر کے پاس جا کر اسے سلام پہنچانا اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا چاہتا ہے۔

پھر یہی علامہ اس حدیث کے استفادہ میں فرماتے ہیں:

لیس الاستدلال بالرویا للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ رویاہ وان کانت حقا الا تنسب بھاالاحکام لامکان اشتباہ الکلام للرائی لا یشک فی الرویا وانما الاستدلال بفعل الصحابی وھو بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتیانہ لقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وندائہ لہ وطلبہ منہ ان یستسقی لامتہ دلیل علی ان ذلک جائز وھو من باب التوسل والتشفع والاستعانۃ بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذلک من اعظم القربات۔

یعنی اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ حضور کے خواب میں دیکھنے کی وجہ سے نہیں اگرچہ آپ کا خواب میں دیکھنا بھی حق ہے۔ اب رہا خواب سے احکامات کا ثابت نہ ہونا وہ اس لئے ہے خواب دیکھنے والے پر کلام کا مشتبہ ہونا ممکن ہے، نہ یہ کہ خواب ہی میں شک بلکہ استدلال حضرت بلال ابن حارث صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کے ساتھ کیا جارہا ہے کہ یہی دلیل جواز ہے اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل وتشفع واستغاثہ ہے کہ یہ اعظم ترین قربات سے ہے۔

بالجملہ سوال کا جواب تو اسی حدیث سے نہایت واضح طور پر معلوم ہو گیا مگر چونکہ ہمارے مخالفین حضرات اس سوال پر بہت نازاں ہیں اس سلئے اس کی قدرے تفصیل کی جاتی ہے۔

اقول و باللہ التوفیق۔ اس پر مخالفین کے چار اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

(۱) صاحب مزار کو پکارنا (۲) ان سے اپنی حاجت طلب کرنا

(۳) ان کو متصرف سمجھنا (۴) ان کی طرف صریح نسبت ہونے کی وجہ سے ایہام شرک ہونا۔

جواب (۱) یعنی صاحب مزار کو پکارنا یہ بلاشک جائز ہے۔ چنانچہ ایک ثبوت تو وہی حدیث بلال ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ان کے اس فعل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقرار اور کسی صحابی کا انکار ثابت نہ ان کو کسی کی تنبیہ مسموع۔ علاوہ اس کے ایک وہ قول پیش کرتا ہوں جس کے بعد انکار کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ جو ان مانعین کے بھی پیشوا اور مقتدا ہیں اور جن کا سند حدیث میں آنا ضروری ولابدی ہے "شرح ترجمہ مدحیہ حمزیہ" میں فرماتے ہیں:

فصل ششم اگر مخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زار وخوار شدہ بشکستگی دل واظہار بے قدری خود باخلاص در مناجات و پناہ گرفتن باین طریق اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات عطائے ترامی خواہم روزے فیصل کردن۔

نیز یہی شاہ صاحب قول جمیل میں فرماتے ہیں:

اذا دخل المقبرۃ قرأ سورۃ انا فتحنا فی رکعتین ثم یجلس مستقبلا الی المیت مستدبر الکعبۃ فیقرأ سورۃ الملک ویکبر ویھلل ویقرأ سورۃ الفاتحۃ احد عشر مرۃ ثم یقرب من المیت فیقول یارب یارب احدی وعشرین مرۃ ثم یقول: یاروح یضربہ فی السماء۔ یاروح الروح یضربہ فی القلب حتی تجد انشراحا ونوراثم ینتظر لما یفیض من صاحب القبر علی قلبہ۔

یعنی مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ انا فتحنا دو رکعت میں پڑھے پھر میت کی طرف سامنے ہو کر کعبہ معظمہ کو پشت کر کے بیٹھے، پھر سورہ ملک پڑھے پھر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہے اور گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت کے قریب ہو جائے پھر کہے یارب یارب اکیس بار پھر کہے یاروح اور اس کو آسمان میں ضرب کرے پھر یاروح الروح کی دل میں ضرب کرے یہاں تک کہ کشائش اور نور پائے پھر منتظر رہے کہ اس پر صاحب قبر کا جو فیض ہو اس کے دل پر۔

اس عبارت القول الجمیل کا ترجمہ میں نے اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ یہ مناسب سمجھا کہ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحت المسلمین کا ترجمہ نقل کر دیا، یہ عمائد کبرائے حضرات مانعین ہیں۔ للہذا ان عبارات سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ صاحب مزار سے ندا کرنی جائز ہے۔

جواب (۲) یعنی صاحب مزار سے اپنی حاجت طلب کرنا۔

اولا: اسکے جواز میں وہی حضرت بلال ابن حارث والی حدیث کہ انھوں نے مزار اقدس پر پہونچ کرعرض کی: یارسول اللّٰہ! استسق لامتك۔ یعنی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو سیراب فرمائیے۔

ثانیاً: خیرات الحسان والی عبارت کو ہمیشہ سے علماء اوراہل حاجت امام صاحب کے مزار مبارک کی زیارت کرتے ہیں اورحاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان سے توسل کرتے ہیں۔

ثالثاً: شامی کی عبارت کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب کوئی حاجت پیش آتی تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پرحاضر ہوتے۔

رابعا: شاہ ولی اللہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا۔ بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبرایشاں رود و ازاں جا خیرات دریوزہ کند۔

بالجملہ ان پیشوایان دینی کے کلاموں سے نہایت وضاحت سے ثابت ہوگیا کہ مزارات سے قضائے حاجات نہ فقط جائز بلکہ امت کامعمول ہے۔

جواب (۳) یعنی صاحب مزار کو متصرف جاننا۔

اولا: اس کے جواز کا اشارہ بھی بلال ابن حارث والی حدیث میں ہے کہ آخر انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متصرف ہی سمجھ کر تو امت کی حالت عرض کی۔

ثانیاً: خیرات الحسان اورشامی کی عبارت جو جواب اول میں گذرچکیں۔

ثالثاً: حیات الموات میں جامع البرکات سے ناقل ہیں۔ اولیاء اللہ را کرامات وتصرفات درا کوان حاصل است وآن نیست مگر ارواح ایشاں را چوں اروح باقیست بعدازممات نیز باشد۔

رابعا: کشف الغطاء میں ہے۔ارواح کمل کہ درحین حیات ایشاں بسبب قرب مکانت ومنزلت ازرب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعدازممات چو باہمہ قرب باقی اند نیز تصرفات دارند چنانکہ درحین تعلق بحیات داشتند یا بیشتر ازاں۔

خامسا: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

یکے ازمشائخ عظام گفتہ است دیدم چہارکس راازمشائخ تصرف میکنند درقبورخود مانند تصرفہائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر۔شیخ معروف کرخی وعبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ودوکس دیگرازاولیاء

شمردو مقصود حصرنیست آنچہ خود بدیدہ یافتہ است گفتہ۔

لہٰذا ان عبارات سے نہایت واضح طریقہ پر ثابت ہوگیا کہ اولیائے کرام نہ فقط اپنی ظاہری حیات میں بلکہ بعدوفات بھی تصرف کرتے ہیں مگر یہ قدرت تصرف ان کو بذات خود نہیں ہوسکتی کہ ذات حق جل جلالہ کے ساتھ خاص ہے اورنہ اس کے یہ پیشوایان ملت قائل ہوسکتے ہیں۔ لاجرم بعطا ہی یہ قدرت ان کو حاصل ہے۔

بالجملہ ہرمنصف ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اولیائے عظام کے لئے قدرت علی التصرف نا مانیگا اورمنکرین کو اگرحوصلہ ہو توان علمائے امت پراپنا فتوی جڑیں۔

جواب (۴) یعنی ان کی طرف صریح نسبت ہونے کی وجہ سے ایہام شرک ہونا۔ اس نمبر میں قدرے تفصیل کی جاتی ہے کہ یہ اعتراض مخالفین کے ہرخاص وعام کی زبان پرجاری ہے۔

اولاً: منکرین کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ ہرنسبت جوغیرخدا کی جانب ہووہ نسبت حقیقی ہے اوریہ شرک ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر ہرغیرخدا کی طرف نسبت موجب مشرک ہوتو پھر کیا تمہارے فتوے سے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نکل سکتا ہے ہرگزنہیں ہرگزنہیں۔ پہلے ذرا روزمرہ کے محاورات ہی کو دیکھو۔

(۱) هذا الطعام اشعبی یعنی اس طعام (کھانے) نے میرا پیٹ بھردیا

(۲) هذا الماء اروانی ۔یعنی اس پانی نے مجھے سیراب کردیا

(۳) هذا الدواء شفاني یعنی اس دوانے مجھے شفادی

(۴) هذا الطبیب نفعنی یعنی اس طبیب نے مجھے نفع دیا۔

(۵) قتله السم یعنی اس کوزہرنے مارڈالا۔

وغیرہ وغیرہ استعمالات جو نہ فقط ہند میں بلکہ ہرملک کے مسلمانوں کی زبان پرجاری ساری ہیں۔لہٰذا ایسے الفاظ بولنے والوں پرحکم شرک لگاؤ اوریہ کہو

(۱) پیٹ بھرنا تو خدا کا کام ہے اوراس قائل نے کھانے کو پیٹ بھرنے والا کہا۔

(۲) اورسیراب کرنا توحقیقۃ اللہ تعالیٰ کافعل ہے اوراس نے پانی کو سیراب کرنے والا ٹھہرایا۔

(۳) شفاء دینا تو حق اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے اوراس نے دوا کو شفادینے والی ثابت کیا

(۴) نافع تو مولا تبارک وتعالیٰ ہے اوراس نے طبیب کونافع کہا۔

(۵) مارنا تو ممیت جل جلالہ کا خاص فعل ہے اوراس نے زہر کو مارنے والا بتایا۔

لہٰذا یہ سب کے سب ہمارے فتوے سے کافر مشرک خارج از اسلام ہیں۔ تو نہایت دلیری اور جوان مردی کی تو یہی بات ہے کہ تمہارے فتوے سے کوئی دنیا میں مسلمان باقی نہ رہے اور پھر اسی پر بس نہیں ہے بلکہ تمہارا یہ فتوی اوپر پہونچ کر بھی کسی کو نہ چھوڑے گا کہ قرآن شریف میں بہت سی اسی قسم کی آیات ملیں گی۔ چونکہ اختصار مد نظر ہے اس لئے فی الحال صرف تین آیات پیش کی جاتی ہیں

(۱) واذا تلیت علیھم آیاته زادتھم ایمانا ۔ یعنی جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔

لہٰذا دیکھو کہ ایمان کا زیادہ کرنا اللہ عزوجل کا فعل ہے مگر قرآن عظیم یہ کیا کہتا ہے کہ آیتیں ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔

(۲) یوما یجعل الولدان شیبا یعنی وہ دن (یوم قیامت) بچوں کو بوڑھا کر دیگا۔

لہٰذا غور کرو کہ بچوں کا بوڑھا کرنا حق جل جلالہ کا کام ہے لیکن اس کتاب اللہ میں کیا کیا لکھا ہے کہ دن بچوں کو بوڑھا کر دیگا۔

(۳) اغنھم اللّٰہ ورسوله من فضله یعنی ان کو اللہ اور اللہ کے رسول نے دولت مند کر دیا۔

لہٰذا ذرا آنکھیں پھاڑ کر دیکھو کہ حقیقۃ دولتمند کرنا رب العزت کے ساتھ مختص ہے لیکن قرآن کریم رسول رؤف رحیم علیه التحیة والتسلیم کو بھی دولت مند کرنے والا ظاہر کر رہا ہے۔

بالجملہ پہلے امور میں تو تمہیں یہ جائے عذر باقی بھی تھا کہ یہ لوگ نادان ہیں شاید انہوں نے تقویۃ الایمان نہیں دیکھی اگر اس کو دیکھ لیتے تو ان نئے احکام سے بھی واقف ہو جاتے اور ایسے کلمات شرکیہ اپنی زبان سے نہ نکالتے مگر کیا کیجئے کہ ان آیات میں تو خود خدا نے ایسا فرمایا۔ کہ کہیں آیتوں کو ایمان کا زیادہ کرنے والا بتایا۔ کہیں دن کو بچوں کو بوڑھا کرنے والا قرار دیا۔ کہیں رسول کریم علیه التحیة والتسلیم کو دولت مند کرنے والا ٹھہرایا۔ تو نعوذ باللہ کیا اس وقت خدا تقویۃ الایمان کو بھول گیا تھا جو ایسی شرک کی باتیں اس نے اپنی اس کتاب میں نازل فرمائیں۔ لہٰذا تقویۃ الایمان کے ماننے والو! بولو کہ تم تقویۃ الایمان پر ایمان لائے ہو یا قرآن عظیم پر؟ مگر بات یہ ہے کہ قرآن چھوٹے تو چھوٹے لیکن تم سے تقویۃ الایمان کیسے چھوٹ سکتی ہے۔ لہٰذا اگر بات کے سچے اور قول کے پکے ہو تو صاف صاف کہہ دو کہ یہ قرآن عظیم اور جو اس کے تصدیق کرنے والے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اور تمام صحابہ اور ساری امت اور خود قرآن پاک کا نازل فرمانے والا یعنی حق عز اسمہ تمام ہمارے فتوے سے مشرک ہیں

اور شرک کو رائج کرنے والے نعوذ باللہ من هذه الخرافات والضلالات۔

خلاصہ کلام کا یہ کہ ان کا یہ قاعدہ نہ صرف غلط بلکہ کفر وضلالت کا سرچشمہ ہے جس کا ادنی بیان معروض ہوا۔ ہمارے نزدیک اس طرح کی آیات اور محاورات میں جو بظاہر غیر خدا کی طرف نسبت ہو رہی ہے وہ نسبت مجازی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "حرز ثمین شرح حصن حصین" میں حدیث حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لتقضی الحاجة لی کے افادہ میں فرماتے ہیں۔

وفی نسخة بصیغة الفاعل ای لتقضی الحاجة لی والمعنیٰ تکون سبباً لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی۔

ایک نسخہ میں صیغہ معروف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ آپ میری حاجت کو پورا فرمائیے ۔تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میری و وصول حاجت اور وصول مراد کا سبب بن جائیں۔ لہٰذا یہ اسناد مجازی ہے، الحاصل یہ تمام اسنادیں مجازی ہیں اور اس کے بہت شاہد ہیں، چند اقوال آئندہ نمبروں میں آئیں گے۔

ثانیا: زائر کا مسلمان اور موحد ہونا خود اس امر کی دلیل ہے کہ صاحب مزار کو نہ وہ خالق نہ فاعل مستقل جانتا ہے۔ چنانچہ امام علامہ قائم المجتهدین تقی الملة والدین محدث فقیہ ناصر السنة ابو الحسن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء السقام میں استمداد و اعانت کو بہت احادیث صریحہ سے ثابت کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

لیس المراد بنسبة النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم الی الخلق والاستقلال بالا فعال هذا لا یقصده مسلم فصرف الکلام الیه ومنعه من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں، یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

نیز علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "جوہر منظم" میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دیگر فرماتے ہیں۔

فالتوجه والاستعانة له صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ولغیره لیس لهما معنی فی قلوب

المسلمين الاطلب الغوث حقيقة من الله تعالىٰ و مجازا بالسبب العادى من غيره و لا يقصد احد من المسلمين غيرذ لك المعنى فمن لم يشرح لذلك صدره فليبك على نفسه نسئال الله العافية فالمستغاث به فى الحقيقة هو الله تعالىٰ واما النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فهو واسطة بينه وبين المستغيث فهو سبحانه وتعالىٰ مستغاث به حقيقة والغوث منه بالخلق والايجاد والنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مستغاث به مجازاو الغوث منه بالكسب والسبب العادى۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاحضور کے سوا انبیاء اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرف توجہ اوران سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں کہ حقیقۃً فریاد کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے ہےاور مجازاً باعتبار سبب کے غیر خدا سے۔اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنیٰ کا قصد نہیں کرتا،توجس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں،حقیقۃً فریاد رب عزوجل کے حضور ہےاور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اوراس فریادی کے بیچ میں وسیلہ اور واسطہ ہیں۔تو اللہ عزوجل کے حضور اس کی فریادرسی یوں ہے کہ مراد کو خلق وایجاد کرے۔اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور فریاد ہےاور حضور کی فریادرسی یوں کہ حاجت روائی کے سبب ہیں اوراپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت رواہو۔نیز علامہ شیخ الاسلام رحمۃ الخاص والعام سیداحمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب ''الدررالسنیہ''میں فرماتے ہیں:

اذا قال العامى من المسلمين نفعنى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم او اغاثنى او نحو ذالك فانما يريد الاسناد المجازى والقرينةعلى ذلك انه مسلم موحد لا يعتقد التاثير الا لله فجعلهم ذالك وامثاله من الشرك جهل وتلبيس على عوام الموحدين واتفق العلماء على انه اذا صدر مثله هذا الاسناد من الموحد فانه يحمل على المجاز والتوحيد يكفى قرينة لذلك لان اعتقاد الصحيح هو اعتقاد اهل السنة والجماعة واعتقادهم ان الخالق للعباد وافعالهم هو الله تعالىٰ لا تاثير لاحد سواه لا لحى ولا لميت فهذاا لاعتقاد هو التوحيد المحض ۔

یعنی عوام مسلمانوں سے جب کسی شخص نے یہ کہا کہ مجھکو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفع دیا،حضور میری فریاد کو پہونچے اوراسی کے مثل کہا تو وہ اسناد مجازی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کرتا اوراس پر

قرینہ یہ ہے کہ وہ مسلمان موحد ہے۔اعتقاد تاثیر کا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ رکھتا ہے تو اس کو اوراس جیسے کو شرک پر ڈھال لینا جہل محض اورعوام مسلمانوں کو مغالطہ دینا ہےاوراس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب ایسی اسناد کسی موحد سے سادر ہو تو یہ مجاز پر محمول ہوگی اوراس کے لئے توحید کافی قرینہ ہے۔اس لئے کہ صحیح اعتقاد وہی ہے جو اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہےاوران کا یہ اعتقاد ہے کہ بندوں کا اوران کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کسی زندے اورمردے میں حقیقۃً تاثیر کی قدرت نہیں لہذا یہی اعتقاد خالص توحید ہے۔

لہذاان تینوں عبارتوں میں مسئلہ کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا۔کہ مسلم موحد انبیاء اوراولیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے،اپنی کوئی حاجت طلب کرتا ہے تو وہ نہ ان کو خالق سمجھتا ہے، نہ فاعل مستقل جانتا ہے اور نہ موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہےاور نہ حقیقۃً ان کو مستغاث بہ قرار دیتا ہے بلکہ ان نفوس قدسیہ کی طرف توجہ ہو یا استغاثہ یا طلب سب مجازاً ہوتی ہیں اوران کو وسیلہ اور واسطہ بنانا اس سائل کی غرض ہوا کرتی ہے تو اب منکرین کا اس کو زبردستی معنی شرک پر ڈھال لینا ان کی سراسر جہالت ہےاور عام مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور سراسر دھوکہ میں ڈالنا ہےاور یہ ان کو استعانت اور استمداد سے منع کرنا ہے۔

الحاصل اب منکرین کو چاہئے کہ ان عبارتوں کو دیکھ کر اپنے خیالات فاسدہ سے توبہ کریں،ورنہ بقول علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اپنے حال پر روئیں۔

ثالثا:یہ منکرین حقیقۃً توسل ہی کا انکار کرتے ہیں۔اس لئے وہ ہر توسل کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں،ورنہ اگر ان کا انکار کسی احتیاط کی بناپر ہوتا تو جو نا واقف تھے ان کو آداب توسل تعلیم کرتے اور ان کے نزدیک جو موہم الفاظ نہ تھے وہ سکھاتے،مگر ان کا شرک کا فتوی ہر عام وخاص پر اور ہر جاہل وعالم پر امر ناطق ہے۔

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں ان منکران استعانت وامداد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد وامداد کہ این فرقہ منکر اند آنراچہ مافی فہم ازاں ست کہ داعی دعا کند وتوسل کند بروحانیت این بندہ مقرب یا ندا کند ایں بندہ مقرب را کہ اے بندۂ خدا و ولی شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا اگر این معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات وایں مستحب ومستحسن است

باتفاق وشائع است در دین وآنچہ مروی محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ از اں خارج از حصر است و مذکور است در کتب ورسائل ایشاں و مشہور است میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنم وشاید کہ منکر متعصب شود نہ کند اورا کلمات ایشاں" عافانا اللہ من ذلک " کلام دریں بحد اطناب کشید برزعم منکراں کہ درقرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر استمداد واستعانت راز اولیائے خدا ومتوجہان بجناب ایشاں رامشرک بخدا وعبدہ اصنام می دانند ومیگویند آنچہ میگویند۔

اور علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الدرر" میں ہمارے مسائل کا پورا جواب ہی ارقام فرمادیا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوال وجواب دونوں کو نقل کردیا جائے۔

فان قال قائل ان شمله هولاء الما نعين لتوسل انهم راو بعض العامة يا تون بالفاظ توهم انهم يعتقدون التاثير لغيرالله تعالىٰ ويطلبون من الصالحين احياء واموا تا اشياء جرت العادة بانهالاتطلب الا من الله تعالى ويقولون للولى افعل لى كذا وكذا اوانهم ر بما يعتقدون الولاية فى ا شخاص لم يتضعوا بها بل اتضعوا بالتخلية وعدم الاستقامة وينسبون لهم كرامات وخوارق عادات واحوالا ومقامات وليسوااباهل لها ولم يوجدفيهم شى منها فاراد هو لاء الما نعون للتوسل ان يمنعواالعامة من تلك التوسعات دفعا للايهام وسدالذريعةوان كا نوا يعلمون ان العامة لا يعتقدون تا ثيرا و لا نفعا ولا ضرر لغير الله تعالىٰ ولا يقصدون بالتوسل الاالتبرك ولو اسندوا للاولياء اشياء لا يعتقدون فيهم تاثيرا فنقول لهم اذا كان الامركذ لك وقصد تم سد الذريعة فما الحاصل لكم على تكفيرالامة عالمهم وجاهلهم،خاصهم وعامهم وما الحامل لكم على منع التوسل مطلقا بل كان ينبغي لكم ان تمنعواالعامة من الالفاظ الموهومة لتاثيرغير الله تعالىٰ اتامر وهم بسلوك الادب فى التوسل مع ان تلك الالفاظ الموهومة يمكن خملها على المجاز من غير احتياج الى التكفير للمسلمين وذالك المجاز عقلى شائع معروف عند اهل العلم ومستعمل على السنة جميع المسلمين ووارد فى الكتاب والسنة ۔

پھر چند مثالیں مجاز عقلی کی نقل کرکے فرماتے ہیں:

فالمسلم الموحد متى صدر منه اسناد لغير من هو له يجب حمله على المجاز العقلى والاسلام والتوحيد قرينة على ذالك المجاز كما نص على ذالك علماء المعانى فى

كتبهم واجمعوا عليه واما منع التوسل مطلقا فلا وجه له مع ثبوته فى الاحاديث الصحيحة ورووه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واصحابه وسلف الامة وخلفها فهؤلاء المنكرون للتوسل المانعون عنه منهم من يجعله محرماً ومنهم من يجعله كفراً واشراكاً وكل ذالك باطل لانه يؤدى الى اجتماع معظم الامة على ضلالته ومن تتبع كلام الصحابة وعلماء الامة سلفها وخلفها يجد التوسل صادرا منهم بل ومن كل مؤمن فى اوقات كثيرة واجتماع اكثر الامة على محرم او كفر لا يجوز كقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الحديث الصحيح لا تجتمع امتى على الضلالة ۔

یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ان منکرین توسل کا ایک شبہ یہ ہے کہ انھوں نے بعض عوام کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے الفاظ کہتے ہیں جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی تاثیر کے معتقد ہیں اور وہ اولیائے کرام احیاء واموات سے ایسی چیزیں طلب کرتے میں جو اللہ ہی سے طلب کی جاتی ہیں، اور یہ کسی ولی سے کہتے ہیں کہ میرے لئے ایسا ایسا کردو۔ اور یہ عوام کبھی ولایت کو ایسے اشخاص میں اعتقاد کرلیتے ہیں جو اس کے ساتھ متصف نہیں بلکہ وہ تخلیط اور عدم استقامت کے ساتھ متصف ہیں اور ان کے لئے کرامتیں اور خارق عادت اور احوال اور مقامات منسوب کردیتے ہیں اور باوجودیکہ نہ وہ اس کے اہل ہوتے ہیں اور نہ ان میں کوئی ولایت کا شائبہ۔ لہٰذا ان منکرین توسل نے یہ ارادہ کیا کہ عوام کو ان توسعات سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ تاکہ دفع ابہام اور سد ذریعہ ہوا، اگر چہ ہم جانتے ہیں کہ عوام خدا کے سوا کسی کے لئے تاثیر اور نفع اور ضرر کو اعتقاد نہیں رکھتے اور سوا تبرک کے توسل کے ساتھ اور کچھ قصد نہیں کرتے، اور اگر اولیاء کی طرف کسی چیز کی اسناد کریں تو ان میں تاثیر کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں۔

علامہ منکرین کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں، جب یہ بات ہے کہ تم کو سد باب مقصود ہے تو پھر تمام امت، عالم وجاھل، خاص وعام سب کے کافر بتانے پر تمہیں کس نے مجبور کیا؟ اور بالکل توسل کے انکار پر تمہیں کس نے ابھار؟ بلکہ تمہیں یہ مناسب تھا کہ عوام کو ایسے موہم الفاظ سے روکتے۔ جن میں غیر اللہ کے تاثیر کا اعتقاد ہو اور ان کو توسل میں سلوک سکھادیتے باوجودیکہ ان موہم الفاظ کا مجاز پر حمل کرنا ممکن ہے بغیر اس احتیاج کے کہ مسلمانوں کو کافر بنایا جائے اور ایسا مجاز عقلی علمائے کرام میں مشہور ومعروف ہے اور تمام مسلمان کی زبانوں پہ جاری ہے اور قرآن شریف واحادیث میں وارد ہے۔ لہٰذا جب کسی موحد مسلمان سے غیر اللہ کی طرف اسناد صادر ہو تو اس کا معنی مجاز پر حمل کرنا واجب ہے۔ ہاں اس

کے مجاز ہونے پر اس کا مسلمانوں اور موحد ہونا زبردست قرینہ ہے۔ اس پر علمائے معانی نے اپنی کتابوں میں نص کر کے اجماع کیا ہے۔ اب رہا توسل کا بالکل انکار تو اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس کا ثبوت صحیح حدیثوں میں ہے اور یہ توسل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اور صحابہ اور سلف اور خلف امت نے کیا۔ اور یہ منکرین توسل کہ بعض ان کے توسل کو حرام اور بعض کفر وشرک کہتے ہیں۔ لہذا ان کے یہ کل اقوال باطل ہیں کہ اس امت مرحومہ کے گمراہی پر جمع ہونے کی طرف پہنچاتے ہیں۔ اور جو صحابہ اور علمائے امت سلف وخلف کا کلام تلاش کریگا تو ان سے توسل صادر پائے گا، بلکہ ہر مسلمان سے کثیر اوقات میں، حالانکہ امت کا اجماع حرام یا کفر پر جائز نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں فرماتے ہیں کہ میری امت کسی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

بالآخر جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر اپنی حاجت روائی کی درخواست کرنا اور اپنی مراد میں ان کو مخاطب بنا کر پیش کرنا ان عبارات سے روز روشن کی طرح ثابت جس میں کسی منصف کو انکار کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اب منکر کا اس کو شرک کہہ دینا گویا تمام امت کو مشرک بنانا ہے اور تمام امت تو مشرک ہو ہی نہیں سکتی۔ لہذا یہ شرک اسی کی طرف رجوع کریگا اور وہ خود گمراہ بددین ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ حاجت کے وقت "یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ" کہنا اور ان کے توسط سے دعا مانگنا جائز ہے مگر بکر کا عقیدہ ہے کہ وقت حاجت ایسا کرنا جائز نہیں اس مسئلہ میں جو شرع شریف کا حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کا عقیدہ صحیح ہے خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ فمن نادانی باسمی فی شدۃ خرجت عنہ فمن

توسل لی الی اللہ عز وجل فی حاجۃ قضیت لہ ۔ (بہجۃ الاسرار شریف مصری ص ۱۰۲)
جو شخص مجھے کسی غم میں فریاد کرے تو میں اس سے اس غم کو دور کر دونگا اور جو میرا نام لیکر مجھکو مصیبت میں پکارے تو میں اس کی مشکل کشائی کروں گا اور جو اللہ عزوجل کی طرف میرے ساتھ توسل کی حالت میں توسل کرے تو میں اس کی حاجت روائی کروں گا۔

اس عبارت سے صاف طور پر زید کے عقیدہ کی صحت معلوم ہوگئی اور بکر کے عقیدہ کا بطلان اور غلط ہونا ثابت ہو گیا۔ اب بکر ذرا ہمت وجرأت کرے خود حضور سراپا نور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فتوی لگا کر اپنی دنیا وآخرت کو برباد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ وقت مصیبت یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا علی یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہہ کر پکارے تو خداوند کریم جل جلالہ کے حکم سے مدد فرماتے ہیں بکر کا عقیدہ اس کے خلاف ہے لہذا شریعت کا حکم چاہنا ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کا عقیدہ شریعت کے مطابق ہے چنانچہ اسی بہجۃ الاسرار شریف کی عبارت سے ثابت ہو گیا اور جب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم شریف کا مصیبت کے وقت پکارنا ثابت ہو چکا تو حضرت سید الاولیا علی مرتضی کا اسم گرامی لیکر وقت مصیبت پکارنا اور ان کا امداد فرمانا کیا محل کلام ہو سکتا ہے اور جب ان حضرات کے ساتھ یہ تمام امور ثابت اور جائز وروا تو ان کے آقا ومولیٰ حضرت سید انبیاء حبیب کبریا احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس لیکر مصیبت کے وقت پکارنے اور حضور کا اس مصیبت زدہ کے مدد فرمانے میں کسی مسلمان کو تو شک ہو نہیں سکتا کہ یہ آقا تو تمام رسل کرام اور کافہ انام کا وسیلہ ہیں اور نائب رب العلمین خلیفۃ اللہ الاعظم مختار کل عالم کائنات بتصرف موجودات حلال المصائب در مشکلات ہیں ان کے حاجت روا ومشکل کشا اور فریاد رس غمزدہ ہونے میں کسی بددین ہی کو کلام

ہوگا۔لہذا زید کا عقیدہ درست وحق ہے شرع کے موافق ومطابق ہے سلف وخلف کی تصنیفات اس کی مؤید ہیں اور بکر کا عقیدہ غلط وباطل ہے کتب شرع کے خلاف ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ اذان میں نام اقدس حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انگوٹھا چوم کر درود پڑھنا اور آنکھوں سے لگانا باعث اجر عظیم ہے مگر بکر کا عقیدہ اس کے خلاف ہے لہذا شرع شریف کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کا قول فقہ وحدیث کے موافق ہے۔

علامہ شامی قہستانی سے ناقل ہیں: یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادۃ یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندالثانیۃ منھا قرت عینی بك یارسول اللہ ثم یقول اللّٰھم متعغی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العنین فانہ علیہ السلام یکون قائدا لہ الی الجنۃ۔ (شامی مصری ج ا ص ۲۷۹)

مستحب ہے اذان میں پہلی شہادت کے سماع کے وقت " صلی اللہ علیك یارسول اللہ" پھر آنکھوں پر انگوٹھے رکھکر کہے۔

اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر۔

تو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت میں لے جائیں گے۔اسی طرح طحطاوی کنزالعمال۔ فتاوی صوفیہ۔کتاب الفردوس۔مقاصد حسنہ۔دیلمی وغیرہ کتب میں ہے۔لہذا زید کا قول شرع کے مطابق ہے اور بکر کا قول شریعت اوران تمام کتابوں کے خلاف ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ گیارہویں شریف اور عشرہ محرم کی شرینی وشربت سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا اور ہرغنی ومسکین کو تبرک سمجھ کر اس کا کھانا جائز ہے بکر نا جائز کہتا ہے لہذا شرع شریف کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کی یہ بات بھی علماء امت کے موافق ہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں:

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند براں فاتحہ وقل ودرود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب است۔ (فتاوی عزیزیہ مجتبائی ص ۷۵)

یعنی وہ نیاز کا کھانا جس کا ثواب حضرات امامین کو پیش کریں وہ فاتحہ اور قل اور درود شریف پڑھنے سے متبرک ہوجاتا ہے اس کا کھانا بہت بہتر ہے۔

اور یہی شاہ صاحب تحفہ میں اہلبیت کرام کے ساتھ امت کا معمول ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔فاتحہ ودرود وصدقات ونذر منت بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ ست۔

یعنی فاتحہ درود صدقے نذر منت ان کے نام کی معمول ورائج ہے جیسا کہ تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے لہذا زید کا یہ فعل علماء امت کی تصریحات کے مطابق ہے اور بلاشبہ جائز ہے اور بکر کا قول امت کے معمول کے خلاف ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

مندرجہ بالا چار عقائد کے خلاف اگر کوئی امامت کرے تو کیا اس کے پیچھے اہلسنت والجماعت کی نماز ہوسکتی ہے؟۔ منجانب ممبران کمیٹی اہلسنت والجماعت نینی تال۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

جو شخص ان چار امور کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ کتب شرعیہ معتبرہ کی مخالفت کرتا ہے علمائے امت اولیائے ملت کے خلاف نیا مذہب ایجاد کرتا ہے اقوال علمائے حق کو غلط جانتا ہے اعمال امت کو مٹانا چاہتا ہے اہلسنت کی شاہراہ سے انحراف کرتا ہے صراط مستقیم سے روگردانی کرتا ہے بے دینی اور گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔ لہذا ایسے بیدین کو نہ امام بنایا جائے نہ اہلسنت اس کی اقتداء کریں نہ اہل حق کی اس کے پیچھے نماز ہو سکے۔

ان تمام سوالات کے سائل کی حیثیت کے لحاظ سے جوابات دیئے لہذا ایک ایک دو دو عبارات ہر ایک کے اعتبار سے نقل کردی ہیں۔ مولی تعالی سب کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۹_۶۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔

(۱) ایک مسلمان شخص کا بیان ہے کہ میں نے کلیر شریف میں خود اپنی آنکھ سے یہ واقعہ دیکھا کہ کسی مسلمان شخص کے لڑکے کا انتقال مزار شریف پر ہوگیا نہیں معلوم کہ کس بیماری میں ہوا میں نے خود اس کو مردہ دیکھا دن میں تین مرتبہ وہاں جاکر دیکھا تو لڑکا مردہ تھا اس واقعہ کو اور بہت سے لوگوں نے بھی دیکھا کہ لڑکا مردہ ہے سب لوگوں نے اس لڑکے کے والدین سے کہا کہ اس لڑکے کو دفن کردیا جائے اور چند بار کہا لیکن اس کے والدین اس بات کو سنکر بہت آہ وزاری کرتے تھے۔

اور کہتے تھے کہ اے صابر صاحب دنیا تو تم سے اپنی مرادیں حاصل کرکے اور کچھ نہ کچھ لیکر جاتی ہے اور ہم اپنا لڑکا دے چلے ہم تو لڑکا تم سے لینگے تمام باتیں کہتے تھے لیکن اس لڑکے کو دفن کرنے پر رضامند نہیں ہوتے تھے جب رات کو ہم تقریبا ۱۲ بجے قوالی سنکر واپس آئے تب یہی لڑکا وہیں پر مردہ حالت میں پڑا تھا اور والدین اس کے قریب رو رہے تھے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد

میں اپنی راوٹی پر آگیا تخمیناً تین یا چار بجے تڑکے میں نیا شور ہوا کہ لڑکا زندہ ہوگیا چونکہ وہ وقت ناوقت تھا اور کثیر اژدہام تھا میں اس لڑکے کو نہ دیکھ سکا جب دن نکلا اور اژدہام کم ہوا تخمیناً دس بجے دن کے میں نے خود آنکھ سے وہاں دیکھا کہ لڑکا زندہ ہے لڑکے کے والدین سے پوچھا کہ یہاں کیا واقع ہوا تو اس کے والدین نے بیان کیا کہ ہم نے رات یہ بات دیکھی کہ ایک بزرگ لڑکے کے قریب تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لڑکے تو نے ہم کو کیوں بدنام کرایا ہے اٹھ تیرے سبب سے ہم کو بدنامی حاصل ہوتی ہے لڑکا زندہ ہوگیا اور وہ بزرگ تشریف لے گئے یہ واقعہ تخمیناً سولہ ۱۶ اشخاص کا چشم دید بیان کیا گیا۔

(۲) ایک مسلمان شخص نے یہ واقع جو اوپر درج کیا گیا ہے سنا اور بھی تمثیلیں اس قسم کی سنی اور ایک تدبیر اسی پر ایک شخص نے کہا دو سال ہوئے کہ دو شخص پیران کلیئر شریف میں تشریف لے گئے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک نوجوان لڑکا جو نہر پر بیٹھا تھا پل سے نہر میں بغرض نہانے کے کودا اور غرق ہوگیا ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ شخص زندہ یا مردہ نہر میں نہیں ملا دوسرے یا تیسرے دن جب کہ اس لڑکے کے ورثاء مزار شریف پر جاکر رو دیئے بیٹھے تو وہاں پر کوئی شخص بزرگ ہستی یا پولیس میں تھے جو اس کے وارثاں کو لیکر نہر پر آئے اور غوطہ خور اپنے ہمراہ لائے چنانچہ لاش باون پھاٹک پر جال میں پھنسی برآمد ہوئی جو نکالی گئی یہ لڑکا باہر نکلنے پر ہچکی لیتا اس کو مزار شریف پر لایا گیا اور جب سے آہ وزاری صابر صاحب کی خدمت میں لے گئے اور کہا گیا کہ دنیا تو تم سے کچھ لے کر جاتی اور ہمارا بچہ یہاں ختم ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص زندہ ہوگیا اس واقعہ کو سنکر ایک شخص نے یہ کہا کہ تمہارے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالی بوڑھا ہوگیا ہے جو اس نے بہت سے اختیارات بزرگان دین کو دے رکھے ہیں کچھ اختیارات صابر صاحب کو اور کچھ اختیارات خواجہ صاحب کو بقیہ اختیارات داتا الہی بخش کو دیدیئے ہیں (اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا بزرگان سے اس قسم کی کرامتیں صادر ہوسکتی ہیں یا نہیں) یا شہرت دینے والے شخص پر کوئی الزام شرعی آتا ہے یا نہیں اور جس شخص نے یہ واقعہ سنکر یہ کہا کہ اللہ تعالی بوڑھا ہوگیا ہے یہ کہنا شرعا درست ہے یا نہیں یا ان کلمات کا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں اور اگر خارج ہے تو بیوی سے دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اولیاء امت محمدیہ علی صاحب التحیۃ والثناء کا مردوں کو زندہ کرنا بکثرت روایات کتب معتبرہ معتمدہ مستندہ سے ثابت ہے۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوی حدیثیہ میں اولیائے امت کے احیاء موتی کے بیان میں ایک مستقل مطلب بیان کیا جس میں ایسے واقعات چند صفحات میں تحریر فرمائے بطور نمونہ ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

اخبرنی مغربی صالح عالم اعتقدہ باسنادہ ان بعض اصحاب الشیخ ابی یوسف الدھمانی مات فاحزن علیہ اصلہ فاتی وقال قم باذن اللہ تعالیٰ فقام وعاش بعد ذلک ماشاء اللہ تعالیٰ من الزمان۔ (فتاوی حدیثیہ مصری ص ۲۱۵)

مجھے خبر دی ایک مغربی متقی عالم نے جن کی سند کا میں معتقد ہوں کہ حضرت شیخ ابو یوسف کے خدام سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس پر اس کے اہل وعیال غم میں ہوئے اسے حضرت کی خدمت میں لائے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاوہ کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد جتنے زمانہ تک اللہ تعالیٰ نے چاہا زندہ رہا۔

اسی طرح علامہ شیخ نورالدین ابوالحسن علی ابن یوسف لخمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں اولیائے کرام کے احیاء موتی کے بہت واقعات نقل فرمائے جنہیں بخوف طوالت نقل نہیں کیا جاتا جس کو شک ہو وہ ان کتب کا مطالعہ کرے بلکہ مسلمان کو تو اس میں شک ہی نہیں کرنا چاہیئے کہ عقائد الاسلام کا یہ عقیدہ ہے۔

حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

الکرامات للاولیاء حق۔ یعنی اولیاء کی کرامتیں حق ہیں۔

اور منجملہ انہیں کرامات کے احیاء موتے بھی ہے اب باقی رہا یہ شبہ کہ اولیاء کو بعد وصال بھی ایسے کرنے کی قدرت ہے تو اس کے متعلق۔

علامہ نورالدین نے بہجۃ الاسرار میں اور شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ اور تکمیل الایمان وجذب القلوب میں اس کا اثبات فرمایا اور

یہ عبارات اشعۃ اللمعات سے نقل کی جاتی ہے اگرچہ اس کو ان سب کتابوں میں بھی تحریر فرمایا۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی وشیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست انچہ خود دید ویافتہ است گفتہ۔

(اشعۃ اللمعات کشوری ج ۱ ص ۷۱۵)

مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے مشائخ سے چار شخصوں کو یہ دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں ایسا تصرف کر رہے ہیں جیسا کہ وہ اپنی حیات میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ایک شیخ معروف کرخی دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اولیاء میں سے دو اور صاحبوں کے گنایا ان کا مقصود اس سے حصر نہیں ہے جیسا انہوں نے خود پایا ویسا فرمایا۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اولیاء کرام اپنی حیات سے زائد وفات کے بعد تصرف کرتے ہیں۔

حاصل جواب یہ ہے کہ حضرت مخدوم صابر صاحب علیہ الرحمہ کی بزرگی اور صاحب کرامت ہونا قابل انکار چیز نہیں اگر فی الواقع یہ دونوں واقع جو مذکور فی السوال ہیں ظہور میں آئے تو اس پر اعتراض کرنا عقیدہ اسلام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے پھر اس کے بعد یہ ناپاک جملہ کہہ دینا "خدا بوڑھا ہو گیا ہے جو اس نے بہت اختیارات بزرگان دین کو دے رکھے ہیں" صریح کلمہ کفر ہے اور شان الوہیت میں کھلی ہوئی گستاخی اور بے ادبی ہے لہذا اس قائل کے کافر ومرتد خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک باقی نہیں، چنانچہ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں اور علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لاخلاف ان ساب اللہ تعالیٰ بنسبۃ الکذب او العجز الیہ اولخوف ذلک من المسلمیں کافر۔ (شرح شفا مصری ج ۲ ص ۴۹۱)

بلاخلاف مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ یا عجز یا اور ایسے عیب کی نسبت کر کے گالی دینے والا کافر ہے۔

لہذا شخص مذکور پر توبہ لازم ہے اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۱۔۶۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مدد چاہنا جائز ہے یا نہیں؟

ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مدد چاہنا بلا واسطہ خدا جائز نہیں۔ یعنی اس طرح جب مزار ولی سے کہنا کہ تم ہم کو بیٹا دو۔ یا تم ہماری یہ مراد پوری کرو۔ یہ جائز نہیں۔ ہاں اس طرح کہنا جائز ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو وہ ہم کو بیٹا دیدے۔ یا یہ میری مراد پوری کردے۔ کیا شخص مذکور کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو شخص مذکور پر کیا حکم شرعی ہے؟۔

(۲) یہ دونوں شعر شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟۔

خدا فرما چکا قرآن کے اندر — میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے — جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

کیا خدا عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ پیر و پیمبر میرے محتاج ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ پیر و پیمبر میرے محتاج ہیں اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا۔

المستفتی خادم حافظ محمد عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ محلہ منیر خاں
پیلی بھیت شریف ۱۸ رصفر ۲۷ھ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) غیر خدا سے مدد مانگنے کا حکم قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا یھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۔ (سورہ بقرہ ع ۱۸)

یعنی اے ایمان والو اصبر اور نماز سے مدد چاہو۔

حدیث شریف میں ہے۔ ابن ماجہ میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

استعینوا بطعام السحر علی صیام النھار و بالقیلولۃ علی قیام اللیل ۔
(جامع صغیر ج ۱ ص ۳۳)

یعنی دن کے روزہ پر سحر کے کھانے سے مدد چاہو۔ اور رات کے قیام پر دوپہر کے لیٹنے سے مدد

چاہو۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

استعینوا علی الرزق بالصدقۃ ۔ (جامع صغیر ج ۱ ص ۳۳)

رزق کے لئے صدقہ سے مدد چاہو۔

حاکم مستدرک میں راوی: استعینوا علی کل صنعۃ باھلھا ۔
(از کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق للمناوی مصری ج ۱ ص ۳۵)

ہر صنعت کیلئے اس کے کاریگر سے مدد چاہو۔

اس آیت اور احادیث میں صبر، نماز، طعام سحر، قیلولہ، صدقہ، کاریگر سے مدد چاہنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہوا تو اولیاء کرام سے مدد چاہنے کا حکم بھی انہیں نصوص سے ثابت ہو گیا۔ لیکن خاص ان کے حق میں بھی حدیث پیش کی جاتی ہے۔

طبرانی میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا ضل احد کم شیئا او اراد عونا و ھو بارض لیس فیھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی۔ و فی روایۃ اغیثونی فان للہ عبادا لا ترونھم۔ قال العلامۃ ابن حجر فی حاشیۃ علی ایضاح المناسک و ھو مجرب ۔ (الدرر السنیۃ مصری للسید احمد دحلان)

یعنی جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا راہ بھول لے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہ ہو تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ میری فریاد کو پہنچو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنھیں تم نہیں دیکھتے۔

علامہ ابن حجر نے ایضاح المناسک کے حاشیہ میں فرمایا کہ عمل حدیث مجرب ہے۔ اور حصن حصین اور اس کے ترجمہ جلیل میں روایت ہے۔ اس حدیث سے حضرات اولیاء کرام سے مدد چاہنے کا حکم ثابت ہو گیا۔ اب جو اس کے خلاف یہ کہتا ہے کہ مدد مانگنا بلا وسطہ خدا جائز نہیں وہ کاذب اور جھوٹا ہے اور ان آیات واحادیث کا منکر ہے اور سخت جاہل کہ غیر خدا کے لئے خدا کو واسطہ قرار دیتا ہے۔ اس نے نہ خدا کی عزت وجلال کو جانا نہ غیر خدا کے مرتبہ کو پہچانا۔ اس نادان سے پوچھو کیا تیرے نزدیک خدا کے مرتبہ سے غیر خدا کا مرتبہ ایسا ہے کہ تو انکے لئے خدا کو واسطہ ٹھہراتا ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر ان کو مخاطب بنا کر یہ کہنا کہ میری یہ حاجت یا مراد پوری کرو یہ نہ شرک ہے نہ حرام۔ خود فعل

صحابی سے ثابت ہے۔

بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح یہ حدیث روایت کی ہے:

ان الناس اصابھم قحط فی خلافۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء بلال ابن حارث رضی اللہ عنہ وکان من اصحاب النبی ﷺ فی المنام الی قبر النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ! استسق لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام فقال: ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انھم یسقون۔ (از الدرر السنیہ ص ۹)

یعنی خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو اصحاب نبی ﷺ میں سے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ قبر انور نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے سیرابی طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، تو نبی کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور انہیں خبر دی کہ وہ لوگ سیراب کر دئے گئے۔ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قبر پر حاجت روائی کے لئے آنا اور صاحب قبر کو نام لیکر پکارنا اور اس سے اپنی مراد ذکر کرکے طلب کرنا فقط جائز نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ ہے اسی بنا پر اکابر امت نے اس پر عمل کیا۔

علامہ شامی درمختار میں فرماتے ہیں:

معروف الکرخی بن فیروز من المشائخ الکبار مستجاب الدعوۃ یستسقی بقبرہ۔ (درالمختار مصری ج ۱ ص ۴۳)

یعنی حضرت معروف کرخی بن فیروز اکابر مشائخ سے جو مستجاب الدعوات ہیں اور ان کی قبر سے سیرابی طلب کیجاتی ہے۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حضرت شیخ محمد ترک علیہ الرحمۃ کے روضہ اطہر پر نارنول میں حاضر ہوئے اور مراقبہ کیا۔ پھر مراقبہ سے اپنا سر اٹھا کر فرمایا جس کو کوئی دشواری اور مشکل پیش آئے وہ اس روضہ پر حاضر ہو تو اس کی دشواری آسان ہو جانے کی امید ہے۔

اخبار الاخیار میں ہے:

شیخ نصر الدین محمد سر در مراقبہ برد چوں سر از مراقبہ برداشت فرمود ہر کرا ہمی صعب پیش آید وبایں روضہ متوجہ گردد امید ست کہ آن دشواری آسان گردد۔ (اخبار الاخیار مجتبائی ۴۸)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے حضرت علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوکر

حاجت ومراد پیش کی۔

اخبار الاخیار میں اسکا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے:

فقیر در وقتیکہ در مکہ معظمہ خدمت حضرت شیخ عبد الوہاب بزیارت قبر ایشاں می رفت۔ روزے بر قبر ایشاں رفتہ عرض حال خود کردم وطلب بشارت از جانب ایشاں کردم شب بخواب می بینم کہ ایشاں بر بالائے مقام حنفی بر سریر نشستہ اند وفقیر در حضور ایشاں ایستادہ۔ عرض داشتم کہ فقیر در خدمت خلیفہ شما شیخ عبد الوہاب می باشم سفارش فقیر بایشاں بکنند تا التفات وعنایت بیشتر نمایند ہمیں معنی بر سر قبر ایشاں عرضہ نمودہ بودم می فرمایند کہ مقصود شما حاصل ست انشاء اللہ تعالیٰ خاطر جمع دارید والسلام

(اخبار الاخیار ص ۲۶۶)

اس قسم کی کثیر عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ ان چند عبارات ہی سے یہ ثابت ہوگیا کہ مزارات اولیاء کرام پر حاضر ہوکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آپ میری اس حاجت ومراد کو پوری کرو۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مسلمان کی مراد اس سے نسبت مجازی ہوتی ہے کہ حقیقۃ اس سے اللہ تعالیٰ سے دعا ہوتی اور صاحب مزار سے توسل مقصود ہوتا ہے۔

علماء سلف ائمہ کرام اس فعل کو کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

اعلم انہ لم یزل العلماء وذو الحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک منھم الامام الشافعی رحمہ اللہ لما کان ببغداد فانہ قال انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجئی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسالت اللہ عندہ فتقضی لی سریعا۔

(خیرات الحسان مصری ۶۳)

یعنی جانو کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجات امام اعظم کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں اور وہاں اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں توسل کرتے ہیں اور اس کو کامیابی جانتے ہیں۔ انہیں میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جب وہ بغداد میں تھے تو ان سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کے مزار پر حاضر ہوتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام اعظم کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ سے سوال کرتا ہوں تو

وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

لہٰذا شخص مذکور کا قول غلط قرار پایا اور یہ قرآن و حدیث اور اقوال سلف و خلف سب کا منکر ٹھہرا اور اس نے اسی کے ضمن میں تمام سلف و خلف بلکہ عامۃ المسلمین سب کو مشرک بتایا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) تمام انسان جن بلکہ ساری مخلوقات و ممکنات بلا شک اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں ۔ یہی اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ قرآن کریم میں جو یہ فرمایا ہے:

یاایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید ۔

تو اس کے عموم میں حضرات انبیاء و اولیا بھی داخل ہیں۔ اب رہا اس شاعر کا یہ شعر۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر   میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر

تو اس کی اگر اس سے یہ مراد ہے کہ خدا کے محتاج پیر و پیغمبر ہی ہیں اور کوئی محتاج نہیں تو اس کا یہ اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ خدا کے جیسے محتاج پیر و پیغمبر ہیں ایسا محتاج اور کوئی انسان نہیں ہے۔ تو جب بھی اس شاعر کا اللہ تعالیٰ اور قرآن عظیم پر صریح افترا ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ جتنے محتاج اور بے اختیار اور انسان ہیں اتنے ہی محتاج پیر و پیغمبر بھی ہیں تو اس شاعر کا یہ بھی اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید پر کھلا ہوا افترا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرات انبیاء و اولیاء کے اختیارات بکثرت بیان فرماتا ہے بخیال اختصار چند آیات پیش کرتا ہوں۔

آیت نمبر:(۱) فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب و الشیطین کل بناء و غواص ۔

یعنی حضرت سلیمان کیلئے ہوا کو بس میں کر دیا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں چاہتا اور ہر معمار اور غوطہ خوروں کو بس میں کر دیا۔

آیت نمبر(۲) و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فانفخ فیھا فیکون طیرا باذنی و تبری الاکمہ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی ۔

یعنی اور جب تم (اے عیسیٰ) بناتے مٹی سے پرندے کی سی مورت میرے حکم سے، پھر تم پھونک مارتے اس میں تو وہ پرندہ ہو جاتے میرے حکم سے۔ اور اچھا کر دیتے تم مادرزاد اندھے کو ،سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔ اور جب تم نکالتے (قبر سے) مردوں کو زندہ کر کے میرے حکم سے۔

آیت نمبر(۳) اغناھم اللہ و رسولہ من فضلہ ۔

یعنی اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

آیت نمبر(۴) انا مکنا لہ فی الارض و اتیناہ من کل شئی سببا ۔

یعنی ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں تصرف کی قدرت دی اور ہر چیز کا انہیں اختیار دیا۔ا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مٹی سے پرند کی مورت بنانے اور پھر اس میں پھونک مار کر زندہ پرند کر دینے کا اختیار دیا۔ اور مادر زاد اندھے کو بینا کر دینے کا اختیار دیا اور جزامی کو اچھا کر دینے کا اختیار دیا۔ اور مردوں کو زندہ کر دینے کا اختیار دیا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کو غنی کر دینے کا اختیار دیا۔ اور حضرت ذوالقرنین جو پیغمبر نہیں ہیں بلکہ ولی اور پیر ہیں ان کو زمین میں تصرف کرنے کی قدرت دی اور ہر چیز کا سامان عطا کر دیا اور ہر سامان کا مالک کیا۔ یہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کے وہ اختیارات ہیں جو قرآن کریم نے بیان فرمائے۔ بخلاف اور عام انسانوں کے کہ انکو اتنی قدرت اتنا اختیار قرآن کریم نے بیان نہیں کیا۔ اگر مخالفین اس کو نہیں مانتے ہیں تو وہ قرآن کریم ہی سے ثابت ہو گیا کہ جتنے محتاج عام انسان ہیں اتنے محتاج پیغمبر اور پیر نہیں، تو پیر و پیغمبر کی محتاجی اور انسانوں کی محتاجی کی برابری کہاں ہوئی۔ لہٰذا اس شاعر کا یہ شعر ہر طرح غلط اور باطل ہے اور اس شعر میں اللہ تعالیٰ پر افترا کیا۔ قرآن کریم پر افترا کیا۔ اور عوام انسانوں کی محتاجی کی برابر حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے محتاجی ثابت کر کے ان کی شان گھٹانے والا اور ان کی توہین وتحقیر کرنے والا قرار پایا اور شاعر سخت گستاخ و بے ادب اور گمراہ ضال ٹھہرا۔

اب رہا اس کا یہ دوسرا شعر۔

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے   جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

اس میں پہلی ضلالت یہ ہے کہ حضرات اولیاء کرام کو واسطہ عطا الٰہی نہ جانا۔

دوسری ضلالت یہ کی کہ ان کی عطا کو عطاء الٰہی نہ قرار دیا۔

تیسری ضلالت یہ ہے کہ حضرات انبیاء کو خدا کا مقابل بنا دیا۔

چوتھی ضلالت یہ ہے کہ اولیاء کی عطا کو مستقل بالذات ٹھہرایا۔

پانچویں ضلالت یہ ہے کہ اولیاء کیلئے مستقل عطا ثابت کر کے انہیں خدا بنایا۔

چھٹی ضلالت یہ ہے کہ اولیا سے بتوسل مانگنے والوں کو مشرک قرار دیا۔

ساتویں ضلالت یہ ہے کہ اولیا کی خداداد قوت و تصرف سے انکار کیا۔ تو جب اس شعر میں اس

قدر ضلالتیں ہیں تو وہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ اس شعر کا تحقیقی جواب شعر ہی میں یہ ہے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے — اسے ہم مانگتے ہیں اولیا سے۔

اور اس شعر کا الزامی جواب شعر میں یہ ہے۔

وہ چندہ ہے نہیں ملتا خدا سے — جسے تم مانگتے ہو اغنیا سے۔

لہٰذا یہ دونوں شعر مذکورہ فی السوال کا شاعر گمراہ و ضال ہے اور اس کے دونوں شعر گمراہی و ضلالت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۷۲ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم النوری مسائل حسب ذیل میں کہ زید یہ کہتا ہے کہ جو یہ کہے کہ جو کچھ مجھ کو ملا اس صاحب مزار سے ملا یہ شرک ہے کہ اس نے غیر خدا کو نفع ونقصان پہچانے کا حق دار سمجھا۔ یہ شرک ہوا۔ دریافت طلب ہے کہ کسی ولی ومقربین خدا ومحبوب رب العالمین کے مزار شریف کے متعلق صاحب مزار اسی نسبت سے ہوئے یہ کہنا کہ جو کچھ مجھ کو ملا ہے وہ اس

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

زید کا قول غلط وباطل ہے بلاشک اولیا کرام کے مزارات پر مرادیں حاصل ہوتی ہیں، منتیں پوری کی جاتی ہیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاجت لیکر آتے اور ان کی مراد فوراً پوری ہوتی۔ شامی میں ہے۔ قال انی لاتبرك بابی حنيفة و اجی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت الركعتين و سألت الله تعالى عند قبره فتقضى سريعا۔

(شامی ج ا ص ۹۳۹)

تو زید نے اس کو شرک قرار دیکر حضرت امام شافعی کو مشرک بناڈالا تو زید کے قول کا باطل ہونا ظاہر ہوگیا۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل



باب السنّت والبدعت

مسئلہ (۶۴)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم .

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

فاتحہ مروجہ جائز ہے یا نہیں؟۔ اگر جائز ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہے؟۔

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهو رد۔

یعنی فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص ہمارے اس کام (یعنی دین) میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں تو وہ چیز رد ہے۔

اور نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ ایک فرقہ کونسا ہے؟۔ ارشاد فرمایا وہ فرقہ جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

پس جس کام کا ثبوت نہ حضور پاک علیہ السلام سے ہو، نہ صحابہ سے وہ گمراہی ہے۔ اکثر بدعتیں جو اس زمانہ میں مروج ہیں اسی میں داخل ہیں۔ فاتحہ مروجہ بھی انہیں طریقوں میں داخل ہے۔ شریعت کی بات صرف اسقدر ہے کہ زندوں کے عمل کا ثواب مردوں کو پہنچ سکتا ہے۔ اسکے اندر قیدوں کو لگا دینا اور ان قیدوں کو ضروری جاننا کہ اگر کوئی شخص ان قیدوں کی پابندی نہ کرے اس کو برا سمجھا جائے یہ شریعت کی بات نہیں ہے، یہ اہل بدعت کی ایجاد اور اس وجہ سے واجب الترک ہے۔ واللہ ھوالھاری۔

کتبہ سعید احمد عفی عنہ — الجواب صحیح محمد ابراہیم عفی عنہ۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کچھ دنوں سے ایک گمراہ فرقہ وہابی دیوبندی پیدا ہوگیا ہے جس نے مسلمانوں کو کافر مشرک بتانا ،ان کے اعمال پر بے دریغ شرک اور بدعت کا فتوی دیدینا اپنا شعار ٹھہرا رکھا ہے۔ اس فرقہ کی گمراہی کے لئے اتنی بات ہی بہت کافی ہے کہ یہ اپنے مسائل وعقائد کو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کرسکتا ہے۔ عوام مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے آیت یا حدیث کا نقل کردینا اور اس کا اپنی طرف سے غلط ترجمہ اور مطلب بیان کردینا اس کا رات دن کا کام ہے۔ چنانچہ اس فاتحہ کو ناجائز اور بدعت ثابت کرنے کے لئے اس جماعت وہابیہ کے پاس کوئی آیت وحدیث نہیں ہے۔ اس تحریر میں جو حدیث پیش کی ہے اس میں فاتحہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اب اس حدیث سے فاتحہ کو ناجائز ثابت کردینا مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ خود ہی یہ کیا۔

جو شخص ہمارے اس کام (یعنی دین) میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ چیز رد ہے۔

مولوی صاحب نے ترجمہ تو لکھدیا لیکن افسوس خود اپنے لکھے کو آپ بھی نہ سمجھے (دین میں ہونے) کا کیا مطلب ہے۔ آیا یہ مطلب ہے کہ وہ چیز بعینہ دین میں پائی جائے، تو پھر مدرسہ بنانا، حدیث کی کتابیں لکھنا، مدرسہ میں منطق فلسفہ کی کتابیں پڑھانا، ہر سبق کے لئے گھنٹہ مقرر کرنا، جمعہ اور رمضان شریف کو تعطیل کے لئے مقرر کرنا، اس ہیئت خاص کی مسجد بنانا، نئی نئی کتابیں تصنیف کرنا، بخاری شریف کا مقدمہ وغیر کے لئے ختم پڑھنا، اور تیجے میں کلمہ پڑھنے کے لئے چھالیوں کو مخصوص کرنا، بعد دفن کے کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھنا، کھنڈسالکی تجارت کرنا، علم دین پڑھانے پر تنخواہ ماہانہ مقرر کرکے لینا۔ یہ سب ناجائز اور بدعت ٹھہرے اور اس حدیث سے رد قرار پائے۔ وہابیوں کو چاہئے کہ ان سب باتوں پر بدعت کا فتوی دیں، ورنہ فاتحہ میلاد شریف و تیجہ وغیرہ کو بھی انہیں باتوں کی طرح ناجائز اور بدعت کہنے سے باز آئیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ دین میں جس شی کی کوئی اصل نکلتی ہے تو وہ اس حدیث کے حکم میں داخل نہیں۔ لہذا اب فاتحہ کو اس سے ناجائز کہنا خود اپنی اس تحریر کے خلاف ہے کہ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

کہ شریعت کی بات (فاتحہ مروجہ میں) صرف اس قدر ہے کہ زندوں کے عمل کا ثواب مردوں کو پہنچا سکتا ہے۔

نیز اس فرقہ کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد کی کتاب "براہین قاطعہ" کے ص ٨٧ میں ہے"

کوئی مفتی ایصال ثواب کا منکر نہیں"

تو فاتحہ کے بدعت کہنے کے لئے باوجود اس اصل کے حدیث کو پیش کرنا بے علمی اور جہالت ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں تو یہ فرمایا گیا کہ دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے۔ اور فاتحہ یعنی ایصال ثواب باقرار وہابیہ دین میں سے ہے تو یہ حدیث فاتحہ کو ناجائز نہیں کرتی۔ اب مولوی صاحب کا فاتحہ کو بدعت کہنے کے لئے اس حدیث کو پیش کرنا صریح مکروفریب ہے۔ اب باقی رہی زمانہ اقدس اور زمانہ صحابہ کرام کی بحث لہذا اس پر نہ مولوی صاحب نے کوئی آیت پیش کی نہ کوئی حدیث نقل کی اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسی کوئی آیت وحدیث پیش کرسکتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زمانہ صحابہ کرام کے بعد جو چیز ایجاد کی جائے وہ بدعت اور حرام ہوتی ہے۔ مولوی صاحب کے اس قاعدہ سے وہ تمام چیزیں جو اوپر بیان کی گئیں یعنی مدرسہ وغیرہ بنانا سب گمراہی قرار پائیں۔ ان سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ چاروں اماموں نے جو ایسے مسائل ایجاد کئے جن کا زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمانہ صحابہ کرام میں اس صورت خاص کے ساتھ وجود نہیں تھا، سب بدعت گمراہی ٹھہرے بلکہ جو مولوی صاحب کے اس قاعدہ سے اس وقت سے اب تک جتنی فقہ کی کتابیں لکھی گئیں اور امت نے ان پر عمل کیا یہ سب گمراہی اور ضلالت قرار پائیں۔ مگر افسوس تو ہے کہ یہ قاعدہ کبھی اپنے اوپر جاری نہیں کیا جاتا، کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ زمانہ اقدس اور زمانہ صحابہ کرام میں دین کی تعلیم پر کسی طرح کا معاوضہ اور تنخواہ لینا نہیں پایا جاتا تھا بلکہ ان دونوں باتوں میں دین کی تعلیم پر تنخواہ اور معاوضہ لینا جائز سمجھتے تھے۔ اس پر کبھی مولوی صاحب نے بدعت اور گمراہی کا حکم نہیں دیا اور نہ ان کو یہ حدیث یاد آئی۔ مگر یہ حکم اور یہ سارے قاعدے میلاد شریف اور فاتحہ وغیرہ پر ہی لگائے جاتے ہیں کہ عداوت تو انہیں چیزوں سے ہے۔

اب باقی رہیں قیودات ان کو نہ کوئی فرض جانتا ہے، نہ واجب، نہ سنت۔ مولوی صاحب کا یہ مسلمانوں پر افتراء و بہتان ہے کہ وہ ان قیودات کو ضروری جانتے ہیں۔ شریعت میں ضروری کم از کم واجب ہوگا۔ اگر قول کے سچے اور بات کے پکے ہو تو کسی عالم اہلسنت وجماعت کی کسی کتاب میں یہ دکھاؤ کہ انہوں نے ان قیودات فاتحہ وغیرہ کو واجب وضروری لکھا ہو۔ مولوی صاحب کے دعوی میں اگر ذرا سی

بھی صداقت کی بو ہے تو اپنے اس دعویٰ کو ثابت کریں ورنہ اپنے اوپر لاحول کا وظیفہ پڑھ کر دم کریں۔

علاوہ بریں خاص ان قیودات کے ناجائز اور حرام ہونے پر کونسی آیت وحدیث شاہد ہے۔ بے دینو! محض اپنے دل سے گڑھ کر حکم لگاتے ہو۔

الحمدللہ اس تحریر مندرج فی السوال کی دھجیاں اڑادی گئیں۔ اب اگر مولوی صاحب میں کچھ اپنے لکھے کی حمیت اور غیرت ہے تو ہمارے سارے الزامات کا جواب دیں اگر خود نہیں دے سکتے ہیں تو ساری پارٹی سے دلوائیں۔

اب رہا فاتحہ کے متعلق امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والثناء کا عمل اس کے لئے بنظر اختصار ایک دوحوالے ایسے علما کے پیش کئے جاتے ہیں جو مولوی صاحب اور ان کی ساری جماعت کے پیشواء ومقتدا ہیں۔

چنانچہ حضرت خاتم المحدثین سند المحققین حضرت مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ''تحفہ اثناعشریہ'' میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر وذریت طاہرۂ اورا تمام امت برمثال پیران ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں دابستہ می دانند وفاتحہ درود وصدقات ونذر ومنت بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔ (تحفہ اثناعشریہ ص ۲۲۸)

تمام امت حضرت مولیٰ علی اور ان کی اولاد کرام کی پیروں اور مرشدوں کی طرح تعظیم کرتی ہے، عالم کے کاروبار کو ان سے وابستہ مانتی ہے، فاتحہ درود وصدقے نذر ومنت ان کے نام کی معمول ورائج ہیں جیسے تمام اولیاء اللہ کے ساتھ بھی معاملہ ہے۔

نیز یہی شاہ صاحب مرحوم اپنے فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نماید برآں فاتحہ وقل ودرود خواندن تبرک میشود خوردن اوبسیار خوب است۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۷۵)

وہ نیاز کا کھانا جس کا ثواب حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیش کریں وہ فاتحہ وقل درود شریف پڑھنے سے متبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت خوب ہے۔

نیز یہی شاہ صاحب عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر ''فتح العزیز'' میں گنہگار مسلمان کے متعلق فرماتے ہیں۔

بعد از مردن اورا بآئین مسلمانان غسل باید داد ونماز باید خواند ودر مقابر مسلمین دفن باید کرد ولعنت براو وتبرا از وبغض اورا از جہت دین حرام است بلکہ امداد او باستغفار وفاتحہ درود وصدقات وخیرات لازم باید شود۔ (تفسیر فتح العزیز پارہ الم ص ۱۸۲)

اس کو مرنے کے بعد مسلمانوں کے طریقہ پر غسل دینا چاہئے اور نماز پڑھنی چاہئے اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرنا چاہئے اور اس پر لعنت اور تبرا اور اس سے دشمنی بوجہ دین کے حرام ہے۔ اس کی امداد کے لئے استغفار اور فاتحہ اور درود وصدقات اور خیرات لازم شمار کرنی چاہئے۔

اب مولوی صاحب کے گھر کے پیر اس جماعت کے امیر تقویۃ الایمان والے اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں۔

نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام وفاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر وافضل۔ (صراط مستقیم ص ۶۴)

یہ نہ سمجھیں کہ مردوں کے لئے فاتحہ خوانی سے نفع پہنچانا اچھا نہیں ہے بلکہ بہتر وافضل ہے۔

نیز یہی مولوی اسمٰعیل صاحب اپنی اسی کتاب کے ص ۵۵ پر لکھتے ہیں۔

پس درخوبی اینقدر رامراز امور مرسومہ فاتحہا واعراس ونذر ونیاز اموات شک وشبہ نیست۔ (صراط مستقیم ص ۵۵)

تو اس قدر بات کہ مردوں کی فاتحہ عرس نذر ونیاز امور مرسومہ پر اچھے ہونے میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں ہے۔

کہئے مولوی صاحب کچھ آنکھیں کھلیں۔ اب گھر کے پیروں پر کیا فتوی لگاتے ہو۔ یہ لوگ کس حکم کے مستحق ہوں گے؟ ان کا حکم فقط بدعت وگمراہی تو ہو نہیں سکتا، اس لئے کہ شاہ صاحب تو فاتحہ وغیرہ کو تمام امت کا معمول بتاتے ہیں اور آپکے پیر جی مولوی اسمٰعیل صاحب اس میں شک وشبہ تک لانے کو منع کرتے ہیں۔ لہذا یہ لوگ آپ کے طور گمراہوں کے پیشوا بدعتیوں کے مقتدا بڑے پکے کٹے گمراہ گر مشرک قرار پاتے ہیں۔

علاوہ بریں شاہ صاحب کی تحفہ والی عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ تمام مسلمانوں کا طریقہ اور معمول رہا ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کا حکم قرآن پاک دیتا ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف سے سخت ممانعت کرتا ہے۔

ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی و نصلہ جہنم وساء ت مصیرا۔

لہذا اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف کوئی نیا طریقہ نکالے وہ جہنمی ہے اور مسلمانوں کا طریقہ فاتحہ ونذر ونیاز کرنے کا ہے۔ لہذا اب مولوی صاحب آپ کا اس طریقہ کے خلاف کرنا اپنے آپ کو گمراہ وجہنمی کہنا ہے۔ لیجئے آپ کا اور آپ کے مذہب کا حکم قرآن کریم سے تو ثابت ہو چکا اب ایک حدیث بھی سنئے:

ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اور ابھی یہ ثابت ہو چکا کہ تمام امت نے فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ کو اچھا سمجھا تو یہ فاتحہ نذر ونیاز خدا کے نزدیک بھی اچھی ہوئی۔

دیکھئے یہ ہے فاتحہ نذر ونیاز کا ثبوت۔ اب اپنی تحریر کو سامنے رکھکر خود اپنے ہی اوپر لعنت کہو۔ تم نے محض مسلمانوں کو دھوکا وفریب دینے کے لئے محض اپنے دل سے گڑھکر فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ کو بدعت وگمراہی کہدیا اور پھر یہ مکاری کہ اس پر بالکل بے تعلق ایک حدیث بھی نقل کر دی۔ اگر تمہارے مذہب میں کچھ بھی صداقت وراستبازی کی بو ہے، اگر تم میں اور تمہارے بڑوں میں کچھ بھی اپنے جھوٹے دین کی محبت اور غیرت ہو تو ہمارے اس مختصر فتوی کا جواب دو اور اپنی قابلیت کے جوہر دکھاؤ۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۵_۶۶)

کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ یعنی بابت مصافحہ ومعانقہ کے جواز کے متعلق کا کیا حکم ہے۔

(۱) اور اس کا کرنا سنت ہے یا واجب یا مستحب یا بدعت حسنہ ہے یا کیا ہے۔

مصافحہ کرنے کا کوئی خاص وقت شریعت نے مقرر فرمایا ہے یا کہ ہر وقت اور ہر مقام پر اس کو ادا کر سکتے ہیں مقیم یا مسافر کی قید تو نہیں ہے کہ مسافر کر سکتا ہے اور مقیم نہیں۔

شہروں میں عام طور سے دیکھا گیا ہے لوگ طریقہ مسنون سمجھکر مسجدوں میں بعد نماز پنجگانہ ہر

ایک مسلمان باہم ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور حضور پر درود شریف کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور باہم ایک دوسرے سے واسطے گناہوں کے مغفرت طلب کرتے ہیں اور بلکہ خاص طور پر بعد نماز صبح وبعد نماز عصر وبعد نماز جمعہ بعد نماز عیدین مصافحہ ومعانقہ بھی کرتے ہیں تو یہ طریقہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں جائز ہے یا ناجائز؟۔

(۲) زید کا کہنا ہے کہ اوپر لکھا ہوا طریقہ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس کا ثبوت نہ تو حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ملتا ہے اور نہ صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے نہ تابعین سے نہ تبع تابعین رحمہم اللہ علیہم سے ثبوت ملتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ سوائے مسافر کے مقیم کو مصافحہ ومعانقہ دونوں کرنا ناجائز بلکہ حرام بتلاتا ہے واقعی اگر زید کا کہنا قابل تسلیم ہے تب تو اس عمل کو ترک کر کے آئندہ کے لئے توبہ واجتناب کرنا چاہئے۔ اور اگر زید کا قول شریعت کے خلاف ہے تو پھر ہم کو ایسے ثواب عظیم سے ہرگز ہرگز محروم نہ رہنا چاہئے اس لئے حضور سے استدعا ہے کہ بحوالہ کتب حدیث صحیحہ سے مفصل جواب مرحمت فرمایا جاوے۔

المستفتی حاجی محمد اباصاحب سیٹھ متولی مسجد
مقام اٹارسی ضلع ہوشنگ آباد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) مسلمان سے مصافحہ کرنا سنت ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

تصافحوا یذھب الغل۔ (مشکوۃ شریف ص۴۰۱)

یعنی مصافحہ کرو کہ مصافحہ کینہ کو دور کر دیتا ہے۔

درمختار میں ہے۔ تجوز المصافحۃ لانھا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ۔ (درمختار ج۵ ص۲۵۲)

یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور پہلے انبیاء سے بالتواتر ثابت ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں ان عبارات سے معلوم ہو گیا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور سبب مغفرت گناہ ہے اسی طرح معانقہ بھی سنت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا:

ھل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصافحکم اذ لقیتموہ قال مالقیتہ قط الا صافحنی وبعث الی ذات یوم و لم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت فاتیتہ وھو علی سریرفالتزمنی فکانت تلک اجود اجود رواہ ابو داؤد ۔ (مشکوۃ شریف ص۴۰۲)

یعنی کیا تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے مصافحہ فرماتے حضرت ابوذر نے فرمایا: میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے ۔ایک دن حضور نے میرے بلانے کو آدمی بھیجا، میں گھر میں نہ تھا، جب آیا تو مجھے خبر دی گئی، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرما تھے تو حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا پس یہ اورزیادہ جید اورنفیس طریقہ تھا۔

ہدایہ میں ہے:قالوا الخلاف فی المعانقة فی ازار واحد اما اذا کان علیه قمیص او جبة فلاباس بها بالاجماع وهو الصحیح ۔ (ہدایہ جلد۴ص۴۶۶)

یعنی فقہا نے فرمایا کہ اختلاف اس معانقہ میں ہے کہ جس میں فقط ایک تہبند بندھا ہوا ہو لیکن جب اس پر قمیص یا جبہ ہوتو ایسے معانقہ میں بالاجماع کوئی حرج نہیں اوریہی صحیح مذہب ہے۔

عینی شرح کنزالدقائق میں ہے:

قال الامام ابو المنصور الماتریدی المکروہ من المعانقة ماکان علی وجه الشهوة واما علی وجه البر والکرامة فجائز۔ (عینی مصری ج۲ص۲۱۱)

یعنی امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ معانقہ جب مکروہ ہے کہ وہ بربنائے شہوت ہو لیکن جب بربنائے نیکی اور بزرگی ہوتو جائز ہے۔ان عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ معانقہ بھی نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مصافحہ کے لئے کسی مکان یا کسی شخص کو خاص کرنا ثابت نہیں بلکہ مصافحہ ہروقت سنت ہے۔

چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

المصافحة سنة فی سائر الاوقات لما اخرج ابو داؤد عن ابی ذر مالقیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الا وصافحنی الحدیث ۔ (طحطاوی ص۱۸۶)

یعنی مصافحہ تمام اوقات میں سنت ہے بہ سبب اس حدیث کے جس کی ابوداؤد نے حضرت ابوذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بھی ملاقات کرتا تو حضور مجھ سے مصافحہ بھی فرماتے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نماز پنجگانہ اورخاص کر نماز صبح اورنماز عصر اورنماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔

مجمع البحار میں ہے:

کانت المصافحة فی اصحابه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم هی سنة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له فی الشرع ولکن لاباس به وکونهم حافظین علیها فی بعض الاحوال مفرطین فیها فی کثیر منها لایخرج ذلک البعض عن کونه فما ورد الشرع باصلها وهی من البدع المباحة ۔ (مجمع البحار ج۲ص۲۵)

شامی میں علامہ نووی کی کتاب الاذکار سے ناقل ہے۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر فلااصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لاباس به فان اصل المصافحة سنة وکونهم حافظو علیها فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال او اکثرها لایخرج ذلک البعض عن کونه من المصافحة التی ورد الشرع باصلها الخ قال الشیخ ابو الحسن البکری وتقییده بما بعدالصبح والعصر علی عادة کانت فی زمنه والا فعقب الصلوات کلها کذالک کذافی رسالة الشرنبلالی فی المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها ۔ (شامی ج۵ص۲۵۲)

درمختار میں ہے:

واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی وغیرها یفید جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره وغیره فی غیره ۔ (حاشیہ ردالمحتار ج۵ص۲۹۲)

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مصافحہ صحابہ کرام میں سنت سمجھا جاتا تھا اور ہر ابتدائے ملاقات پر مستحب ہے اورنماز پنجگانہ کے بعد خاص کر صبح وعصر کے بعد مصافحہ کی عادت مقرر کر لینے میں

کوئی حرج نہیں ہے یہ بدعت مباحہ حسنہ ہے اور یہ اسی مصافحہ کے حکم میں ہے جس کا مسنون ہونا شرع سے ثابت ہے اسی لئے اس کا جواز درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیرہا کتب فقہ سے مستفاد ہوا اور اس کی مشروعیت پر علامہ شمس الدین حانوتی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا۔

اب باقی رہا نماز جمعہ نماز عیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور خاص کر عیدین کے بعد معانقہ کرنا یہ بھی جائز ہے چنانچہ وشاح الجید میں مسویٰ سے بحوالہ امام نووی نقل کرتے ہیں۔

هكذا ينبغي ان يقال في المصافحة يو م العيد والمعانقة يوم العيد ۔

اسی میں " المنا صحة في تحقيق مسائل المصافحة" سے بحوالہ تکملہ شرح اربعین منقول ہے:

مشروعية المصافحة مطلقا اعم من ان تكون عقب الصلوات الخمس والجمعة والعيدين وغير ذلك لان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقيدها بوقت دون وقت۔

غنیۃ میں ہے: كذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوة كلها ۔

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ وعیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور خصوصا عیدین کے بعد معانقہ کرنا مشروع وجائز ہے۔

اب باقی رہا یہ امر کہ بوقت مصافحہ درود شریف پڑھا جائے تو یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

رسالہ شرنبلالیہ میں ہے:

نقل عن الشيخ مشائخنا العلامة المقدسي حديث من صافح مسلما وقال عند المصافحة اللّٰهم صل على محمد وعلى ال محمد لم يبق من ذنوبه شئ ۔

یعنی جس مسلمان نے مصافحہ کیا اور مصافحہ کے وقت یہ درود پڑھا۔

اللّٰهم صل على محمد وعلى ال محمد۔

تو اس کے صغیرہ گناہوں میں سے کچھ باقی نہ رہیگا اسی طرح ایک دوسرے کے لئے استغفار کرنا احادیث سے مستفاد ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ طریقہ کتب فقہ کے موافق ہے جو اس کا انکار کرے وہ ان تصریحات کا منکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اس قدر عبارات اور اتنی فقہ کی تصریحات اور ان احادیث سید کائنات علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ الصلوات والتسلیمات کے ملاحظہ کے بعد زید کے قول کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ظاہر ہوگیا

ہے اور زید کا اپنے باطل قول کی تائید میں یہ کہنا کہ

" یہ طریقہ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس کا ثبوت نہ تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہ تابعین نہ تبع تابعین رحمہم اللہ علیہم سے"

اور زیادہ نادانی وجہالت بلکہ گمراہی اور ضلالت کی روشن دلیل ہے ہمارے ناواقف اہل سنت اس سے مرعوب ہوجاتے ہیں حالانکہ اس کی یہ دلیل سلف وخلف کی تصریحات کے خلاف ہے چنانچہ علامہ شہاب الدین قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

ان الفعل يد ل على الجواز وعدم الفعل لايدل على المنع ۔

(مواہب لدنیہ مصری ج ۲ ص ۱۶۶)

یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ شارع علیہ السلام اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا کسی کام کو کرنا تو اس فعل کے جائز ہونے کی دلیل ہے اور کسی بات کا نہ کرنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔

لہذا زید کا اس طریقہ کے ناجائز ہونے کے لئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عدم فعل کو دلیل بنانا اس کی انتہائی جہالت ولاعلمی کی دلیل ہے۔

اب باقی رہا زید کا یہ قول کہ

" سوائے مسافر کے مقیم کو مصافحہ اور معانقہ کرنا دونوں ناجائز بلکہ حرام"

یہ اس کا شریعت میں تصرف ہے اور محض اپنی رائے سے دین میں مداخلت ہے اور شریعت کے حلال کئے ہوئے فعل کو ناجائز اور حرام ٹھہرانا ہے اور کسی حدیث میں، کسی فقہ کی کتاب میں، مسافر ومقیم کے تفرقہ کا ذکر نہیں حکم عام کو خاص کرنا مطلق کو مقید کرنا مذہب پر افترا ہے۔ خود ان مانعین کے پیشوا مولوی خرم علی اور مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ترجمہ اردو درمختار میں اپنا مسلک لکھتے ہیں۔

" خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے"۔

(ترجمہ اردو درمختار ج ۴ ص ۲۱۸)

اس عبارت میں صاف اقرار کرلیا کہ خصوصیت وقت کی یعنی بعد نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ اور عیدین مصافحہ کرنا بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ان کے عرف میں سنت کہلاتی ہے لہذا اب زید کو چاہیئے کہ وہ توبہ واستغفار کرے اور شریعت کی مخالفت سے باز آئے اور مسلمانوں کو ایسے ثواب عظیم کے فعل

سے محروم نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (٦٧)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلوں میں کہ مصافحہ کرنا کیسا ہے؟۔ اور خاص کر پانچوں وقت کی نماز کے بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد کیسا ہے؟۔ اور اگر کوئی شخص مصافحہ کرنے کو منع کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسلمان سے مصافحہ کرنا سنت ہے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تصافحوا یذھب الغل۔ (مشکوۃ ص۴۰۳)

یعنی مصافحہ کرو کہ مصافحہ کینہ کو دور کرتا ہے۔

درمختار میں ہے: تجوز المصافحۃ لانھا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ۔ (درمختار ج۵ص۲۹۲)

یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور پہلے انبیاء سے بالتواتر ثابت ہے اور حضور نبی کریم کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور سبب مغفرت گناہ ہے مصافحہ کے لئے کسی وقت کسی مکان کسی شخص کی خصوصیت ثابت نہیں بلکہ مصافحہ ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر شخص سے سنت ہے۔

چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

المصافحۃ سنۃ فی سائر الاوقات لما اخرج ابوداؤد عن ابی ذر ما لقیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا وصافحنی الحدیث۔ (طحطاوی ص۱۸۶)

یعنی مصافحہ تمام اوقات میں سنت ہے بسبب اس حدیث کے جس کی ابوداؤد نے حضرت ا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بھی ملاقات کرتا تو حضور مجھ سے مصافحہ بھی فرماتے۔

نماز پنجگانہ اور خاص کر نماز صبح اور نماز عصر اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔

مجمع البحار میں ہے: کانت المصافحۃ بین اصحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاباس بہ وکونھم حفظین علیھا فی بعض الاحوال مفرقین فیھا فی کثیر منھا لایخرج ذلک البعض عن کونہ مما ورد الشرع باصلھا وھی من البدع المباحۃ۔ (مجمع البحار ج۲ص۲۵۰)

شامی میں علامہ نووی کی کتاب الاذکار سے ناقل ہیں:

اعلم ان المصافحۃ مستحبۃ عند کل لقاء واماما اعتادہ الناس من المصافحۃ بعد صلوۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ فی الشرع علی ھذا الوجہ ولکن لاباس بہ، فان اصل المصافحہ سنۃ وکونھم حافظوا علیھا فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال واکثرھا لایخرج ذلک البعض عن کونہ من المصافحۃ التی ورد الشرع باصلھا احدھا اہ قال الشیخ ابو الحسن البکری وتقیدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلھا کذلک فی رسالۃ الشرنبلالی فی المصافحۃ ونقل مثلہ عن الشمس الحانوتی انہ افتی بہ مستدلا بعموم النصوص الوادۃ فی مشروعیتھا۔ (شامی ج۵ص۲۵۲)

درمختار میں ہے:

واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرھا یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصرو قولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ۔ (ردالمحتار ج۵ص۲۵۲)

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مصافحہ صحابہ کرام میں سنت سمجھا جاتا تھا اور ہر ابتدائے ملاقات پر مستحب ہے اور نماز پنجگانہ کے بعد خاص کر صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کی عادت مقرر کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ بدعت مباحہ حسنہ ہے۔ اور یہ اسی مصافحہ کے حکم میں ہے جس کا مسنون ہونا شرع سے ثابت ہے۔ اسی لئے اس کا جواز درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیرہا کتب فقہ سے مستفاد ہے۔ اور

اس کی مشروعیت پر علامہ شمس الدین حانوتی رحمہ اللہ کا فتوی ہے۔

اب باقی رہا نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا، یہ بھی جائز ہے، چنانچہ وشاح الجید میں بحوالہ تکملہ شرح اربعین منقول ہے۔

مشروعیت المصافحہ مطلقا اعم من ان تكون عقيب الصلوات الخمسة والجمعة والعيدين وغير ذلك لان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقيدها بوقت دون وقت ۔

غنیۃ میں ہے: ان المصافحة بل هي سنة عقيب الصلوات كلها۔

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ وعیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور خصوصا عیدین کے بعد مشروع وجائز ہے۔

بالجملہ احادیث اور فقہ کی تصریحات سے مصافحہ کا جواز نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے بعد ثابت ہو چکا اب جو اس کا انکار کرے اور لوگوں کو اس نیک فعل سے منع کرے وہ ان تصریحات کے منکر ہیں اور شریعت میں ان سے مداخلت کرتا ہے اور اسلام کے حلال کئے ہوئے فعل کو حرام و ناجائز ٹھہراتا ہے۔

وہابیہ کا پیشوا مولوی خرم علی ترجمہ درمختار میں صاف طور پر لکھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے۔

(غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ج ۲ ص ۲۱۸)

اس عبارت میں صاف اقرار کرلیا کہ خصوصیت وقت کی یعنی نماز پنجگانہ ونماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ان کے عرف میں سنت کہلاتی ہے لہذا اس منکر کو چاہیئے کہ وہ توبہ کرے اور شریعت کی مخالفت سے باز آئے اور مسلمانوں کو ایسے ثواب عظیم سے محروم نہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (٦٨)

مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا چاہیئے یا ایک ہی ہاتھ سے کافی ہے؟۔ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی فضیلت بیان کریں۔ وہابی لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں؟۔

سخاوت علی تروڈی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

سنت یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے " السنة فی المصافحة بكلتا يديه " اب جو ایک ہاتھ سے مصافحہ کرے وہ خلاف سنت کرتا ہے اور وہابی تو سنت کو بدعت بھی کہہ دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

: ٧٨٦ :

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (٦٩)

جناب عالی مدظلہ العالی بعد سلام علیک وادائے آداب دریافت کرتا ہوں کہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلے میں کہ

مسلمانوں کو مونچھیں اور ڈاڑھی دونوں رکھنے کی ضرورت ہے یا صرف ڈاڑھی؟۔ اور مونچھوں کی تعداد شرعا کس قدر ہے؟۔ پہلے یہ سنا اور دیکھا گیا ہے کہ مونچھیں درمیان سے کتری یا منڈوائی جاتی ہیں کہ مونچھوں کے سرے بھی باقی نہیں رہتے صرف ڈاڑھی برائے نام چہرے پر رکھی جاتی ہے جو کہ اوپر نیچے بلکہ ہر طرف سے چھٹی چھٹائی ہوتی ہے۔ دریافت کرنے پر جواب ملا کہ یہی طریقہ اسلامی ہے۔ پوری مونچھوں کا منڈوانا افضل واولی ہے۔ لمبی ڈاڑھوں پر ڈاڑھی رکھ لینا ہی کافی ہے۔ آپکا فتوی اور جواب مجھے پڑھے لکھوں کو دکھانا و سمجھانا ہے اسلئے مناسب ہے کہ جواب مع حوالہ کتب مفصل ومدلل عنایت ہو کہ سامعین اور مبصرین کے لئے پورے طور پر اتمام حجت ہو اور عندالحاجت کام آئے۔

راقم الحروف محبوب ساز میندار بقلم خود

مورخہ ۹ ر رجب المرجب ۱۳٦٦ھ یوم شنبہ

الجواب

الحمدلله و كفى و الصلوة على من اصطفى وعلى آله وصحبه المجتبى

امـا بعد ۔ بحمد اللہ دین اسلام کامل دین ہے اور تمام تفصیلی احکام پر مشتمل ہے اور سارے اسلامی طریقوں کا مکمل بیان کتابوں میں درج ہے اسی ڈاڑھی مونچھوں کے متعلق بھی شریعت میں کافی تفصیلی

احکام ہیں، آج اس کے خلاف کسی کو مجال دمزدن و جائے سخن باقی نہیں۔ خود احادیث میں ڈاڑھی مونچھوں کے رکھنے اور نہیں رکھنے کا حکم اور ان کی تحدید بیان فرمائی گئی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب۔

مشرکوں کی مخالفت کرو ڈاڑھیاں خوب وافر رکھو مونچھیں پست کرو۔

(بخاری شریف مطبوعہ مصطفائیہ ص ۸۷۵ ج ۲)

بخاری شریف صفحہ مذکورہ میں اور مسلم شریف میں انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔

مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (مسلم شریف مطبوعہ اصح المطابع ص ۱۲۹ ج ۱)

اور ترمذی شریف میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔

پست کرو مونچھیں اور چھوڑو داڑھیاں۔ (ترمذی شریف مطبوعہ مصری کے ص ۲۲۷ ج ۲)

مسلم شریف ص مذکور اور ترمذی شریف ص مذکور اور ابوداؤد شریف اور موطا امام مالک میں انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ۔

(ابوداؤد شریف مطبوعہ مجتبائی ص ۲۲۵ ج ۲)

(موطا امام مالک مطبوعہ نظامی ص ۲۶۵)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا مونچھیں پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانے کا۔

مسلم شریف ص مذکور میں ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفوا اللحی۔

مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں وافر رکھو۔

مسلم شریف ص۔ مذکور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نور مجسم ﷺ

نے فرمایا:

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔

مونچھیں کترو اور داڑھیاں بڑھنے دو آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔

مسلم شریف ص۔ مذکور اور ترمذی شریف ص۔ مذکور اور ابوداؤد شریف اور ابن ماجہ ص ۲۵۵۔ اور نسائی شریف ص ۲۳۷ ج ۲، اور مسند امام احمد اور مسند ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سراپا نور ﷺ نے فرمایا:

عشرہ من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث۔

دس چیزیں شرائع قدیمہ انبیائے کرام علیہم السلام سے ہیں، ازآنجملہ لبیں تراشونی اور داڑھی بڑھانی۔

ترمذی شریف کے ص۔ مذکور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

کان النبی ﷺ یقص او یاخذ من شاربہ قال کان خلیل الرحمن ابراھیم یفعلہ۔

(ترمذی شریف ص ۱۰۶ ج ۲)

اور حضور نبی کریم ﷺ اپنی مونچھیں کترتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام بھی اسی طرح کرتے تھے۔

ترمذی شریف میں ص۔ مذکور پر اور نسائی شریف کے ص ۲۳۷ ج ۲۔ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا۔ جو اپنی مونچھیں نہ کترے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ (۲۱) احادیث منقول ہوئیں جن سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مونچھوں کا پست کرنا اور داڑھی کا بڑھانا شعار دین سے ہے اور انبیائے کرام کی سنت مستمرہ سے اور بت پرستوں اور آتش پرستوں کی مخالفت ہے اور نبی مکرم ﷺ کا ایسا فعل ہے جس پر آپ نے مواظبت اور ہیشگی فرمائی اور اس پر صحابہ کرام وائمہ عظام وعلماء واولیائے عظام نے عمل فرمایا۔

اسی طرح داڑھی کی مقدار بھی احادیث اور کتب فقہ میں بتصریح موجود ہے۔ بخاری شریف میں حدیث مروی ہے:

کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔

(بخاری ص ۸۷۵ ج ۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی پر مشت رکھ لیتے اور جو زائد ہوتا اس کو کتروا لیتے۔

اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی:

ان اباھریرۃ کا ن یقبض علی لحیته فیاخذما فضل عن القبضة۔

(حاشیہ ترمذی شریف ص ۱۰۶ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنی داڑھی پر مشت رکھ لیتے تو جتنا مشت سے زائد ہوتا کتروا لیتے۔

مسانید امام اعظم مطبوعہ حیدرآباد ص ۳۰۹ ج ۶۔ اور کتاب آثار امام محمد میں، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں مروی ہے:

ان ابن عمر کا ن یقبض علی لحیته ثم یقص ما تحت القبضة ۔

بیشک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر مشت رکھتے تھے پھر مشت سے نیچے جتنی ہوتی تراشتے۔

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف مطبوعہ کشوری کی جلد اول۔ ص ۲۱۲۔ پر فرماتے ہیں۔

اعفاء اللحیۃ فروگذاشتن وامر گردانیدن ریش ست ومشہور قدر یکمشت ست چنانکہ کمتر ازیں نباید واگر زیادہ براں بگزارد نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزرد۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۱۲ ج ۱)

اعفاء اللحیۃ یعنی چھوڑنا اور بڑھانا داڑھی کا ہے اور مشہور یکمشت کی مقدار ہے تو اس سے کم نہ چاہیے اور اگر یکمشت سے زائد چھوڑے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال کی حد سے نہ گذرے۔

درمختار میں ہے: لا باس ینتف الشیلب واخذ اطرف اللحیة والسنة فیها القبضة

(شامی مصری ص ۲۶۹ ج ۵)

اور سفید بال لینے میں کوئی حرج نہیں اور داڑھی کے کناروں سے لینے میں کچھ نقصان نہیں اور داڑھی میں سنت یکمشت ہے۔

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں محیط اور طحطاوی سے ناقل ہیں:

قوله السنة فيها القبضة وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضته قطعه كذا ذكره محمد فى الآثار عن الامام قال به نا خذ۔

(ردالمحتار مصری ۲۶۹ ج ۵)

سنت داڑھی یکمشت ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو یکمشت رکھے اور جو داڑھی یکمشت سے زیادہ ہو اسکو کاٹ دے۔ اسی طرح امام اعظم سے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کی اور فرمایا ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں۔

والقص سنة فيها وهو ان يقبض الرجل لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذاذكر محمد فى كتاب الآثار عن ابى حنيفة قال به ناخذ۔

(عالمگیری مجیدی ص ۱۱۳ ج ۴)

اور داڑھی کو کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو کم رکھے نہ زائد اگر ایک مشت سے داڑھی زائد ہو جائے تو اس کو قطع کردے اسی طرح امام اعظم سے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کی اور فرمایا ہم اسے اخذ کرتے ہیں۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں بھی انہیں کتابوں سے منقول ہے،

اما اللحية فذكرمحمدفى الآثار عن الامام ان السنة ان يقطع ما زادعلى قبضة يد قال وبه نا خذ كذافى محيط السرخسى وكذايا خذعن عرضها ما طال وخرج عن السمت لتقرب من التدوير من جميع الجوانب لا ن الاعتدال محبوب۔

(طحطاوی مصری ص ۳۰۵)

لیکن داڑھی تو امام محمد نے امام اعظم سے کتاب الآثار میں ذکر کیا کہ بیشک سنت یہ ہے کہ اگر یکمشت سے زاید ہو تو قطع کرے، فرمایا کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں اسی طرح محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح داڑھی کے عرض سے جو دراز ہو اس کو لے سکتا ہے تاکہ تمام جانبوں سے گولائی قریب ہو جائے اسلئے کہ اعتدال پسندیدہ ہے۔

فتاوی سراجیہ میں ہے:

ولا باس بان ياخذ من اطراف اللحية اذاطالت لا باس بان يقبض على اللحية

فاذازاد علی قبضه شیء جزه۔ (فتاوی سراجیہ برحاشیہ خانیہ ص۴۰ ج۲)

داڑھی کے کناروں سے لینے میں کوئی حرج نہیں، جب داڑھی دراز ہو جائے اور کچھ نقصان نہیں کہ داڑھی پرمشت رکھ لے توجب یکمشت پر کچھ زائد ہوتو اس کو کتر سکتا ہے۔

ان تصریحات سے ثابت ہوگیا کہ داڑھی کی مقدار یکمشت ہے اس طور پر کہ ٹھوڑی کے نیچے بھی یکمشت ہواور رخساروں پر بھی یکمشت ہو ہرطرف یکمشت ہوتا کہ داڑھی میں گولائی ہوجائے۔ہاں جب داڑھی عرض یا طول میں یکمشت سے زائد ہوجائے تو اس پرمشت رکھ کر زائد کو کٹوا سکتے ہیں لیکن کسی جانب میں یکمشت سے کم کرنا حرام وناجائز ہے۔

چنانچہ درمختار میں عبارت منقولہ کے بعد حرمت کی تصریح فرماتے ہیں۔

یحرم علی الرجل قطع لحیة ۔ (شامی مصری ص۲۶۹۔۲۰۵)

اورآدمی پر اپنی داڑھی کا یکمشت سے کم کاٹنا حرام ہے۔

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

وحلق کردن لحیۃ حرام است وروش فرنج وہنود وجوالقیانی ست کہ ایشاں را قلندریہ گویند وگزاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آنراسنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت ست چنانکہ نماز عیدرا سنت گفتہ اند۔ (اشعۃ اللمعات)

داڑھی کا منڈوانا حرام ہے اور انگریزوں اور ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے، جوالقی قلندری کو کہتے ہیں اور داڑھی کا یکمشت کی مقدار چھوڑنا واجب ہے اور اس کو جوسنت کہتے ہیں یا تو اسلئے کہ یہ دین میں عادت جاری ہے اور سنت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے یا اس لئے کہ اسکا ثبوت سنت یعنی حدیث شریف سے ہے جیسے کہ نماز عید۔

لہذا داڑھی کا عرض وطول میں یکمشت رکھنا واجب وضروری ہے اور یکمشت سے کم کرنا یا منڈوانا حرام وناجائز ہے۔اب باقی رہی مونچھوں کی مقدار اس میں اختلاف ہے۔

بخاری شریف میں ہے:و کا ن ابن عمر یحفی شاربه حتی ینظر الی بیا ض الجلد۔ (بخاری شریف ص۸۷۵ ج۲)

اورحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کو اتنا پست کراتے تھے کہ نیچے کی کھال کی سفیدی نظر آئے۔

نووی شرح مسلم شریف میں ہے:واما حد ما یقصه فا لمختار انه یقص حتی یبدو طرف الشفة و لا یحفه من اصله۔ (نووی شرح مسلم شریف مطبوعہ اصح المطابع ص۱۲۹ ج۱)

لیکن مقدار مونچھوں کے تراشنے کی تو مختار یہ ہے کہ اسقدر تراشے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے اوراسے جڑ سے ہی پست نہ کرائے۔

علامہ ابن حجر نے حدیث کی تشریح میں فرمایا:

فیسن احفاء ه حتی یبدو حمر ة الشفة العلیا و لا یحفیه من اصل ۔
(حاشیہ ترمذی شریف ص۲۶ ج۱)

مونچھوں کا پست کرنا یہاں تک مسنون ہے کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہوجائے اورانہیں جڑ سے صاف نہ کرے۔

علامہ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

ذهب بعضهم بظاهر قول احفواالشورب الی استیصاله و حلقه وهم الکوفیون واهل الظواهر و کثیر من السلف وخالفهم آخرون واولوااالا حفا ء بالا خذ حتی تبدواطرف الشفة وهو المختارو رو ی عن ما لك حلقه مثلة ویؤدب فاعله وقدا شتهر عن ابی حنیفة انه ینبغی ان یا خذ من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب وذهب بعض الحنفیة توفیر الشارب للغازی فی دارالحرب لا رهاب عدوه۔
(حاشیہ بخاری شریف مصطفائی ص۸۷۴ ج۲)

بعض علماء مونچھوں کے جڑ سے لینے اور مونڈنے کی طرف "احفوا الشوارب" کے ظاہر قول کی طرف گئے اور یہ کوفیوں اور اہل ظاہر اور بہت سے سلف کا قول ہے اور علماء نے ان کی مخالفت کی اور احفاء کی یہ تاویل کی کہ مونچھوں کا اتنا لینا کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے، اور یہی قول مختار ہے۔اور امام مالک سے مروی کہ مونچھوں کا منڈانا مثلہ ہے اور منڈانے والیکی تادیب کی جائے اور امام اعظم سے مشہور ہوا کہ مناسب یہ ہے کہ مونچھوں کو یہانتک لے کہ مثل ابرو کے رہ جائے اور بعض حنفیہ سے غازی کیلئے دارالحرب میں مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی کہ یہ دشمن کے خوف کا سبب ہے۔

علامہ شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار میں اکثر عبارات والفاظ لمعات تحریر فرما کر یہ الفاظ اور زائد لکھے:

وخیر البعض بینهما ولیس ما ورد نصافی الاستیصال والمشترك بین جمیعها

التخفيف وهو اعم من ان يكون بالاخذمن طول الشعراو من مساحته وظاهر الالفاظ الاخذمن الطول ومساحته حتى يبدواطراف الشفة۔

(مجمع البحار مطبوعہ کشوری ص ۳۴۹ ج ۱)

اور بعض نے زائد پست کرانے اور منڈوانے میں اختیار دیا ہے اور جڑ سے کتوانے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور تمام اقوال میں تخفیف مشترک ہے اور یہ عام ہے کہ بالوں کے طول سے لینا ہو یا پیمائش سے اور ظاہر الفاظ سے لینا طول اور پیمائش سے یہانتک کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو۔

علامہ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

ومختار کوتاہ کردن آنہاست چنانکہ پیدا گردد طرف لب وپست کردن آنہاست چنانکہ اثر ازاں ماند وحلق کردن مکروہ است ونزد بسیارے از علماء حلق نیز آمدہ واصل دریں باب ایں حدیث است کہ احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔ واحفاء پست گردانیدن موئے لب است واختلاف در حد احفاء است کہ چہ مقدار ست روایت کردہ شدہ است از امام ابوحنیفہ کہ شارب بمقدار ابرو باید وغازیاں را زیادہ گزاشتن نیز آمدہ ست کہ باعث ہیبت در چشم اعدا است وزیادہ گزاشتن دنبالہائے بردت کہ آنرا سبالہ گویند نیز آمدہ است واز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ وبعض صحابہ دیگر منقول ست۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۱۲ ج ۱)

اور فعل مختار مونچھوں کا پست کرنا ہے اس طور پر کہ لب کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور اتنا تراشنا کہ انکا نشان باقی رہے اور مونچھیں منڈانا مکروہ ہے اور بہت سے علماء کے نزدیک منڈانا بھی جائز ہے اور اس باب میں اصل یہ حدیث ہے۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔

اور احفاء کے معنی بالوں کا پست کرنا ہے اور اختلاف حد احفاء میں ہے کہ کیا مقدار ہے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ ابرو کے برابر چاہیے اور غازیوں کیلئے زیادہ چھوڑنا بھی جائز ہے کہ یہ دشمنوں کی نظر میں ہیبت کا باعث ہے۔ اور مونچھوں کے گوشوں کا کہ جسے (مسبلہ کہتے ہیں) بھی وارد ہے اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق اور بعض دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے۔

علامہ ابن عابدین رد المحتار میں ملتقی اور مجتبی اور طحاوی سے ناقل:

وقوله قيل سنة، مشى عليه فى الملتقى وعبارة المجتبى بعد ما رمز ط للطحاوى حلقه سنة ونسبه الى ابى حنيفة وصاحبيه والقص منه حتى يوازى الحرف الاعلى من

الشفة العليا سنة بالاجماع۔ (رد المحتار مصری ص ۲۶۹ ج ۵)

درمختار کا قول کہ کہا گیا سنت ہے۔ ملتقی میں اسے برقرار رکھا اور مجتبی کی عبارت میں بعد اس کے کہ طحاوی کا اشارہ کیا کہ مونچھوں کا منڈوانا سنت ہے اور اس کی امام اعظم اور امام محمد اور امام یوسف کی طرف نسبت کی اور لبوں کا کاٹنا یہانتک کہ اوپر کے ہونٹ کے اوپر والے کنارے کی برابر کرنا باجماع سنت ہے۔

قال الامام الاحفاء قريب من الحلق واما الحلق فلم يرد بل كرهه بعض العلماء وراه بدعة۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۵)

امام نے فرمایا کہ پست کرنا قریب منڈانے کے ہو لیکن مونچھوں کا منڈانا وارد نہ ہوا بلکہ اسے بعض علماء نے مکروہ ٹھہرایا اور بدعت جانا۔

عالمگیری میں غیاثیہ اور طحاوی اور محیط سے منقول ہے۔

ويأخذ من شاربه حتى يصير مثل الحاجب كذافى الغياثيه فكان بعض السلف يترك سباليه وهما اطراف الشوارب كذافى الغرائب وذكر الطحاوى فى شرح الآثار ان قص الشارب حسن وتقصيره ان يؤخذ حتى ينقص من الاطار وهو الطرف الاعلى من الشفة العليا قال والحلق سنة وهو احسن من القصر وهذا قول ابى حنيفة وصاحبيه كذا فى محيط السرخسى۔ (عالمگیری مجیدی ص ۱۱۳ ج ۴)

اور اپنی مونچھیں لے یہانتک کہ ابرو کی مثل ہو جائیں اسی طرح غیاثیہ میں ہے۔ تو بعض سلف دونوں سالبوں کو چھوڑتے اور وہ دونوں مونچھوں کے گوشے ہیں۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ اور طحاوی نے شرح الآثار میں بیان کیا کہ مونچھوں کا کاٹنا حسن ہے اور تراشنا اطار تک تراشنا ہے اور اطار اوپر کے ہونٹ کا اوپر والا کنارہ ہے۔ اور فرمایا مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ کم کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا قول ہے۔ اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے۔

وينبغى ان يأخذ الرجل من شاربه حتى يوازى الطرف العليا من الشفة العليا ويصير مثل الحاجب۔ (خانیہ مصطفائی ص ۳۶۹ ج ۳)

اور مناسب ہے کہ آدمی اپنی مونچھوں کو یہانتک لے کہ وہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے کے برابر

ہو جائیں اور مثل ابرو کے ہو جائیں۔

فتاوے سراجیہ میں ہے:

وینبغی ان یا خذالرجل من شاربہ حتی یصیر مثل الحاجب وحلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ۔

(فتاوے سراجیہ برحاشیہ خانیہ ص ۴۰ ج ۴)

اور لائق ہے کہ آدمی اپنی لبوں سے اتنا لے کہ وہ مثل ابرو کے ہو جائیں اور مونچھوں کا منڈانا بدعت ہے اور بعض نے کہا سنت ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ مونچھوں کے پست کرانیکے متعلق مختلف کثیر اقوال ہیں۔ خود امام اعظم علیہ الرحمہ کی مختلف روایات منقول ہوئیں۔ بعض اقوال میں ان کی پستی کی مقدار مثل ابرو کے بیان کی اور یہ خود امام اعظم کی ایک روایت ہے۔ اور بعض اقوال میں ان کی پستی میں اتنی تخفیف ظاہر کی کہ نیچے کی کھال نظر آئے۔ اور بعض اقوال میں ان کے مونڈنے ہی کو سنت قرار دیا اور یہ بھی امام اعظم کی دوسری روایت ہے۔ اتنی بات پر تو سب اقوال متفق ہیں اور فقہاء کا اجماع ہے کہ انہیں اتنا پست کرنا سنت ہے کہ اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارے کی برابر ہو جائیں۔ جیسا کہ ردالمحتار کی عبارت سے معلوم ہوا اور عالمگیری میں اسے نقل کرتے ہوئے علامہ طحاوی کا یہ فیصلہ نقل کیا کہ مونچھوں کا اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارے تک پست کرنا حسن ہے اور مونڈ نا احسن ہے اور مونچھو نکے ہر دو گوشوں کے بال بڑے بڑے چھوڑنے کی بھی اجازت ہے کہ بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔ یہ اقوال مونچھوں کی مقدار کے متعلق تھے۔ لیکن داڑھی کی مقدار یکمشت ہونے میں کسی کا اختلاف نظر سے نہیں گزرا۔ نہ یہ اختلاف دیکھا کہ یکمشت کی مقدار ٹھوڑی کے نیچے ہے اور اطراف میں نہیں۔ بالجملہ داڑھی کے رکھنے اور مونچھیں پست کرنیکی شرعی مقدار کا مفصل بیان کر دیا گیا۔ لہذا یہی طریقہ اسلامی ہے۔ اب اس تحقیق کے خلاف جو اپنی لاعلمی کی بنا پر محض جاہلوں کی بلا ثبوت باتوں پر اعتماد کر لے اس کی بات قابل التفات نہیں۔ مولی تعالی مسلمانوں کو احکام شرعی کے اتباع کی توفیق دے اور انہیں اتنی عقل وفہم دے کہ جس سے یہ شعار دین کو پہچانیں اور اپنی صورت وسیرت کو سلف صالحین کے موافق بنائیں اور یہود ونصارے کی اندھی تقلید سے محفوظ رکھے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ نو مسلموں کے لئے ختنہ کا کیا حکم ہے؟۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کا مسلمان کرنا بیکار ہے جب تک ختنہ نہ ہو۔ اور بڑا آدمی ختنہ کا نام سن کر جھجکتا ہے بلکہ وہ مسلمان ہونے ہی سے رک جاتا ہے اگر کم عمر ہو تو وہ کرا سکتا ہے بخلاف جوان شخص کے۔ تو ایسے شخص کو جو ختنہ سے انکار کرے شرم کی وجہ سے تو اس کو مسلمان کیا جائے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس کو ضرور مسلمان کیا جائے۔ اور ختنہ کرنا سنت ہے اور ترک سنت مسلمان کیے جانے کے منافی نہیں۔ ختنہ کے متعلق عالمگیری میں یہ احکام بیان کئے۔ عبارت یہ ہے:

الشیخ الضعیف اذا اسلم ولا یطیق الختان ان قال اھل البصر لا یطیق یتعلک لا ن ترک الواجب بالعذر جائز فترك السنۃ اولی کذا فی الخلاصہ قیل فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل الاان یمکن ان یتزوج او یشتری ختانہ فتختنہ۔

(عالمگیری ص ۱۱۳ ج ۴)

کمزور بوڑھا جب مسلمان ہوا اور ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور جاننے والوں نے بھی کہا کہ یہ طاقت نہیں رکھتا تو چھوڑ دی جائے۔ اسلئے کہ بعذر واجب کا ترک جائز ہے۔ تو سنت کا ترک بدرجہ اولی جائز۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ جوان کی ختنہ کے متعلق کہا گیا کہ جب وہ اپنی ختنہ کر سکے تو کرلے۔ ورنہ ختنہ نہ کیجائے ہاں جب وہ کسی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کر سکے تو وہ عورت اس کی ختنہ کر دے۔

تو جو یہ کہتا ہے کہ اگر ختنہ نہ ہو تو اسکا مسلمان ہونا بیکار ہے اسکا یہ قول لغو اور بے اصل ہے۔ لہذا اس کو ضرور مسلمان کیا جائے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ۔ مدلل اور مستند کتابوں سے ارقام فرمایا جائے۔

روپٹہ مسجد اور غیر مسجد میں باندھنے کا کیا حکم ہے؟ ۔ کیا زیر روپٹہ ٹوپی کا ہونا ضروری ہے؟ زید ٹوپی زیر روپٹہ ہونے کے لئے مستند کتاب چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ ٹوپی ہونا ضروری نہیں ہے۔ ٹوپی ہونے کا مطلب چاند کا ڈھکنا ضروری ہے۔ سو میں اپنے روپٹہ سے چاند ڈھک لیتا ہوں۔ براہ کرم وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا جائے کہ اس ٹوپی کی صرف اتنی ہی ضرورت ہے جتنی زید بیان کرتا ہے میں نے علماء کو زیر روپٹہ ٹوپی رکھے دیکھا ہے اس کے خلاف آج تک کوئی عالم میری نظر میں نہیں آئے اس وجہ سے خیال ہے کہ اسکا ہونا ضروریات سے ہے۔ ایک چھوٹی سی کتاب میں پڑھا ہے کہ مسجد میں صافہ جب باندھا جائے تو بیٹھکر باندھا جائے اور غیر مسجد میں کھڑے ہوکر۔

نیاز مند۔ ممتاز الٰہی اشرفی عفی عنہ چندوسی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عمامہ کھڑے ہوکر باندھا جائے۔ مواہب لدنیہ شریف میں ہے: فعلیك بان تتسرول قاعدا وتتعمم قائما۔ (ص ۳۲۴)

یعنی تجھ پر لازم ہے کہ پائجامہ بیٹھ کر پہن اور عمامہ کھڑے ہوکر باندھ۔

اب باقی رہا مسجد اور غیر مسجد کا فرق یہ کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ پھر عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھی جائے۔ ترمذی شریف کی حدیث شریف میں ہے "قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلا نس۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۴)

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

ما عمامہ می بندیم برکلاہ وایشاں عمامہ می بندند بے کلاہ۔ (ص ۵۴۵ ج ۳)

یعنی ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین بے ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہو گیا کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا شعار مشرکین ہے اور شعار مشرکین سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ نیز اس میں مسلمانوں کو مشابہت مشرکین سے پرہیز کرنیکی تاکید ہے۔ بالجملہ یہ شارع علیہ السلام کا فرمان حدیث شریف ہے اس سے زیادہ مستند اور کیا حوالہ ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دین میں اپنی ناقص عقل اور غلط رائے کی مداخلت کی عادت سے محفوظ رکھے واللہ تعالے اعلم بالصوب۔

اگر زید کے صرف یہی دو وارث ہیں تو نصف دختر زید کو پہنچتا ہے اور نصف باقی عمر کو واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۱۷۔ صفر ۱۳۶۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

بعض ناواقف لوگوں کا خیال ہے کہ بغیر عمامہ کے نماز نہیں ہوتی یعنی امام کے سر پر عمامہ ضروری ہے، اگر امام کے سر پر عمامہ نہیں ہے ٹوپی ہے تو کیا اس امام کے پیچھے نماز عمامہ والے مقتدی کی نہیں ہوگی؟ ۔ دس پندرہ مقتدی ہیں جن میں چار یا پانچ مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہیں باقی کے سر پر ٹوپیاں ہیں تو کیا عمامہ باندھنے والے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی؟ ۔ جبکہ امام کے سر پر ٹوپی ہو۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسلمان مرد کے لئے عمامہ کا باندھنا سنت ہے شرح شمائل ترمذی شریف میں ہے:" العمامۃ سنۃ لا سیما للصلاۃ ولقصد التجمل لا خبار کثیرۃ "

عمامہ سنت ہے خاص کر نماز اور حصول جمال کے لئے کہ بکثرت احادیث اس میں وارد ہیں۔ (شرح شمائل مصری (ص ۸۷)

اسی طرح ٹوپی کا اوڑھنا بھی سنت ہے۔ طبرانی میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، یعنی بلا عمامہ کے صرف سفید ٹوپی استعمال فرماتے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی :" کان یلبس القلانس ،

تحت العمائم و بغیر العمائم " (جامع مصری ص ۱۰۱ ج ۲)

حضور اکرم ﷺ ٹوپیاں عماموں کے نیچے اور بغیر عماموں کے پہنتے تھے۔

زاد المعاد میں ہے: "کان یلبس القلنسوة بغیر عمامة۔ (زاد المعاد مصری ص ۱۲۱ ج ۱)

حضور نبی کریم ﷺ بغیر عمامہ کے ٹوپی استعمال کرتے۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ صرف ٹوپی کا پہننا بھی سنت ہے۔ تو جب عمامہ اور ٹوپی کا سنت ہونا ثابت ہو چکا تو صرف ٹوپی پہننے والا امام اور عمامہ والا مقتدی ہر ایک سنت پر عامل ہے اور بوقت نماز عمامہ ہونا مستحب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:" المستحب للرجل ان یصلی فی ثلثة اثواب ازار وقمیص وعمامة " (طحطاوی مصری ص ۲۰۴)

مرد کے لئے نماز میں تین کپڑے تہبند کرتا عمامہ مستحب ہیں۔

تو ترک مستحب پر یہ حکم دیدینا کہ بغیر عمامہ کے نماز نہیں ہوتی، یا عمامہ والے مقتدیوں کی نماز ٹوپی پہننے والے امام کے پیچھے نہیں ہوگی، یہ احکام عوام کے ہیں۔ اسی طرح امام کے لئے عمامہ کو ضروری بمعنی واجب کے قرار دینا جہالت ہے۔ ان باتوں کا کتب فقہ میں وجود نہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
فاتحہ میں حضور ﷺ نے کون سی سورت تلاوت فرمائی ہے؟ کس حدیث شریف میں ہے۔ اس حدیث شریف کا نام مطبع اور صفحہ ہونا چاہئے۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

فاتحہ میں بکثرت یہ پانچ سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (۱) سورۃ فاتحہ (۲) سورۃ کافرون (۳) سورۃ اخلاص (۴) سورۃ فلق (۴) سورۃ الناس۔

یہ وہ سورتیں ہیں جن کے کلمات کم اور ثواب زائد ہیں۔ پھر یہ ہر خواندہ اور ناخواندہ کو یاد ہوتی

ہیں ان کی زیادتی ثواب کا بیان خود احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ سورۃ فاتحہ کے متعلق وارد ہے۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: " فاتحة الکتاب تجزئ مالا تجزئ شئی من القرآن ولو ان فاتحة الکتاب جعلت فی کفة المیزان وجعل القرآن فی الکفة الاخری لفضلت فاتحة الکتاب علی القرآن سبع مرات " (کنز العمال ص ۳۹ ج ۱)

سورۃ فاتحہ اتنی کفایت کرتی ہے کہ قرآن کی کوئی شئی ایسی کفایت نہیں کرتی اور اگر سورۃ فاتحہ میزان کے ایک پلے میں رکھ دی جائے اور باقی قرآن کو دوسرے پلے میں تو سورۃ فاتحہ باقی قرآن سے سات گنی زائد ہو۔

سورہ کافرون کے متعلق حدیث میں ہے: ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عباس و حضرت انس رضی اللہ تعالی عنھم سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قل یاایھا الکافرون تعدل ربع القرآن " (مشکوۃ شریف ص ۱۸۸)

قل یاایھا الکافرون کا ثواب چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

سورہ اخلاص کے متعلق حدیث شریف میں ہے: بخاری شریف میں حضرت ابو سعید اور مسلم شریف میں حضرت ابو درداء اور ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس و انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۸۵)

قل ھو اللہ شریف کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔

عقیلی حضرت رجاء غنوی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من قرء قل ھو اللہ احد ثلث مرات فکانما قرء القرآن اجمع " (جامع صغیر ص ۱۲۳ ج ۲)

جس نے قل ھو اللہ کو تین مرتبہ پڑھا تو گویا کہ اس نے سارے قرآن کو پڑھا۔

معوذتین کے متعلق حدیث شریف میں ہے: مسلم شریف میں حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

الم تر الی آیات انزلت اللیلة لم یر مثلھن قط قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب

الناس۔ (مشکوۃ شریف ص۱۸۲)

کیا تجھے ان آیات کا علم نہیں جو آج رات نازل ہوئیں جن کا مثل ہرگز نہ دیکھا گیا۔ وہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔

ان احادیث سے ان پانچوں سورتوں کے ثواب کی کثرت ثابت ہوئی اور کثرت ثواب والی سورتوں کے ایصال ثواب (ص۵۳) میں پڑھنے کی خود حضور اکرم ﷺ نے ترغیب دی۔ چنانچہ سورۃ یٰسین کے متعلق حدیث شریف میں ہے جس کو ترمذی شریف ودارمی میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ اور بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بالفاظ مختلف مروی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا:

من قرأ یٰسن مرة فکانما قرأ القرآن عشرو ن مرات "

(جامع صغیر مصری ص۱۶۳۔۲۷۰۔ ومشکوۃ ص۱۸۷، ج۲)

جس نے سورۃ یٰسین کو ایک مرتبہ پڑھا تو گویا اس نے قرآن کو دس مرتبہ پڑھا۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من قرأ یس ابتغاء وجه الله غفر له ماتقدم من ذنبه فاقرؤ ها عند مو تکم "

(اجامع صغیر لعلامۃ السیوطی مصری ص۱۶۳۔۲۷۰ر)

جس نے سورہ یٰس کو اللہ کی خوشنودی کے لئے پڑھا تو اس کے پہلے گناہوں کی مغفرت کردی جائیگی۔ پس سورۃ یٰس اپنے مردوں کے نزدیک پڑھا کرو۔

ان ہردو احادیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ سورۃ یٰس کا ثواب دس قرآن کا ثواب ہے اور اس کا پڑھنا پہلے گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ تو حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ نے اس کو اموات کے پاس پڑھنے کا حکم دیا۔ یعنی اس کے کثرت ثواب کی وجہ سے اس کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا انہیں زیادہ مفید ہے۔ تو اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہر وہ سورت جس کا ثواب زائد ہو اس کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے زیادہ مفید ہے۔ تو یہ پانچ سورتیں بھی وہ ہیں جن میں زیادہ ثواب ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث سے ثابت ہو چکا تو ان کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا بھی زیادہ مفید ہے اور اسی حدیث سے مستفاد ہے بلکہ ان سورتوں کا اموات کے ایصال ثواب

میں پڑھنا بھی خود حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ دارقطنی اور رافعی اور ابومحمد سمرقندی نے حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل فرمائی۔

من مر علی المقابر وقرء قل هو الله احد احدی عشرة مرة ووهب اجرا للاموات اعطی من الاجر بعددا لاموات ۔ (شرح الصدور للعلامۃ السیوطی ص۱۳۰)

جو شخص قبرستان پر گزرے اور اس نے قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھی پھر اس کا اجر مردوں کو ہبہ کیا تو وہ بمقدار عدد اموات کے اجر عطا کیا جائے گا۔

ابو القاسم سعد بن علی زنجانی نے اپنے فوائد میں تخریج کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ من دخل المقابر ثم قرء فاتحة الکتاب قل هو الله احد والهاکم التکاثر ثم قال اللهم انی قد جعلت ثواب ما قرأت من کلامك لاهل المقابر من المومنین والمومنات کانوا شفعاء له الی الله تعالی "

(شرح الصدور بشرح حال الموتے والقبور مصری ص۱۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ شریف اور سورہ تکاثر پڑھے پھر کہے اے اللہ میں نے تیرے کلام سے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب اہل قبرستان کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھیجا۔ تو وہ مردے اس کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے شفاعت کرنے والے ثابت ہوں گے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے احیاء العلوم میں حضرت امام احمد بن حنبل سے روایت نقل فرمائی:

اذا دخلتم المقابر فاقرؤا بفاتحة الکتاب والمعوذتین وقل هو الله احد واجعلوا لذلك لاهل المقابر فانه یصل الیهم ۔ (شرح الصدور مصری ص۱۳۰)

جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ فلق وسورۃ الناس اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرو اور اس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچاؤ کہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔

ان احادیث سے نہایت واضح طور پر سورۃ فاتحہ اور اخلاص ومعوذتین کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا خود حضور اکرم ﷺ ہی کے قول سے ثابت ہوگیا اور فاتحہ میں ان سورتوں کو پڑھا جاتا ہے۔ لھذا فاتحہ کی ان سورتوں کا پڑھنا حضور اکرم ﷺ ہی کی حدیث سے ثابت ہوگیا۔ اب وہابیہ کا اس کو

بدعت کہنا اوران کے پڑھنے کو منع کرنا یا سنت کو بدعت قرار دینا اور حدیث شریف کی مخالفت کرنا اور لوگوں کو حدیث شریف پر عمل کرنے سے روکنا ہے۔ اب باقی رہا سائل کا اس کے متعلق حضور سید عالم ﷺ کے فعل کو دریافت کرنا یا تو اس لئے ہے کہ وہ قولی احادیث کا منکر ہے انکو قابل عمل نہیں جانتا۔ تو یہ اس کی بد دینی کا ثبوت ہے۔ یا اس لئے کہ وہ فعلی احادیث کو قولی احادیث پر ترجیح دیتا ہے، تو یہ اس کی جہالت کی روشن دلیل ہے۔ بلکہ اسکا دجل وفریب اس امر میں یہ ہے کہ اس کے پاس فاتحہ کے عدم جواز اور اس میں ان سورتوں کے نہ پڑھنے پر کوئی ایک بھی حدیث موجود نہیں ہے تو وہ فعل کا مطالبہ کر کے عدم فعل کو حقیقۃً دلیل بنانا چاہتا ہے اور عدم دلائل شرع میں سے کوئی دلیل نہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔

(مواہب لدنیہ ص۱۶۶ ج۲)

کسی چیز کا کرنا تو جواز پر دلالت کرتا ہے اور نہ کرنا ممانعت پر دلالت نہیں کرتا۔

تو محض عدم فعل سے کسی چیز کا ناجائز و بدعت سیئہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ الحاصل ہم نے تو فاتحہ کی سورتوں کو حدیث شریف ہی سے ثابت کر دیا۔ اب اگر مخالف میں کچھ حوصلہ ہے تو ان احادیث کا رد کر کے اپنے دعوے کے اثبات میں دلائل شرع پیش کرے ورنہ اپنے مذہب باطل سے توبہ کرے۔ مولی تعالی ان کو قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

۱۵؍جمادی الاخری ۱۳۷۱ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

گجرات کے مسلمان بیوہ عورت کا نکاح کرنے میں بہت گناہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پیروں نے ہمکو اجازت نہیں دیا ہے اور نہ ہمارے پیر کرتے ہیں خواہ عورت کم عمر کی ہو یا زیادہ لیکن دوسرا نکاح کرنا ہمارے یہاں پر عیب ہے۔ اللہ رحم فرما کر مفصل جواب عنایت ہو۔ اس پر آپ کی مہر ہونا بہت ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اہل ہنود کی رسم کی بنا پر مسلمانوں کا بیوہ عورت کا نکاح نہ کرنا نہایت مذموم ہے کہ شرعاً بیوہ کا نکاح حلال ہے۔ قرآن کریم میں ہے اللہ تعالی فرماتا ہے: ''احل لکم ماوراء ذلکم'' یعنی محرمات کے سوا جو اور عورتیں ہیں وہ تم پر حلال ہیں) تو جب بیوہ محرمات میں سے نہیں ہے تو اس سے نکاح یقیناً حلال ہوا۔ اور بیوہ کے نکاح کو گناہ سمجھنا گویا شریعت کا مقابلہ کرنا اور قرآن کی مخالفت کرنا اور خدا کے حلال کئے ہوئے کو حرام قرار دینا ہے۔

اللہ تعالی اس کی بھی ممانعت فرماتا ہے:

''یاایھا الذین امنوا لاتحرموا طیبات مااحل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین''

(سورۃ المائدہ ج۷ ع۱۲)

اے ایمان والو! حرام نہ فرماؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ بیوہ کا نکاح جسے شریعت نے حلال ٹھہرایا ہے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کو حرام وگناہ سمجھے یا عیب جانے کہ اللہ تعالی جس کی اجازت دے اور اسے عیب نہ قرار دے تو جہان میں کسی کو طاقت ہے کہ اس کو منع کرلے یا اس کو عیب ٹھہرائے اور خدا کی اطاعت کے مقابل اپنی اطاعت کا حکم دے۔ پیر کی ایسی اطاعت جو اطاعت خدا کے خلاف ہو شریعت کی رو سے خود ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے جو بخاری شریف ومسلم شریف وابوداؤد ونسائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:'' لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف''

(جامع صغیر ص۱۹۳ ج۲)

اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت تو نیکی ہی میں ہے۔

حضرت امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عمران رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:'' لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق''

(جامع صغیر للسیوطی مصری ص ۱۹۳ ج ۲)

خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔

حضرت امام احمد نے اپنے مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالی سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا

"لا طاعة لمن لم يطع الله" (جامع صغیر مصری ص ۱۹۲ ج ۲)

جس شخص نے اللہ کی اطاعت نہیں کی تو اس کی اطاعت بھی نہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالی کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کہ مخلوق کی اطاعت صرف نیکیوں میں ہوتی ہے نہ کہ گناہ میں۔ اور اس شخص کی کب اطاعت ہے جو خود اللہ تعالی کی اطاعت نہیں کرتا ہے۔ اور ایسے پیر جو خدا کے دیے ہوئے فعل کو نہ خود کریں اور نہ مریدوں کو اس کی اجازت دیں تو جب وہ خود ہی اطاعت الٰہی نہیں کرتے تو مریدوں کو اطاعت الٰہی کی طرف کیا دعوت دیں گے۔ لہذا ایسے پیر خود قابل اصلاح ہیں ان کا سند بنا کر کسی گناہ کو کرنا خدا کے مواخذہ سے نہیں بچا سکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح بیوگان کو عیب و عار سمجھنا رسم ہنود ہے۔ وہاں کے سر برآوردہ اور ذمہ دار حضرات پر لازم ہے کہ وہ اس رسم کو میٹ دیں۔ اور اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ اور پیروں کو بھی چاہئے کہ اس رسم کفار کو مٹنے میں امکانی سعی کریں۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۷۱ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۵-۷۶-۷۷-۷۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) زید کہتا ہے کہ مطلقاً داڑھی کا رکھنا واجب ہے۔ مگر یکمشت داڑھی کے وجوب کا ثبوت کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یک مشت سے کم کرانے والوں کو فاسق کہنا زیادتی ہے۔

(۲) بعض صحابہ کرام کے حلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی داڑھی یکمشت یا اس سے زیادہ تھیں۔ مگر یہ یکمشت داڑھی کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتی۔

(۳) فقہا نے شائد یکمشت داڑھی کو واجب قرار دیا ہو، مگر یہ انکا استنباط ہے اور استنباطی مسائل کو وجوب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے لئے واضح احکام کی ضرورت ہے۔

(۴) نیز ایمہ اربعہ اور اعلیٰ حضرت نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ یکمشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث میں مطلقا داڑھی بڑھانے کا حکم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بس عرف میں جس کو داڑھی رکھنا قرار دیا جائے اتنی رکھ لینی کافی ہے۔ شارع نے جب خود ہی داڑھی کی تعین نہیں کی تو اس امر کی دلیل ہے کہ منشاء شارع یہ ہے کہ لوگ اپنے حالات اور صورتوں کے مطابق داڑھی رکھیں، مگر یکمشت داڑھی کو وجوب کہنا یہ غلط ہے۔

(۵) وہ یہ بھی کہتا ہے کہ داڑھی مطلقا رکھنا تو واجب ہے اور یکمشت داڑھی سنت انبیاء کرام ہے مگر یہ سنت عادیہ ہے اور سنت عادیہ سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

براہ کرم اس کا جواب مدلل تحریر فرما کر جلد سے جلد بھیجنے کی کوشش کریں۔ انجمن حزب الاحناف، لاہور پاکستان۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) داڑھی کے یکمشت ہونے کے وجوب کا ثبوت کتابوں میں بصراحت موجود ہے، شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

وحلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وہنود وجوالقیان ست کہ ایشاں را قلندریہ گویند وگزاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آن را سنت گویند بمعنی طریقہ سلوک در دین است یا جہت آن کہ ثبوت آں بسنت ست چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند۔ (اشعۃ اللمعات۔ ج ۱ ص ۲۱۲)

داڑھی کا منڈانا حرام ہے، اور انگریزوں او ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے۔ جوالقی وہ ہیں جنہیں قلندری کہتے ہیں، اور داڑھی کا یکمشت رکھنا واجب ہے۔ اور اس کو جو سنت کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ دین میں یہ طریقہ جاری ہے یعنی سنت بمعنی طریقہ مسلوک کے ہیں یا اس لئے کہ اس کا ثبوت سنت یعنی حدیث شریف سے ہے جیسے کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں باوجود کہ نماز عید واجب ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ داڑھی کا یکمشت رکھنا واجب ہے تو جو داڑھی کو یکمشت سے کم رکھے وہ تارک واجب ہے۔ اور تارک واجب فاسق ہوتا ہے، لہذا داڑھی کو یکمشت سے کم رکھنے والا فاسق قرار پایا۔ تو جو اسے فاسق کہنے کو زیادتی قرار دے تو وہ خود اپنے لئے زیادتی کرتا ہے۔ کہ دین میں اپنی رائے کا دخل دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے فقیہ النفس وجلیل القدر صحابی کا فعل بخاری شریف میں بروایت حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے

كان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه۔

حضرت ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی پر مشت رکھ لیتے اور جو بال زائد ہوتے ان کو کاٹ لیتے۔

کتاب الآثار ومسانید امام اعظم میں حضرت ہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ان ابن عمر كان يقبض على لحية ثم قص ما تحت القبضة۔ (جلد۲،ص۳۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر مشت رکھتے تھے پھر مشت سے نیچے جتنی ہوتی تراش دیتے۔

اسی فعل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داڑھی کے یکمشت ہونے پر استدلال کیا۔ چنانچہ عالمگیری میں محیط وملتقی سے ناقل۔

والقصر سنة فيها وهو ان يقص الرجل لحيته فان زاد منها على قبضته قصه كذا ذكره محمد في كتاب الآثار عن ابي حنيفة قال وبه ناخذ كذا في محيط السرخسي والملتقط۔ (عالمگیری، ج۴، ص۱۱۳)

اور داڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو یکمشت سے زیادہ ہو جائے تو اس کو قطع کردے۔ اسی طرح امام اعظم سے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کی اور فرمایا ہم اسی قول کو اخذ کرتے ہیں، اور ایسے ہی محیط وملتقی میں ہے۔

پھر یہ اوپر کی تصریح سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ یکمشت داڑھی رکھنے کو سنت کہہ دینا یا تو معنی طریقہ مسلوک ہے یا اس لئے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے تو اب یہ نتیجہ صاف نکل آیا کہ فعل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما داڑھی کے یکمشت ہونے کے وجوب کی دلیل ہے۔ لہذا اب ان ائمہ کے استدلال کے مقابل اس زید کے استدلال کو کون پوچھتا ہے اور اس کے انکار کی کیا وقعت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) فقہائے کرام نے داڑھی کے یکمشت ہونے کو واجب قرار دیا ہے جس کو وہ سنت بمعنی طریقہ مسلوک کے بایں معنی کہ وہ ثابت بالسنۃ ہے تعبیر کردیتے ہیں، اور انکا یہ قول استنباطی نہیں ہے بلکہ

بذریعہ روایت کے ہے۔

چنانچہ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اسکی تصریح کرتے ہیں۔ اما اللحية فذكره محمد في الآثار عن الامام ان السنة ان يقطع ما زاد على قبضة يده وقال وبه ناخذ كذا في محيط السرخسي وكذا ياخذ من عرضه ما طال وخرج عن السمت لتقرب من التدوير من جميع الجوانب لان الاعتدال محبوب والطول المفرط قد يشوه الخلقة ويطلق السنة المغتابين واخرج الطبراني عن عمرانه اخذ من لحبة رجل ما زاده على القبضة ثم قال له يترك احدكم نفسه حتى يكون كانه سبع من السباع (طحطاوی۔ص۳۰۵)

علامہ شامی ردالمحتار میں محیط وطحطاوی سے ناقل۔ والسنة فيها القبضة وهو ان يقبض الرجل لحيته فمازاد منها على قبضة قطعه وكذا ذكر محمد في كتاب الآثار من الامام قال وبه ناخذ محيط۔

(فائدہ) روى الطبراني عن ابن عباس رفعه۔ من سعادة المرء خفة لحيته۔
(ردالمحتار۔ج۵۔ص۲۶۹)

ان عبارات فقہاء سے ثابت ہو گیا کہ داڑھی کا یکمشت ہونا محض استنباط سے نہیں ہے بلکہ روایت سے ثابت ہے۔ تو اب زید کا دعوی استنباط غلط و باطل قرار پایا۔ علاوہ بریں زید کا یہ کہنا کہ استنباطی مسائل کو وجوب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ محض ایک دعوی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ اور زید جو اس کی کوئی دلیل پیش نہ کرسکا تو اس کا فقہا کرام کے مقابل ایسی جرات کرنا سخت بے ادبی ہے۔ مولی تعالی اسکو عقل وفہم عطا فرمائے۔ اور قبول حق کی توفیق عنایت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) زید اگر حنفی اپنے آپ کو کہتا ہے تو اس کے لئے روایت حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ بہت کافی ہے۔ اور اس میں داڑھی کا یکمشت ہونا مذکور ہے۔ اور ائمہ کا فروعی مسائل میں سوال ہی بے فائدہ ہے۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مطلوبہ فتوی احکام شریعت حصہ دوم کے ص۳۹ پر ہے کہ شرعی داڑھی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ داڑھی جب یکمشت سے کم ہوگی تو وہ داڑھی غیر شرعی ہوگی۔ تو اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی شرعی داڑھی کا یکمشت ہونا ضروری ہے۔ تو زید نے انکے متعلق بھی غلط بات لکھی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر زید کی دلیری یہ ہے کہ وہ احادیث کا غلط مطلب محض اپنی رائے ناقص سے بیان کرتا ہے۔ اور دین میں فقط اپنی عقل سے دخل دیتا ہے۔ اور مزید

جرأت یہ ہے کہ اس غلط مفہوم کی نسبت حضرت شارع علیہ السلام کے طرف کر کے خود ہی مستوجب لعنت بنا ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

من کذب علی متعمدا فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل رواه الحاکم فی المدخل ۔ (موضوعات کبیر۔ص۶)

اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ امت نے ان احادیث سے داڑھی کے یکمشت ہونے کا وجوب سمجھ کر جو عمل کیا یہ زید سب احادیث سے ان کو جاہل جانتا ہے، اور ان کی تحقیق کو غلط ٹھہرا کر اپنی جہالت و سفاہت اور گمراہی وضلالت کو اچھالتا ہے۔ اور اپنے آپکو مجتہد و محدث اعظم ظاہر کرنے کی ناپاک سعی کرتا ہے۔ مولی تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) اگر بقول زید مطلقا داڑھی رکھنا واجب ہوتا تو واجب کا مقابل مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا داڑھی کا قطع کرنا مکروہ تحریمی ہوتا باوجود کہ فقہا کرم اس کے حرام ہونے کی تصریح کرتے ہیں، درمختار میں ہے۔ یحرم علی الرجل قطع لحیته یعنی آدمی پر داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے، تو زید کا یہ قول بھی تصریحات فقہ کے خلاف ہوا۔

اب باقی رہا اس کا یہ دعوی کہ یکشمت داڑھی رکھنا سنت عادیہ ہے تو معلوم ہوا کہ زید نے فقط سنت عادیہ کہیں سے سن لیا ہے، اور اس کے مفہوم اور حکم سے بالکل ناواقف ہیں، اور اگر کچھ بھی واقف ہوتا تو یہ سمجھتا کہ سنت عادیہ مثل مستحب کے ہوتی ہے تو اس بنا پر یکمشت داڑھی کا رکھنا مستحب قرار پاتا ہے۔ باوجودیکہ اوپر گزرا کہ خود حضرت امام اعظم کی روایت میں اس کو سنت بمعنی واجب کے ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز اس کا تارک مستحق عقاب اور فاسق نہ ہوتا باوجودیکہ اس کا تارک مستحق عقاب اور فاسق ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ جواب اول سے ظاہر ہوگیا کہ وہ اس لئے فاسق ہے کہ تارک واجب ہے۔

بالجملہ زید کے دلائل غلط، ان کے مبنے بے اصل اور اس کے احکام خود ساختہ، طریقہ استدلال بے قاعدہ ہے۔ اور مزید براں اس کی یہ ناپاک جرأت کہ اس نے ادھر تو فقہا کے احکام کو غلط قرار دیا، محدثین کو مطالب احادیث سے ناواقف ٹھہرایا اور عمل امت کو غلط کہا۔ خود شارع علیہ السلام پر افتراء کیا۔ ادھر اپنے آپ کو مجتہد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اپنے آپ کو خود شارع قرار دینے کی سعی کی۔ لہذا زید پر توبہ لازم وضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کلمات کفر میں سے ہیں ندا کرنا اموات غائبان کو بگمان اس کے کہ وہ ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہیں یا مثل یا رسول اللہ یا عبد القادر یا اور اس کے مانند اور الفاظ، فرمایا جاوے کہ زید اس عقیدہ کے بموجب کافر ہے یا مسلمان یا گنا ہگار؟ اور اگر کافر یا گنا ہگار ہے تو کس دلائل سے ہے۔ بدلائل جواب مرحمت فرمائیں۔ اور یہ فرمایا جاوے کہ زید حنفی اہل سنت رہا کہ نہیں، یا خارج اہل سنت والجماعت ہو گیا۔ ان ہر چہار سوالوں کا جواب بدلائل مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

اگر کسی غیر خدا کو پکارنا یا ندا کرنا بقول زید کفر ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہرگز ہرگز ندا نہ کرتا نہ پکارتا، قرآن کریم میں ہے:۔

و نادینه ان یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا ۔

ہم نے ندا کی اے ابراہیم بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

فلما اتاها نودی یموسی، انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی۔

پھر جب موسی آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنی جوتی اتار ڈال۔ بیشک تو پاک جنگل میں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ مردوں کو محشر کے لئے قبروں سے ہرگز نہ پکارتا۔ قرآن کریم میں ہیں۔

ثم اذا دعاکم دعوة من الارض اذا انتم تخرجون۔

پھر جب اللہ تمہیں قبروں سے پکارے گا جب ہی تم ان سے نکل پڑو گے۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم الٰہی چار پرندوں کو۔ انہیں ذبح کر کے ان کے پر اکھاڑے اور ان کے گوشت وغیرہ کا قیمہ کیا اور ان چاروں کے اجزاء کو ملا کر مجموعہ کے چار حصے کئے اور ہر حصہ کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور ان کے سر اپنے پاس رکھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان چاروں مردہ جانوروں کے پکارنے کا اس طرح حکم دیا،

قرآن کریم میں ہے:ثم ادعھن یاتینک سعیا۔(البقرہ)

پھرانہیں پکاروہ تیرے پاس پاؤں سے اڑتے چلے آئیں گے۔

ان آیات سے ثابت ہوگیا کہ اگرکسی غیرخدا کو پکارنا اورندا کرنا بقول زید کفر ہوتا تو اللہ تعالی نہ تو مردہ جانوروں کو پکارنے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کوحکم دیتا، نہ خود اللہ تعالی محشر کے لئے مردوں کو قبروں سے پکارتا۔ نہ خدا حضرت موسی علیہ السلام سے طور میں یا موسی کہہ کر ندا فرماتا۔ نہ خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یاابراہم کہہ کرندا کرتا۔ کہ اللہ تعالی نہ تو کفر کا حکم دے سکتا ہے نہ خود کفر کرسکتا ہے۔

قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیات ہیں جن میں غیرخدا کوندا کی گئی، جیسے یارسول اللہ، یاایھا النبی، یا آدم، یاموسی، یایحیی، یامریم، یاعیسی، یابنی آدم، یااہل الکتاب، یاایھا الکافرون۔تو زید کے نزدیک ان آیات کا پڑھنے والابھی کافر ہوجائے گا۔کہ وہ غیر خدا کوندا کرتا ہے۔تو زید کے نزدیک ہر نمازی کافر ہے، بلکہ زید کے فتوی کفر سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جیسے جلیل القدر صحابی بھی کافرقرار پاتے ہیں، قاضی عیاض شفاشریف میں روایت کرتے ہیں،

ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزول عنک فصاح یا محمداہ فانتشرت۔(شفاشریف۔ج۲۔ص۴۱)

بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سوگیا تو کسی نے کہا کہ آپ اپنے سب سے پیارے کا نام ذکر کیجئے یہ بات دور ہوجائے گی۔انہوں نے یامحمد کانعرہ بلند کیا تو وہ پاؤں اچھا ہوگیا۔

زید کے حکم کفر سے حدیث بھی نہیں بچ سکتی ہے،۔چنانچہ حصن حصین اور اس کے ترجمہ وشرح جلیل میں یہ حدیث ہے۔

و ان ارا دعو نا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔

(حصن حصین)

اور جو چاہے مدد یعنی اللہ تعالی کی جانب سے کسی اور میں پس چاہے کہ کہے اے بندو خدا کے لئے مدد کرو، اے بندو خدا کے لئے مدد کرو میری۔ نقل کی یہ طبرانی نے۔

تو زید کے نزدیک اس حدیث میں کفر کی تعلیم ہے کہ اس میں۔اولیا رجال الغیب سے استمداد بھی ہے، ان کو ندا کرنا اور پکارنا بھی ہے۔اور جن کی حدیث ہے وہ کافر بھی ہوئے، بلکہ زید کے حکم سے فقہا کرام بھی نہیں بچ سکتے۔

صاحب درمختار کے استاد حضرت علامہ خیرالدین رملی کے فتاوی خیریہ میں ہے:

ماقولھم یا شیخ عبد القادر فھو نداء و اذا اضیف الیہ شیئ للہ فھو طلب شیئ اکراما للہ فما الموجب لحرمتہ۔ (فتاوی خیریہ، ج۳۔ص۱۸۲)

لیکن انکا قول یاشیخ عبدالقادر تو یہ ندا ہے، اور جب اس کے ساتھ شیئا للہ اضافہ کردیا جائے تو یہ اللہ کے لئے ہے، بطور اکرام شی کا طلب کرنا ہے اور اس قول کے حرام ہونے کا کیا سبب ہے۔(یعنی شیخ عبدالقادر کی ندا حرام نہیں)

تو یہ زید حضرت علامہ خیرالدین پر بھی حکم کفر لگائے کہ وہ یا شیخ عبدالقادر کی ندا کوحرام کہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں حضرت شیخ ابوالعباس احمد زروق علیہ الرحمہ کا یہ شعر کہا۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ۔ اذا ما سطا جو ر الزمان بنکبۃ

میں اپنے مرید کا اس کی پراگندہ گیوں میں جامع ہوں۔جبکہ زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

و ان کنت فی ضیق و کرب و حشمۃ۔۔ فناد بیازروق آت بسرعۃ

اگر تو تنگی وسختی ووحشت میں ہو۔،تو یازروق کہہ کر پکار میں جلدآؤں گا،

اب زید کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب پر بھی حکم کفر لگانا ضروری ہے بلکہ زید اپنے پیشوا بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی پر بھی فتوی کفر لگائے۔کہ وہ اپنے قصائد قاسمیہ ص۶ و ۸ میں لکھتے ہیں:

جوانبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے — کریں ہیں امتی ہونے کا یانبی اقرار

کروروں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام — کریگا یانبی اللہ کیا یہ میری پکار

مددکراے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

بالجملہ ان آیات واحادیث واقوال فقہا وعلماء سے ثابت ہوگیا کہ غیرخدا کی ندا کرنا اور ان کو پکارنا اور ان کو مثلا یارسول اللہ ویاعبدالقادر وغیرہ الفاظ سے ندا کرنا جائز ہے وہ ایک صحیح العقیدہ حنفی المذہب سنی مسلمان کے لئے کافی بلکہ نہایت وافی ہے۔اور جو وہابی منصف مزاج، راست گو طالب حق ہو اس کے لئے جب غیرخدا کی ندا کا جواز قرآن کریم سے ثابت ہو، حدیث شریف سے ثابت ہو، فعل صحابی سے

ثابت ہو، فقہ کی کتاب سے ثابت ہو، اقوال سلف وخلف سے ثابت ہو، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے قول سے ثابت ہو، خود امام الوہابیہ نانوتوی کے اقوال سے ثابت ہو، وہ یقیناً حق وقابل قبول ہے، اور وہ عقلا وانصافا کسی طرح انکار کے لائق نہیں۔

اب باقی رہا مردوں کو ندا کرنا تو اسکا جواب یہ ہے کہ غیر خدا جس طرح مردہ ہے اسی طرح زندہ بھی ہے تو اگر مردوں کو ندا کرنا کفر ہے تو زندوں کو ندا کرنا بھی ضرور کفر ہے۔ پھر حاضر وغائب کا فرق بھی عجیب جہالت ہے۔ کہ غیر خدا غائب کی ندا کرنا اگر کفر ہے تو حاضر کی ندا کرنا بھی کفر ہے کہ غیر خدا ہونے میں غائب وحاضر سب برابر ہیں۔

اب باقی رہا غیر خدا کا حاضر وناظر ہونا، تو حاضر وناظر اسمائے الٰہیہ میں سے نہیں اور نہ یہ اپنے معانی کی بنا پر صفات الٰہیہ میں داخل ہونیکی صلاحیت رکھتے ہیں، حاضر کے معنی فقہ کے مشہور ومعتبر لغت المغرب میں ہیں:

الحاضر و الحاضرة الذين حضروا الدار، (وايضا) حضر المكان۔

(مغرب، ج ۲۔ ص ۱۲۷)

حاضر اور حاضرہ وہ لوگ ہیں جو گھر میں حاضر ہوں، اور جو مکان میں حاضر ہوں۔

اسی طرح نظر بمعنی تقلیب الحدقہ کے بھی مستعمل ہے جیسے کہ شرح مواقف میں بحث رویت میں ہے۔ تو اس بنا پر ناظر کے معنی آنکھ کے ڈھیلے کا پھیرنے والا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ مکان اور جگہ میں حاضر ہونے اور آنکھ کا ڈھیلا پھیر کر دیکھنے سے پاک اور منزہ ہے۔ اس لئے کہ مکان اور جگہ میں حاضر ہونا اور آنکھ سے ڈھیلا پھیر کر دیکھنا اجسام کے ساتھ خاص ہے، اور اللہ تعالیٰ جسم اور اجزاء جسم اور عوارض جسم سب سے پاک ہے اور منزہ ہے۔ یہ اسلام کا زبردست اور روشن عقیدہ ہے جس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں، تو یہ حاضر وناظر ان معانی کے اعتبار سے مخلوق ہی کی صفت ہوسکتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر وناظر مانے وہ عقائد اسلام سے جاہل ہے اور صفات الٰہیہ سے ناواقف ہے۔ فتاوے عالمگیری میں ہے:

يكفر باثبات المكان لله تعالىٰ فلو قال از خدا هيچ مكان خالى نيست يكفر۔

(عالمگیری۔ ج ۲۔ ص ۲۸۰)

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے کافر ہو جائے گا۔ تو اگر کسی نے کہا کہ خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اس فقہ کی کتاب عالمگیری سے ثابت ہو گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جگہ ثابت کرے اور اس سے کسی جگہ کو خالی نہ مانے وہ کافر ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ ہر جگہ پر حاضر وناظر کس طرح ہوا۔ لہذا اللہ تعالیٰ پر حاضر وناظر کا اطلاق نہ کرنا چاہئے۔ اور بجائے ان کے شہید وبصیر اسکو کہنا چاہئے کہ یہ اسمائے الٰہیہ میں سے ہیں، اور اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہایت صاف طور پر اس کی تصریح فرماتے ہیں:

آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم و باقی ست و براعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت راو متوجہان آنحضرت رامربی ومفیض ست۔

(اخبار الاخیار۔ ص ۱۵۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز اور توہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں، اور حقیقت کے طلب کرنے والوں اور حضور کی طرف توجہ کرنیوالوں کے لئے مربی اور فیض رساں ہیں۔

اس عبارت سے حضرت شیخ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعمال امت پر حاضر وناظر لکھا۔ اور یہ حضرت شیخ کا قول نہیں ہے بلکہ خود حدیث شریف میں وارد ہے۔ جس کی علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں طبرانی سے تخریج کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله قد رفع لى الدنيا فانا انظر اليها و الى ماهو كائن فيها الى يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه۔

(مواہب۔ ج ۲ ص ۱۹۲)

بیشک اللہ نے میرے لئے دنیا کو بلند کیا تو میں اسکی طرف نظر کر رہا ہوں اور قیامت تک جو اس میں پیدا ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں، جیسے کہ اپنے اس ہتھیلی کی طرف نظر کرتا ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں اور امت زمین کے کس قدر مقامات اور جگہوں پر مقیم ہے تو حضور کا کس قدر مقامات اور جگہوں پر حاضر و

ناضر ہونا ثابت ہوا۔ پھر جب دنیا اور مافیہا پر حضور کی نظر ہے اور ساری دنیا مثل کف دست ہے تو اب حضور کے ہر جگہ پر حاضر و نظر ہونے کا وہی انکار کریگا جو اس حدیث کا منکر ہو اور خود حضور سے عناد رکھتا ہو۔

اسی طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد الله جمعا　　　كخردلة علی حكم انتصال

تو اس سے ثابت ہوگیا کہ تمام شہر حضور غوث پاک کی نظر میں مثل رائی کے دانے کے ہیں تو وہ ہر شہر کے تو حاضر و ناظر قراد پائے۔ الحاصل اب اس ناپاک زید کے حکم سے شاہ عبدالعزیز صاحب کافر، شیخ عبدالقادر صاحب کافر، علامہ خیرالدین رملی کافر، فقہا کرام کافر، صحابہ کرام کافر، خود حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر، خود اللہ تعالیٰ کافر، حتی کے خود اس کے پیشوا قاسم نانوتوی کافر،۔ اور قرآن کریم و حدیث شریف، و کتب فقہ و اقوال سلف و خلف سب میں کفر کی تعلیم ہے،۔ اور مسلمان کے نزدیک نہ یہ سب حضرات کافر ہوسکتے ہیں نہ ان دینی کتب میں کفر کی تعلیم ہوسکتی ہے۔ لہذا اس بے دین زید نے یا رسول اللہ، یا عبدالقادر، کا کلمات کفریہ ہونا محض اپنے دل سے گڑھا۔ فقط اپنی طبیعت سے ایجاد کیا، اپی رائے ناقص سے کہا تو یہ زید اپنے اس ناپاک عقیدہ اور علماء فقہا صحابہ کرام، خدا اور اس کے رسول کی تکفیر کی بنا پر بلاشک کافر مرتد بیدین گمراہ قرار پایا اور یقیناً خارج اہل سنت والجماعت ٹھہرا، اور جو اس زید کے ناپاک عقیدہ کے باوجود اسکو مسلمان اور حنفی داخل اہل سنت و جماعت مانے اس پر بھی ان سب حضرات کی تکفیر کرنا لازم آتی ہے، مولی تعالیٰ ایسے بیدین زید اور اس کے اس باطل عقیدہ اور اس کے اس ناپاک حکم کفر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور اس زید کو بھی راہ حق کی ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۸﴾

باب الفرق الضالۃ

مسئلہ (۸۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
سنبھل میں ایک فرقہ ایسا ہوگیا ہے جو علانیہ کہتا ہے کہ جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ حتی کہ اللہ تعالیٰ ہم کسی بے دیکھی چیز کو نہیں مانتے اور کہتا ہے کہ ہر شی اللہ ہے، ہم خود اللہ ہیں، تو نماز کس کے لئے پڑھیں، اور پہلے یہ لوگ نماز پڑھتے تھے اور اب چھوڑ دی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مجھکو اپنی بیوی سے جماع کرنے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ لذت آتی ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ مسجدیں قتل گاہ ہیں اور علماء قاتل ہیں، اور یہ بھی کہتا ہے کہ ہم ہر شی کو سجدہ کرنے کے لئے تیار ہیں بت بھی اللہ ہیں ہم ان کو بھی سجدہ کرتے ہیں، یہ کہہ کر مرے قدموں پہ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا بمشکل روکا، اور وہ رسول اللہ نہیں کہتے، بلکہ رسول۔ اللہ کہتے ہیں، یا یوں کہتے کہ اللہ کا رسول محمد ہے، اور کہتے ہیں کہ بیوی اللہ، میں اللہ، میرا باپ اللہ۔ سوال کیا تھا کہ یوں کہو، کہ رسول اللہ کا، یا یوں کہو کہ اللہ کا رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے، تو کہا کہ تم جانو میں نے کہا، تم نہیں جانتے تو خاموش ہوگیا، پھر کہا ہر چیز اللہ کی ہے، میں نے کہا اللہ کا ہے، تو کہا یہ تم کہو میں نے کہا تم بھی یہ ہی کہو، تو خاموش ہو رہا، آخر کار یوں کہا تو تم رسول کہتے ہو لطف میں اللہ، کہتے ہیں، اور مویشی کا دودھ پینا بھی حق العباد جانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم نے بھینس اسی وجہ سے فروخت کردی کسی کو تکلیف نہ دینی چاہئے، اسی وجہ سے انہوں نے قربانی بھی چھوڑ دی اور کہتے ہیں: کہ نیکی اور عبادت کرنے والے جنتی خدا کے دیدار سے محروم رہیں گے، ہم مجرموں کو ہی خدا کا دیدار اور حضور کی شفاعت ہوگی۔ اور کہتے ہیں: کہ تمہارا اللہ اور ہے، ہمارا اللہ اور ہے، اور کہتے ہیں ہم برا کسی کو نہیں کہتے، برا کہنا بھی بہت برا ہے، ہم سب کو ایک جانتے ہیں: یعنی اللہ۔ اور ڈھیلے سے استنجا کرنے کو منع کرتے ہیں، یہ خدا

کا نور ہے اس پر موتنا نہ چاہئے باجود یکہ زمین پر روزانہ بول و براز برابر کیا جاتا ہے، اور کہتے ہیں: کہ آدم علیہ السلام تو گندم کھانے سے جنت سے نکال دیا، لہذا گندم کھانا بھی جنت سے محروم ہونے کی دلیل ہے یہ لوگ جنت میں نہ جائیں گے، ہم گندم نہیں کھاتے، اور کہتے ہیں: منصور کو سولی دیدی تھی، ان کو قتل کیوں نہیں کرتے ہیں، ہمارے ضعف ایمان کی دلیل ہے، ہم قتل ہونے کو تیار ہیں، ناچ گانا رنڈی کا اس میں بخوشی جاتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی لے جاتے ہیں اور عبادت بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں: ہم اپنے اس عقیدہ میں اس قدر پختہ ہیں کہ اگر اللہ بھی کہے گا تو نہیں مانیں گے، ہم نے ان کے یہ اقوال وافعال جو دیکھے ہیں بغیر کم وکاست کے درج کئے ہیں، بظاہر حال علام الغیوب جانتا ہے، اور یہ ہر ایک سے بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ تم کیا سمجھو گے، جو تمہارے بڑے مولوی ہے سے دریافت کرو، اور کہتے ہیں: کوئی مولوی ہمارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا، اور فقیر بھی کوئی کامل ہوگا تو سمجھے گا۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس فرقہ کا ایسا عقیدہ وعمل ہو وہ داخل اسلام ہے یا خارج از اسلام؟ اور اہل اسلام کو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے اور ان کی دوکانوں سے گوشت وغیرہ لینا چاہئے یا نہیں؟۔

اس کا جواب مفصل ومدلل ہونا چاہئے کہ اہل اسلام مغالطہ اور دھوکے سے محفوظ رہیں، واجباً عرض کیا گیا۔

السائل محبوب زمیندار بقلم خود   یوم یکشنبہ ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

اگر واقعی کوئی ایسا فرقہ ہے اور ان کے ایسے خبیث اقوال ہیں تو اس کے کافر اور مرتد ہونے میں کسی کو کیا کلام ہوسکتا ہے، ضروریات دین سے کسی ایک چیز کا انکار کفر ہے۔

شرح شفاء شریف میں ہے: فان انکار ماعلم من الدین بالضرورۃ کفر اجماعا۔

یعنی اس چیز کا انکار جو ضروریات دین میں سے ہے بالاتفاق کفر ہے۔

اور اس فرقے نے تو ضروریات دین کی نہ فقط ایک چیز بلکہ بہت سی چیزوں کا انکار کیا لہذا یہ لوگ بلاشک یقیناً کافر ومرتد ہیں ان کے تمام وہی احکام ہیں جو مرتد کے ہیں یعنی ان سے ترک موالات کا حکم ہے ایسے شخصوں کے لئے۔

شرح فقہ اکبر میں فرمایا۔

ذہب بعض اہل الاباحۃ الی ان العبد اذا بلغ غایۃ المحبۃ وصفا قلبہ من الغفلۃ واختار

الایمان علی الکفر والکفر ان سقط عنہ الامر والنہی ولایدخلہ اللّٰہ النار بارتکاب الکبائر وذہب بعضہم الی انہ تسقط عنہ العبادات الظاہرۃ وتکون عبادتہ التفکر وتحسین الاخلاق الباطنۃ وہذا کفر وزندقۃ وضلالۃ وجہالۃ فقد قال حجۃ الاسلام ان قتل ہذا اولیٰ من مائۃ کافر۔

یعنی بعض اہل اباحت اس طرف گئے ہیں کہ بندہ جب انتہائے محبت پر پہنچ جاتا ہے اور غفلت سے اس کا قلب صاف ہوجاتا ہے اور کفر اور کفران پر ایمان کو اختیار کرلیتا ہے تو اس سے امر ونہی ساقط ہوجاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اس کو دوزخ میں داخل نہیں فرمائے گا اور بعض اس طرف گئے کہ ان سے ظاہر عبادات ساقط ہوجاتی ہیں، اور اس کی عبادت فکر کرنا اور اخلاق باطنہ کا سنوارنا ہوجاتی ہے یہ کفر اور زندقہ اور ضلالت وجہالت ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا قتل سو (۱۰۰) کافروں سے بہتر ہے۔

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں ''اصحاب اباحہ'' کی تعریف بیان فرماتے ہیں۔

اصحاب الاباحۃ وہم الملاحدۃ وفی نسخۃ الاباحیۃ وہم فرقۃ من غلاۃ المتصوفۃ وجہلتہم ویقال لہم المباحیۃ یدعون محبۃ اللّٰہ ولیس لہم من المحبۃ حبۃ یخالفون الشریعۃ ویزعمون ان العبد اذا بلغ فی الحب غایۃ المحبۃ یسقط عنہ التکلیف ویکون عبادتہ بعد ذالک التفکر وہولاء اشر الطوائف۔

یعنی اصحاب اباحت وہ ملحدین غالی اور جاہل صوفیوں کا فرقہ ہے جنہیں مباحیہ بھی کہا جاتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دعوے کیا کرتے ہیں اور انہیں دانہ برابر بھی محبت نہیں اور وہ شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ بندہ جب محبت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس سے شرعی تکلیف ساقط ہوجاتی ہے اور اس کی عبادت اس کے بعد صرف تفکر ہوجاتی ہے یہ لوگ تمام باطل فرقوں میں شریر ترین ہیں۔

اسی شرح شفا میں ہے۔

ومن الباطنیۃ طائفۃ ینسبون الی التصوف یتظاہرون بالاسلام وان لم یکونوا من المسلمین فی الاحکام، والفساد اللازم من ہولاء علی الدین الحنفی اکبر من الفساد اللازم علیہ من جمیع الکفار۔

یعنی باطنیہ میں سے ایک فرقہ ہے جو تصوف کی طرف منسوب ہے یہ اپنا اسلام ظاہر کرتے ہیں اگر چہ احکام میں مسلمان نہیں، اور ان سے دین حنفی پر جو فساد لازم آتا ہے وہ اس فساد سے زیادہ بڑا ہے جو تمام کفار سے لازم آتا ہے، اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

من تصوف ولم يتفقه فقد تذندق۔

یعنی جس نے تصوف سیکھا اور مسائل دینیہ کو نہ سیکھا زندیق ہوگیا۔

یہ جو کچھ معروض ہوا یہ ان صوفیوں کا ذکر ہے جو دین سے بے بہرہ اور مذہب سے بے خبر ہیں اور ضروریات دین سے نہ آشنا اور احکام شریعت سے ناواقف ہیں اور اپنی بے علمی کی وجہ سے ایسے کفریات شب وروز بکا کرتے ہیں، نہ وہ قدسی صفات مقربین بارگاہ مراد ہیں جن کے قلوب علوم وفنون ظاہرہ اور اسرار ورموز باطنہ کے مخزن ہیں جیسے امت کے مشہور اولیائے کرام ان کے نزدیک حرام تو بڑی چیز خلاف اولیٰ فعل کا ارتکاب کرنے والا شخص اسرار الٰہیہ کا ظرف نہیں رکھتا یہ مقدس گروہ شریعت کے تمام مسائل کا اتباع نہایت ضروری جانتا ہے۔ اس لئے بنظر اختصار چند اقوال حضرت غوث الثقلین غیاث الدارین مغیث الدین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش کردوں۔

حضرت امام اجل سیدی ابوالحسن نورالدین علی ابن جریر شطنوفی قدس سرہ بہجۃ الاسرار شریف میں خود حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

الولاية ظل النبوة والنبوة ظل الالوهية وكرامة الولى استقامة فعله على قانون قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

ولایت پرتو نبوۃ ہے اور نبوۃ پرتو الوہیۃ ہے، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔

اسی میں ہے۔

الشرع حكم تحقيق سيف سطوة قهره من خالفه وناداه واعتصمت بحبل حمايته وثيقات عرى الاسلام وعليه مدار امر الدين وباسبابه انيطت منازل الكونين۔

شرع وہ حکم ہے جس کے سطوت وقہر کی تلوار اپنے مخالف ومقابل کو مٹادیتی ہے، اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں، دونوں جہاں کے کام کا مدار حفظ شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی ڈوریں وابستہ ہیں۔

اسی میں ہے: الشريعة المطهرة المحمدية ثمرة شجرة الملة الاسلامية شمس اضاءت بنورها ظلمة الكون اتباع شرعه يعطى سعادة الدارين احذر ان تخرج من دائرته اياك ان تفارق اجماع اهله۔

شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت دین اسلام کا پھل ہے شریعت وہ آفتاب جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں شرع کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔

پھر اسی میں فرماتے ہیں: اقرب الطرق الى الله لزوم قانون العبدية والاستمساك بعروة الشريعة۔

اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

اور اسی میں فرماتے ہیں: تفقه ثم اعتزل من عبادته بغير علم كان مايفسده اكثر ممايصلحه خذمعك مصباح شرع ربك۔

فقہ حاصل کر! اس کے بعد خلوۃ نشیں ہو۔ جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ اپنے ساتھ شریعت الٰہیہ کی شمع لے لے۔

ان عبارات سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ اولیاء کرام شریعت کے اتباع کو کس قدر ضروری جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دونوں جہاں کی کامیابی اسی شریعت پر موقوف ہے اور دائرۂ شریعت سے باہر نکلنے والوں کو کتنی تاکید فرماتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ

زید اپنے کو پکا سنی حنفی عالم بتاتا ہے اور قادری سلسلہ میں لوگوں کو مرید بھی کرتا ہے اور اپنے کو محفل میلاد شریف وقیام وگیارہویں شریف وفاتحہ وغیرہ اعراس بزرگان دین واستمداد اولیاء کرام کا قائل بھی کہتا ہے لیکن مولوی اشرفعلی تھانوی مصنف حفظ الایمان کو اسکے اقوال کفریہ (یعنی حفظ الایمان کی اس

ناپاک عبارت سے جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی گئی ہے) میں مبتلا ہوتے ہوئے نیز حسام الحرمین میں اس پر کفر کا فتویٰ دیکھ کر بھی اشرفعلی تھانوی کو کافر نہیں جانتا بلکہ اپنے مریدوں کو ھدایت کرتا ہے کہ اشرفعلی کو کافر نہ کہا جاوے، و نیز اسی طرح مولوی قاسم نانوتوی و مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور دیگران کے ہم خیال و متبعین کی نسبت کہتا ہے کہ ان کو کافر ہرگز نہ کہا جاوے، تو آیا یہ لوگ جو سوال میں مذکور ہیں کافر ہیں یا مؤمن؟۔ اور زید کا یہ عقیدہ ان کے ساتھ کیسا ہے؟ یعنی اس عقیدے سے وہ کافر ہے یا مسلمان؟۔ اس کو امام بنانا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس سے مرید ہونا، اس کو سلام علیکم کرنا، اسکے ساتھ کھانا پینا، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا، اسکے ساتھ کسی سنی لڑکی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟۔ اگر اتفاقاً ایسے شخص کے ساتھ کسی سنی لڑکی کا عقد ہوجائے تو بدون طلاق لڑکی کا عقد ثانی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔ اور اسی طرح مرید کو بیعت توڑ دینا درست ہے یا نہیں؟۔ و نیز ایسے شخص کو زکوۃ دی جاوے تو ادا ہوگی یا نہیں؟۔ اور مولوی اشرف علی وغیرہ کے اقوال کفریہ سے مطلع ہونے کے لئے ان کی تصنیفات حفظ الایمان تحذیر الناس و براہین قاطعہ وغیرہ وغیرہ و نیز فتاوی حسام الحرمین کافی ہے یا نہیں؟۔ یا کسی دیگر اسناد کی ضرورت ہے؟۔ جواب مفصل مدلل مع مہر و دستخط کے عنایت ہو۔ بینوا توجروا

مرسلہ ابوالفیض حاجی محمد فیاض علی نقشبندی مجددی
مہتمم مدرسہ قدیریہ عالیہ اسلامیہ کبیر کلاں ضلع بلندشہر

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مولوی اشرفعلی تھانوی مصنف حفظ الایمان و مولوی قاسم نانوتوی مصنف تحذیر الناس و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصنف براہین قاطعہ کی وہ توہین آمیز عبارتیں جن پر حسام الحرمین شریف و صوارم الہندیہ میں تین سو اڑسٹھ (۳۶۸) حرمین شریفین ہند و سندھ۔ بنگال۔ پنجاب۔ مدراس۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات۔ دکن وغیرہ کے علماء کرام و مفتیان عظام و مشائخ اعلام نے متفقہ طور پر فتوی کفر دیا وہ بلا شک حق ہے ان عبارتوں میں واقعی حضور سید انبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین و گستاخی اور سب و شتم ہے اور ہر مسلمان کا خود ایمان کا مفتی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے والا آپ کی جناب میں صریح گستاخی و توہین کرنے والا قطعاً یقیناً جزماً کافر ہے، اس کے لئے عبارات کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن بہر اطمینان

خاطر چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ردالمحتار میں ہے: ان ساب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر قطعا۔
(ردالمحتار ج ا ص ۳۹۳)

نیز اسی میں ہے: من سب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ مایفعل بالمرتد۔
(شامی ص ۳۰۰)

شامی میں ہے: اجمع المسلمون ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر۔
(شامی ص ۲۹۹)

اور اسی طرح درر و فتاوی بزازیہ و شفا شریف وغیرہا کتب عقائد و فقہ میں مصرح ہے۔ زید اگر واقعی ان عبارات پر مطلع ہو کر ان عبارات کے قائلین کو کافر نہیں جانتا اور دوسروں کو ان کے کافر کہنے سے منع کرتا ہے تو خود کافر ہوجائے گا۔ کیونکہ یہ کفر کے ساتھ رضا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: الرضاء بالکفر کفر۔

یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔ اسی پر فتوی ہے اور اوپر شامی کی منقولہ عبارت گذری کہ جو گستاخ رسالت کے کفر و عذاب میں شک کرے کافر ہے، اور زید کی امامت و ذبیحہ نکاح وغیرہ کے احکام درمختار کی منقولہ عبارت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اب رہا فاتحہ، میلاد، استمداد اولیاء اور گیارہویں شریف کا کرنا یہ تمام باتیں اس کو اس جرم سے بری نہیں کرسکتیں، نہ لوگوں کو اس سے بیعت کرنا جائز نہ اس کو امام بنانا روا اور جو لوگ بیعت کر چکے ہیں ان کی بیعت اس کے رضا بالکفر کیوجہ سے قطع ہوگئی۔ فتاوی حسام الحرمین نہایت کافی و وافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۲)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زید اشرف علی صاحب تھانوی کا مرید ہے اور اس کے عقائد رکھتا ہے، بکر مسجد کا امام ہے لیکن مولوی اشرفعلی کے معتقدوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا ہے، اور کہتا ہے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی اور رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی اور قاسم نانوتوی کافر ہیں، انہوں نے شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں

میں ہرگز نماز نہ پڑھاؤں گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بکر حق پر ہے، یا بکر کو ان کی اقتداء یا جنازہ پڑھنا چاہئے؟ کیا ان پر یعنی اشرفعلی تھانوی وغیرہ پر جعلی فتوے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لئے ہیں۔

بینوا توجروا

زید دعوی کرتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی عبارتیں لکھ کر فتوی دھوکہ دے کر مولویوں سے لیا ہے۔

مرسلہ امام مسجد رانی کھیت ۱۶ اکتوبر از طرف عبدالحمید

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بکر کا قول بلاشبہ حق ہے، واقعی مذکورہ فی السوال اشخاص پر تین سو اڑسٹھ (۳۶۸) ہند سندھ، پنجاب بنگال، مدراس حیدرآباد، گجرات کاٹھیاواڑ وغیرہ مقامات کے علمائے کرام ومفتیان عظام ومشائخ اعلام نے متفقہ طور پر فتوی کفر دیا، وہ بلاشک حق وصواب ہے۔ زید جو دعوی کرتا ہے وہ کذب صریح ہے اور کھلا ہوا جھوٹ ہے، تمام مفتیوں نے ان مصنفین کی کتابوں کی پوری پوری عبارتیں خود دیکھ کر فتوی لکھا ہے، بکر کا یہ قول کہ میں اشرفعلی کے مرید اور معتقد کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا بالکل مطابق شرع ہے۔

حدیث شریف میں ایسے گمراہوں بے دینوں کے متعلق صاف حکم فرمادیا ہے:

ان مرضوا فلاتعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم۔ (مشکوۃ شریف ص۲۲)

یعنی اگر وہ بیمار ہو جائیں تو اے مسلمانو تم ان کی عیادت مت کرو اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہو۔

ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: لاتصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔

یعنی تم اے مسلمانو! گمراہوں کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز مت پڑھو۔

نیز اسی مضمون کی احادیث ابوداؤد وحاکم ابویعلی ابن ماجہ وغیرہ میں روایت کیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں: ولا یصلی علیھم۔

یعنی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

شرح شفا شریف میں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں۔

لاتحل لاحد منا اھل السنۃ مناکحتھم ولا تحل ذبائحھم ولاالصلوۃ علی میتھم لموتہ فی اعتقاد من یکفرھم علی الکفر۔

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کو ان گمراہوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کا کھانا اور ان کے مردوں پہ نماز جنازہ پڑھنا حلال نہیں۔ اس لئے کہ اس کی موت کفری عقیدہ پر ہوئی۔ (شرح شفا شریف مصری ج۲ ص۵۰۰)

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیٹی ہندہ کا عمرو سے نکاح کردیا سن صغیر میں اب وقت بلوغت کے انکار کرتی ہے عمرو کے نکاح سے بسبب اختلاف مذہب کے، کیونکہ عمرو کا مذہب شیعہ ہے۔ اب ہندہ کے والد کا انتقال ہوگیا ہے نکاح فسخ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین کی شان میں گستاخی کریں اگرچہ صرف اس قدر کہ انہیں امام وخلیفہ نہ مانے تو وہ کتب فقہ کی تصریحات اور ائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر کافر ہے۔

درمختار میں ہے: فی البحر عن الجوھرہ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابوا اللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف۔ (ردالمحتار ج۳ ص۳۰۲)

یعنی بحرالرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ امام صدر شہید سے منقول ہے جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہے یا ان پر طعن کرے وہ کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں اور اسی پر امام دبوسی وامام فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فتوی دیا اور یہی قول فتوی کے لئے مختار کیا اور اسی پر اشباہ میں جزم کیا اور شیخ الاسلام امام غزی تمرتاشی نے اسے برقرار رکھا، اور روافض زمانہ تو صرف تبرائی ہی نہیں بلکہ علی العموم منکرین ضروریات دین بھی ہیں۔ لہذا رافضی سے نکاح حرام بلکہ خالص زنا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی نے محرمات نکاح میں تصریح کی: ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فھو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة۔

(شامی ج۲ ص ۲۹۷)

یعنی اگر رافضی ایسا ہے کہ حضرت علی کے خدا ہونے یا جبریل کے وحی میں غلط کرے کا اعتقاد رکھتا ہے یا حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرتا ہے یا حضرت صدیقہ کو متہم کرتا ہے تو وہ ایسی قطعی باتیں جن کا دین سے ہونا ضروری ہے ان کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

حاصل جواب یہ ہے کہ اگر عمرو ایسا ہی رافضی ہے تو اس کا ہندہ مسلمہ سنیہ سے نکاح ہی نہیں منعقد ہوا کہ ایسے کافر کا مسلمہ سے شریعت میں نکاح ہی نہیں ہو سکتا اور وقت بلوغ خیار فسخ کا حق تو ابتداء صحت نکاح کو مستلزم ہے اور صورت مسئولہ میں ابتدا ہی سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
اہلسنت و جماعت مرد و عورت کا نکاح قادیانی، تبرائی، شیعہ، چکڑالوی، وہابی مقلد و غیر مقلد کے ساتھ صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے نکاح منعقد ہو چکے ہوں تو ان کا شرعا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ الصلوة والتسلیم۔

قادیانی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانا تو یہ بلا شک کافر و مرتد ہوا۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

قد اخبر اللہ فی کتابہ ورسولہ فی السنة المتواترة عنہ انہ لانبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذاب افاك دجال ضال ومضل۔

(مواہب شریف صفحہ ساٹھ مصری جلد دوم)

علامہ قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ودعوة النبوة بعد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔

(شرح فقہ اکبر مصری۔ ص ۱۵۰)

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوة او انہ یصعد الی السماء ویدخل الجنة ویاکل من ثمرتھا ویعانق الحور العین فھو لاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبر انہ خاتم النبیین لانبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافة للناس واجمعت الامة علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھوم المراد بہ دون تاویل ولاتخصیص فلاشك فی کفر ھذہ الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا۔

(شرح شفا لعلی القاری ص ۵۱۹)

ان عبارات سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بعد خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے دروغگو۔ مفتری دجال بے دین گمراہ گر بطور بالاجماع کافر ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے آیات کا انکار کرتا ہے۔ احادیث کی مخالفت کرتا ہے اجماع امت کا خلاف کرتا ہے تو اس کا کفر ایسا قطعی اجماعی ہوا جس میں شک اور شبہ کو راہ نہیں لہذا اب جو شخص اس کو مسیح موعود یا مہدی یا مجدد کہے یا اس کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان جانے یا کم از کم اس کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔

شفا شریف میں ہے: من شك فی کفرہ وعذابہ کفر۔

(شرح شفا ص ۳۹۴)

تو ایسا قادیانی بلا شک کافر ثابت ہوا۔

چکڑالوی۔ یہ اپنے آپ کو قرآن کریم کا متبع بتاتا ہے۔ اور اس کے سوا کسی چیز کو قابل اتباع نہیں مانتا۔ یہاں تک کہ اس کے نزدیک اتباع نبی فرض نہیں۔ احادیث نبویہ کی پیروی ضروری چیز نہیں اسی بنا پر وہ اپنے آپ کو اہل القرآن کہلاتا ہے اس فرقہ کے عقائد باطلہ۔ اقوال فاسدہ بکثرت ہیں لیکن ان کے کفر و ضلال کے سمجھنے کے لئے یہ ایک عقیدہ ہی بہت کافی ہے۔

چنانچہ علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

فمن لم یطعه فی شریعته ولم یرض برسالته فهو کافر۔

(شرح شفا شریف مصری ج۲ص۱۱)

جس نے شریعت پاک میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی اور آپ کی رسالت سے راضی نہ ہوا تو وہ کافر ہے۔

انہیں علامہ علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں خلاصہ سے نقل فرمایا:

من رد حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون ان کان متواترا کفر اقول هذا هو الصحیح الا اذا کان رد حدیث الاحاد من الاخبار علی وجه الاستخفاف والاستحقار والا نکار۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص۱۵۱)

جس نے کسی حدیث کا انکار کیا ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ کافر ہو گیا اور متاخرین نے فرمایا اگر حدیث متواتر کا انکار کیا کافر ہو گیا۔ میں کہتا ہوں یہی قول صحیح ہے ہاں جب احادیث میں سے خبر واحد کا انکار بطریقہ استخفاف اور استحقار ہو (تو کافر ہو جائے گا)

اور حضرت علامہ قاضی عیاض نے تو شفا شریف میں اس فرقہ چکڑالویہ کی تکفیر کا خاص جزیہ تحریر فرمادیا جو ان کے اقوال پر بھی مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں:

وکذلك تقطع تکفیر کل من کذب وانکر قاعدة من قواعد الشرع وما عرف یقینا بالنقل المتواتر من فعل الرسول وقطع الاجماع المتصل علیه کمن انکر وجوب الصلوات الخمس وتعداد رکعاتها وسجداتها ویقول انما اوجب الله علینا فی کتابه الصلوة علی الجملة وکونها خمسا وعلی هذه الصفات والشروط لااعلم بالیقین اذ لم یرد فیه فی القرآن نص جلی والخبر به عن الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خبر واحد۔

(شرح شفا مصری ص۵۲۲و۵۲۳)

اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کی قطعی طور پر تکفیر کرتے ہیں جس نے قواعد شرع سے کسی قاعدہ کی تکذیب کی اور اس فعل رسول کی جو بہ نقل متواتر بالیقین جانا گیا تکذیب کی اور اجماع قطعی متصل سے انکار کیا جیسے وہ شخص جس نے پانچ اوقات کی نمازوں کے وجوب اور نماز کی رکعات کی مقدار اور سجدوں کی تعداد سے انکار کیا اور یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں ہمارے اوپر بغیر تفصیل مجمل طور پر نماز فرض کی ہے۔ اور نماز کا پانچ اوقات میں وجوب اور اس کے لئے ارکان وشرائط کا ہونا مجھے

یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کے بارے میں قرآن مین کوئی نص جلی وارد نہیں ہوئی اور انکے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ خبر واحد ہے۔ (جو قطع یقین کا افادہ نہیں کرتی)

ان عبارات سے نہایت صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ فرقہ چکڑالویہ اپنے اس ناپاک عقیدہ کی بنا پر بھی کافر ومرتد ہے اور ان کے یہ اقوال بھی ہیں جن کو حضرت قاضی عیاض نے نقل کر کے حکم کفر صادر فرمایا۔ اب باقی رہا ان کا یہ دعوی کہ ہم قرآن کا اتباع کرتے ہیں بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

چنانچہ اسی مسئلہ میں دیکھئے۔ خود قرآن کریم جابجا فرما رہا ہے۔

آیت (۱) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله۔

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اسی لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

آیت (۲) ومن یطع الرسول فقد اطاع الله۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

آیت (۳) اطیعو الله والرسول لعلکم ترحمون۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

آیت (۴) ما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا۔

جو تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

آیت (۵) قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔

فرمادیجئے اگر تم لوگ اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

آیت (۶) لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔

تمہارے لئے رسول کی بہتر خصلت ہے (جس کی اتباع کی جائے)

آیت (۷) وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی۔

وہ رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ان آیات نے اہل اسلام کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع واطاعت کو فرض ضروری قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ ان کا اتباع قرآن کریم کا اتباع ہے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے ان کے اقوال (احادیث قولی) وحی الٰہی ہیں جن کا اتباع واجب ہے ان کے افعال (احادیث فعلی) کی

پیروی کرنا ضروری ہے۔ان کا حرکت وسکون لائق عمل ہے یہ صاحب امرونہی اور شارع ہیں یہ مضامین فقط انہیں سات آیات میں منحصر نہیں ہیں بلکہ قرآن عظیم میں ان مضامین کی صدہا آیات موجود ہیں لہذا اس فرقہ چکڑالویہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور احادیث کو ناقابل اتباع ٹھہرا کران جیسی صدہا آیات قرآنی کا صریح طور پر انکار کیا اور نہایت جرأت اور دلیری سے قران کریم کی تکذیب کی اور اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ قرآن کے ایک حرف کی تکذیب اور انکار کرنے والا کافر ہے چہ جائیکہ ایک آیت یا چند آیات کا انکار کرنا۔

چنانچہ حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں حضرت ابوعثمان حدادانطا کی سے ناقل ہیں۔

جمیع من ینتحل التوحید متفقون ان الجھد بحرف من التنزیل کفر۔

(شرح شفا شریف مصری ج۲ ص۵۵۲)

اور پھر قران کی کسی آیت بلکہ ایک حرف کی تکذیب وانکار سارے قران کریم کی تکذیب وانکار کو مستلزم ہے۔چنانچہ شفا شریف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے۔

من کفر بآیت من القرآن فقد کفر به کله۔

جس نے کسی ایک آیت کے ساتھ کفر وانکار کیا اس نے تمام قرآن کے ساتھ کفر کیا۔

اسی شفا شریف میں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے۔

من کفر بحرف منه کفربه کله۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فرقۂ چکڑالویہ کا بھی کافر ومرتد ہونا نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا اور ان کا اہل قرآن ہونے کا دعوی بھی اسی مختصر تحقیق سے باطل ہو گیا۔

تبرائی۔رافضی بھی کافر ومرتد ہیں ملاعلی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

سب الشیخین کفر۔ (شرح شفا ص۵۵۶)

یہی ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔

قد ذکر فی کتب الفتاوی ان سب الشیخین کفر و کذا انکارامامتهما کفر۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص۱۴۰)

اسی میں ہے:لو انکر احد خلافة الشیخین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما یکفر۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۴۸)

فتاوی بزازیہ میں فتاوی خلاصہ سے ناقل ہیں:ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین اویلعنهما فهو کافر۔

(شامی ج۳ ص۳۰۲)

لہذا تبرائی رافضی کتب معتمدہ فقہ حنفیہ کی تصریحات اور تمام ائمہ کی ترجیح وفتوی کی تصحیحات کی بنا پر بلاشک کافر ومرتد ہیں۔

وہابی مقلد۔ دیوبندی ان کے اکابر تھانوی وانبیٹھوی وگنگوہی ونانوتوی نے اپنی اپنی تصنیفات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخیاں کیں جن پر مفتیان عرب وعجم نے تصریحات کتب سے متفقہ طور پر فتوی کفر دیا، تو یہ چاروں تو باتفاق علماء اہلسنت یقیناً کافر ومرتد ہیں اب جو شخص ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد ان کو پیشوا یا عالم دین جانے یا ادنیٰ درجہ کا انہیں مسلمان کہے یا کم از کم ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہو جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے: اجمع المسلمون ان شاتمه کافر وحکمه القتل ومن شك فی عذابه و کفره کفر۔

(ردالمحتار ج۳ ص۲۹۹)

شرح فقہ اکبر میں ہے:الرضا بالکفر کفر سواء کان بکفر نفسه او بکفر غیره۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص۱۴۰)

وہابی غیر مقلد۔ یہ معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صدہا چیزوں میں نہ فقط ممنوع یا مکروہ بات پر بلکہ مباحات مستحبات پر جابجا حکم شرک لگا دیتے ہیں۔اور کم از کم تقلید ائمہ کو شرک کہتے اور گیارہ سو برس کے ائمہ دین۔فقہاء مجتہدین۔علمائے کاملین اولیائے عارفین اور تمام سلف وخلف کے مقلدین کو مشرک قرار دینا غیر مقلد کا مشہور ومعروف عقیدہ ہے اور جمہور فقہا نے متقدمین ومتاخرین کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے۔اور غیر مقلد تو اکثر امت کو مشرک کہتا ہے۔تو اس پر حکم کفر کیوں نہ ثابت ہوگا۔

حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وکذلك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة۔

(شرح لعلی القاری مصری ص۵۲۱)

غیر مقلد کتاب التوحید۔تقویۃ الایمان۔صراط مستقیم۔تنویر العینین۔اور بھوپالی۔بٹالوی۔امرتسری کی تصانیف کو حق وصحیح جانتا ہے اور ان میں جابجا جو مسلمانوں پر احکام شرک لگائے گئے ہیں۔

اور خدا اور رسول انبیاء کرام وملائکہ علیہم السلام کی اہانت کی گئی ہے ان کلمات واقوال کو کفر نہیں جانتا بلکہ اچھا جانتا ہے ان پر رضا ظاہر کرتا ہے۔ اور ان مصنفوں کو اور ان اکابر وہابیہ کو جن سے کفریات صادر ہوئے اور سب کو امام وپیشوا اور علماء مانتا ہے۔ انہیں کافر نہیں کہتا بلکہ مسلمان جانتا ہے تو باوجودیکہ مسلمانوں کا یہ اجماعی مسئلہ موجود ہے۔

کہ شفا شریف اور شرح شفا میں ہے:

(اجمع العلماء) ای علماء الاعصار فی جمیع الامصار (علی ان شاتم النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم والمتنقص لہ) کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللّٰہ تعالیٰ لہ فی الدارین (وحکمہ) فی الدنیا (عندالامۃ) ای جمیع الامۃ (القتل ومن شك فی کفرہ) فی الدنیا (وعذابہ) فی العقبی (کفر) ولحق بہ۔ (شرح شفا للعلی القاری ص۳۹۴)

لہذا غیر مقلد بھی گمراہ وبے دین کافر ثابت ہوا۔

بالجملہ جب قادیانی۔ تبرائی رافضی۔ وہابی مقلد۔ وہابی غیر مقلد۔ چکڑالوی کا بدلائل صریحہ کافر ومرتد ہونا آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو چکا تو ان کفار ومرتدین سے کسی اہلسنت وجماعت مرد یا عورت کا نکاح کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

خود حدیث شریف میں یہ مسئلہ موجود ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولا تواکلوھم ولاتناکحوھم۔ (صواعق محرقہ مصری ص۳)

اسی حدیث شریف سے روافض کا حکم تو صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ان سے نکاح کرنے کی صریح ممانعت وارد ہے، نیز اس حدیث سے قادیانی وہابی مقلد غیر مقلد چکڑالوی کا حکم بھی معلوم ہوگیا اس لئے کہ جب روافض سے صحابہ کرام کی تنقیص سب وشتم کی بنا پر نکاح کی ممانعت ہے تو قادیانی اور وہابی مقلد وغیر مقلد تو صحابہ کرام کے بھی آقا ومولیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات انبیا کرام کی درگاہوں میں سب وشتم کرتے ہیں، ان کی تنقیص شان کرتے ہیں اور چکڑالوی بھی کتاب اللہ کا انکار کرتے ہیں لہذا ان سے بوجہ اولیٰ نکاح کی ممانعت ثابت ہوئی۔

بالجملہ اس حدیث شریف نے تمام لوگوں کو گمراہوں بیدینوں مرتدوں سے نکاح کرنے ان کے

پاس بیٹھنے ان کے ساتھ کھانے پینے کی ممانعت فرمائی۔ اس صریح حدیث کے بعد کسی اور عبارت کے پیش کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن مزید اطمینان خاطر کے لئے چند فقہ کی کتابوں کی عبارات بھی پیش کردوں۔ وللہ الحمد۔

ہدایہ متن ہدایہ میں ہے: ولا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ مرتدۃ وکذا المرتدۃ لایتزوجھا مسلم ولا کافر۔ (ہدایہ ص۳۲۶)

ملتقی الابحر میں ہے: ولایصح تزوج المرتد ولا المرتدۃ احدا۔

(حاشیہ شرح وقایہ فارسی مطبوعہ مرتضوی دہلی ص۹۵)

کنز الدقائق اور اس کی شرح عینی میں ہے:

ولاینکح مرتد ولامرتدۃ احدامطلقا لامسلماولا کافرا ولا مرتد الان النکاح یعتمد الملۃ ولا ملۃ لہ۔ (عینی مصری ص۱۳۴)

تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

ولایصلح ان ینکح مرتدا ومرتدۃ احد من الناس مطلقا۔

شامی میں: قولہ مطلقا ای مسلما او کافر او مرتدا۔ (شامی ج۲ص۴۰۷)

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مرتد کا نکاح کسی مسلمان عورت یا کافرہ اور مرتدہ سے جائز نہیں اسی طرح مرتدہ کا کسی مسلمان اور کافر مرد سے نکاح صحیح نہیں مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مرتد ومرتدہ نکاح کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے کہ نکاح مذہب پر اعتماد کو چاہتا ہے اور مرتد کا کوئی مذہب ہی نہیں اور اسی طرح۔ عالمگیری۔ قاضی خاں۔ بحر وغیرہ کتب میں ہے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ قادیانی رافضی تبرائی وہابی۔ دیوبندی۔ وہابی غیر مقلد کافر ومرتد ہیں اس لئے ان سے کسی اہلسنت وجماعت مرد یا عورت کا نکاح ناجائز وغیر صحیح وباطل ہے۔

بالجملہ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کا کافر ہونا قطعی یقینی ہے اور علماء کرام تو ایسے گمراہوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں جن کو بتاویل کافر کہتے ہیں۔

چنانچہ علامہ قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

اھل البدع علی رائ من کفرھم بالتاویل لاتحل ای لاحد من اھل السنۃ مناکحتھم ولا اکل ذبائحھم ولا الصلوۃ علی میتھم۔ (شرح شفا مصری ج۲ص۵۰۱)

لہذا جب اہل سنت کا ایسے گمراہوں سے نکاح حلال نہیں تو جو بلا تاویل کافر یقینی طور پر کافر ہیں ان سے کس طرح حلال ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب سوال دوم۔ جس سنی مرد یا عورت کا ناواقفی یا غلطی سے قادیانی۔ تبرائی۔ رافضی۔ وہابی مقلد دیوبندی۔ وہابی غیر مقلد چکڑالوی مرد یا عورت سے عرفا نکاح ہو چکا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فورا جدا ہو جائے کہ یہ وطی زنا ہے اور اس سے جدا ہونے کے لئے طلاق کی بھی ضرورت نہیں طلاق تو جب ہو کہ عندالشرع نکاح ہو چکا ہو اور یہ جو رسم کے طور پر نکاح ہوا تھا وہ شرعا نکاح باطل تھا جو سرے سے ہوا ہی نہیں تو طلاق کی کیا حاجت؟ نہ اسے عدت کی ضرورت کہ زنا کے لئے عدت نہیں اس کا حکم صاف بکثرت کتابوں میں موجود ہے یہاں بخیال اقتصار صرف ایک عبارت نقل کرتا ہوں فقہ کی مشہور و معتبر کتاب۔

درمختار میں ہے: فی مجمع الفتاوی نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل۔

ردالمحتار میں: لانه نکاح باطل۔ کے تحت میں فرماتے ہیں:

ای فالوطی فیه زنا لا یثبت به النسب۔ (شامی ج۲ص ۶۵۰)

مجمع فتاوی میں ہے کہ کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا اس سے اولاد پیدا ہوئی تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ عدت واجب ہو اس لئے کہ یہ نکاح باطل ہے اس میں وطی زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۵) از آنولہ مولوی عبداللطیف صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید مولوی کہلاتا ہے اور امام ہے اس کے متعلق مسلمانوں میں یہ چرچا اور تذکرہ ہوا کہ وہابی خیال کے معلوم ہوتے ہیں لہذا رفع اختلاف اور رفع تردد کے لئے اہلسنت نے چند سوال ان سے کئے جو کہ مطبوع کرا کر شائع بھی کرا دیئے جس کا ایک نسخہ حاضر کیا جاتا ہے جس میں دو جواب ایک ندائے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرا گیارہویں شریف کے متعلق جو ہے اس میں شک ہوا کہ یہ دونوں جواب مذہب اہلسنت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لہذا ان جوابات کو ملاحظ فرما کر تحریر فرمائیے کہ زید سنی

ہے یا نہیں اور اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید سید ہے اس کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ بینوا توجروا المستفتی عبدالکریم ۲۴ر ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۳۵۷ھ

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

اسلام نے جیسی محبت والفت کی تعلیم دی اور دیرینہ افتراق واختلاف کی بیخ کنی کی دنیائے وجود میں آج تک اس کی کوئی نظیر نہیں اس نے اپنے حلقہ بگوشوں میں جب "اشداء علی الکفار" اور" رحماء بینھم" کی روح پھونکی تو کوئی قوت ان کے بڑھتے ہوئے قدم نہ روک سکی، سلاطین ان کے روبرو سربسجود ہوئے، عالم کو ان کی ہیبت وشوکت کا لوہا ماننا پڑا لیکن مدعیان اسلام میں جب سے ایسے فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے اصول اسلام سے انحراف کیا فروع دین میں اختلاف کیا کتاب وسنت میں اپنی رائے کو دخل دیا صحابہ وتابعین کے افعال کو ناقابل عمل ٹھہرایا، ائمہ ومجتہدین کی تحقیقات پر اعتراض کیا مفسرین وشارحین کی تصریحات پر طعن کیا متقدمین ومتاخرین کی تصنیفات کو غیر معتمد قرار دیا صرف اپنی عقل وفہم اپنی رائے وخواہش کو اپنا مذہب بنایا عقائد اسلامیہ کا سینہ کھول کر مقابلہ کیا۔ مسائل دینیہ کا صاف طور پر انکار کیا۔ لہذا ان کے ناپاک وجود سے دین پارہ پارہ ہوگیا۔ اتحاد اسلامی کی تعمیر پاش پاش ہوگئی اختلاف، وافتراق کی بنیادیں قائم ہوگئیں۔ بغض وعداوت کی ہوائیں چلنے لگیں۔ قوم مسلم تباہ ہونے لگی۔ کفار کی ان پر دست درازی شروع ہوئی۔

انہیں دعویداران اسلام میں سب سے زیادہ شر انگیز فرقہ وہابیہ ہے، جس نے کتاب وسنت کے اتباع کا نام لیکر، حنفیت کا جامہ پہنکر، سلف وخلف کی پیروی کا دم بھر کر، اہل اسلام میں اختلاف وافتراق کا ایسا تخم بویا جس سے ہر اسلامی آبادی میں خانہ جنگی شروع ہوئی، ان کی شرک وبدعت کی مشین سے امت مرحومہ کا کوئی متنفس نہ بچ سکا، ان کی زبان طعن سے کوئی مصنف مؤلف نجات نہ پاسکا، ان کی بدزبانی ائمہ واولیاء کی سرکاروں تک پہونچی، ان کی بدگوئی صحابہ وتابعین کی درگاہوں میں صادر ہوئی، بلکہ ان کی ناپاک عادت نے حضرات انبیاء وسیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہم کی جنابوں میں بھی توہین آمیز کلمات استعمال کئے، بلکہ ان کی گستاخ طبیعت نے رب العزة جل جلالہ کی بے عیب ذات میں عیب لگائے، اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ صدی کے تمام مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی قرار دیکر ان کے اسلامی اصول وفروع واعتقادات واعمال کو ناقابل عمل ٹھہرایا جائے، اور جدید مسائل وعقائد کڑھ کر اس کا

نام اسلام رکھا جائے اور اس جدید اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ چنانچہ حالات حاضرہ کی تحریریں اور تقریریں اس کی شاہد ہیں۔

الحاصل یہ فرقہ وہابیہ مکر وکینہ، دجل وفریب میں تمام اہل ضلال پر سبقت لے گیا، یہ گروہ تقیہ بازی اور فتنہ پردازی میں روافض سے چار قدم آگے بڑھ گیا، اس کا بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لینا شب وروز کا مشغلہ ہے، ان کا ناواقف لوگوں میں اپنے ضمیر کے خلاف کہنا، یا کوئی کام کرنا، تبلیغ وہابیت کا زبردست ذریعہ ہے، ان کی اپنے عقائد ومسائل کی مخالفت بربنائے مصلحت ہوتی ہے، ان کی اپنے پیشواؤں سے بیزاری فضا کو اپنے موافق بنانے کے لئے ہوتی ہے۔

اس کا ایک نمونہ یہ چورقی رسالہ ہے جس کی طرف سوال میں اشارہ ہے، میں نے یہ رسالہ از اول تا آخر بغور تمام دیکھا، اس میں زید نے زبردست تقیہ کیا ہے اور اپنے آپ کو سنی ثابت کرنے میں انتہائی دجل وفریب سے کام لیا ہے، لیکن اس کی تمہید کے ایک ورق نے اس کی وہابیت کو آشکارا ہی کردیا اور اس کے بدنما چہرہ سے تقیہ کے نقاب ہی کو اٹھادیا۔ لہذا زید ہرگز سنی نہیں بلکہ نہایت تجربہ کار وہابی ہے۔

میرے اس دعوی کی تصدیق جو صاحب چاہیں خود زید سے اس طرح کرلیں کہ زید نے اپنی تمہید میں جن پیشہ ور حلوہ مانڈھ کھانے والے علماء کا ذکر کیا ہے، آیا ان علما سے مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی حسین احمد فیض آبادی، مولوی مرتضی حسن چاندپوری مراد ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ لوگ کس حکم کے مستحق ہیں اور شریعت ایسے لوگوں سے کس قدر اجتناب کا حکم دیتی ہے؟۔ اور اگر نہیں تو ان لوگوں نے بہشتی زیور، اصلاح الرسوم، فتاوی اشرفیہ، فتاوی رشیدیہ، براہین قاطعہ وغیرہ تصنیفات میں ان سوالات کے ایسے جوابات دیئے ہیں جس سے ان کے قائلین کو بدعتی اور مشرک قرار دیا ہے۔ تو زید کے نزدیک آیا ان اکابر وہابیہ کی تصانیف کے وہ اقوال حق ہیں یا نہیں؟ اگر زید ان اکابر کے اقوال کو حق کہے تو زید کا ان کے طرز کے خلاف ایسے گول جواب دینا تقیہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اگر زید ان اکابر وہابیہ کے اقوال کو باطل کہے اور ان کے مقابلے میں اپنے طرز جوابات کو حق مانے تو اپنی تمہید والے الفاظ کے لئے بھی نام بنام شائع کرے اور صاف طور پر یہ کہے کہ اکابر وہابیہ "اپنے تعیش اور حلوہ مانڈھ بہم پہونچانے کی وجہ سے قوم مسلم میں تشتت اور افتراق پیدا کرتے ہیں اور یہ اپنی خودغرضیوں کی ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتے اور یہ امت مرحومہ کو متحد نہیں دیکھ سکتے اور یہ چند مسلمانوں کو ایک لین پر آنے دینا نہیں چاہتے اور اس فرقہ بندی کی ذمہ داری ان علما کے کاندھے پر

ہے جو پیشہ ور علماء ہیں اور یہ ہموار وساکت فضا کو مکدر کرتے ہیں"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طور پر اگر زید سے دریافت کیا گیا تو ہر خواندہ وناخواندہ شخص کو زید کے وہابی ہونے کی حقیقت معلوم ہوجائے گی، اور جب زید وہابی ہے تو نہ اسے امام بنانا جائز، نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۶۔۸۷۔۸۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص شہر قاضی اور پیش امام ہے اور وہ اشرفعلی تھانوی کا مرید ہے اور خود اقرار کیا کہ میں اشرفعلی کا مرید ہوں اس کے علاوہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ اور جو عقائد وہابیوں کے ہیں وہی عقائد اس کے ہیں تو ایسے شخص کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟۔

(۲) اس پیش امام کو نماز پڑھانے سے خارج کردیا گیا ہے اور نماز دوسرا شخص پڑھاتا ہے اور اگر یہ شخص معافی مانگنے کو آئے تو کس طرح معافی دی جائے اور معافی کے بعد شہر قاضی ہوسکتا ہے؟۔

(۳) قبر پر اذان دینا کیسا ہے اور اگر کوئی شخص اذان دینے کو قبر پر بدعت کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

برائے مہربانی ان سوالوں کے جواب مع حوالہ کتب معتبرہ اور مع مہر کے اور دوسرے علما کے دستخط کے ساتھ روانہ فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

دستخط کالا ابراہیم آدم بمقام ٹنکاریا ضلع بھڑوچ۔ وایا۔ پالیج

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور سید عالم نور مجسم فخر آدم وبنی آدم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان ارفع واعلی میں یہ ناپاک کلمات اور گستاخانہ الفاظ لکھے اور چھاپ کر شائع کیئے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ

ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید، عمر، بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔

(حفظ الایمان ص ۶)

اس عبارت میں

(۱) حضور کے علم ارفع واعلیٰ کو بچوں پاگلوں جانوروں کے ادنیٰ علوم سے تشبیہ دی۔

(۲) حضور کے علم شریف کے ساتھ استہزا کیا۔

(۳) نہایت صاف صریح الفاظ میں علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص وتحقیر کی۔ اوران وجوہ سے ہر ایک وجہ صریح کفر ہے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں ایسے تنقیص کرنے والے کا حکم تحریر فرماتے ہیں:

من سب النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم او عابه او الحق به نقصا فی نفسه ونسبه او دینه او خصلة من خصاله او عرض به او شبه بشئ علی طریق السب له او الازراء علیه او التصغیر لشانه او النقص منه او العیب له فهو ساب له والحکم فیه حکم الساب یقتل۔

از شرح شفا مصری ج ۲ ص ۳۹۲

جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی، یا ان کی مذمت کی، یا ان کی ذات وصفات میں، یا ان کے نسب میں، یا ان کی شریعت میں، یا ان کے خصائل سے کسی خصلت میں کوئی نقص نکالا، یا ان کے ساتھ استہزاء کیا، یا بطریق حقارت واستخفاف، یا ان کی شان میں کمی کرنے، یا گھٹانے، یا عیب لگانے، یا کسی شی کے ساتھ ان کو تشبیہ دی تو وہ حضور کو گالی دینے والا ہے اور اس کا حکم گالی دینے والے کا حکم ہے کہ وہ قتل کردیا جائے۔

علامہ ابن عابدین شامی میں فرماتے ہیں:

اجمع المسلمون ان شاتمه کافر حکمه القتل ومن شك فی عذابه و کفره کفر۔

(شامی مصری ج ۳ ص ۲۹۹)

مسلمانوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضور کو گالی دینے والا کافر ہے اس کا حکم قتل ہے اور جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے کافر ہوگیا۔

ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ اشرفعلی تھانوی اپنی اس گستاخی اور تنقیص شان نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی بنا پر کافر ومرتد ہوگیا اور جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے شخص مذکور فی السوال جب اس کا مرید ہو تو وہ اشرفعلی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتا ہوگا بلکہ کم از کم اس کو مسلمان اعتقاد کرتا ہوگا۔ اوراس کے کفر وعذاب میں ضرور شک کرتا ہوگا۔

لہذا شامی کی تصریح کے مطابق یہ شخص بھی کافر ہوگیا۔ نہ اس کو امام بنانا جائز نہ قاضی شہر۔ اس پر فورا توبہ واستغفار لازم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشک اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی قدرت سے حاضر وناظر ہیں۔ حاضر کے معنی عالم اور ناظر کے معنی ذوالرویۃ بمعنی دیکھنے والا۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ان الحضور بمعنی العلم شایع والنظر بمعنی الرویة فالمعنی (یاحاضر) یاعالم یاناظر یامن یری ملخصا۔ (شامی مصری ج ۳ ص ۳۱۷)

بیشک حضور علم کے معنی میں مشہور ہے، اور نظر بمعنی رویت ہے، تو یا حاضر کے معنی یا عالم، اور یا ناظر کے معنی اے وہ جو دیکھے۔

لہذا اب اس معنی سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کہنا کثیر تصریحات مذہب سے ثابت ہے خود حدیث شریف میں ہے جس کی علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ شریف میں طبرانی سے بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کی، فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والیٰ ماهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه۔ از مواہب لدنیہ مصری ج ۲ ص ۱۹۲

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا کی طرف اور جو اس میں تا قیامت ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف۔

دوسری حدیث میں ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رأیت ربی عزوجل فی احسن صورة قال: فیما یختصم الملأ الاعلی؟ قلت: انت اعلم۔ قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدی فعلمت مافی السموات والارض۔ (مشکوۃ شریف ص ۶۹)

میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی شان میں دیکھا، رب نے فرمایا کہ فرشتے کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے، حضور نے فرمایا: کہ پھر میرے رب نے اپنا دست رحمت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی بس میں نے جان لیا جو کچھ زمیں اور آسمانوں میں ہے۔

پہلی حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناظر ہونا اور دوسری حدیث شریف سے حاضر ہونا نہایت واضح طور پر ثابت ہوا اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ان حدیثوں کا منکر اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔

الحاصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعطائے الٰہی حاضر وناظر ہونا بکثرت آیات واحادیث وتصریحات مذہب سے ثابت ہے میرا اس مسئلہ میں نہایت مدلل اور مبسوط فتوی شائع ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) یہ شخص مجمع عام میں مذہب وہابیت سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے اور جب ایک زمانے تک اس کی توبہ پر ثابت قدمی اور وہابیت سے بیزاری کا کافی ثبوت ہو جائے تو بعد امتحانات اور تجربے کے اسکو امام اور قاضی شہر بنا سکتے ہیں مگر پھر بھی اولیٰ یہ ہے کہ کسی دوسرے سنی العقیدہ معتمد شخص کا انتخاب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) میت کو قبر میں اتارنے کے بعد قبر پر اذان کہنا یقیناً جائز ہے اذان سے میت کے لئے سات نفع تو وہ ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔

(۱) میت اذان کی وجہ سے شیطان کے شر سے محفوظ رہیگی۔

(۲) اللہ اکبر کہنے کی وجہ سے میت عذاب نار سے مامون رہے گا۔

(۳) میت کو کلمات اذان سے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔

(۴) اذان قبر ذکر اللہ ہونے کے باعث میت عذاب قبر سے نجات پائے گی۔

(۵) اذان قبر کے ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہونے کی وجہ سے میت پر نزول رحمت ہوگی۔

(۶) میت کو اس تنگ وتاریک گڑھے میں سخت وحشت وگھبراہٹ ہوتی ہے اذان کی بدولت وضع وحشت ہوگی اطمینان خاطر ہوگا۔

(۷) میت قبر میں غمگین وپریشان ہوتی ہے۔ اذان کے سبب غم وپریشانی دفع ہوگی اور سرور وفرحت ہوگی۔ اسی لئے بعض علماء نے اذان علی القبر کو مستحب کہا ہے۔

شامی میں مستحبات اذان کی شمار میں ہے: وعند انزال المیت القبر۔

یعنی میت کے قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مستحب ہے اور بعض علماء نے سنت فرمایا ہے اب جو شخص اس کو بدعت کہتا ہے وہ ان تمام فقہاء کو بدعتی قرار دیتا ہے اور حکم سنت ومستحب کو بدعت ٹھہراتا ہے اور میت کو احادیث سے ثابت شدہ منافع سے محروم رکھتا ہے اور محض اپنی ناقص عقل اور غلط رائے سے جائز کو ناجائز کہتا ہے، یہ شخص اتنے جرموں کا مرتکب ہے اور انشاء اللہ یہ شخص اذان قبر کے بدعت ہونے پر تا قیامت دلیل شرعی پیش نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۹۔۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳۔۹۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) زید نور احمد گونڈل والے نے اپنے ایک اشتہار بنام جلسہ احانی ۸۔۸۔۳۹۔ میں روافض پریوار اور آغا خانی کو چونکہ اپنا اسلامی بھائی بنایا اور ان کو ثواب کا حقدار سمجھا لہذا زید بحکم شریعت مطہرہ کافر مرتد بیدین بدمذہب ہوا یا نہیں؟۔

(۲) زید مذکور یہ بھی کہتا ہے کہ علمائے اہلسنت مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور اسلام کو برباد کرتے ہیں تو زید کا یہ قول کیسا ہے؟۔

(۳) زید مذکور نے ایک رسالہ گجراتی زبان میں بنام ''اظہار حق'' شائع کیا جس کے ص ۸۰ پر کہتا ہے: کہ رضوی گروہ کے معتقدین اور رضا خاں کے عقائد کے مطابق چلنے والے رضوی علماء کو سنت جماعت سے کچھ بھی علاقہ اور نسبت نہیں، جس طرح قادیانی وہابی نیچری چکڑالوی خاکساری خارجی ایسے متعدد فرقے ہیں جو سنت جماعت سے خارج ہیں اسی طرح رضوی فرقہ بھی سنت جماعت سے خارج ہے۔ زید نے اس قول بدتر از بول میں تمام سنیوں کو کافر مرتد کہا یا نہیں؟ اور یہ اس کا صریح کفر وارتداد ہوا یا نہیں؟۔

(۴) زید مذکور کے ان اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر جو اس کے ساتھ میل جول سلام وکلام کرے ۔۲۱

کے ساتھ نماز پڑھے اس کے یہاں مہمان بنے وغیرہ اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۵) زید مذکور کے ان کفری عقائد کو جانتے ہوئے جو شخص اس کا مہمان بنے اس کے ساتھ نماز پڑھے اس سے میل جول رکھے ایسا شخص مسلمانوں کا حاکم یا امام بن سکتا ہے؟۔

(۶) زید مذکور اور اس کے ہمنوا ان کفریات کے علاوہ یہ بھی شائع کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض عقائد غیر اسلامی یعنی کفری ہیں، مثلا کہتے ہیں کہ امامت میں امام ومقتدی کا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا، حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات کو نام پاک لیکر (یعنی یا محمد کہنے کو) ندا کرنے کو حرام بتانا وغیرہ۔ یہ اسلام وسنت کے خلاف عقائد ہیں، زید کے ان اقوال کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا وتوجروا

المستفتی عبدالقادر موسی تالی صاحب سوتا چاندی کالقانہ چوک بازار سورت

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) سائل نے تصریح نہیں کی کہ بوہروں اور آغا خانی خوجوں کے عقائد کیا ہیں، ان اطراف میں ان دونوں فرقوں کے عقائد کی کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوئی، نہ اور کسی ذریعہ سے ان کے عقائد کی معلومات ہوتی ہے، اتنا سنا جاتا ہے کہ وہ روافض کی کوئی شاخ ہیں، اور یہاں کے روافض سے بالکل جداگانہ عقائد رکھتے ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں کہ روافض کی کس شاخ میں ہیں، اور ان کے عقائد کیا ہیں، اور روافض کے فرقوں کے احکام جداگانہ ہیں، اگر یہی حال وہاں بھی ہے اور نور احمد کو علم نہیں ہے کہ ان کی بدمذہبی کس حد تک پہنچی ہے، تو ان کو اسلامی بھائی کہنا قبیح اور مکروہ ہے کفر وارتداد نہیں، اور مستحق ثواب کس بات پر کہا ہے۔ اگر وہ جلسہ حق وہدایت کا تھا تو اس میں دعوت شرکت پر امیدوار ثواب کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس دعوت کو سنکر اور مانکر ثواب حاصل کرو یہ بالکل صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر عام طور پر تمام اہلسنت کو ایسا کہتا ہے تو مفتری ہے اور اس کا یہ قول افتراء ہے اور اگر خاص لوگ اس نے مراد لئے ہوں اور ان کا طریقہ ایسا ہی ہو جیسا وہ کہتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں شاید اس نے کسی بیقید واعظ کو دیکھکر ایسا خیال کیا ہو اگر وہابیہ نیچریہ کا ہم خیال ہو کر ایسا کہتا ہے اور فرق ضالہ ومرتدہ کے کفر وضلال کا قائل نہیں ہے تو وہ اس فرقہ میں داخل ہے جس کے اتباع میں ایسا کہا ہو، علماء اہلسنت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اظہار حق میں پورے محتاط ہیں اور تکفیر مسلمین کی نسبت ان کی طرف

افترا ہے، اور بے پڑھے واعظوں کو علمائے اہلسنت کہنا یا ان کے کسی مقولے پر علمائے اہلسنت کو مورد الزام قرار دینا بدترین جہالت ہے۔ بہر حال نور احمد کا یہ کلمہ صورۃ بہت قبیح ہے، نور احمد کو اس سے توبہ کرنا لازم ہے اور علمائے اہلسنت کا ادب مسلمانوں پر فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) یہ کلمات نہایت ہی قبیح ہیں اور ان کے قائل پر توبہ اور تجدید ایمان لازم اور ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) زید کا حکم اوپر ذکر کردیا گیا، مہمان بننا کس حیثیت سے ہے؟ اگر بغرض اصلاح ہو تو حمایت دین ہے اور سبب اجر عظیم ہے۔ اور اگر کسی غرض دنیوی کے لئے ہو تو غیر مستحسن ہے، یہی حکم میل جول وغیرہ کا ہے، ساتھ نماز پڑھنا بایں معنی کہ جس جماعت میں نماز پڑھ رہا ہے اس میں وہ شخص بھی شامل ہے اس میں کسی پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) اگر اصلاح کی نظر سے کرتا ہے تو حاکم بھی بن سکتا ہے اور امام بھی اور اگر اس کی شناعت سے متفق ہو کر ایسا کرتا ہے تو وہ بھی اور جو اسے حکم تسلیم کرے وہ بھی اسی کے حکم میں داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ان اقوال سے بھی ان پر توبہ لازم ہے، خلاصہ یہ ہے کہ زید کو تجدید ایمان اور توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میرا مذہب اہلسنت والجماعت ہے میرے والد نے میری نابالغی میں جس وقت میری عمر ۱۲ سال کے قریب تھی اس وقت مجھے نامعلوم ہوتے ہوئے ایک شیعہ (رافضی) سے شادی کردی بعد شادی کے مجھے چند باتوں پر سے جس کے کرنے سے میرے خاوند نے مجھے منع کیا اور ہمیشہ مجبور کیا کرتا تھا اس پر مجھے معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب ہے اور شیعہ مذہب پر چلنے کو مجبور کرتا ہے اور اسپر کبھی کبھی مار پیٹ بھی کرتا ہے، اس پر بھی میں اس کے کہنے کے مطابق نہیں چلی تو انداز چار یا ساڑھے چار سال ہوئے کہ وہ مجھے چھوڑ کر اپنے ماں باپ میں چلا گیا قریب پانچ سال ہوئے کہ میرے والد نے گھر دامادی کا اقرار نامہ

لکھوا کر میری شادی کردی تھی جس کے میں پہلے بھی خلاف تھی اور اب بھی خلاف ہوں۔ لہذا ایسی صورت میں یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو ایسی صورت میں عدت بھی ہے یا نہیں؟۔ فقط

المستفتی مریم بی مومن پورہ ناگپور۔ یکم ربیع الثانی ۶۱ھ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین کی شان میں گستاخی کریں اگر چہ صرف اس قدر کہ انہیں امام وخلیفہ نہ مانے تو وہ کتب فقہ کی تصریحات اور ائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر کافر ومرتد ہے۔

درمختار میں ہے: فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف۔ (ردالمحتار ج۳ ص۳۰۲)

شرح فقہ اکبر میں ہے: ان سب الشیخین کفر وکذا انکارا مامتھما کفر۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص۱۴۰)

فتاوی بزازیہ میں ہے فتاوی خلاصہ سے ناقل ہیں:

ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین او یلعنھما فھو کافر۔

اور کافر ومرتد کا کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے: لایجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ۔ (ہدایہ ص۳۲۶)

تو اگر وہ رافضی تبرائی ہے تو وہ نکاح شرعا ناجائز ہوا۔

حدیث شریف میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولا تواکلواھم ولا تناکحوھم۔

(صواعق مصری ص۳)

اس حدیث شریف میں روافض کے لئے صاف حکم موجود ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو اور اس زمانہ کے روافض علاوہ تبرائی ہونے کے علی العموم ضروریات کے بھی منکر ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ شامی نے محرمات میں فرمایا:

ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبۃ الصدیق او یقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ۔ (شامی مصری ج۲ ص۲۹۷)

لہذا روافض سے نکاح حرام ہے اور جو ناواقفی سے اسمیں مبتلا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فورا جدا ہو جائے کہ جب یہ نکاح ہی صحیح نہیں تو یہ وطی زنا ہے اور جدا ہونے کے لئے طلاق کی بھی حاجت نہیں اور نہ اسے عدت گذارنے کی ضرورت ہے کہ زنا کے لئے عدت نہیں۔

درمختار وردالمحتار میں ہے۔

فی مجمع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لایثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل وفی ردالمحتار تحت قولہ لانہ نکاح باطل ای فالوطی فیہ زنا لایثبت النسب۔

(ردالمحتار ج۲ ص۶۵۰)

حاصل جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایسا رافضی ہے تو مسماۃ مذکورہ کا نکاح ابتدا ہی سے منعقد نہیں ہوا اور جب یہ نکاح باطل قرار پایا تو اس پر عدت بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) ہماری مسجد کے پیش امام سنی المذہب اور نذر نیاز کو ماننے والے ہیں۔ مگر کچھ ان کے خلاف اس وجہ سے ہیں۔ کہ وہ مولانا محمود الحسن، مولانا اشرفعلی تھانوی، مولانا ابوالاعلی کو مشرک بیدین نہیں کہتے اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اشرفعلی تھانوی، محمود الحسن دیوبندی، ابوالاعلی مودودی بلاشک بیدین کافر ہیں۔ جو امام ان کے

قوال کفریہ پر مطلع ہوجانے کے بعد بھی ان کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ ان کی عبارات کفریہ کی تائید کرتا ہے۔ ان کو صحیح جانتا ہے ان کے دیکھ لینے کے بعد ان پر رضا ظاہر کرتا ہے تو وہ امام بھی کافر ہوجائیگا۔ کتب عقائد فقہ کی یہ مشہور عبارت ہے " الرضا بالکفر کفر"۔ لہٰذا اب جو لوگ اسکے خلاف ہیں اور اسکی اقتداء ہیں کرتے ان کا فعل صحیح ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۷)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
جو شخص مندرجہ بالا علماء کو مشرک و بیدین نہ کہے اس کے پیچھے اذان ونماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

ان تھانوی دیوبندی، مودودی کی تصنیفات میں اقوال کفری طبع شدہ موجود ہیں۔ جن پر علماء اسلام نے ان کے قائلین پر کافر ہونے کے فتوے صادر فرمائے۔ تو جو شخص ان فتووں کو نہ مانے۔ اور ان اقوال کفریہ پر اپنی رضا ظاہر کرے۔ ان کی تائید کرے تو وہ بھی کافر ہوگیا۔ لہٰذا ایسے شخص کی نہ اذان درست ہے نہ اس کے پیچھے نماز جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
ہمارے پیش امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو حضور کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے یا کہے کافر ومشرک ہے لیکن ان کا یہ اصرار کہ مندرجہ بالا علماء کو نام لیکر مشرک کہا جائے ایسا کہنا کہاں تک درست ہے؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

اگر یہ امام اپنے قول کہ ہر وہ شخص جو حضور کی شان میں (گستاخانہ الفاظ لکھے یا کہے کافر ومشرک ہے) میں سچا ہے اور اس کا یہی اعتقاد ہے تو وہ ان مذکور بالا لوگوں کی چھپی ہوئی گندی صریح گستاخیوں پر کیوں حکم کفر صادر نہیں کرتا اور ان کے قائلین کو صاف طور پر کیوں کافر نہیں کہتا تو ثابت ہوا کہ جب وہ ان گستاخوں کو کافر نہیں کہتا تو اس کا نہ وہ قول سچا ہے اور نہ وہ اس کا اعتقاد ہے بلکہ محض برائے فریب کہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی گستاخ رسول کو بھی کافر نہیں جانتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
کیا یہ صحیح ہے کہ مندرجہ بالا حضرات نے اپنی تصانیف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخانہ عقائد والفاظ لکھے یا کہے ہیں؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

بلاشبہ مذکورہ بالا شخصوں نے اپنی اپنی تصانیف میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں نہایت بے باکی سے صریح گستاخانہ الفاظ وعبارات لکھیں۔ چھاپیں اور شائع کیں جو اب تک ان کی مطبوعہ تصانیف میں موجود ہیں جس کو تحقیق مقصود ہو اور اپنی آنکھ سے ان کفری عبارات اور توہین آمیز گندے الفاظ کو دیکھنا ہو تو وہ تھانوی کا رسالہ حفظ الایمان۔ اور دیوبندی کا مرثیہ گنگوہی اور مودودی کا رسالہ تجدید احیائے دین کا کم از کم مطالعہ کرے اور ان کی شان رسالت میں گستاخی کا نمونہ ہی دیکھ کر ان کے گستاخ و بےادب ہونے کا فیصلہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

ایک عالم صاحب سے فتویٰ دریافت کیا گیا کہ ہماری مسجد میں پیش امام ونمازیوں کی اکثریت سنی ہے۔ چند اشخاص ایسے بھی آتے ہیں جو اپنے کو شافعی بتلاتے ہیں، اور آمین بالجہر پکارتے ہیں، رفع یدین کرتے ہیں۔ سنی مسلمان ان کو ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہماری فقہ حنفی میں مصرح طور پر ایسے مسائل مذکور ہیں جن میں بتلایا گیا ہے کہ شافعی المذہب کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے، اور بعض امور مختلف فیہ میں طریقہ حنفیہ وقت اقتداء یہ ہونا چاہئے۔ جب شافعی کو امام بنانا درست ہے تو اس کے مقتدی ہونے میں کیا قباحت ہے؟۔

اگر وہ اپنے مسلک کے مطابق بالجہر آمین وغیرہ کریں تو حنفی کی نماز میں اس سے کچھ فتور نہیں آتا ہے، مکہ معظمہ اور دوسرے مقامات جہاں حنفی شافعی مالکی حنبلی مذہب کے افراد موجود ہیں وہاں یہی ہوتا ہے، ہمارے اس حصہ میں چونکہ عام طور پر خاص حنفی آباد ہیں اس لئے کسی دوسرے مذہب کا آدمی عجیب معلوم ہوتا ہے اور ناواقفوں کی طبیعت میں کراہت پیدا ہوتی ہے جو نہ ہونا چاہئے البتہ اہل حدیث جن کو غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے اور وہ ائمہ اربعہ سے بدگمان ہیں اور بدعقیدہ ہیں بلکہ بعض اوقات خاصان خدا کے حق میں بے ادبی بھی کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہئے لیکن وہ مقتدی بنکر آئیں اور بسم اللہ یا جہر آمین یا رفع یدین وغیرہ کریں تو ان کی ان باتوں سے حنفیوں کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیا یہ صحیح ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اس جواب میں بیان سائل میں اتنی کمی ہے۔

(۱) جو شافعی المذہب امام ہمارے مسائل احناف کی رعایت ملحوظ نہ رکھے تو اس کی اقتدا مکروہ ہے۔

(۲) اگر ہم احناف کو یہ علم ہو کہ یہ شافعی امام ہمارے مسائل کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتا تو ہم اس کی اقتداء نہ کریں۔

(۳) مجیب نے غیر مقلدین کی اقتدا کو ان الفاظ میں لکھا کہ "ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے" حالانکہ وہ یہ لکھتا کہ غیر مقلدین بے دین وکافر ہیں ان کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز ہو نہیں سکتی کہ شرعاً نہ ان کی نماز ہمارے نزدیک نماز ہے نہ ان کی جماعت ہمارے نزدیک جماعت ہے (۴) غیر مقلدین ہماری

مساجد میں نماز ہی نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہمارے پیچھے مقتدی بن کر انہیں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائیگی

(۵) جب ان کی نماز ہمارے نزدیک نماز نہیں تو ان کا ہماری صفوں میں کھڑا ہونا ایسا ہے جیسے کوئی بے نمازی صف میں داخل ہو جائے تو اس سے صف کا اتصال قطع ہو جاتا ہے، ان کے تسمیہ وآمین بالجہر سے اور رفع یدین اور پاؤں سے پاؤں ملانے برابر والوں کو تشویش اور شغل قلب ہوتا ہے جو طمانیت کے بالکل خلاف ہے۔ تو یہ فتویٰ اس قدر قابل اصلاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

پارہ قال الملاء رکوع ۱۲ سے آگے اور سورہ نور میں دوسرے رکوع میں علم غیب کے متعلق آیات سے متشرح ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں تھا کیا یہ صحیح ہے ورنہ کلام پاک کی دوسری آیات شرعیہ سے استدلال فرمایئے، گا کہ حضور کو علم تھا؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کے ثبوت میں قرآن کریم میں کثیر آیات وارد ہیں، تقریباً اسی آیات تو میں نے جمع کی ہیں جن میں بطور نمونہ تین آیات پیش کرتا ہوں۔

(۱) تلك من انباء الغیب نوحیھا الیك (سورہ ھود)

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم انہیں تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔

(۲) عٰلم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول (سورہ جن رکوع ۲)

اللہ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اس کو جو پسندیدہ رسول ہوں

(۳) وما ھو علی الغیب بضنین (سورہ کورت)

اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کے بتانے پر بخیل نہیں۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا اور جن آیات کو سوال میں پیش کیا ہے ان میں علم غیب عطائی کی نفی نہیں ہے۔ (تفسیر جمل وتفسیر خازن وبخاری حدیث افك)

تو جوان سے نفی علم غیب عطائی کا استدلال کرے وہ تفاسیر واحادیث سے آنکھیں بند کر کے سب کے خلاف محض اپنی رائے ناقص سے غلط استدلال کر کے شان رسالت کو گھٹاتا ہے اور حضور سے اپنی عداوت قلبی کا اظہار کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
چونکہ پیش امام صاحب مندرجہ بالا علماء کو نام لیکر مشرک و بیدین نہیں کہتے ہیں اسلئے ان کا اذان دیگر نماز پڑھنا کیسا ہے کیونکہ بعض لوگ ان کی اذان نہ مان کر دوبارہ اذان دیتے ہیں اور پیش امام کی اتباع سے انکار کرتے ہیں۔

سائل عبد العزیز شوز مرچنٹ ڈاکخانہ کھٹیمہ وایا ضلع پیلی بھیت۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جو لوگ ایسے بے دین امام کی اتباع سے انکار کرتے ہیں جو مذکورہ بالا شخصوں کو باوجود ان کے کفریات پر مطلع ہوجانے کے کافر نہیں مانتا۔ اور ایسے امام کی اذان کو اذان اور نماز کو نماز نہیں جانتے ان کا قول صحیح ہے اور ان کا فعل شریعت کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۳ صفر المظفر ۷۶/ ۱۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ وہ واحد ہے لیکن اگر تعظیم کے طور پر جمع کا صیغہ فعل میں استعمال کیا جائے یعنی اس طرح کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو ایسا کہنا کیسا ہے؟

سائل عبد العزیز مذکور

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بلا شک اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اس کے لئے ہمیشہ سے واحد کے صیغوں کا استعمال ہوا ہے چنانچہ جمع کے صیغے سلف وخلف نے کبھی اس کے لئے استعمال نہیں کیے۔ ۲۳ صفر المظفر ۷۶/ ۱۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
جمعیۃ العلما کس کی جماعت ہے؟۔ اور اس کا ممبر بننا کیسا ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جمعیۃ العلماء دیو بندیوں کی جماعت ہے، اس کے بھی وہی عقائد کفریہ ہیں جو دیو بندیوں کے عقائد کفریہ ہیں، یہ جمعیۃ العلماء ان اکابر علماء دیو بند کو نہ فقط مسلمان ہی جانتی ہے بلکہ انھیں علماء دین ومفتیان شرع بلکہ پیشوایان مذہب قرار دیتی ہے جن پر مفتیان عرب وعجم کفر کے فتوے صادر فرما چکے ہیں، ان کی کتابیں اور ان میں وہ عبارات کفریہ آج تک چھپ رہی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیھم السلام کی شانوں میں کثیر صریح گستاخیاں اور کھلی ہوئی بے ادبیاں اور سخت توہین مطبوعہ موجود ہیں، یہ جمعیۃ العلماء ان کے عقائد کفریہ کی حمایت کرتی ہے ان توہین آمیز عبارات کی تائید کرتی ہے۔ ان پر اپنی رضا ظاہر کرتی ہے۔ تو اس جمعیۃ العلماء کے گمراہ وکافر ہونے کے لئے اتنا ہی بہت کافی ہے کتب عقائد وفقہ کی یہ مشہور عبارت ہے " الرضا بالکفر کفر " تو اب جمعیتی امام کی نہ امامت درست، نہ اس کے پیچھے نماز جائز۔ فقہ کی مشہور کتاب کبیری میں ہے۔

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ: ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔

حضرت امام محمد نے حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمھم اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ بے شک گمراہوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

ان جمیعتی لوگوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا۔ ان سے سلام کرنا ان کے ساتھ
مسلمانوں کے سے معاملات سب ممنوع ہیں۔ خود احادیث میں ایسے گمراہوں سے خلط و میل نہ ہونے اور
ترک معاملات کرنے کے احکام موجود ہیں حدیث مسلم شریف میں ہے "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم
ولا یفتنونکم " حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم گمراہوں سے بچو اور انھیں اپنے سے
بچاؤ کہ وہ کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ حدیث ابن ماجہ میں ہے' وان لقیتموھم فلا
تسلموا علیھم " حضور نے فرمایا اگر تم ان سے ملاقات کرو تو ان پر سلام مت کرو۔

حدیث عقیلی میں ہے " فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم
" یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؟ تم ان کے ساتھ مت بیٹھو، ان کے ساتھ مت کھاؤ پیو۔
ان کیساتھ نکاح نہ کرو۔ بلکہ خود قرآن شریف میں ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔
یعنی یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

یہ دیوبندی قوم جب خدا اور رسول کی شانوں میں گستاخیاں کرتی ہے تو ان سے زیادہ ظالم قوم
کون ہے لہذا جب ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ سلام وکلام کرنا قرآن وحدیث نے ممنوع قرار
دیا تو پھر ایسی گمراہ جمیعت کا ممبر بننا گویا ان کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کو مدد پہنچانا ہے۔ اور ان کی
کفری باتوں پر اپنی رضا ظاہر کرنا ہو اس جمیعت کی ممبری ناجائز وحرام ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اہل اسلام کو ایسے
گمراہوں کے فریبوں سے محفوظ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۰ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵-۱۰۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ
گذشتہ زید کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا تھا لہذا اس کے ساتھ ساتھ نماز کی پابندی بھی نہیں
کرتا تھا لیکن نماز وہابیوں کی اقتداء کرنے والوں کے پیچھے بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ اور کبھی کسی موقع پر نماز
پڑھا بھی دیا کرتا تھا لہذا جب سنیوں کو معلوم ہوا کہ یہ اپنی نماز میں احتیاط نہیں کرتے ہیں اور نماز سب کے
پیچھے پڑھ لیتے ہیں تو لوگوں نے ان سے احتیاط برتی۔ اور جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھیں تھیں وہ دوبارہ
لوٹائیں اور جن لوگوں کو معلوم نہیں تھا ان کو اس سے آگاہ کیا کہ ان کے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ خود

احتیاط نہیں کرتے لہذا جب ان کو معلوم ہوا کہ مجھ سے احتیاط برتی جارہی ہے۔ تو انہوں نے شہر کے اندر
پروپیگنڈہ کرنا شروع کردیا اور کہتے ہیں کہ جب وہابیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اور علماء بریلی کا یہ
فتویٰ ہے کہ وہابیوں سے مصافحہ کرنا۔ سلام کرنا اور ان کے سلام کا جواب دینا بھی ناجائز ہے۔ اور ان سے
کسی قسم کا میل جول رکھنا بیاہ شادی کرنا نہ چاہئے۔ لہذا تم لوگ صرف نماز کی احتیاط تو کرتے ہو
مگر کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ ودعا سلام سب جائز ہے صرف نماز ناجائز ہے لہذا ان کو یہ جواب دیا گیا
کہ ہم ان سب کو وہابی نہیں سمجھتے ہیں کیونکہ یہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر خیر کو اچھا
سمجھتے ہیں اور اپنے مکانوں میں میلاد پاک کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ اور دوسرے کے یہاں جاکر محبت
سے سنتے ہیں۔ ایصال ثواب تیجہ۔ دسواں بیسواں چہلم گیارہویں شریف عشرہ محرم میں سبیل مرثیہ خوانی
کی محفلیں یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ صرف نماز دیوبندی عالم کے پیچھے پڑھتے ہیں نماز کی احتیاط نہیں کرتے
، اس وجہ سے ہم لوگ سنی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے لیکن ان کا عقیدہ اچھا سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے
بھی ہیں کم تعداد میں جن کے یہاں مندرجہ بالا کوئی کام نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو کرنے سے منع کرتے
ہیں اور زور ڈالتے ہیں مگر مجبوری میں شرکت بھی کرلیتے ہیں تو ان سے اکثر بات چیت کا موقعہ ہوتا ہے تو
ایصال ثواب اور میلاد پاک کو بھی اچھا بتلاتے ہیں مگر دوسرے طریقوں پر مخالفت کرتے ہیں۔ اور طرح
طرح کے اعتراضات گڑھتے ہیں ان لوگوں میں جاہل فاضل سب طرح کے اشخاص ہیں اور علماء دیوبند کو
بہت اچھا کہتے ہیں اور علماء بریلی کو اپنے نزدیک بہت برا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے وعظ وتقاریر وغیرہ کی حد
درجہ مخالفت کرتے ہیں اور دوسروں کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کی گندی تحریر کو اہل سنت
والجماعت جب ان کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ اس کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ تحریر علماء دیوبند کی
نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگ یہ کہہ کر دامن چھڑا لیتے ہیں کہ تم نہیں سمجھتے اس کا مطلب یہ نہیں ہے جو تم
لوگ ظاہر کرتے ہو۔ لہذا وہ سمجھتے ہیں واقعی تحریریں اور عقیدے ہمارے علماء کے ہیں۔ مگر اپنی سرخروئی
کے لئے کہہ لیتے ہیں کہ یہ سب غلط ہے اور یہ ان کا ہم کو سراسر دھوکا دینا ہے ایسے لوگوں کے لئے جو علماء
دیوبند کے غلط عقیدوں سے واقفیت رکھتے ہیں اور پھر بھی ان کو علماء جانیں ان کے لئے از روئے شریعت
کیا حکم ہے؟۔

(۲) زید کا یہ قول ہے سرکار دوعالم تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہ حضور ہم جیسے
بشر تھے یعنی کہ ہماری اور حضور کی بشریت میں کیا فرق ہے۔ بشریت کے لحاظ سے جو دو ہاتھ حضور کے

تھے وہ ہی دو ہاتھ میرے اور آپ کے ہیں۔اسی طرح پیر۔کان۔آنکھ۔منہ جس طرح میرا ہے اسی طرح کیا حضور کے نہ تھے؟۔کیا حضور انسان سے پیدا نہ تھے؟۔اور حضور سے انسان پیدا نہ ہوئے؟۔اور جب یہ بات ہے تو ہماری اور آپ کی بشریت میں کیا فرق ہے۔تو اس پر عمر نے جواب دیا کہ جب حضور میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں ہے تو اسی طرح ابوجہل بھی تھا۔وہ بھی بشر تھا۔حضور کا سایہ نہ تھا۔تمہارا سایہ ہے۔آپ کے قول سے نعوذ باللہ من ذلک ابوجہل اور حضور کی بشریت میں کوئی فرق نہیں ہے۔اس پر جواب دیا کہ بتائیے ابوجہل اور حضور کی بشریت میں کیا فرق ہے؟۔کون سا عضو حضور کا ابوجہل سے زیادہ تھا۔زید میلاد شریف بھی ایک مدت سے پڑھتا ہے مگر عقیدہ ایسا گندہ رکھتا ہے۔اور زید کی میلاد خواں پارٹی میں ڈاڑھی منڈے ہوئے اور کتروانے والے بھی موجود ہیں اور زید پارٹی کا شاعر ہے اور دوسرے استاد ہیں۔زید جو نثر پڑھتا ہے یہ سرکاری ملازم ہے رشوت کھلم کھلا لیتا ہے۔نثار صاحب اور استاد صاحب کا ایک عمل اور بھی ہے کہ ایک نمبر کا اغلام باز بھی ہیں،اور مسلمانوں کو ہر وقت ان سے نقصان پہنچتا ہے۔ایسے شخص سے میلاد شریف پڑھوانے والے کو سب باتیں جانتے ہوئے ثواب کا مستحق ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص کی تعظیم جائز ہے یا نہیں۔اسکے علاوہ ایک شخص اہل سنت والجماعت کا نکاح ہوا۔اس کا نکاح لڑکی والے کی مجبوری سے اور اس کے زور دینے پر لڑکے والے نے دیو بندی قاضی سے پڑھوا دیا۔لہذا دیو بندی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟۔

مہربانی فرما کر یہ دو سوال تحریر ہیں لمبی داستان پڑھ کر اور سمجھ کر از روئے شریعت ان کا جواب جلد سے جلد تحریر فرمائے۔السلام علیکم

خاکسار۔حافظ نوشہ میاں خاں برمکان سرائے امام جامع مسجد گڑہی
وجملہ اہلسنت والجماعت قصبہ حسن پور ضلع مرادآباد یوپی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) جو لوگ علماء دیو بند کے عقائد باطلہ اور ان کی کتابوں کی عبارات کفریہ پر مطلع اور واقف ہوں اور ان عبارات کے مفہوم کو سمجھ کر ان کفریات کی تائید کرتے ہوں اور ان پر صاف طور پر اپنی رضا ظاہر کرتے ہوں اور ان کفریات کے قائلین علماء دیو بند نہ فقط مسلمان جانتے ہوں بلکہ ان کو علماء دین مفتیان شرع متین پیشوایان اسلام سمجھتے ہوں وہ بھی کافر ہوجائینگے۔کتب عقائد وفقہ میں ہے "الرضا

بالکفر کفر ومن شك فی عذابه و کفره فقد کفر" تو ان لوگوں کے پیچھے نہ نماز جائز نہ ان سے سلام وکلام درست نہ ان کے پاس بیٹھنا۔کھانا۔پینا روا نہ ان سے بیاہ شادی کی اجازت۔

چنانچہ حدیث مسلم شریف میں ہے "ایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم"

حدیث ابن ماجہ میں ہے "وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم"

حدیث عقیلی میں ہے "فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم"

قرآن کریم میں بھی ہے: فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین

یعنی یاد آجانے کے بعد ظالم قوم کے ملحق نہ بیٹھو۔

یہ دیو بندی قوم جب خدا اور رسول کی شانوں میں گستاخیاں کرتی ہے تو ان سے زیادہ ظالم کون قوم ہوگی۔بالجملہ ایسے گستاخ لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سلام وکلام کرنا نکاح کرنا ان کے پیچھے نماز ممنوع وناجائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) جو شخص ایسا گستاخ اور بے ادب ہے کہ حضور سید عالم نور مجسم نبی الانبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر جانے اور نعوذ باللہ حضور کی اور ابوجہل کی بشریت میں فرق نہ کر سکے تو ایسے گستاخ اور مردود سے اہل اسلام کو ہرگز ہرگز میلاد شریف نہ پڑھوانا چاہئے۔اور تخت پر اس کے یا اس کے ساتھیوں کے بٹھانے میں ان کی تعظیم ہوتی ہے۔باوجود کہ اسکی گستاخی اور فسق کے بنا پر ان کی اہانت ضروری ہے۔شامی میں ہے "قد وجب علی المسلمین اهانة الفاسق شرعا" تو زید جیسے گستاخ و بے ادب شخص اور اس کے فساق ساتھیوں سے نہ تو میلاد شریف پڑھوانا چاہئے،نہ اس کی کسی طرح تعظیم کرنی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قاضی دیو بندی کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہو جائیگا۔جبکہ شرائط صحت نکاح پائے گئے ہوں نکاح خواں کوئی خاص چیز نہیں ہے۔اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ نکاح خواں وکیل ہوتا ہے تو مرتد مسلمان کا وکیل ہوسکتا ہے۔فتاوے عالمگیری میں ہے "تجوز وکالة المرتد بان وکل مسلم مرتدا الخ" واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اہل ہنود جو اپنے بڑے بڑے دیوتاؤں کو مانتے ہیں جیسے اشوک، مہابیر، رشی، منی وغیرہ تو کیا اس میں عقائد اسلامی سے یہ قابل اعتقاد ہوسکتا ہے کہ کوئی پیغمبر بھی ہوں۔ براہ کرم از روئے کتاب وسنت مفصل ومدلل جواب بالصواب عنایت فرما کر مشکور ہوں گے۔

المستفتی، محمد یعقوب عفی عنہ چکردھر پور ضلع نگھ بھوم

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نبوت بنی آدم کیلئے نہایت اعلی وافضل اور بڑا مرتبہ ہے۔ اور وہ سارے کمالات ولایت سے متصف ہوتے ہیں تو ان کو فضل نبوت سے فائز فرمایا جاتا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

الولی من واظب علی الطاعات و لم یرتکب شیئا من المحرمات و ان الولی لا یبلغ درجۃ النبی لان الانبیاء علیھم السلام معصومون ومامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی حتی فی المنام و بمشاھدۃ الملائکۃ الکرام ماموروں بتبلیغ الاحکام و ارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء العظام

تو جس کے نہ محرمات شرع سے اجتناب کا یقینی علم ہو، نہ طاعات پر مواظبت کی کوئی صحیح خبر ہو، نہ تمام کمالات اولیاء سے ہوجانیکا کوئی قطعی پتہ ہو، نہ سارے صغائر وکبائر سے عصمت کا کوئی معتبر ثبوت۔ تو ایسے شخص کو بلا دلیل وبغیر تحقیق کے ولی نہیں کہہ سکتے۔ تو پھر نبی یا پیغمبر اس کو کس طرح قرار دے سکتے ہیں۔ اہل ہنود کے دیوتاؤں مہابیر ورشی وغیرہ کا جب اسلام ہی کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں تو پھر ان کیلئے محرمات سے اجتناب۔ طاعات پر مواظبت۔ کمالات اولیاء سے اتصاف کیلئے کہاں سے یقینی علم حاصل کیا جائے گا۔ لہذا جب ان کے اسلام وولایت کیلئے شرعی دلائل موجود نہیں ہیں۔ پھر ان کیلئے تمام کبائر صغائر سے عصمت اور متصف بہ نبوت ہونے کیلئے کہاں سے دلائل قطعیہ قائم ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان دیوتاؤں کا ذکر اور ان کے اوصاف کتب معتبرہ اسلامیہ سے آج تک نظر سے نہیں گذرے۔ بلکہ کسی کے ذکر و اوصاف کا فقط کتب اسلامیہ میں ہونا اس کی نبوت کی دلیل نہیں۔ دیکھئے نص قطعی قرآن شریف کی سورہ کہف میں حضرت ذوالقرنین کا ذکر اور کس قدر اوصاف موجود ہیں، تقریبا ایک رکوع میں

ان کے کارناموں کا تذکرہ کیا گیا مگر باوجود وہ نبی نہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین وصاوی میں ہے:

ذی القرنین اسمہ الاسکندر لم یکن نبیا علی الصحیح و انما کان ولیا۔

(تفسیر صاوی جلد ۳ صفحہ ۲۱)

یعنی ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے، یہ صحیح مذہب کی بنا پر نبی نہیں تھے بلکہ یہ تو ولی تھے۔

اسی طرح حضرت لقمان کہ ان کا ذکر اور اوصاف بھی قرآن کریم میں ہیں یہاں تک کہ اس سورت کا نام لقمان ہے لیکن باوجود اس کے وہ نبی نہیں۔

اسی تفسیر صاوی میں ہے " اتفق العلماء علی ان لقمان کان حکیما ولم یکن نبیا۔

(تفسیر صاوی جد ۳ صفحہ ۲۱۰)

یعنی علماء امت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بے شک لقمان حکیم تھے اور نبی نہیں تھے۔

الحاصل جب حضرت ذوالقرنین اور حضرت لقمان باوجود اس کے کہ ان کا ذکر اور اوصاف نص قطعی میں موجود ہیں لیکن وہ نبی نہیں۔ تو وہ اہل ہند کے دیوتا جن کا ذکر نہ ہمارے سلف وخلف نے کہیں لکھا نہ محققین متقدمین ومتاخرین کی کتب میں کہیں مذکور، تو ان کے لئے نبوت کس طرح ثابت ہوسکتی ہے۔ نبوت تو بڑی چیز ہے ان کے لئے تو ولایت کا اثبات بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ کسی دلیل شرعی سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں۔ تو ان کو وہی نبی کہہ سکتا ہے جو مذہب سے بے خبر ہو دین سے ناواقف ہو اور باوجود اس کہ ان کی محبت اس کے قلب کے ہر گوشہ گوشہ میں ہو۔ مولی تعالی اس کو ہدایت کی توفیق دے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۶/ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸، ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-)

بحضرت مولینا الاجل الافخم قدوۃ علماء الاعظم بعد التحیۃ الزکیہ والسلام السنۃ السنیہ معروض اینکہ

کیافرماتے ءہیں علمائے دین ومفتیاں دین شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟

(۱) جمعیۃ العلماء ہند دہلی کے عقائد کیسے ہیں؟

(۲) جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں شرکت کرنا، جابجا شہر بہ شہر اس کی شاخیں کرنا، اور اس کو مضبوط بنانا از روئے شرع کوئی گناہ تو نہیں ہے؟۔ اگر ہے تو کیا وجوہات ہیں۔ جب کہ سیاسی اعتبار سے شریک

ہوں؟۔

(۳) جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں کبھی سنی علماء نے بھی شرکت کی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟۔

(۴) سنی علماء کرام کی بھی کیا کوئی جماعت قائم ہے۔ اگر ہے تو کونسی ہے اور کیا نام ہے؟ اور اس سنی جماعت نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں اور کرتی ہے؟ اور اس میں شرکت کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟۔

(۵) جمعیۃ العلماء کے مولوی صاحب کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ مبارکہ میں تقریر کے لئے مدعو کرنا چاہیے یا نہیں؟۔ یا کوئی گناہ ہے؟ مفصل ومدلل جواب باصواب مع مہر مرقوم فرما کر حق کو ظاہر فرمائیں۔ بینوا توجروا الی یوم القیمۃ

المستفتی، اصغر علی سنی حنفی قادری سگ درگاہ جیلانی خادم شرع جارہ (مدھ پردیش)

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(۱) جمعیۃ العلماء دہلی وہابیہ دیوبندیہ کی خاص جماعت ہے، اس کے وہ گندے اور کفری عقائد ہیں جو وہابیہ دیوبندیہ کے ہیں، یہ جمعیۃ اکابر علماء دیوبند کو پیشوا اور مقتدا جانتی ہے، اور انہیں علماء دین ومفتیان شرع اعتقاد کرتی ہے۔ باوجودیکہ ان اکابر علماء دیوبند پر ان کے اقوال کفریہ کی بنا پر علماء ومفتیان حرمین شریفین وعرب وعجم نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ اور ان کے اقوال وعقائد کو کفر وباطل قرار دیا ہے جن کا مکمل بیان حسام الحرمین ۔ الصوارم الہندیہ۔ الاستمداد وغیرہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب جمعیۃ العلماء کے باطل اصول وکفری عقائد کا حال معلوم ہو چکا۔ تو پھر جمعیۃ میں شرکت کرنا گویا اہل کفر وضلال کے ساتھ شرکت کرنا ہے جس کی ممانعت کثیر آیات واحادیث میں وارد ہے۔ اسی طرح اس جمعیت کی شہر بہ شہر شاخیں قائم کرنا اور اسکو مضبوط بنانا از روئے شرع کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ کسی مسلمان کا یہ قلب کیسے گوارہ کرسکتا ہے کہ کفر کی تبلیغ ہو۔ گمراہی کی اشاعت ہو۔ بیدینی کی تائید ہو۔ اہل باطل کی شہر بہ شہر شاخیں قائم ہوں۔ اہل ضلال کی جماعت مضبوط بنے۔ کیا کسی مؤمن کو یہ وہم بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن وحدیث ایسی گمراہ جمعیت کی شرکت، اس کی شہر بہ شہر اشاعت روا رکھ سکتے ہیں اور شریعت اسلامیہ اہل ضلالت کو اہل مضبوط بنانے کی اجازت دے سکتی ہے، ہرگز ہرگز

نہیں۔

اب باقی رہا اس جمعیۃ میں سیاسی اعتبار سے شرکت کرنا۔ تو یہ فریب اور سخت مغالطہ دنیا ہے حقیقت یہ ہے یہ جمعیۃ اخبارات میں بار بار جب خود یہ اعلانات شائع کرچکی ہے کہ جمعیۃ العلماء مذہبی جماعت ہے، اس کو سیاست سے کوئی تعلق نہ ہوگا، تو پھر اس جمعیۃ میں سیاسی اعتبار سے کسی کی بھی شرکت ہو نہیں سکتی کہ یہ جمعیۃ سیاسی جماعت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اب اس میں جس کی شرکت ہوگی وہ مذہبی اعتبار سے ہوگی اور اس کا شریک مذہب وہابیت کی ترویج اور عقائد کفریہ کی تائید کرنے کے لئے سعی کریگا۔ اور وہابیت کی شہر بہ شہر شاخیں قائم کریگا۔ اور دیوبندیت کو مضبوط بنائیگا۔ تو اس کی شرکت کو سیاسی شرکت کہنا دجل وفریب ہے۔

(۳) جمعیۃ العلماء میں نہ کبھی معتمد اکابر اہل سنت نے شرکت کی۔ نہ اس وقت اس میں کوئی مشہور ومعتمد سنی عالم شریک ہے۔ اور اگر اس جمعیۃ میں کسی سنی عالم نے اپنی ناواقفی یا خود غرضی کی بنا پر شرکت کرلی ہو تو وہ اکابر کے خلاف قابل ذکر اور لائق التفات نہیں۔ اور اس جمعیۃ میں علماء اہل سنت کی عدم شرکت کی وجہ وہی اس جماعت کی وہابیت ودیوبندیت ہے اور اس کے عقائد کفریہ ہیں۔ اور یہ کہ یہ جمعیۃ اغیار کا آلہ کار ہے اور مسلم کش ومذہب فروش ہے۔

(۴) سنی علماء کرام نے نہ کبھی نمود ونمائش کے لئے کوئی جماعت قائم کی۔ نہ محض اپنے نفسانی اغراض پورا کرنے کے لئے فلاح وبہبودی کا نام لیکر قوم سے چندے مانگ مانگ کر اپنے پیٹ بھرے۔ نہ سیاسی اغراض کی آڑ لے کر اسمبلی وپارلیمنٹ کی ممبریوں کے لئے ہمدردی اسلام ومسلمین کا ڈھونگ رچا کر قوم کو فریب دے۔ بلکہ انہوں نے جو جماعت بنائی وہ محض مذہبی جماعت بنی۔ چنانچہ اس وقت بھی ان کی ایک جماعت قائم شدہ موجود ہے۔ جسکا نام جماعت رضائے مصطفےٰ ہے جس کا مرکز بریلی ہے۔ یہ اپنے حسب مقدور مسلمانوں کی خدمت کرتی رہی ہے۔ اس میں نہ نمود ونمائش ہے نہ سیاسی فریب کاریاں ہیں۔ نہ اخبارات میں اس کے جھوٹے پروپیگنڈے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نہ اس کے لئے شہر بہ شہر شاخیں قائم کرنے کے لئے تنخواہ اور گشتی ملازمین مقرر ہیں۔ اسی نے وقف بل کے قانون کے خلاف کافی مقابلے کئے توہین رسالت کے فتنے اٹھتے رہتے ہیں ان کا پوری قوت سے مقابلہ کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح تبلیغ سیرت کے نام سے الٰہ باد میں ایک جماعت قائم ہے جو برابر اسلام ومسلمین کی خدمات کرتی ہے۔ اور فلاح وبہبودی کی شہر بہ شہر تبلیغ کرتی پھرتی ہے۔ اور اس کے علاوہ بکثرت اہل سنت میں جماعتیں

ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مذہبی خدمتیں انجام دیتی ہیں۔ لیکن ان میں نمود ونمائش نہیں۔ ان کا کوئی خاص پروپیگنڈہ اخبارات میں شائع نہیں کیا جاتا۔ اس لئے وہ گمنام سی ہیں بلاشبہ ایسی جماعتوں میں شرکت نہ فقط جائز بلکہ اسلامی خدمت ہے۔

اب باقی رہا اس جمعیۃ العلماء دہلی کی حالت تو یہ اپنی اسلامی خدمات کا اخبار "الجمعیۃ" روزانہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کی فلاح وبہبودی کا نام لیکر قوم کو فریب دیا کرتی ہے۔ لیکن اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سخت مسلم کش اور مذہب فروش جماعت ہے یہ اغیار کا آلہ کار رہے ہمیشہ مسلمانوں کے مصائب کے وقت شمہ بھر ہمدردی وحمایت نہیں کرتی۔ بلکہ ان کی تکالیف پر پردہ ڈالتی ہے۔ اور ان کی زندگی کو پروان زندگی ثابت کرنے کی امکانی سعی کرتی ہے اور اسمبلیوں کی ممبری کے لئے ہزار ہا قسم کی شاطرانہ چالیں چل کر مسلمانوں کی ٹھیکیدار بن جاتی ہے، یہ تمام ایسے واقعات کی طرف اشارہ ہے جو حقیقت ہیں انصاف پسند شخصوں پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

(۵) جمعیۃ العلماء کے مولوی جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہیں وہ اس جلسہ کو نہ فقط ناجائز وبدعت بلکہ اس کو شرک اور کنھیا کے جنم سے بدتر بتاتے ہیں اپنی کتابوں میں یہ ناپاک مضمون چھاپ کر شائع کرتے ہیں۔ اور اپنی تقریروں میں اپنے اسی عقیدے کی تبلیغ کرتے ہیں تو انہیں وہی شخص جلسہ عید میلاد کے لئے مدعو کریگا جو خود اس جلسہ کا دشمن ہو، اور ان کو بلا کر اس عید میلاد کا جس کو رد کرانا منظور ہو، کوئی مسلمان تو ایسے دشمن عید میلاد کو نہ تو بلا سکتا ہے، اور نہ اپنے جلسہ کو اس بنا پر بے لطف کرسکتا ہے، اور شرعاً ایسے بدعقیدہ شخص کو جلسہ مسلمین کے لئے مدعو کرنا اور اس کی مہمان نوازی کرنا۔ اور اس کی خدمت وتعظیم کرنا۔ اس سے اپنے عقیدے کے خلاف گمراہی کی بات سننا اور عوام کے عقیدے کو خراب کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے " ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم " یعنی گمراہوں سے خود بچو اور انہیں اپنے آپ سے بچاؤ کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ قرآن کریم میں ہے: فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

یعنی تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو ذکر میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنھیا سے بدتر بتائے، لہٰذا اس جمعیۃ العلماء کے کسی مولوی کو جلسہ عید میلاد میں ہرگز ہرگز مدعو نہ کیا جائے۔ ان کا بلانا نہ فقط گناہ بلکہ قرآن وحدیث کی مخالفت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ
نقل کفر کفر نہ باشد، زید کہتا ہے کہ امام حسین (معاذ اللہ) کتے کی موت مارے گئے، ہندوستان کا مسلمان بھی ایسی ہی مارا جائیگا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟، اس سے تعلقات قطع کرنا ضروری ہے یا نہیں کیا حکم ہے؟۔

تفضل حسین فرخ آباد

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

زید نے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی جناب میں سخت بے ادبی اور انتہائی گستاخی کی اور اس کے قلب میں جو خارجیت اور اہلبیت کرام کی جو عداوت تھی اس کا اظہار ہو گیا۔ لہٰذا ایسا مردود سخت سے سخت سزا کا حقدار ہوگا۔ مسلمان اس کو اپنے مقدور کے اعتبار سے اس قدر سزا دیں کہ اس سے تعلقات قطع کریں، اس کا حقہ پانی بند کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس شخص کے لیے
جس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی وتوہین کی، آیا وہ فاسق مسلمان ہے یا کافر؟ اور اگر کافر ہے تو وہ توبہ کرے تو اسکی توبہ مقبول ہوگی یا نہیں؟ اور بعد توبہ کے اسکی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟۔

از بمبئی محلہ مدن پورہ

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

شان اہلبیت وصحابہ کرام کا گستاخ وبدگو شرعا فاسق اور مرتکب حرام اور قابل سزا ہے۔

چنانچہ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وسب اهل بيته و ازواجه امهات المومنين و اصحابه و تنقيصهم حرام ملعون فاعله۔ (نسیم الریاض مصری جلد۲)

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:۔

و دين سب الصحابه او عائشته غير استحلال فاسق۔ (نسیم الریاض ۵۲۵ جلد۲)

یہی علامہ خفاجی اسی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

ان اصحاب الشافعی قالوا ان من سب عائشته ادب كما فى سائر المومنين۔ (نسیم الریاض میں صفحہ ۵۶۷ جلد۴)

شیخ ابن تیمیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں لکھتے ہیں:

مطلق السب لغير الانبياء لا يستلزم الكفر لان بعض من كان على عهد النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان ربما سب بعضهم بعضا ولم يكفراحد بذلك ولان اشخاص الصحابة لا يجب الايمان بهم باعيانهم فسب الواحد لا يقدح فى الايمان بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر۔ (الصارم المسلول مطبوعی حیدرآباد)

اسی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں ہے:

من سب احدا من اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم او من اهل بيته وغيرهم فقد اطلق الامام احمد انه يضرب ضربا نكالا وتوقف عن قتله وكفره۔ (الصارم المسلول صفحہ ۵۷۴)

علامہ شامی ردالمحتار میں اختیار سے ناقل ہیں: اتفق الائمة على تضلل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضهم لا يكون كفر الكن يضل۔ (ردالمحتار صفحہ ۳۰۲ جلد۳)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ اہل بیت کرام وصحابہ عظام کا گستاخ وبدگو شرعاً فاسق ومرتکب حرام اور قابل سزا ہے لیکن وہ کافر وواجب القتل نہیں ہے۔ اس بنا پر کہ اس کی یہ گستاخی وبے ادبی حقیقۃً

شان رسالت علی صاحبہا التحیۃ کی گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ علی قاری شرح شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

ولا يخفى على النبيه ان سبها (اى عائشة) ليس سبا لنبيه فى حقيقة الكلام ولا يلزم من قذفهاقذفه عليه الصلوة والسلام ولهذا لم يقتل من قذفها قبل نزول برأتها بل جعل قذفها حينئذ كقذف سائر اهل الاسلام فى عموم الاحكام۔ (شرح شفا مصری جلد۴ صفحہ ۵۶۸)

بالجملہ یہ ساری گفتگو تو اس قول اکثر علماء کی بنا پر تھی جو اہل بیت کرام وصحابہ عظام کے گستاخ بدگو کو کافر نہیں کہتے بلکہ اس کو مرتکب حرام اور فاسق قرار دیتے ہیں۔ اب باقی رہے وہ علماء کرام جو توہین کنندۂ صحابہ واہل بیت کو کافر کہتے ہیں تو وہ باوجود اس کے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہے اور وہ سزا سے بھی معاف کردیا جائیگا۔ چنانچہ قاضی عیاض شفا شریف میں حضرت امام مالک کا قول نقل فرماتے ہیں۔

من سب من انتسب الى بيت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يضرب ضربا وجيعا ويشهر ويحبس طويلا حتى تظهر توبة۔ (از شرح شفا جلد۴ صفحہ ۵۷۱)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں لکھتے ہیں:

من رمى عائشة رضى الله تعالىٰ عنها بما برأها الله منه فقد رمق من الدين ولم ينعقد له نكاح على مسلمة الا ان يتوب ويظهر توبته وهذا فى الحملة قول عمر بن عبدالعزيز وعاصم الاحول وغيرهما من التابعين۔ (الصارم المسلول صفحہ ۵۷۴)

فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:

لا شك فى تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها او انكر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية فى على او ان جبريل غلط فى الوحى او نحو ذالك من الكفر الصريح المخالف للقرآن ولكن لو تاب تقبل توبته۔ (از ردالمحتار مصری جلد۳ صفحہ ۳۱۴)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ شان صحابہ اور اہل بیت کا گستاخ اور بدگو کافر ہے لیکن اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہے یہاں تک کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانے والے کی بھی توبہ مقبول ہے، اور یہ کیونکر نہ ہو کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگو اور

گستاخ کی بھی توبہ مقبول ہے، تو اس گستاخ کی توبہ بدرجہ اولیٰ مقبول ہونی چاہئے۔ چنانچہ ردالمحتار میں اس کی تصریح موجود ہے۔ وقد مرایضاً ان المذهب قبول توبة ساب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيكف ساب الشيخين۔ (ردالمحتار جلد۳ صفحہ۳۲۰)

گستاخ شان رسالت کی توبہ کے مقبول ہونے کی تحقیق یہ ہے کہ وہ شرعا کافر و مرتد ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو مرتد کا حکم ہے چنانچہ درمختار میں ہے:

من سب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى وهو ظاهر في قبول توبته۔ (از ردالمحتار جلد۳ صفحہ۳۰۰)

تو جب گستاخ شان رسالت کا وہی حکم ہے جو مرتد کا حکم ہے تو مرتد کی توبہ تو شرعاً مقبول ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وهو الذي يقبل التوبة من عباده

علامہ کرمانی نے "منسک" میں اس آیت سے اسی طرح استدلال فرمایا جس کو علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں ناقل ہیں:

ثم اذا تاب توبة صحيحة صارت مقبولة غير مردودة قطعا من غير شك وشبهة بحكم الوعد بالنص اى قوله تعالىٰ وهو الذى يقبل التوبة من عباده الآية (از شرح فقہ اکبر مصری صفحہ۱۴۶)

حضرت حجۃ الاسلام امام ابوبکر رازی نے تفسیر احکام القرآن میں تحت آیت کریمہ فرمایا۔

ان الذين امنو ثم كفرو ثم از دادو اكفر " قال ابو بكر هذا يدل على ان المرتد متى تاب تقبل توبته قال ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد وزفر في الاصل لا يقتل المرتد حتى يستتاب۔ (احکام القرآن جلد۲ صفحہ۳۴۹)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں آیت کریمہ سے اس طرح استدلال کرتے ہیں:

وكل من كفر بعد اسلامه فان توبته تقبل لقوله تعالىٰ كيف يهدى الله قوما كفروا بعد ايمانهم الى قوله الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحو الآية ولما تقدم من الادلة الدالة على قبول توبة المرتد۔ (الصارم المسلول صفحہ۳۲۳)

ان آیات اور ان کی تفاسیر سے آفتاب کی طرح روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ جب مرتد توبہ کرلے

تو اس کی توبہ بلا شبہ مقبول ہے اور یہی بات احادیث میں بھی وارد۔ ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله يقبل توبة العبد مالم يغر غر" (مشکوۃ شریف صفحہ۲۰۴)

بیہقی شریف میں حضرت حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے مروی:

ان فرات بن حيان ارتد على عهد رسول الله فاتى به رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فار اد قتله فشهد شهادة الحق فخلى عنه وحسن اسلامه۔ (بیہقی شریف مطبوعہ حیدرآباد جلد۸ صفحہ۱۹۷)

اسی بیہقی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ ایک شخص انصار میں سے مرتد ہوگیا: فرجع تائبا الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقبل ذلك منه وخلىٰ سبيله۔ (بیہقی شریف جلد۸ صفحہ۱۹۷)

اسی بیہقی شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انه امر خالد بن الوليد حين بعثه الى من ارتد من العرب ان يدعوهم بدعاية الاسلام فمن اجابه قبل ذلك منه الخ۔ (بیہقی شریف جلد۸ صفحہ۲۰۶)

ان احادیث سے بھی یہی ثابت ہوگیا کہ مرتد کی توبہ قبول ہے اور بلا اختلاف صحابہ کرام کا (یہی) مسلک ہے چنانچہ علامہ علاء الدین علی الجوہر النقی میں ناقل ہیں " لا اعلم بين الصحابة خلافا في استتابة المرتد" (الجوہر نقی جلد۸ صفحہ۵)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں ناقل:

صح في ذالك عن عمر وعثمان وعلي وابن مسعود وابى موسىٰ وغيرهم من الصحابة رضى الله عنهم انهم امرو باستتابة المرتد في قضاء متفرقه۔ (الصارم صفحہ۲۹۶)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام نے بھی یہی حکم فرمایا کہ مرتد سے توبہ حاصل کی جائے تو اگر وہ توبہ مقبول نہ ہو تو اس کا حاصل کرنا ہی لغو قرار پائیگا، بلکہ علامہ علی قاری تو شرح فقہ اکبر میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ اس کی توبہ کی قبولیت کو مشیت الٰہی پر موقوف رکھنا جہالت ہے اور کسی کو ایسی بات کہنا روا بھی نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ولا یجوز لا حد ان یقول ان قبول التوبۃ الصحیحۃ فی مشیئۃ اللہ تعالیٰ فان ذالک جہل محض ویخاف علی قائلہ الکفر الخ۔ (شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۴۶)

اور کتب عقائد میں تصریح موجود ہے کہ توبہ عن الکفر باجماع صحابہ وسلف صالحین یقیناً مقبول ہے چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے:

التوبۃ عن الکفر حیث تقبل قطعا عرفناہ باجماع الصحابۃ والسلف رضی اللہ عنہم فانہم یرغبون الی اللہ تعالیٰ فی قبول توبتہم عن الذنوب والمعاصی کما فی قبول صلاتہم وسائر اعمالہم ویقطعون بقبول توبۃ الکافر۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۱)

الحاصل ہمارے مذہب حنفی میں تو جب مرتد توبہ کرے بلاشبہ اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے کتب کثیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں تنویر الابصار میں ہے۔" کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ"

(ردالمحتار مصری جلد ۳ صفحہ ۲۹۸)

علامہ شامی ردالمحتار میں ناقل ہیں" مذہب ابی حنیفۃ والشافعی حکمہ حکم المرتد وقد علم ان المرتد تقبل توبتہ" (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)

علامہ شامی کتاب نور العین سے ناقل ہیں:

بالجملۃ قد تبعنا کتب الحنفیۃ فلم نجد القول بعدم قبول توبۃ الساب عندہم سوی مافی البزازیہ وقد علمت بطلانہ ومنشاء غلطہ۔

(ردالمحتار مصری جلد ۳ ۳۰۱)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں تصریح کرتے ہیں:

وحکی مالک واحمد انہ تقبل توبتہ وہو قول الامام ابی حنیفۃ واصحابہ وہو المشہور من مذہب الامام الشافعی بناء علی قبول توبۃ المرتد فتکلم اولا فی قبول توبۃ والذی علیہ عامۃ اہل العلم من الصحابۃ والتابعین انہ تقبل توبۃ المرتد۔

(الصارم المسلول صفحہ ۳۱۰)

اسی الصارم المسلول میں ہے:

ان من سب الرسول او جحد نبوتہ او کذب آیۃ من کتاب اللہ او تہود او تنصر ونحو ذالک کل ہؤلاء قد بدلوا دینہم وترکوہ وفارقوا الجماعۃ فیستتابون تقبل توبتہم

کغیرہم۔ (الصارم صفحہ ۳۲۲)

علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ثم المعتمد فی المذہب (ای مذہب ابی حنیفۃ) انہ تقبل توبتہ ولا یقتل۔

(شرح شفاء مصری جلد ۴ صفحہ ۴۴۳)

اسی میں ہے: الاجماع علی ان المرتد اذا تاب قبلت توبتہ ولم یقتل واما تخصیص حکم الساب فمذہب حادث من مالک واصحابہ۔ (شرح شفاء جلد ۴ صفحہ ۴۴۹)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ بدگو و گستاخ شان رسالت علی صاحبہا التحیۃ کی توبہ بھی مقبول ہے اور یہی ہمارے مذہب حنفی کا متفقہ حکم ہے۔ بلکہ امام شافعی کا بھی یہی مشہور قول ہے۔ بلکہ امام احمد وامام مالک کا بھی یہ ایک قول ہے۔ بالجملہ جب آیات واحادیث واقوال صحابہ وتابعین تصریحات ائمہ مجتہدین وفقہاء متقدمین ومتاخرین سے یہ ثابت ہوگیا کہ گستاخ وتوہین کنندۂ رسول علیہ السلام کی توبہ مقبول ہے تو جو شان اہل بیت وصحابہ میں گستاخ وتوہین کنندۂ ہو اس کی توبہ کس طرح مقبول نہ ہوگی۔

علامہ شامی ردالمحتار میں طحطاوی سے ناقل ہیں:

یظہر لما قدمناہ من قبول توبۃ من سب الانبیاء عندنا خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ واذا کان کذالک فلا وجہ للقول بعدم قبول توبۃ من سب الشیخین بل لم یثبت ذالک عن احد من الائمۃ فیما علم۔ (ردالمحتار مصری جلد ۳ صفحہ ۳۰۲)

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ اہل بیت وصحابہ کے گستاخ کی توبہ قبول نہ ہونے کا قول نہ تو ائمہ وفقہاء سے منقول نہ معتبر کتب اسلامیہ سے ثابت۔ تو اس کا دعویٰ نہ فقط بے اصل وبے ثبوت بلکہ غلط وباطل ہے۔ پھر اس سے زیادہ شرمناک خیانت یہ ہے کہ صحابہ اور اہل بیت کے گستاخی وتوہین کنندہ کی توبہ کے بعد بھی امامت ناجائز ہے۔ اس مسئلہ کی مختصر تحقیق یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک تو یہ گستاخ کافر ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک فاسق ہے جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہو چکا۔ لیکن بہر دو صورت فقہاء اس کی توبہ کو مقبول مانتے ہیں۔ تو جب اس کی توبہ قبول ہے تو قبول توبہ کا یہی تو مطلب ہوتا ہے کہ اس توبہ کرنے والے سے جرم وگناہ اور ان کی عقوبت وسزا ساقط ہوگئی۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے" اعلم اولا ان قبول التوبۃ ہو اسقاط عقوبۃ الذنب عن التائب" (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۱)

لہذا توبہ کرنے والا اپنی توبہ کے بعد کسی عقوبت کفر وفسق کا مستحق نہیں ہوسکتا کہ شرعا اس پر کوئی عقوبت جائز وروا نہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام ابوبکر رازی احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

اما بقاء سمة الفسق مع وجود التوبة فغير جائز في عقل ولا سمع ان كانت سمة الفسق ذماوعقوبة وغير جاز ان يستحق التائب الذم۔ (احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۴)

تو اب یہ حکم مستفاد ہوا کہ گستاخ وتوہین کنندہ اہل بیت اصحابہ کی امامت اگر توبہ کے بعد بھی ناجائز قرار دی جائے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ اس پر توبہ کے بعد عقوبت کفر وفسق باقی ہے اور وہ اس عقوبت کا مستحق ہے اور یہ بات شرعاً جائز نہیں۔ تو اب ثابت ہوگیا کہ اس کی امامت کو ناجائز کہنا غلط ہے

الحاصل توبہ سے نہ فقط کفر وفسق ہی زائل ہوتا ہے بلکہ ان پر مرتب ہونے والے امور بھی زائل ہو جاتے ہیں تو بعد توبہ کافر وفاسق کی امامت بے شبہ جائز ودرست ہے۔ خود وہابیہ کے فتاوے اشرفیہ میں ہے: سوال:۔ ایک حافظ قرآن صحیح پڑھتا ہے مگر نماز کا پابند نہ تھا کبھی پڑھ لیتا تھا اور اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا اب وہ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھانا چاہتا ہے، ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جو برابر نماز کے پابند ہیں بلا کراہت ہوگی یا بکراہت؟ اگر مکروہ ہوتی ہو اور وہ اس وقت توبہ کرے کہ اب نماز ہم نہیں چھوڑینگے اور جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں ان کی قضا پڑھ لینگے تو کراہت زائل ہوسکتی ہے یا نہیں؟۔

الجواب: توبہ سے کراہت زائل ہوجاویگی کیونکہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور مطالب بالحقوق رہنا موجب فسق نہیں ہے" وھذا ظاہر فقط (فتاوی اشرفیہ جلد صفحہ ۹۰، ۹۱)

فتاوی رشیدیہ میں ہے۔ سوال: خونی قتل کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب: خونی نے اگر اپنے فعل سے توبہ کرلی ہوتو اس کے پیچھے نماز درست ہے فقط

(فتاوی رشیدیہ جلد ۳ صفحہ: ۱۴۴"

ان ہر دو فتوں سے ثابت ہوگیا کہ توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور توبہ کے بعد اس کی امامت جائز ہے اور پھر اس کے پیچھے نماز درست ہے، یہی حکم اس گستاخ وتوہین کنندہ صحابہ واہل بیت کا ہے کہ توبہ سے اس کا فسق بھی زائل اور اس کی امامت بھی جائز اور اس کے پیچھے نماز بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (اور امامت سے معزول نہ ہونے کا فتوی فتاوے دیوبند جلد ۷ صفحہ ۵۰ میں ہے)

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانے شرع متین مسائل ذیل میں کہ

گیارہویں شریف کے مہینے میں جمعیۃ العلماء کے ایک مولانا تشریف لائے ہوئے تھے الحمدللہ بہت ہی شاندار تقریر ہوئی۔ اس کے دوسرے روز صبح دس بجے پرائیوٹ کمرے میں صرف دو آدمیوں کے سامنے مولانا صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کی تعریف میں فرما گئے۔ کہ جناب شیخ کا اٹھنا بیٹھنا رہن سہن اور کل کام متبع رسول معلوم ہوئے ہیں اور دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے حتی کہ جب غور سے دیکھتے ہیں تو سرکار دو عالم کا نقشہ نظر آتا ہیں۔ اس پر ایک ناکارہ انسان ایسے بزرگ ہستی پر سخت اعتراض کئے اور چراغ پا ہوگئے اور کہنے لگے کہ حضور کی ہستی ایک پاک ہستی ہے، ان کے مقابلہ میں حضرت شیخ کو تشبیہ دینا مناسب نہیں، اس قسم کے دیگر حضرات میں بھی اعتراض پیدا ہورہا ہے اب علمائے کرام سے دریافت طلب ہے اس ناکارہ انسان کا اعتراض کہاں تک درست ہے، از راہ کرم تھوڑی زحمت گوارہ کرتے ہوئے جواب باصواب مدلل ومفصل کتاب وسنت سے دیکر تشفی فرمائیے۔

ناچیز محمد یعقوب از چکردھر پور ضلع سنگھ بھوم

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا:

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں، یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاے۔

(تحذیر الناس مطبوعہ خیر خواں سرکار پریس سہار نپور ص ۲۸)

مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کورد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے

(براہین قاطعہ مطبوعہ بلال ساڈھورہ صفحہ ۵۱)

مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان مطبوعہ بلالی ساڈھورہ صفحہ ۶)

یہ عبارات اصل کتابوں سے بلفظہ نقل کی گئی ہیں۔ان میں پہلی عبارت میں حضور آخر الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا صاف انکار ہے اور حضور کے اس وصف خاص کو مٹایا گیا ہے۔

دوسری عبارت میں شیطان وملک الموت کیلئے جس قدر وسعت علمی کو نص سے ثابت مانا ہے اس کے مقابلہ میں حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسی قدر وسعت علمی کے ماننے کو شرک ٹھہرایا۔تو صاف طور پر شیطان کے علم سے حضور فخر عالم کے علم شریف کو گھٹایا۔اور یہ حضور کی صریح توہین ہے۔

تیسری عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو بچوں۔ پاگلوں۔ جانوروں۔چوپایوں کے علم کی برابر بتایا گیا،اس میں حضور کی صریح گستاخی وتوہین نہیں ہے۔ ہر ادنیٰ عقل والا کہے گا بلاشک ان میں گستاخی وتوہین ہے۔

مسلمانو! یہی وہ عبارات ہیں جن کو صدہا،ہزارہا علمائے حرمین شریفین۔عرب وعجم نے شان سرکار رسالت میں سخت گستاخی وبے ادبی اور توہین تنقیص قرار دیکر شرعا کفر وارتداد ٹھہرایا اور ان کے قائلین پر کافر ومرتد ہو جانے کے فتوے صادر فرمائے جو حسام الحرمین ۔الصوارم الھندیہ میں مطبوعہ موجود ہیں۔

شیخ جی حسین نے اپنے رسالہ ''الشہاب الثاقب'' میں یہ دیدہ دلیری کی کہ ان ناپاک عبارات کی غلط تاویل اور باطل تائید کرکے ان کی گستاخی اور توہینوں کو ایمان قرار دیا اور ان کے قائلین کو نہ فقط مسلمان ٹھہرایا بلکہ ان کو عالمان دین ومفتیان شرع شیخ الاسلام، امام المسلمین وغیرہ کثیر الالقاب کے ساتھ یاد کیا۔ تو ایسی ناپاک کفری عبارات کی تائید کرکے اور ان پر اپنی رضامندی وخوشنودی ظاہر کرکے یہ شیخ جی خود کافر ہوگئے ۔تمام کتب عقائد میں ہے " الرضا بالکفر کفر "یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا بھی کفر ہے۔

پھر مزید برآں ہمارے قصبہ سنبھل میں خود انہیں شیخ جی نے دس پندرہ ہزار کے مجمع مسلمین میں حضور نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اہل مکہ کی بکریوں کا اجرت پر چرانے والا کہا۔ نیز حضور کا ناچ کی مجلس میں دو مرتبہ شامل ہونا بیان کیا۔ اس پر مسلمانوں میں شور برپا ہو گیا۔ ادھر شیخ جلسہ چھوڑ کر بھاگے، مفتی شہر نے ان کو توہین سرکار رسالت کا مجرم قرار دیکر کفر کا فتویٰ صادر کیا جس کا جواب تقریباً ۶ سال ہو گئے ابھی تک دیو بند اور سہارنپور کے دارالافتاء سے موصول نہیں ہوا۔

بالجملہ جس کی سید انبیاء حبیب کبریا شافع روز جزا باعث تکوین ارض وسما محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ایسی کھلی ہوئی گستاخیاں، صریح بے ادبیاں، گندی گالیاں موجود ہوں تو اسکو ہر وہ شخص جس کے سینہ میں قلب ہو اور قلب میں عظمت ومحبت شان رسالت کا ادنیٰ شائبہ بھی ہوگا تو وہ ایسے بے ادب کو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ اور ہر وہ مسلمان جس کی زبان پر غلامی سرکار حبیب خدا علی التحیہ والثناء کا ادنیٰ سا دعویٰ بھی ہوگا تو وہ کبھی ایسے گستاخ کو مولینا بھی نہیں لکھ سکتا چہ جائیکہ اس کو شیخ الاسلام کہہ کر مسلمانوں کو فریب دیا جائے پھر ہواخواہوں کا مزید کذب وفریب ملاحظہ ہو۔ یہ شیخ جی صاحب فیض آباد کے رہنے والے لیکن ان کو مدینہ طیبہ میں چند دن رہنے کی بنا پر مدنی بنا دیا۔ تعجب ہے کہ حضرت بلال حبشی نے مدینہ شریف میں عمر گذاری لیکن وہ مدنی نہیں کہلائے بلکہ وہ حبشی ہی کہلائے گئے۔ حضرت سلمان فارسی مدینہ شریف میں مدتوں برسوں رہے لیکن ان کو مدنی نہیں کہا گیا بلکہ فارسی ہی کہلائے گئے۔ حضرت صہیب رومی مدینہ طیبہ میں آخر دم تک رہے اور یہیں پر دفن بھی ہوئے باوجود اس کے ان کو مدنی نہیں کہا گیا بلکہ وہ رومی ہی کہلائے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ مسلمانوں جمعیۃ کے مولویوں کا فریب دیکھو کہ یہ لوگ خود بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ شیخ جی ضلع فیض آباد کے رہنے والے ہیں۔ اب برسوں سے ہندوستان ہی میں مع اہل وعیال کے مقیم ہیں، مدینہ طیبہ نہ ان کا وطن اصلی ہے، نہ وطن اقامت۔ پھر ان کو مدنی کہنا کیا عوام کو فریب دینا نہیں ہے اور کیا یہ جھوٹ بولنا نہیں کہلائیگا۔ فلعنة الله على الكاذبين۔

پھر ان جمعیتی ملّوں کا ان شیخ جی کی شان رسالت میں گستاخیوں، توہینوں، گالیوں پر پردہ ڈالدینا اور ان کا یہ غلط پروپیگنڈہ کرنا (جناب شیخ کا اٹھنا، بیٹھنا، رہن، سہن اور کل کام متبع رسول معلوم ہوتے ہیں) کیا مسلمانوں کو فریب دینا نہیں۔ کون نہیں جانتا ہے کہ یہ کانگریسی جلسوں میں مشرکین وکفار اور مرتدین وفساق کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھتے رہے۔ ان کا رہن، سہن ان کے ساتھ رہا اور رہتا ہے، تو کیا اتباع رسول اسی کو کہتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا اور بھی متبع رسول ساری امت میں معلوم ہوا ہے۔ کیا کبھی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بلاضرورت کفار ومشرکین فساق ومرتدین کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند فرمایا، کیا

ان کے ساتھ رہن سہن بھی گوارہ ہوا، کیا ان کے ساتھ موالات تعلقات حضور نے روا رکھا۔ کیا حدیث میں صاف طور پر وارد نہ ہو " لا نستعین بمشرك " تو مسلمانو ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر بولو، کیا اس مخالفت طریقہ رسول ہی کا نام اتباع رسول رکھ لیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارك وسلم ۔

پھر یہ مزید صریح جھوٹ ملاحظہ ہو (دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے) مسلمانو! جمعیتی مذہب میں شیخ جی حسین احمد کی تو دنیا میں نظیر نہیں ملتی، اور اللہ کے حبیب ممتنع النظیر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ملتی ہے کہ یہی شیخ جی حسین احمد ان کی نظیر آتے ہے ہیں ۔ چنانچہ صاف الفاظ میں اسی گستاخ نے یہ کہا:

جب غور سے دیکھتے ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقشہ نظر آتا ہے۔

تو اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظیر تو یہی شیخ جی حسین احمد ہیں اور خود ان شیخ جی حسین احمد کا دنیا میں نظیر نہیں ملتا۔ تو حضور سرکار دو عالم میں تو بے نظیر ہونے کی صفت اور فضیلت نہیں اور شیخ جی کے لئے بے نظیر ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔ نیز شیخ جی جیسے ناکارہ اور بے ادب انسان کی تشبیہ سید انبیاء حبیب کبریا سرکار دو عالم فخر بنی آدم صاحب لولاک رسول پاک علیہ السلام سن کر ہر وہ عاشق جس کے قلب میں سرکار رسالت کی ادنیٰ محبت والفت ہے اس کو فقط چراغ پا ہو جانا بلکہ اپنی جان کو قربان کر دینا بھی ایمان کا مقتضیٰ تھا۔ اور ہر وہ مسلمان جس کے گلے میں اس آقائے اکرم فخر دو عالم کی غلامی کا پٹہ ہے وہ اس توہین کو کسی طرح گوارہ ہی نہیں کر سکتا، تو اس کو اس کے ایمان نے اعتراض کرنے کے لئے ضرور بے چین کر دیا ہوگا۔ تو اس ایمان افروز اعتراض کو جو بری نظر سے دیکھتا ہے اور ناپاک کی پاک سے تشبیہ جسے بھلی معلوم ہوتی ہے اس کے قلب میں عظمت محبت شان رسالت کا شائبہ بھی نہیں۔ اس کا دل نور ایمان سے خالی ہے، بلکہ وہ اللہ کے محبوب جہاں کے مطلوب مدنی تاجدار رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا، اور اس شیخ جی فیض آبادی اجھریا باشی پر ایمان لایا۔

الحاصل جس نے اس ناپاک تشبیہ پر اعتراض کیا اس کے دل میں ایمان اور عظمت ومحبت شان رسالت کے موجود ہونے کی روشن دلیل ہے، تو وہ سچا محب رسول اور عاشق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت ہوا۔ اور جو اس محبت بھرے اعتراض کو برا جانتا ہے اور اس معترض کو ناکارہ انسان کہتا ہے اس کے قلب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت کے مقابلہ میں ان شیخ جی فیض آبادی کی عظمت

ومحبت زائد معلوم ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ مولیٰ تعالیٰ ایسے قلب میں اپنے حبیب علیہ السلام کی عظمت ومحبت پیدا کرے اور دشمنان رسول علیہ السلام کو سچی مذلت عطا فرمائے۔ اور جمعیتی فریب کاریوں عیاریوں کو ناواقف مسلمانوں پر ظاہر کرے اور ان نام کے مسلمانوں کی اصلی سیرت اور باطنی حقیقت کو اہل عالم پر آشکار فرمادے اور عامۃ المسلمین کو حق و باطل اپنے پرائے کے امتیاز کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ٦ جمادی الاخریٰ ٦/ ٧٢ ١٣ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (١١٦)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

ایک مولوی صاحب جو اپنے کو سنی حنفی کہتے ہیں ان کا رشاد ہے کہ تحذیر الناس میں نے پڑھی میرے خیال میں شروع سے آخر تک کوئی غلطی نہ معلوم ہوئی، کتاب ہذا میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کی صفت سے سرفراز فرمایا گیا ہے، اور مصنف کی کافی تعریف کی اور مصنف کو بزرگ اور قابل ہستی تسلیم کرتے ہیں، ان مولوی صاحب کے متعلق کیا حکم ہے؟۔

المستفتی محمد سعید کرنیل گنج گونڈہ

الجواب

اللھم ہدایۃ الحق والصواب

تحذیر الناس میں خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا صاف انکار متعدد جگہ موجود ہے۔

چنانچہ تحذیر الناس کے صفحہ ١٢ پر موجود ہے:

بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے

پھر اسی تحذیر الناس کے صفحہ ٢٨ پر ہے:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کر لیا جائے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ جب زمانہ نبوی ہی میں یا اس زمانہ اقدس کے بعد اور کسی نبی کا پیدا ہونا تجویز کیا جائیگا تو پھر خاتم النبیین بمعنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا صاف طور پر انکار ہو گیا۔

علاوہ بریں ابتدائے کتاب تحذیر الناس کی عبارت ملاحظہ ہو

بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔

اس عبارت میں مصنف تحذیر الناس نے خاتم النبیین کے متواتر وقطعی معنیٰ آخر الانبیاء کو جو آیات واحادیث وآثار صحابہ واجماع امت سے ثابت ہیں، انہیں خیال عوام بتایا، اور اس معنیٰ کے بیان کرنے والوں کو عوام اور نافہم ٹھہرایا۔ تو اس مصنف کے نزدیک تمام سلف صالحین۔ صحابہ وتابعین بلکہ رسول کریم علیہ التسلیم بلکہ خود رب العلمین جل جلالہ بھی معاذ اللہ عوام اور نافہم قرار پائے۔ لہٰذا حضرات سلف صالحین۔ صحابہ وتابعین کو حتیٰ کہ خدا اور رسول کو عوام ونافہم کہنا کیا ان کی کھلی ہوئی گستاخی اور توہین نہیں۔ اور آیات واحادیث اور آثار صحابہ واجماع امت کے بتائے ہوئے معنیٰ کو خیال عوام کہنا اور اہل فہم کے خلاف ٹھہرانا کیا صریح غلطی نہیں۔ اور اس میں خاتم النبیین بمعنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا انکار کیا صاف الفاظ میں موجود نہیں اور کتب فقہ میں ہے کہ جو ہمارے نبی کو آخر الانبیاء نہ جانے وہ مسلمان نہیں۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲۸۴ اور الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۶۷ میں ہے "اذالم یعرف ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات"

اس عبارت سے مصنف تحذیر الناس کا کافر ہونا آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگیا لہٰذا اب اس سنی حنفی مولوی کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ جو ایسے کو بزرگ وقابل تعریف سمجھے اور قول کفری کی تائید وحمایت کرے اور اس پر رضا ظاہر کرے وہ خود کافر ہے کتب عقائد کا مشہور عقیدہ ہے " الرضا بالکفر کفر " بالجملہ اس مولوی کا دعویٰ سنیت وحنفیت غلط ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس غلط تخیل سے باز آئے اور توبہ کرے تجدید ایمان کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۷-۱۱۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید پیش امام ہے اور وہابیہ جیسے غیر مقلدین دیو بندیہ وغیرہ بد مذہبوں سے الحاق اور میل جول رکھتا ہے اور اپنے کو سنی حنفی کہتا ہے، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل پر دستخط کردو تو دستخط نہیں کرتا، ایسی صورت میں زید سنی حنفی ہے یا وہابی، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

وہ مسائل یہ ہیں۔

(۱) لازم ہے اہل سنت وجماعت کو کہ غیر مقلدوں کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں۔

(۲) غیر مقلدین وہابیہ کے پیچھے نماز حرام ہے۔

(۳) غیر مقلدین وہابیہ کے ذبیحہ میں احتیاط لازم ہے۔

(۴) غیر مقلدین وہابیہ کے پیچھے نماز حرام ہے

(۵) غیر مقلدین وہابیہ سے شادی بیاہ کرنا حرام ہے۔

(۲) زید کے متعلق علماء بریلی کا فتویٰ یہ ہے۔ زید ہرگز ہرگز سنی حنفی نہیں بلکہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے اور اس کو امام بنانا ناجائز، اس کے پیچھے نماز پڑھنی نمازوں کو رائیگاں کرنا ہے، بلکہ بجائے ثواب کے عذاب مول لینا ہے، زمانہ حال کے غیر مقلدین یقیناً کافر ہیں، زید کے شرکا بھی زید ہی کے حکم میں ہیں، ان سے میل جول رکھنا حرام اور سخت گناہ ہے انتہیٰ بلفظہ۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید جب کہ مسائل خمسہ مذکورہ سنی حنفی ہے یا وہابی اور زید پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے یا توبہ لازم ہے؟ اور جو زید کے شریک ہوں ان پر بھی تجدید ایمان لازم ہے یا توبہ لازم ہے؟۔ بینوا توجروا

سائل مکن خلیفہ ٹانڈہ حرمت نگر بلاسپور رام پور یوپی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید مذکور فی السوال کا مسائل خمسہ پر دستخط کرنے سے انکار کرنا اور اسکا وہابیہ دیو بندیہ غیر مقلدین وغیرہ بد مذہبوں سے میل جول رکھنا ہی خود اس کے بدعقیدہ وہابی ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن کریم میں ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم

یعنی جو تم میں سے ان کفار بد مذہبوں کو دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بد مذہبوں سے تعلقات کے بارے میں فرماتے ہیں "ایاکم و ایاھم" یعنی تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے بچاؤ۔

تو جب یہ زید ان بد مذہبوں سے نہیں بچتا بلکہ بجائے بچنے کے ان سے میل جول رکھتا ہے تو یہ زید بحکم قرآن وحدیث انہیں میں سے ہوا۔ لہٰذا اس زید کا وہابی ہونا ثابت ہو گیا تو اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ پھر جو کوئی جان بوجھ کر اسکا شریک ہوگا وہ بھی زید کی طرح ہو جائیگا۔ تو ان پر توبہ لازم اور ان کے لئے تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے اور لوگوں کا ان سے میل جول اور معاملات باقی رکھنا گناہ ومعصیت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ زید خود کو مولوی کہتا اور لکھتا اور خود کو مدرسہ سرائے خام بریلی کے سند یافتہ کا شاگرد بتاتا ہے۔ رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی کتابیں مطالعہ میں رکھتا ہے اور جابجا عبارت میں درود شریف وترضی وترحم کا اختصار بصورت ۔ ۔ ۔ لکھتا ہے اور اپنے کو محمدی لکھتا ہے، اور ایک غیر مقلد وہابی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھا، اور غیر مقلدوں سے مناکحت جائز رکھتا ہے، اور خود اس کے لڑکے کی بیوی غیر مقلدہ ہے، اور ایک غیر مقلدہ عورت کے زیر سرپرستی مدرسہ کا منیجر ہے، اور ولی میت کی نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دوبارہ میت پر باجماعت نماز جنازہ پڑھتا ہے، زید کی چند عبارتیں درج ذیل ہیں۔

حضور کا ثانی ہو حق اور جائز۔ عوام لوگوں کی قبروں پر عمارت، غلاف، پھول، بوسہ، چراغاں وغیرہ ناجائز۔ حدیث شریف میں ہے، حضور نے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجھہ کو تاکیدا فرمایا تھا کہ اے علی! جس جگہ قبریں بلند دیکھو تو اس کو پست کر دینا، مسلمانوں کی قبریں پختہ کی جائیں، تو دس دس بیس بیس قبرستان، ۵۰، ۵۰ بیگھہ کے قائم کرنے پڑینگے، مذبوحہ مویشی کی آنت بٹ اور جھینگا وغیرہ سارے مسلمان کھاتے ہیں اور رائج ہے، سود خور اگر سود لیکر زکوۃ نکالے تو مردود ہے، اور امید ثواب رکھنے والا فاسق نہ کہ کافر، اگر کافر ہے تو تارک الصلوۃ بھی ہے۔ خاکسار گاہے گاہے خطبہ اردو میں پڑھتا ہے، خاکسار حتی

الامکان جو مرثیئے اشعار قدیم وجدید کے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں پڑھتا ہے، کسی کو مردود ومرتد وکافر وغیرہ لکھ کر شائع کرنے والا دروغ گو ہے، زید کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

جسکو اہل ولایت میں حصہ ملا ہیں — وہ مشہور دنیا میں شیر خدا
بہانہ سے خدا بلوا رہا ہے جس کو — دن رات تھا صرف لڑنے سے کام
اس امام بن حیدر پہ لاکھوں سلام

گفتار بانو در تعزیت علی اکبر

بانو کرتی تھیں نوحہ خوانی ہائے اکبر تری نو جوانی
میری ایک بات تو نے نہ مانی ہائے اکبر تیری نو جوانی
امام حسین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے یہ نوحہ خوانی ہائے اکبر تیری نو جوانی
دیا شمر لعین نے سر جدا کر۔ مرثیہ جسکا پڑھتی ہے خلقت تمام

(۲) علماء بریلی مراد آباد کا زید کے متعلق یہ فتویٰ ہے کہ زید کے وہابی کافر مرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اسکے شرکاء بھی اسی کی طرح وہابی معلوم ہوتے ہیں، ان سب سے وہی معاملہ کرنا چاہئے جو وہابیوں سے کرنے کا حکم ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سنی حنفی ہے یا وہابی، اور جو شخص زید کا اتباع کرے اور اس کا شریک ہو اس کے لئے بھی وہی حکم ہے جو زید کے لئے یا نہیں؟ اور زید اس کے شرکا پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے یا توبہ لازم ہے؟۔

السائل کلن خلیفہ ٹانڈا حرمت نگر بلاسپور سلام پور یوپی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جب زید مدرسہ سرائے خام بریلی کے سند یافتہ کا شاگرد ہے اور رشید احمد وغیرہ علماء دیوبندیہ وہابیہ کی کتابوں کو مانتا ہے اور اپنے آپ کو محمدی لکھتا ہے اور غیر مقلد وہابی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے اور غیر مقلدین سے مناکحت جائز بتاتا ہے اور اس کے یہ اقوال ہیں جو سوالات میں خط کشیدہ ہیں اور اسی کے یہ اشعار ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو اس زید کے بد مذہب اور وہابی ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔ تو یہ زید ہرگز ہرگز سنی حنفی نہیں بلکہ وہابی گمراہ بیدین، ضال، مضل ثابت ہوا۔ جو جان بوجھ کر اس کی شرکت کرے اور اس کا اتباع کرے وہ بھی اس کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس زید پر توبہ ضروری وتجدید ایمان ونکاح لازم اور

جب تک یہ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے ترک تعلقات کریں، اس کو سلام کلام نہ کریں، اسکے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ زید نے ایک کتاب طبع کر کے شائع کی جس کے چند اشعار درج ذیل کئے جائیں گے۔ اس کے جواب میں اہل سنت کی جانب سے کتاب طبع ہو کر شائع ہوئی، اس میں مصنف کو غیر مقلد وہابی قرار دیا گیا اور جس شخص نے زید کی کتاب کا رد شائع کیا تھا اس مقام پر زید کا ایک مرید رہتا ہے، وہ کہتا ہے میں نے سنا ہے کہ زید اس کتاب کے لکھنے کے بعد ایک سنی حنفی پیر صاحب سے مرید ہو گیا تھا، اور اس کو خلافت بھی مل گئی تھی، اور اپنے عقائد فاسدہ سے تائب ہو گیا تھا، اور اس کا وہیں انتقال ہو گیا، وہ پیر صاحب جہاں رہتے تھے وہیں اسکی قبر ہے، اور یہ قبر کچھ لوگوں نے دیکھی ہے، اور وہاں کے لوگ زید کی قبر بتاتے ہیں۔ لیکن اس کہنے والے مرید کے پاس نہ زید کا خلافت نامہ ہے جو اس کو پیر سے ملا ہو، نہ توبہ نامہ ہے اور نہ موقع کے گواہ، اور نہ زید کے مرید کے پاس زید کے سنی حنفی ہو جانے کے متعلق کوئی تحریر ہے، اور نہ اس کی تحریر ہے جس نے اہل سنت کی جانب سے زید کی کتاب کا جواب لکھا تھا اور کسی شخص کے پاس اس قسم کا ثبوت نہیں ہے، اب نہ زید زندہ اور نہ اس کا پیر زندہ ہے اور نہ زید کی کتاب کا جوب لکھنے والا زندہ تو اب محض مسموعات پر "توبة السر بالسر و توبة العلانية بالعلانية" کے خلاف زید کو حنفی قرار دیا جائیگا یا غیر مقلد وہابی، اور جو شخص زید کا عرس کرے، اور جو شخص اس عرس میں بانی بزم بنے، اور جو شخص ایسے عرس میں شریک ہو، اور جو شخص ایسے عرس سے راضی ہو، اس کے لئے بھی وہی حکم ہوگا جو زید کے لئے ہے یا نہیں؟۔

اشعار

ہم کس جگہ مرینگے کہاں دفن ہونگے — معلوم اس کا حال کسی کو ذرا نہیں
کیا جانے کوئی پیٹ میں مادہ ہے یا کہ نر — کیا یہ جنے گی کوئی اسے جانتا نہیں
اور ایسے ہی ہے حال قیامت کے باب میں — کب ہوگی اسکا کچھ بھی کسی کو پتہ نہیں

بارش کے ہونے اور نہ ہونے کا علم بھی — آگاہ اس سے بھی کوئی اس کے سوا نہیں
کل کو امیر کون ہو کل کو فقیر کون ہو — اس کا بھی حال کسی کو کچھ پتہ نہیں
جو پوجتا ہے قبر کو کاغذ کو بانس کو — اللہ و مصطفیٰ کا اسے ڈر ذرا نہیں
مشرک ہیں وہی مانگیں جو غیروں سے مدد کو — مومن کا عقیدہ تو ہے عقدہ کشا نہیں
پاگل ہیں نبی کو جو کہیں غیب کا عالم — کوئی بھی خالق اکبر کے سوا نہیں
تقلیدیوں کی چشم بصیرت ہے کور — آتا نظر یہ سیدھا انہیں راستہ نہیں
ہیں اتخذ کے حکم سے باہر یہ لوگ سب — بخشش کی انکے کوئی بھی صورت ذرا نہیں
لکھا ہے بوحنیفہ نے تقلید کند ذہن — کیا منع چار اماموں نے ان کو کیا نہیں
تقلید پر یہ ہائے اڑے کس سبب سے ہیں — ان کو ثبوت شارع کیا کچھ ملا نہیں
عالم ہزاروں لکھتے ہیں تقلید کفر و شرک — لکھنے کا ان کے کچھ بھی اثر ہوا نہیں
سنتے ہیں سب طرح کی مگر مانتے نہیں — دنیا میں ان سے بڑھ کر کوئی بے حیا نہیں

علمائے بریلی و مراد آباد کا فتوی ہے، جبکہ اس کی وہابیت واضح و آشکار ہے اور توبہ غیر محقق تو اس کا عرس نہیں کرنا چاہئے اور نہ سنی حنفی کہنا درست ہے۔ دریافت طلب امر کہ زید غیر مقلد وہابی ہے یا سنی حنفی، اب جو شخص زید کا عرس کرتا ہے اور جو اس عرس کا بانی بزم بنتا ہے، اور جو شخص اس عرس میں شریک ہوتا ہے اس کے لئے بھی حکم ہے جو زید کے لئے، اور جو شخص زید کا عرس کرتا ہے یا اس عرس میں بانی بزم بنتا ہو یا اس عرس میں شریک ہوتا ہو اور ان کے شرکاء پر تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے یا محض توبہ اور جو شخص ایسوں کو سنی حنفی کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

السائل کلن خلیفہ ٹانڈا حرمت نگر بلاسپور۔ ضلع رام پور یو پی

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

زید کا اپنے اشعار کی بنا پر تو سخت وہابی غیر مقلد ہونا متیقن ہو چکا، اب باقی رہی اسکی اس توبہ کر لینے کی خبر تو چونکہ اس کا کوئی ثبوت شرعی موجود نہیں تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا، تو اس کی بدمذہبیت تو یقینی پس اس کی سنیت مشتبہ ہوئی، اور ایسے شخص کے لئے دعائے مغفرت اور عرس نہیں کیا جائیگا، تو جو شخص زید کا عرس کرے، یا اس کے عرس میں شریک ہوگا تو وہ گناہ عظیم ومعصیت شدیدہ کا مرتکب ہوگا، ان کو بھی

توبہ کرلینی چاہئے، بلکہ ان کے لئے بھی تجدید ایمان ونکاح کرلینا بہتر واولی ہے واللہ اعلم بالصواب

۵ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۱_۱۲۲_۱۲۳_۱۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) جوشخص اپنے کو وہابی کہتا ہو اور اکابر وہابیہ کو اپنا پیشوا بھی جانتا ہو ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

(۲) اس جماعت میں نہ شریک ہونے والے پر یہ اعتراض کہ جماعت میں شرکت کرلینا چاہئے بعد میں نماز کا اعادہ کرلیتے اس اعتراض کی پوری حقیقت معہ دلیل کتب تحریر فرما کر صحیح مسئلہ واضح فرمائیے گا تاکہ لوگ گمراہی سے باز آئیں۔

(۳) عشاء اور عصر کی سنت غیر مؤکدہ کے پڑھنے کا طریقہ بھی تحریر فرمایا جاوے۔

(۴) داڑھی منڈے کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو گلے کے بٹن کھلے رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جوشخص اپنے آپ کو وہابی کہتا ہو۔ اور ان اکابر وہابیہ (جن پر علماء حرمین شریفین نے اور عرب عجم کے صدہا مفتیوں نے ان کی توہین رسالت کی بنا پر کفر کے فتوے دیئے ہیں کو اپنا پیشوا وعالم جانتا ہو۔ بلکہ ان کے کفر پر مطلع ہونے کے بعد انہیں کم از کم مسلمان ہی سمجھتا ہو تو ایسا شخص خود کافر ہوجائیگا۔ کتب عقائد کا مشہور قاعدہ ہے " الرضا بالکفر کفر "یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا بھی کفر ہے تو جب یہ شخص رضا بالکفر کی بنا پر کافر ہوگیا تو اس کا امام ہونا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اور شرعا کافر ہرگز ہرگز امام نہیں بنایا جاسکتا ۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

صفحہ:-۱۳۵"

(۲) فاسق امام کے پیچھے جماعت میں شرکت کی جاسکتی ہے کہ وہ مسلمان ہے اس کی نماز

وجماعت شرعاً نماز وجماعت ہے اگرچہ وہ جماعت بالکراہت ہے۔ لہذا اس کراہت کی بنا پر اعادہ نماز کا حکم ہے طحطاوی میں ہے۔

اما الفاسق فالصلاۃ خلفہ اولیٰ (من الانفراد) وھذا انما یظھر علی ان امامتہ مکروھۃ تنزیھا اما علی القول بکراھۃ التحریم فلـا

مگر جو گمراہ بددین بلکہ کافر ومرتد ہو اس کے پیچھے تو نماز جائز ہی نہیں ہے کبیری میں ہے۔

روی محمد عن ابی حنیفہ وابی یوسف ان الصلوہ خلف اھل الاھواء لا تجوز

توجب کافر عبادت کا اہل ہی نہیں تو اس کی نماز وجماعت شرعاً نماز وجماعت ہی نہیں۔ لہذا کافر کی نماز وجماعت کی شرکت لغو وبے فائدہ ہے اعتراض کرنے والے احکام دین سے ناواقف ہیں۔ اور ان کا اعتراض جاہلانہ اعتراض ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۳) فرض عصر وعشاء سے پہلے جو چار رکعت مستحب پڑھے جاتے ہیں وہ بھی اسی طرح پڑھے جاتے ہیں جس طرح اور سنن ونوافل کو پڑھتے ہیں ان کے لئے کوئی اور خاص طریقہ نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴) داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے کا فاسق ہونا تو ظاہر ہے تو فاسق کا امام بنانا مکروہ ہے جیسا کہ جواب نمبر۲ میں گذرا اور نماز میں گیریبان کے بٹنوں کا کھلا رہنا بھی مکروہ ہے۔ اور جو نماز بکراہت ادا ہوگی ہے اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے: وکل صلوۃ ادیت مع الکراھۃ فانھا تعاد

لہذا ان سب کے پیچھے جو نماز پڑھی گئی اس کا اعادہ کیا جائیگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

۷ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۵)

ایک مولوی صاحب ہیں انہیں اپنے علم پر ناز ہے، ان کا یہ قول ہے کہ یزید امیر المؤمنین اور اولی الامر تھا، اور ان کی اطاعت واجب تھی۔ اب علماء اہل سنت کیا فرماتے ہیں۔ یزید کو امیر المؤمنین کہنا اور اس کو امیر المؤمنین ماننا جائز ہے یا نہیں؟۔ اور اس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب تھی یا نہیں؟ امید کہ

دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے اس کا جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں،
المستفتی، سگ درگاہ قادریت مشرف حسین قادری ہے ہاتھی بگان روڈ کلکتہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

یزید کے حق میں ہمارے سلف وخلف کے دوقول ہیں بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یزید کافر تھا اور بعض کہتے ہیں وہ کافر نہیں اس کے حق میں توقف اور سکوت بہتر واسلم ہے، چنانچہ عقائد کی مشہور اور معتبر کتابوں مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں ہے:

قد اختلف فی اکفار یزید ابن معاویة فقیل نعم لما وقع منه من الاجراء علی الذریة الطاهرة کالامر بقتل الحسین رضی الله عنه وما جری مما ینبو عن سماعه الطبع ویصم لذکره السمع وقیل لا اذ لم یثبت لنا عنه تلك الاسباب الموجبة للکفر و حقیقة الامر ای الطریقة الثابتة القویمة فی شانه التوقف فیه راجع امره الی الله سبحانه لانه عالم الخفیات والمطلع علی مکنونات السرائر وهو حبس الضمائر فلا یتعرض لتکفیره اصلا وهذا هو الاسلم۔ (مسامرہ شرح مسایرہ صفحہ ۱۳۶)

تو وہ یزید پلید جس کا مومن ہونا ہی محل خطرہ اور معرض بحث وکلام ہو یہاں تک کہ اس کو صراحۃ کافر کہنے والے بھی موجود ہوں تو اس کو کوئی مسلمان تو امیر المؤمنین اور اولی الامر کہہ نہیں سکتا۔ چنانچہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے لئے جس نے اس یزید کو امیر المؤمنین کہا تھا بیس کوڑے لگانے کی سزا کا حکم دیا۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ہے:

قال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبدا لعزیز فذکر رجل یزید فقال قال امیر المؤمنین یزید بن معاویة فقال تقول امیر المؤنین فامر به فضرب عشرین سوطاً
(صواعق محرقہ مصری صفحہ ۱۳۲)

پھر جب یہ یزید امیر المؤمنین اور اولی الامر ہی نہ تھا تو اس کی اتباع کس طرح واجب ہوسکتی تھی کہ طاعت تو اس امیر کی واجب ہوتی ہے جو خود اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہو اور کتاب وسنت پر عامل ہو۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے:

قال العلماء طاعة الامام واجبة علی الرعیة ما دام علی الطاعة فاذا زال عن الکتاب

والسنة فلا طاعة له وانما تجب طاعته فیما وافق الحق۔ (تفسیر خازن مصری جلد ا صفحہ ۴۶۰)

اور اس یزید کی سرکشی ونافرمانی اور بدکاری تو اس حد تک تجاوز کرچکی تھی کہ اس نے نماز بھی ترک کردی تھی۔ وہ شراب میں بھی مخمور رہتا تھا اس نے محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو رواج دے دیا تھا۔ تو ایسے، نافرمان اور مخالف شرع کی اطاعت کو واجب وہی شخص کہتا ہے جس کو یزید سے محبت ہو اور اہل بیت کرام سے عداوت ہو، بالجملہ سوال میں جس مولوی کا ذکر ہے یہ دشمن اہل بیت اور بیدین خارجی وہابی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا قول بدتر از بول ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ اگر اسکو کچھ علم ہوتا تو وہ ایسی جہالت کی بات ہرگز نہیں کہتا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو ہدایت کی توفیق دے واللہ تعالیٰ اعلم

۶ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین

زید اور ہندہ بوقت نکاح سنی صحیح العقیدہ تھے اور اب زید نے عقائد باطلہ وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ اختیار کرلیا ہے اور مودودی جماعت کا مبلغ بھی بن گیا ہے تو عندالشرع ہندہ کا نکاح درست رہا یا فسخ ہوگیا اور ہندہ کا زید کے ساتھ زن وشوہر کا تعلق رکھنا بحکم شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور اس پر شریعت کا کیا حکم ہے فقط والسلام
المستفتی، محمد غلام جیلانی مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم ویوسٹ ماچھی پور وایا سبور ضلع بھاگلپور بہار

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جب زید اکابر وہابیہ کی کفری عبارات اور ان کے عقائد باطلہ اور مودودی جماعت کی تصنیفات کو صحیح وحق جانتا ہے اور انہیں اسلامی عقائد اعتقاد کرکے ان کی تبلیغ کو دین کا کام سمجھتا ہے اور ان ہر دو جماعت کے اکابر وبانیان مذہب کو عالمان دین ومفتیان شرع کہتا ہے بلکہ انہیں کم از کم مسلمان اعتقاد کرتا ہے تو وہ کفر سے راضی ہونے اور مرتدین کو عالم دین ومسلمان ماننے کی بنا پر خود کافر ہوگیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے " الرضا بالکفر کفر "

فتاوی عالمگیری وشرح فقہ اکبر میں ہے "ان الجاھل اتی بلفظة الکفر وھو لا یعلم انھا کفر الا انه اتی بھا عن اختیار یکفر عند عامة العلماء و لا یعذر بالجھل"

فتاوی عالمگیری میں ہے " اذا لقن الرجل رجلا کلمة الکفر فانه یصیر کافرا"

بحرالرائق میں ہے " من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام له معنی صحیح ان کان ذلك کفر من القائل کفر المحسن "

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ کفر سے راضی ہونے والا۔ اور کلمہ کفر کو اپنے اختیار سے کہنے والا۔ اور دوسرے کو تبلیغ کرنے والا اور تصدیق و تحسین کرنے والا۔ اور اس کے معنی کو صحیح بتانے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان عبارات سے زید کا حکم ظاہر ہوگیا کہ جب وہ وہابی اور مودودی جماعت کے عقائد باطلہ اور کفریات قبیحہ کو صحیح جان کر اور حق مان کر اختیار کر رہا ہے اور ان کی تبلیغ و تلقین کر رہا ہے تو یہ زید بلاشبہ کافر مرتد ہوگیا۔ لہٰذا اس پر احکام مرتد جاری ہوگئے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی۔ تو اس ہندہ کا نکاح فسخ ہوگیا۔ پھر اگر اس زید نے توبہ کر لی تو وہ اس ہندہ سے تجدید نکاح کر سکتا ہے اور اگر وہ اس وہابیت و مودودیت سے توبہ نہیں کرتا تو یہ ہندہ اس سے جدا و علیحدہ رہے کہ اب ان کے درمیان زن و شوہر کے تعلقات ختم ہوگئے اور یہ ہندہ اس زید کے نکاح سے خارج ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،

یکم ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۷)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں

ایک جماعت میں بچوں کو دینی و دنیوی دونوں قسم کی تعلیم دیجاتی ہے اور اس کے اخراجات جماعت کے پیشہ کے اوپر کچھ روزینہ مقرر کر کے پورے کئے جاتے ہیں، اور اس کے منتظمین جماعت ہی کے افراد ہوتے ہیں جو عام چناؤ سے منتخب ہوتے ہیں، پچھلے دنوں جب چناؤ ہوا تو اس میں جماعت کے ایک فرد کا انتخاب ہوا جو نائب صدر کے عہدہ پر آیا، اس نے آتے ہی تعلیم کی آمد کا ایک صیغہ بند کرا دیا، جب عوام الناس میں مشورہ ہوا اور اس سے پوچھا گیا کہ یہ آمدنی کا صیغہ کیوں بند کیا گیا، اس سے تو بیوگان کی امداد ہوتی تھی، مساجد کے انتظامات ہوتے تھے، تعلیم کا کیا حشر ہوگا، تو اس نے غصہ میں آ کر یہ

الفاظ ادا کئے کہ تعلیم پر میں پیشاب کرتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کہنے والے اور اس کے ہمنوا و ہم خیال لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللھم ھدایة الحق و الصواب

اگر شخص مذکور فی السوال نے فی الواقع یہ کہا ہے کہ تعلیم پر میں پیشاب کرتا ہوں اور اس تعلیم سے وہی تعلیم مراد لیتا تھا جو اس جماعت کی مقرر کردہ تعلیم ہے، جس میں دینی تعلیم بھی داخل ہے تو اس کے قول سے دینی تعلیم کی بھی توہین لازم آئی۔ اور بلاشبہ توہین علم دین کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے" جاھل قال: انہا کہ علم می آموزند داستانہا است کہ آموزند او قال باد است آنچہ میگویند، او قال من علم حیلہ را منکرم، ھذا کلہ کفر"۔

شرح فقہ اکبر میں ہے" وفی فتاوی الصغری من قال لا ی شئی اعرف العلم کفر یعنی حیث استخف العلم او اعتقد انه لا حاجة الی العلم "

ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ علم دین کی توہین اور استخفاف کفر ہے۔ تو شخص مذکور فی السوال کے قول سے تو علم دین کی سخت توہین اور استخفاف لازم آیا، تو شخص مذکور پر توبہ و استغفار لازم اور تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے، اور اس ناپاک قول میں جو اس کے ہمنوا اور ہم خیال لوگ ہونگے ان پر بھی توبہ و تجدید ایمان ضروری ہے کہ " الرضا بالکفر کفر "تو ان سب پر توبہ فوراً واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۸)

جناب محترم مولٰینا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مؤدبانہ ملتمس ہوں کہ میں بخیریت ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی بفضل رب العلمین بخیریت ہونگے۔ میرے چھوٹے برادر حقیقی ذاکر مصطفیٰ کے نام سے تھیلو جی کلا میٹرتی سلاوٹ جودھپور سے ہر ماہ میں قرآن پاک کی تفسیر انگریزی میں آتی رہتی ہے گذشتہ ماہ جولائی میں تفسیر کے ساتھ ایک کاغذ ہندی زبان میں موصول ہوا جس کا ترجمہ (رسم الخط) بزبان اردو حرف بحرف مندرجہ ذیل ہے

(نقل)

(منافقوں کے لئے نہیں ہے اسلام کا قانون) قرآن پارہ۲ میں ہے کہ مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دینے میں کچھ گناہ نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہر طے کئے بغیر بھی نکاح ہوتا ہے۔ لیکن اگر نکاح سے پہلے مہر طے کیا جائے تو نکاح سے پہلے ہی دینا بھی پڑیگا، اگر کوئی نہیں دے سکتا ہے تو وہ نکاح نہ کرے۔ سورہ نور میں ہے کہ جن کے پاس اتنا نہیں ہے کہ جس سے نکاح حاصل کریں تو جب خدا ان کو اپنے فضل سے اتنا دے جب تک وہ پاکدامنی سے زندگی بسر کرتے ہیں'' یا تو مہر طے کئے بغیر نکاح کرو مہر پیچھے طے ہوتا رہیگا، یا مہر طے کرتے ہو تو نکاح سے پہلے ادا بھی کرو۔ اسلام قبول کیا ہے تو اسلام کا قانون بھی قبول کرو۔

نوٹ: (۱) نکاح ہونا عربی میں صحبت جائز ہونے کو کہتے ہیں۔ (۲) مہر کی تقسیم ایک معجّل ایک مئوجل یہ حنفی مذہب میں ہے رسول اللہ کے مذہب میں نہیں ہے کوئی غلطی ہو تو اطلاع دونگا شیطان مت بنو۔ تھیولوجی کلاس جودھپور اس مضمون کے نوٹ نمبر (۲) کو پڑھکر ذاکر مصطفیٰ نے معلوم کیا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حنفی مذہب اور رسول اللہ کا مذہب دو مختلف مذہب ہیں۔ اس کے جواب میں جودھپور سے جوابی خط آیا اس کی نقل یہ ہے۔

نقل خط بسم اللہ الرحمن الرحیم

از تھیولوجی کلا میٹرتی سلاوٹ جودھپور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

بجواب چٹھی آنجناب موصلہ ۵۸-۸-۲۰ تحریر کیا جاتا ہے کہ ہم نے نوٹ نمبر۲ میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ رسول اللہ کا مذہب دوسرا ہے اور حنفی مذہب دوسرا ہے، یہ دونوں مذہب ایک نہیں ہیں۔ اس کے ثبوت میں تقسیم مہر کی ایک مثال آپ کے سامنے موجود ہے، اگر مہر کی یہ تقسیم وتعریف رسول اللہ نے فرمائی ہو تو ان علماء سے آیت یا حدیث دریافت کر کے اطلاع دیجئے جو حنفی مذہب کو رسول اللہ کا مذہب جان کر (حنفی مذہب کو) اسلام کا مذہب خیال کرتے ہیں۔

اس دریافت کے بعد آپ کے تمام سوالات خود بخود حل ہو جائینگے جوابی کارڈ بھیجا جاتا ہے، آیت یا حدیث دریافت ہونے پر ضرور اطلاع دیں ورنہ اپنے دریافت کے نتیجہ سے واقف کریں فقط والسلام مورخہ ۷ اگست ۱۹۵۸ء جودھپور۔

رسول اللہ مذہب یعنی اسلام براہ کرم نوٹ نمبر۲ اور خط ہذا کا جواب بحوالہ آیت وحدیث کے تحریر فرمائیں جواب مع مہر اور دستخط کے ہو فقط والسلام حافظ میاں جان انصاری راجا کا سہسپور ضلع مرادآباد

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

فرقۂ مقلدین کی گمراہیوں میں سے اہم گمراہیاں یہ ہیں کہ وہ اپنی جہالت سے ائمہ اربعہ کو مشرک کہتے ہیں اور ان مذاہب اربعہ کو اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی لاعلمی سے اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہہ کر مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں اور احادیث کو اپنا مذہب ٹھراتے ہیں۔ باوجودیکہ انکا عامل بالحدیث ہونے کا دعوی بالکل باطل وغلط ہے۔ اور انکا اعتقاد وعمل ان کے اس دعوی کے خلاف ہے۔ مثلا وہ اپنے اعتقاد وعمل میں مقتدی کے لئے قرأت خلف الامام کو ضروری جانتے ہیں باوجودیکہ احادیث کثیرہ اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ میں نے ایک سو احادیث اسی قرأت خلف الامام کی ممانعت میں جمع کر کے ان کے مشہور پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے پاس امرتسر کے اخبار الفقیہ میں چھپوا کر بھجوائیں لیکن وہ نہ تو ان سو احادیث صحیحہ کا کوئی جواب دے سکا۔ نہ ان سو احادیث کو اپنا مذہب مانکر اپنا اعتقاد وعمل بدل سکا۔ اسی طرح یہ فرقہ ہر مسئلہ میں احادیث صحیحہ کی صریح مخالفت کرتا ہے۔ اور اپنا مذہب وعمل خلاف حدیث صحیح قرار دیتا ہے اور نہایت دلیری سے اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہنے میں شرماتا نہیں۔ اب خاص اسی مسئلہ مہر کے معجّل وموجل ہونے کو دیکھئے کہ غیر مقلدین کا دعوی تو یہ ہے کہ مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہر کے معجّل ومئوجل ہونے کے خلاف ہے اور حدیث مہر کی اس تقسیم کا انکار کرتی ہے۔ تو اگر غیر مقلد کا یہ دعوی سچا ہے تو وہ ایک ہی ایسی صحیح صریح حدیث پیش کرے جس سے مہر کی معجّل ومئوجل کی طرف تقسیم کا صاف انکار ہو یا اس میں یہ صراحت ہو کہ مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہر کے معجّل ومئوجل ہونے کے خلاف ہے۔ پھر اگر وہ ایسی حدیث پیش نہ کر سکے تو اس کو مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بنیاد پر قرار دیتا ہے۔ تو کیا اس کا یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء نہیں۔ یقیناً یہ افترا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قصداً افترا کرنا جہنمی کا فعل ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے " من کذب علی متعمدا فلیتبؤا مقعدہ من النار " بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث میں مہر کے معجّل ومؤجل ہونے کا اشارہ موجود ہے۔

بیہقی شریف میں حدیث مروی ہے"ان علیا لماتزوج فاطمة بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اراد ان یدخل بها فمنع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی یعطیها شیئا فقال یا رسول الله!لیس لی شئی فقال له النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اعطها درعك فاعطاها درعه ثم دخل بها" (بیہقی شریف مطبوعہ حیدرآباد جلد ۷ صفحہ ۲۵۲)

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح کیا اوران سے صحبت کا ارادہ کیا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا یہاں تک کہ فاطمہ کو کچھ دیں۔حضرت علی نے عرض کیا: کہ یارسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں ہے،تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کو اپنی زرہ دیدے،تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دیدی پھران کے ساتھ صحبت کی)

اسی بیہقی میں دوسری یہ حدیث مروی ہے" ان رجلا تزوج امرأة و کان معسرا فامر النبی ﷺ ان ترفق به فدخل بها ولم ینقدها شیئا" (بیہقی شریف جلد ۷ صفحہ ۲۵۳)

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا،وہ تنگ دست شخص تھا،تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس مرد کے ساتھ مہربانی کرنے کا حکم فرمایا،تو اس مرد نے اس سے صحبت کی اوراس کو کچھ نہ دیا۔

تو پہلی حدیث سے مہر معجّل اور دوسری حدیث سے مہر مؤجل کی طرف اشارہ ہوا۔تو اب مہر معجّل ومؤجل کو حدیث کے خلاف قرار دینا صریح افتراء نہیں ہے تو اور کیا ہے۔علاوہ بریں غیر مقلدین زائد سے زائد یہ کہیں گے کہ احادیث میں مہر کے معجّل ومؤجل ہونے کا صریح ذکر نہیں تو ان جاہلوں سے دریافت کرو کہ عدم ذکر عدم کو تو مستلزم نہیں،تو پھر تمہارا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مذہب مہر کو معجّل ومؤجل نہ ہونا ثابت کرنا کیسا صریح کذب وافترا قرار پایا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حنفی مذہب یقیناً مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ثابت ہوا کہ احادیث سے یہ مستفاد ہے۔اور غیر مقلدین جس کو مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے تھے وہ صراحۃً کسی حدیث سے ثابت نہیں تو انکا قول کذب وافترا ثابت ہوا اور وہ دونوں مذہب ایک ثابت ہوئے۔اور حقیقت یہ ہے کہ مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف مذہب غیر مقلدین ہے۔

بخیال اختصار صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔بخاری شریف ومسلم شریف میں ایک حدیث

مروی ہے" اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولکن شرقوا او غربوا" (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۸)

یعنی جب تم پائخانہ کے لئے آؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو اور نہ پیٹھ کرو لیکن مشرق کو منہ کرو یا مغرب کو۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قبلہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف،تو اس حدیث سے مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ثابت ہوا کہ قبلہ جانب مغرب میں نہیں ہے۔اور یہاں کے غیر مقلدین پنجوقتہ نمازیں جانب مغرب کی طرف یہ اعتقاد کر کے پڑھتے ہیں کہ جانب مغرب میں یقیناً قبلہ ہے تو ان کے نزدیک قبلہ جانب مغرب میں ہوا۔لہٰذا مذہب غیر مقلدین مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ثابت ہوا۔تو اب غیر مقلدین بتائیں کہ انہوں نے یہاں جس قدر نمازیں مغرب کی طرف قبلہ اعتقاد کر کے پڑھیں ہیں وہ اس حدیث کے حکم سے غیر قبلہ کی طرف قرار پائیں،تو اگر تمہارے اندر علم وحیا کا ادنی شائبہ بھی ہو تو اپنی نمازوں کو صحیح ثابت کرو اور اس حدیث بخاری ومسلم کا جواب دو۔اور اپنے عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ثابت کرو۔ورنہ ہر ذی عقل اس فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ غیر مقلدین منکر ودشمن حدیث ہیں اور انکا مذہب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذہب کے خلاف ہے۔مولیٰ تعالیٰ قبول حق کی توفیق دے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۸ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل،الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
تبلیغی جماعت کے عقائد کیا ہیں اوراس میں شریک ہونا کیسا ہے؟۔انکا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں اور اپنی جماعت کا ممبر بناتے ہیں۔اس کے مفصل جواب سے مطلع فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔بحوالہ کتب معتبرہ فقط والسلام

محمد نصیر الدین اشرفی سرپرست مدرسہ چنامنا پوسٹ اسلام پور ضلع پورنیہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

یہ تبلیغی جماعت کوئی نئی جماعت نہیں نہ اس کے اصول وعقائد ہی جدید اور نئے ہیں، نہ یہ اہلسنت و جماعت کی کوئی صحیح العقائد جماعت ہے بلکہ یہ وہابی دیو بندی جماعت ہے جو میلاد و فاتحہ اور عرس وگیارھویں شریف کی مخالفت میں مشہور ہے۔ جس کا شان الوہیت ورسالت میں توہین وتنقیص کرنا شعار بن چکا ہے، جو ہر دور میں نئے نئے روپ بدل کر مختلف نام رکھ کر عوام الناس کو فریب دیا کرتی ہے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لیا کرتی ہے، یا اس نے ادھر سیاست کے فدائیوں وجاہت کے شیدائیوں کے لئے ایک جماعت علیحدہ بنا دی ہے جس کا نام جمعیۃ العلماء رکھ دیا ہے، اس میں سیاست دانوں وجاہت کے خواہش مندوں مغربی دلدادوں کو ممبر بنا کر سبز باغ دکھا دیا کرتی ہے، ادھر ناخواندوں ناواقفوں دیہاتیوں کے لئے ایک مستقل ایک جماعت تیار کر دی ہے جس کا نام کسی مقام پر تبلیغی جماعت اور کہیں الیاسی جماعت اور کہیں کلمہ والی جماعت اور کہیں نمازی والی جماعت مشہور کر دیا ہے، اور ان نئی نئی جماعتوں مختلف ناموں سے ان کی بدنام وہابیت ودیو بندیت پردہ پڑ جائیگا۔ اور عوام کا ان کی اصل بد اعتقادی وبدمذہبیت کی طرف خیال بھی نہیں جائیگا۔ بالجملہ یہ نیا نام تبلیغی جماعت رکھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی جماعت ہے، باوجود کہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب ہیں جنکا قدیم آبائی وطن جھن جھانہ ضلع مظفر نگر تھا، ان کی ابتدائی تعلیم گنگوہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس ہوئی، گنگوہی جی کے مرید ہوئے، دیو بند میں انہوں نے تعلیم حاصل کی، تمام اکابر فرقہ وہابیہ دیو بندیہ مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی محمود الحسن دیو بندی کے یہ معتقد شاگرد ہوئے، تو ان کے وہی عقائد تھے جو ان اکابر علمائے دیو بند کے عقائد تھے۔ یہ الیاس صاحب اپنے ان اکابر کی شان الوہیت ورسالت میں توہین آمیز عبارات اور کفری اقوال کی تائید وتصدیق کرتے تھے۔ ان کو اپنا پیشوایان دین وعلماء اسلام ومفتیان شرع مانتے تھے، علماء عرب وعجم وحرمین شریفین نے جو ان اکابر دیو بند پر کفر کے فتوے صادر فرمائے ہیں انکو یہ صحیح نہیں جانتے تھے، آج بھی اس جماعت کے افراد بظاہر تو کلمہ پڑھاتے اور نماز کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہابیت ودیو بندیت کی تبلیغ کرتے ہیں، وہابیہ ہی کے عقائد وخاص مسائل آہستہ آہستہ لوگوں کو سکھاتے ہیں اور ملک میں اس تبلیغ سے دیو بندی جماعت اور وہابی قوم تیار کر

تے ہیں۔ اب رہا اس جماعت کو کلمہ شریف کی تبلیغ کرنا تو وہ عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے ہے چنانچہ کتاب ''مولانا محمد الیاس اوران کی دینی دعوت'' ملاحظہ ہو۔

اب مسلمانوں کی اس وسیع اور منتشر آبادی میں دین کا احساس وطلب پیدا کرنے کا ذریعہ ہی ہے کہ ان سے اس کلمہ ہی کے ذریعہ تقریب پیدا کی جائے اور اسکے ذریعہ خطاب کیا جائے۔

(کتاب مذکور مطبوعہ جید پریس دہلی صفحہ ۲۷۶ بلفظہ)

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ اس تبلیغی جماعت کا کلمہ پڑھانا محض لوگوں سے قربت حاصل کرنے اور خطاب کا ذریعہ بنانے کے لئے ہے، پھر جب لوگوں سے تعلق اور گفتگو کا موقع مل جائیگا تو آہستہ آہستہ لوگوں کو ان کے عقائد وہابیت ومسائل دیو بندیت کی تلقین وتبلیغ شروع کر دی جائیگی، اسی طرح اس جماعت کی تبلیغ صلوۃ بھی ایک زبردست فریب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بانی جماعت الیاس صاحب کے الفاظ سنئے۔ اور اس کو فراموش نہ کیجئے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۶ پر ہے۔

ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلاۃ ہے، میں قسم سے کہتا ہوں کی یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں۔ ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا کہ میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔

(کتاب مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت صفحہ ۲۶)

اس عبارت سے نہایت صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ اس جماعت کے ملک میں یہ دورے حقیقۃ تبلیغ صلاۃ کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس کے پردے میں نئی قوم یعنی دیو بندی جماعت بنانی ہے۔ عوام کے سامنے ابتداء کلمہ ونماز کی تبلیغ ہو گی۔ لیکن تعلقات کے وسیع ہو جانے کے بعد عقائد وہابیت ومسائل دیو بندیت کی تبلیغ ہو گی۔ چنانچہ اس وقت یہ مشاہدہ کر لیجئے جو سنی العقیدہ شخص اس جماعت میں شریک ہو جاتا ہے تو قلیل عرصہ میں اس اکابر علماء دیو بند سے عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور علماء اہل سنت سے نفرت حاصل ہو جاتی ہے اور عقائد وہابیہ اس میں سرایت کرنے لگتے ہیں اور مسائل اہل سنت سے وہ بیزار ہوتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا اس جماعت کی شرکت وصحبت کا یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے جس سے ہزار ہا سنی آج وہابی دیو بندی بن گئے۔ الحاصل اس تبلیغی جماعت کے عقائد ومسائل بالکل وہی عقائد وہابیہ ومسائل دیو بندیہ ہیں۔ اس میں شرکت کرنا گویا اپنے آپ کو وہابیت ودیو بندیت کے لئے پیش کر دینا ہے تو کوئی سنی مسلمان نہ اس جماعت میں شریک ہو۔ نہ اس کے ظاہری کلمہ پڑھانے اور نماز کی تبلیغ کرنے کے فریب میں آئے یہ بدمذہب بیدین وہابی جماعت ہے اس سے دور رہو۔ اس سے تعلق پیدا مت کرو اس جماعت کی پوری

تفصیل میرے رسالہ 'اسلامی تبلیغ والیاسی تبلیغ' میں ہے۔ یہ مبسوط و مفصل رسالہ ہے جس میں ہر بات کی کافی بحث اور بہت ثبوت پیش کئے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۰_۱۳۱)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم ان مسائل میں

(۱) کافر کی بخشش ہوگی یا نہیں؟ کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا جو شخص کہے کافر کی بخشش ہوگی اس پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۲) قادیانی، رافضی وغیرہا جو اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر حقیقۃً کافر ہو گئے ہیں کیا یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ نیز ان پر حکم تکفیر کس بنا پر عائد ہوا ہے؟۔ تفصیل سے آگاہ کیا جاوے۔ جو شخص کہے قادیانی وہابی رافضی کو کافر نہیں کہنا چاہئے نہ سمجھنا چاہئے۔ گنہگار ہیں، ان کی بھی بخشش ہوگی۔ ایسے شخص پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

المستفتی، سید محمد صفدر علی پیلی بھتی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) کافر کی ہرگز ہرگز مغفرت نہ ہوگی اور کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، جو ان دونوں کے خلاف کہتا ہے وہ عقائد اور آیات قرآنیہ کی مخالفت کرتا ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قادیانی، وہابی، تبرائی رافضی جب اپنے اقوال کفریہ کی بنا پر کافر و مرتد ہو چکے تو وہ ہرگز ہرگز قابل مغفرت نہیں اور یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان پر حکم تکفیر ان کے اکابر کی شان الوہیت ورسالت میں توہین آمیز اقوال کفری کی تائید اور تصدیق کی بنا پر ہے جو ان کے کفری اقوال وعبارات پر مطلع ہو جانے کے بعد پھر ان کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ درمختار میں ہے:

" من شك فی كفره وعذابه فقد كفر و الرضا بالكفر كفر" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائینگے، ایک ناجی باقی ناری، ناری فرقوں میں قادیانی، وہابی، رافضی وغیرہ ہیں۔ اس حدیث شریف کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہمیشہ نار میں نہ رہینگے بلکہ اپنے اپنے عقائد و اقوال کفریہ کی بنا پر حسب مراتب کم وبیش سزا پا کر بخشے جائینگے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اہل سنت کے علاوہ باقی کو یہ نہ فرمایا کہ یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور وہ فرقہ انہی تہتر فرقوں میں سے فرقے ہیں اگر ان کی تخصیص کی جائے اور اہل سنت سے علحدہ کئے جائیں تو چند نفوس اہل سنت کے لئے جنت نہیں ہے۔

المستفتی، سید صفدر علی پیلی بھیتی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس حدیث میں بہتر فرقوں کو ناری قرار دیا ہے اس کے یہی معنی ہیں وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے کہ جب ان کے عقائد و اقوال کفریہ ثابت ہو چکے تو کفر کی سزا خلود فی النار ہی ہے۔ تو نہ یہ دوزخ سے نکل سکتے ہیں نہ ان کی مغفرت ہو سکتی ہے نہ کوئی شفیع ان کی شفاعت کر سکتا ہے نہ ان کو شفاعت کچھ نفع دے سکتی ہے۔ اور بحمد اللہ اکثریت اہل سنت وجماعت ہی کی ہے یہ تمام گمراہ فرقے اپنی مجموعی تعداد کے باوجود بھی اہل سنت کے عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ہاں جب قیامت بہت قریب ہو جائیگی تو اہل حق اقلیت میں رہ جائیں گے اور گمراہوں کی اکثریت ہو جائیگی بلکہ یک وقت وہ آئے گا کہ اہل حق سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۳_۱۳۴)

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام مفتیان شرع معظم دامت برکاتہم اس مسئلہ میں

(۱) کافر، مشرک، مرتد، منافق کی کیا تفصیل ہے برائے کرم تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

(۲) زید یہ کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد یہ فرمایا کہ اب یہاں پر کبھی بھی کافر کی حکومت نہیں ہوگی، اور سند میں ترمذی شریف کی حدیث شریف پیش کرتا ہے، اور عمرو یہ کہتا ہے کہ بعد فتح مکہ کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ اب کعبہ معظمہ ہمیشہ بت پرستی سے پاک ہوگیا اور شرک یہاں کبھی نہیں ہوگا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟۔

المستفتی، سید محمد صفدر علی پیلی بھیتی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) کافر وہ ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی کسی ضروری بات کی تکذیب کرے۔

مشرک وہ ہے جو الوہیت میں کسی کو خدا کا شریک ثابت کرے۔

مرتد وہ ہے جو ایمان لانے کے بعد کوئی کفری بات کہے۔

منافق وہ ہے جو ایمان کا اظہار کرے اور اپنے کفر کو چھپائے۔

یہ ہر ایک کی مختصر تعریف ہے تفصیل کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) زید نے جو ترمذی شریف کا حوالہ دیا ہے غالبا وہ یہ حدیث ہے جو حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ "سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فتح مكة يقول: لا تغزى هذه بعد اليوم الى يوم القيامة" (ترمذی شریف علیمی صفحہ ۱۹۴)

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ بروز فتح مکہ فرماتے تھے آج کے دن سے قیامت کے دن تک اس مکہ پر مسلمان کفر پر اسلامی جنگ نہیں کرینگے۔

لغت حدیث الفائق نے اس کے معنی بیان کئے: لما فتح مكة قال لا تغزى قريش بعدها اى لا تكفر حتى تغزى على الكفر" (الفائق جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

جب مکہ فتح ہوا تو حضور نے فرمایا اس کے بعد قریش پر مسلمان جنگ نہیں کرینگے۔ یعنی اب قریش کفر نہ کرینگے یہاں تک کہ مسلمان اس سے کفر پر جنگ کریں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

" قال العلماء یعنی لا یغزی علی الکفر " (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)

علماء نے فرمایا یعنی مسلمان اہل مکہ سے کفر پر جنگ نہ کرینگے۔

تو ان شروح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ حدیث ترمذی کا مطلب اور مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن سے تا روز قیامت مسلمان اہل مکہ سے ان کے کافر ہونے کی بنا پر اسلامی جنگ کبھی نہ کریں گے۔

تو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو زید نے کہا کہ اب یہاں پر کبھی بھی کافر کی حکومت نہیں ہو گی، تو زید کا یہ قول مضمون حدیث نہیں تو اس کا قول صحیح نہ ہوا۔ اور عمرو کا قول صحیح ہے کہ حدیث شریف میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: يقول في حجة الوداع ان الشيطان قد يئس ان يعبد في بلدكم هذا ابدا' (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۳۴)

حجۃ الوداع میں فرماتے ہیں: بیشک شیطان ہمیشہ کے لئے اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر مکہ میں اس کی پرستش کی جائے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ کبھی مکہ مکرمہ میں کفر وشرک نہ ہوگا۔ لہذا قول عمرو کی صحت اس حدیث شریف سے ثابت ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۸ جمادی الاخری ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۵)

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم اس مسئلہ میں کہ یہاں پر ایک عالم صاحب آئے ہوئے ہیں، انہوں نے ایک مقام پر تقریبا چالیس پچاس آدمیوں کے مجمع میں فرمایا کہ کافر ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیگا، اس کی بھی شفاعت اور بخشش ہوگی، کافر سے مراد قادیانی، وہابی، رافضی وغیرہ لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائینگے ایک ناجی باقی ناری لیکن ناری ہمیشہ نار میں نہ رہیگا اپنی سزا پا کے بخشا جائیگا اللہ تعالیٰ نے کہیں قرآن پاک میں نہ فرمایا کہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ انہیں تہتر فرقوں میں سے قادیانی وہابی رافضی وغیرہ ہیں۔ ان عالم صاحب کا بیان سن کر عوام کے خیالات بہت منتشر ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ گنہگار اور فرقۂ باطلہ میں کیا فرق رہا۔ مستحق عذاب نار گنہگار بھی اور کافر بھی بہر حال گنہگار مسلمان کم سزا پائینگے اور کافر زیادہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عالم صاحب کا قول صحیح

ہے یا نہیں اگر نہیں تو عالم صاحب پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

المستفتی ،سید محمد صفدر علی پیلی بھیتی شوز مرچنٹ بازار

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اس عالم کی اتنی بات تو صحیح ہے کہ اس امت میں تہتر فرقے ہونگے ۔ان میں کا ایک فرقہ ناجی ہے اور باقی بہتر فرقے ناری ہیں اور رافضی قادیانی ، وہابی وغیرہ ناری فرقوں میں سے ہیں ۔اس کے علاوہ اس کا حدیث شریف پر یہ افترا ہے (۱) کہ ناری فرقوں کے لئے خلود فی النار نہیں ہے (۲) اور اہل کفر قابل مغفرت ہیں (۳) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل کفر کی شفاعت کریں گے ۔اس کی یہ تینوں باتیں قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن کریم میں ہے:

﴿ وعداللہ المنافقین والمنافقات والکفار نار جھنم خلدین فیھا ﴾ سورہ توبہ)

یعنی اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ کفار ومنافق کے لئے خلود فی النار ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ نار میں رہیں گے۔اسی طرح اللہ کفر کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔قرآن کریم میں ہے:

﴿ ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء ﴾ (سورہ نساء رکوع ۷)

"یعنی بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے"

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کفر کی مغفرت نہیں کرتا۔تو اگر کافر کی مغفرت مان لی جائے تو اس سے کفر کی مغفرت لازم آئیگی اور یہ قرآن شریف کی صریح مخالفت تو ثابت ہوگیا اللہ تعالیٰ کافر کی مغفرت نہیں فرمائیگا۔اسی طرح یہ بھی قرآن کریم میں ہے:

﴿ فماتنفعھم شفاعۃ الشافعین ﴾

کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کچھ نفع نہ دیگی۔

اس آیت کریمہ اور پہلی آیات سے یہ ثابت ہوگیا کہ کافر قابل مغفرت نہیں اور اس کے لئے شفاعت نافع نہیں تو کوئی شفیع ان کی شفاعت نہیں کریگا تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کفار کی

شفاعت نہیں کرینگے ۔بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مومنین میں سے اہل کبائر فساق کے لئے ہے۔چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں "شفاعتی لاھل الکبائر من امتی"

یعنی میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔

اسی طرح اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت فساق کے حق میں ہوگی نہ کہ کافروں کے لئے۔

لہذا اس نام کے عالم کا قول غلط وباطل ہے اور آیات قرآنی اور حدیث شریف اور کتب عقائد کیخلاف ہے اور خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صریح مقابلہ اور مخالفت ہے ،تو اس پر تجدید ایمان ضروری ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل ،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ایک مسماۃ سنی المذہب کا نکاح اس کے تایا نے جو خود حنفی سنی المذہب ہے ایک رافضی سے کر دیا مسماۃ کا والد پاکستان تھا۔نکاح ہندوستان میں ہوا۔اب مسماۃ کا باپ اپنی صاحبزادی کو پاکستان لے آیا ہے۔لڑکی کی عمر بوقت نکاح ۱۷ سال تھی اب ۲۳ سال ہے۔سوال یہ ہے کہ مسماۃ کا نکاح ہوا یا نہیں؟۔کیا دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟۔برائے کرم استفتاء ہذا کا جواب شرع محمدی سنی حنفی کی روشنی میں دے کر عنداللہ ماجور ہوں فقط والسلام۔

المستفتی ،احقر العباد محمد احسان الحق دفتر وزارت تجارت امپورٹ (ٹو) برانچ کراچی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آج کل کے عام طور پر روافض ضروریات دین کے منکر ہیں اور خصوصا۔جو حضرات شیخین یعنی امیر المؤمنین خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق وامیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سب وشتم اور لعن وتبرا کرتے ہیں یا اس سے راضی ہیں ،وہ بلاشبہ کافر ومرتدین ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے" الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر (وفی ایضا) من انکر خلافۃ عمررضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال کذافی الظھیریۃ (

وفیہ اخر احکامھم وھو لاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریة "

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ عام طور پر روافض منکرین ضروریات دین ۔ اور خارج عن الاسلام اور کافر مرتدین ہیں ۔ پھر جب ان کا کافر و مرتد ہونا ثابت ہوگیا تو انکا کسی سنی المذہب عورت سے نکاح بالاتفاق باطل اور حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے " تصرف المرتد ای ردته علی اربعة اوجه منها ما هو باطل بالاتفاق نحو النکاح فلا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة ولا حرة ولا مملوکة " لہٰذا اس مسماۃ سنی المذہب کا جو اس رافضی سے نکاح کیا گیا ہے تو بلا شبہ یہ نکاح شرعاً باطل ہے کہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، تو یہ عورت اپنا دوسرا نکاح کسی سنی المذہب سے یقیناً کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۷)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ
زید سنی العقیدہ ہے اور ایک مسجد میں پیش امام ہے اس کی شادی سنی العقیدہ شخص کے یہاں ہوئی ہے زید کی بیوی بھی سنی العقیدہ ہے زید کی بڑی سالی کا نکاح ایک شیعہ کے ساتھ ہوا ہے اور ابھی زید کے خسر نے اپنی دو لڑکیوں کی شادی سنی العقیدہ کے ساتھ کی ان شادیوں میں پیش امام اور ان کا ہم زلف جو کہ شیعہ ہے مع اہل وعیال شریک رہے ان میں سے ایک داماد نے اپنی بہن کی شادی بھی وہابی العقیدہ کے ساتھ کردی اس پر جماعت میں تفریق ہوگئی۔

کیا ایسے شخص کے پیچھے جو باوجود سنی ہونے کے شیعوں میں قرابت داری کرے نماز جائز ہے؟۔
صورت مسئولہ میں شرعی حکم سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل عبد الجبار خان صاحب کول مرچنٹ وبرمکان
حاجی وحید الدین صاحب محلہ کھٹیک جبلپور مدھ پردیش

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

شیعوں اور بد مذہبوں سے نکاح وقرابت داری کرنا اور اس کی بنا پر ان سے میل جول اور اختلاط رشتہ داروں کی طرح کرنا ممنوع وخلاف شرع ہے۔ حدیث میں ہے " ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصھارا وسیأتی قوم یسبونھم وینقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم " یعنی بیشک اللہ نے مجھکو منتخب کیا اور میرے لئے اصحاب خویش واقارب منتخب کئے اور عنقریب ایک قوم آئیگی جو انہیں گالیاں دیگی اور ان کی تنقیص شان کریگی، پس تم ان کے پاس مت بیٹھو، وران کے یہاں مت کھاؤ پیو اور ان کے ساتھ مت نکاح کرو۔

اس حدیث سے تمام بد مذہبوں سے عموماً اور شیعوں سے خصوصاً نکاح وقرابت کرنے ان سے میل جول اور اختلاط رکھنے کی مخالفت ثابت ہوگئی اور زید مذکور اگر چہ سنی العقیدہ ہے وہ اگر شیعوں کے ساتھ نکاح وقرابت کرتا ہے اور ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اور ان کے ساتھ کھاتا پیتا ہے اور ان سے قرابت کی بنا پر میل جول کرتا ہے تو وہ کھلی ہوئی حدیث کی مخالفت کرتا ہے جو اس کے فسق کو مستلزم ہے پھر جب کہ اسکا یہ فسق ظاہر ہوگیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
۷ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۸)

ذو المجد والکرم حضرت مولانا صاحب　زالت شموس افاضتکم طالعة الی یوم القیمة
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

جناب کی خدمت میں گزارش ہے کہ حدیث ذیل کس حدیث کی کتاب میں ہے اور اس کی سند کیا ہے، پوری حدیث کیا ہے؟۔ اگر حدیث میں ہو تو جس کتاب میں ہو مطلع فرمائیے جناب کا بہت شکر گزار ہونگا۔ اور یہ بھی تحریر فرمائیے کہ کس کے بارے میں ہے؟۔

ان مرضوا فلا تعودھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا

تصلوا معھم ۔

امید کہ جناب بواپسی مطلع فرمائیں گے۔

خاکسار بدیع الزماں فتح پور ۱۳/اکتوبر ۴۶ء۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حقیقۃ یہ دو حدیثیں ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہیں۔

ابن ماجہ کی سند یہ ہے۔ حدثنا الحمصی ثنا بقیۃ الولید عن الاوزاعی عن ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان مجوس ھذہ الامۃ المکذبون ما قدر اللہ، ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم (ابن ماجہ مطبوعہ نظامی دہلی ص ۱۰ ج ۱)

دوسری حدیث کو علامہ ابن حجر ہیثمی صواعق محرقہ میں عقیلی سے ناقل ہیں:

عن انس ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم (زاد ابن حبان عنہ) لا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم ۔

ان احادیث کی سند اور راویوں کے نام یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ اب رہا یہ امر کہ یہ کس کے بارے میں ہیں۔ تو یہ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حدیث امت اجابت کے ہر اس گروہ اور فرقہ کیلئے ہیں جو ضروریات دین سے کسی چیز کا مکذب اور منکر ہو، اگرچہ احادیث میں خطاب ومورد خاص ہے لیکن حکم تمام منکرین ضروریات دین اور اہل اہواء کو عام ہے۔ یہ کارڈ ہے ورنہ اس پر مبسوط کتاب پیش کی جاسکتی ہے اور غالبا اس کی کوئی مخالفت بھی نہیں کرسکتا ہے۔ بالجملہ یہ حکم تمام فرق باطلہ اور اہل ہواء وہابی۔ غیر مقلد۔ قادیانی ۔چکڑالوی۔ رافضی وغیرہم کو شامل ہے۔ لہذا آپ کا استفسار جس قدر تھا اسکا مکمل جواب حاضر ہے، چونکہ سوال اسی قدر تھا اس پر اکتفا کیا گیا ورنہ بدمذہبوں سے تجانب کے سلسلہ میں بکثرت احادیث میں مروی ہیں جو ان احادیث کی شاہد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں

زید کہتا ہے کہ اہل قبلہ کو ہم کافر نہیں کہتے، اور اہل قبلہ زید اس کو کہتا ہے جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو۔ میرے خیال سے قادیانی۔ وہابی۔ رافضی۔ چکڑالوی۔ اور جس قدر فرق باطلہ نظر میں آتے ہیں سب قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ زید کے قول کے بموجب اس فرقہ والوں کو کفر کا فتوی دینا خلاف شریعت ہوا۔ یا اہل قبلہ کی شرح شریعت نے اور طرح کی ہوگی؟ چاہتا ہوں کہ اہل قبلہ کی شرح مطابق شرع شریف مفصل اور مدلل طور پر فرمائی جائے۔

دوسرے زید کا قول یہ ہے کہ جس شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان ہی کہیں گے۔ زید اس قول کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کا مسئلہ بتاتا ہے۔ عمرو یہ قول پیش کرتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ سرزد ہو جائے کہ جس میں ننانوے پہلو کفر کے نکلیں اور ایک پہلو اسلام کا تو اس کو اسلام ہی کی طرف لیجائیں گے۔ زید اور عمرو کے قول میں شرعی اعتبار سے اور امام صاحب کے قول کے مطابق دونوں میں کون حق بجانب ہے، امام کا قول کیسا ہے؟ برائے کرم جلد سے جلد جواب سے فیضیاب فرمایا جائے۔

العبد قاضی ممتاز الہی اشرفی چندوسی سرے پختہ مراداباد دروازہ ۲۳ اپریل ۴۷ء۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ الصلوۃ والسلام۔

زید جاہل ہے اور اپنے اس قول (کہ اہل قبلہ وہ ہے جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو) میں کاذب اور مفتری ہے۔ اہل قبلہ کے اس معنی کے لحاظ سے تو جو شخص پانچوں وقت قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو اور صرف ایک وقت بت کو سجدہ بھی کرتا ہو تو زید اس کی بھی تکفیر نہیں کریگا۔ کہ وہ خود ہی یہ کہتا ہے کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ بلکہ زید کے نزدیک روافض وغیرہ فرق ضالہ کی بھی تکفیر غلط قرار پاتی ہے کہ وہ بھی اہل قبلہ ہیں یعنی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، بلکہ زید کے نزدیک منافقین کی وہ تکفیر جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئی اور خلف وسلف تمام امت سے منقول ہے۔ وہ بھی غلط اور باطل ٹھہرتی ہے کہ منافقین بھی تو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو وہ بھی اہل قبلہ ہوئے اور زید بایں معنی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ لہذا زید احکام قرآن کا مخالف، احادیث کا منکر، ساری امت کے عقیدہ کو

غلط اور باطل قرار دینے والا ٹھیرا۔

الحاصل زید کی یہ اہل قبلہ کی تعریف غلط اور باطل ہے۔کتب عقائد اور فقہ میں اہل قبلہ کی صحیح تعریف موجود ہے۔عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر لعلی القاری میں ہے:

اعلم ان المراد با هل القبله الذين اتفقوا على ما هو من ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليا ت والجزئيا ت وما اشبه ذلك من المسا ئل فمن واظب طول عمر ه على الطاعا ت والعبا دت مع اعتقاد قدم العلم او نفى الحشر او نفى علمه سبحانه با لجزئيا ت لا يكو ن من اهل القبلة وان المراد بعد م تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد فيه من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر منه شيء من موجبا ته۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰)

جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضرویات دین میں موافق ہوں، جیسے عالم کا حادث ہونا۔اجسام کا حشر ہونا۔اللہ تعالی کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہونا۔اور جو اہم مسئلے اس کے مثل ہیں۔تو جو عمر بھر طاعتوں اور عبادتوں میں رہے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد بھی رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے۔یا حشر نہوگا، یا اللہ سبحانہ کو جزئیات کا علم نہیں، وہ اہل قبلہ نہوگا، اور اہلسنت کے نزدیک اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت اور نشانی نہ پائی جائے اور کوئی موجب کفریات اس سے صادر نہ ہو۔

یہی علامہ علی قاری اسی شرح فقہ اکبر میں چند صفحات کی بعد فرماتے ہیں:

ولا يخفى ان المراد بقول علما ئنا لا يجوز تكفير اهل القبلة بذنب ليس مجرد التوجه الى القبلة فا ن الغلا ة من الروافض الذين يدعون ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى فا ن الله تعالى ارسله الى على رضى الله عنه وبعضهم قالوا انه اله وان صلو الى القبلة ليسوا بمو منين وهذا هو المر اد بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من صلى صلواتنا واستقبل قبلتنا واكل ذبيحتنا فذلك المسلم الحديث (شرح فقہ اکبر مصری۔ص ۱۴۸)

اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں رکھتے تھے اس سے فقط قبلہ کی طرف رخ کرنا مراد نہیں کہ غالی رافضی جو بکتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کو وحی میں سہو ہوا، انہیں اللہ تعالے نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف بھجا تھا۔اور بعض نے تو یہ کہا کہ حضرت

مولی علی خدا ہیں۔یہ لوگ اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑہیں مسلمان نہیں، اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے:

لا خلاف فى كفر المخالف فى ضرويا ت الاسلام وان كا ن من اهل القبله المواظب طول عمر ه على الطاعات ۔ (ردالمختار ص ۳۹۳ ج ۱)

ضروریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنیوالا بالاجماع کافر ہے اگر چہ وہ اہل قبلہ ہی سے ہو اور تمام عمر طاعت میں گذارے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضرویات دین پر ایمان رکھتے ہوں۔نہ ان میں کوئی کفر کی نشانی پائی جائے، نہ ان سے کوئی بات موجب کفر صادر ہو، تو فقہائے کرام اہل قبلہ کے یہ معنی مراد لیکر حکم فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، اور جس پر کوئی کفر کی علامت ہو، یا اس سے کوئی کفری قول صادر ہوا ہو، یا وہ کسی کفر سے راضی ہوا وہ اہل قبلہ ہی میں داخل نہیں، چاہے وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے ہماری سی نماز پڑھے، شرعا اس کی تکفیر کی جائیگی۔لہذا زید سخت جاہل ہے، کوئی کتاب اسکی موافقت نہیں کر سکتی اور اسکا یہ قول سراسر غلط اور باطل ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

اسی طرح زید کا یہ دوسرا قول بھی باطل اور طغیان ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر افترا اور بہتان ہے۔زید اگر بات کا پکا اور قول کا سچا ہے تو دکھائے کہ یہ فقہ حنفی کی کونسی معتبر کتاب میں ہے، مگر انشاء اللہ تعالی وہ تا قیامت نہیں دکھا سکتا۔پھر یہ ناپاک قول امام تو امام کسی ادنی بے پڑھے مسلمان کا بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قول کی بنا پر دنیا میں کوئی کافر ہی نہیں، مثلا کوئی شخص دن میں کوئی اسلامی کام کر لے اور ننانوے بار بت کی پوجا کرے، تو زید کے نزدیک وہ بھی مسلمان ہے کہ اس میں اگر ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک بات اسلام کی بھی ہے، بلکہ اس بنا پر مشرکین وہنود۔نصارے ویہود بلکہ دنیا بھر کے تمام کفار جو دسب کے سب مسلمان قرار پاتے ہیں کہ ان میں اگر چہ کفریات بھی ہیں تو کم از کم اسلام کے سب سے بڑے مسئلہ وجود خدا کے قائل بھی ہیں، تو بنا بر مذہب زید کے دنیا میں کوئی کافر ہی نہیں رہا۔العیاذ باللہ تعالی

الحاصل یہ زید کی فقہائے کرام پر افترا پردازی اور بہتان طرازی ہے، حضرات فقہاء کرام نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہوا جس کے بہت سے پہلو کفر کی طرف لیجاتے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا بھی ہو تو ممکن ہے کہ اس نے اس عبارت میں اسلام کا پہلو مراد رکھا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا با

وجود یکہ اس کے بارے میں فقہا کرام یہ بھی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہی ہے تو پھر ہماری تاویل اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا اور اسے وہ پہلوئے اسلام کچھ نفع نہ پہنچائے گا۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۷۸۔ اور درمختار وردالمحتار مصری ص ۲۹۸ ج ۳ ص ۲۹۳ ج ۳ وفتاوے عالمگیری مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۲۸۹ ج ۲ وفتاوے خیریہ مصری ص ۲۰۷ ج ۱۔ وحموی کشوری ص ۲۶۰۔ میں باتفاق الفاظ اس کی تصریح ہے۔

اذا كان فی المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتی ان يميل الى الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ثم ان كان نية القائل وجه الذى يمنع التكفير فهو مسلم وان كان نيته الوجه الذى يوجب التكفير لا ينفعه فتوى المفتی ويو مر بالتوبة والرجوع عن ذلك و تجديد النكاح بينه وبين امرأته ۔

جب مسئلہ میں چند ایسی وجوہ ہوں جو موجب تکفیر ہوں اور ایک ایسی وجہ ہو جو تکفیر سے مانع ہو تو مسلمان کے ساتھ بلحاظ حسن ظن مفتی کا میلان اس وجہ کی طرف لازم ہے جو تکفیر سے مانع ہے، تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر اس کی مراد وہ وجہ ہے جو موجب تکفیر ہے تو اسے مفتی کا فتوے نفع نہ دیگا اور اسے اس سے توبہ اور رجوع کا حکم دیا جائیگا اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان نکاح کی تجدید ہوگی۔

اسی طرح خلاصہ۔ بزازیہ۔ بحرالرائق۔ محیط۔ عمادی۔ ظہیریہ۔ تاتارخانیہ۔ درر۔ جامع الفصولین۔ مجمع الانہر۔ حدیقہ ندیہ وغیرہ کتب فقہ میں ہے۔

اس عبارت سے روشن ہوگیا کہ فقہائے کرام کا حکم اس صورت میں ہے جب ایک کلام میں چند پہلو نکلیں اور اس میں صرف ایک پہلو اسلام ہو اور باقی کفر کے پہلو ہوں، نہ ایک ذات کہ اسمیں صرف ایک بات اسلام کی ہو اور اس میں بہت سی باتیں کفر کی پائی جائیں۔ اب زید کا اس ناپاک قول کو امام اعظم یا کتب فقہ کی طرف نسبت کرنا غلط اور باطل اور افترا و بہتان ہے بلکہ تصریحات فقہ کے خلاف۔ کوئی فقہ کی کتاب اس کے قول باطل کی تائید نہیں کرسکتی اور عمرو کا قول صحیح ہے اور کتب فقہ کے موافق ہے۔ بلحاظ اختصار یہاں سترہ کتابوں کا حوالہ دیا گیا، اگر مزید اس کی تائید میں سعی کی جائے تو اور بھی کتابوں میں اس کی تصریح ملے گی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴۰۔۱۴۱۔۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴۔۱۴۵۔۱۴۶۔۱۴۷۔۱۴۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) غیر مقلدین زمانہ جو اپنے کو اہل حدیث کہا کرتے ہیں ان کی عقائد کیسے ہیں؟ ان کے عقائد کی بنا پر ان پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟۔ اگر نہیں آتا تو ایسا سمجھنے والے اور کہنے پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۲) اگر اہل حدیث سنی حنفی جماعت میں امام کی اقتدا کریں اور رفع یدین کریں اور آمین بالجہر بھی کہیں تو ان صورت میں حنفیوں کی نماز میں کیا نقصان ہوتا ہے؟۔

(۳) سنی حنفی مسلمان کی نماز ان کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) غیر مقلدین کو سنی حنفی مسلمان اپنی مسجد سے روکیں یا ان کو بخوشی اپنی جماعت میں شریک کرلیں؟۔

(۵) غیر مقلدین کے ساتھ تعلقات شادی بیاہ کھانا پینا سلام علیک رکھنا جائز یا نہیں؟۔

(۶) جو لوگ غیر مقلدین اور سنی حنفی مسلمان کے مذہبی اختلاف کو مثل اختلافات حنفی شافعی اور مالکی کے سمجھتے ہیں یا بتاتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟۔

(۷) اس شہر کندرا پاڑہ ضلع کٹک کی جامع مسجد کے بانی سنی حنفی مسلمان تھے۔ لیکن ان کی اولاد میں جو اس وقت متولی ہیں ان کے غیر مقلد ہو جانے کی وجہ سے غیر مقلد اور حنفیوں کی درمیان اختلاف پیدا ہوکر مقدمہ بازی ہوئی اور حکومت سے یہ طے ہوگیا کہ دونوں فریق صرف اسی مسجد میں الگ الگ جماعت کر سکتے ہیں۔ کوئی کسی کو روک نہیں سکتا۔ اور یہاں کی کسی دوسری مسجد میں غیر مقلد جا نہیں سکتے اسی بنا پر ہر وقت دو جماعتیں ہوتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ حنفیوں کے امام پہلے سے مقرر تھے اور اب بھی ہیں اور جب سے حکومت کا فیصلہ ہوا غیر مقلدین بھی امام مقرر کرتے ہیں کبھی نہیں لیکن جماعت ضرور کرتے ہیں، اور جمعہ کی نماز پہلے غیر مقلد حسب فیصلہ حکومت پڑھتے ہیں۔ ان کی جماعت کے بعد حنفی لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور مغرب کے وقت دونوں جماعتیں بیک وقت ہوتی ہیں، غیر مقلدین کی جماعت اندر ہوتی ہے اور صرف امام کیسامنے کا دروازہ جو بیچ والا ہے بند کر کے حنفی امام برآمدہ میں نماز پڑھاتے ہیں۔ اور دونوں امام (غیر مقلد اور حنفی) کی قرات وتکبیر کی آواز ایک دوسرے تک صاف صاف

پہنچتی ہے۔حنفیوں کی تعداد غیر مقلدوں سے دس گنی ہونے کی وجہ سے برآمدہ مسجد میں نماز پڑھنا اختیار کیا تاکہ اگر نمازی کثرت سے آئیں تو دقت نہ ہو،ایسی صورت میں حنفیوں کی نماز خصوصا مغرب کی نماز اور جمعہ کی ہوتی ہے یا نہیں۔اگر نہیں تو حنفیوں کو کیا کرنا چاہیے؟۔

(۸)اگر غیر مقلدین اذان دے چکے ہوں تو اسی اذان پر حنفی اپنی نماز ادا کریں اور روزہ افطار کریں یا دوبارہ اذان کہیں،

(۹)غیر مقلدین کو کافر کہنے اور سمجھنے والے پر شرعا کیا حکم ہے؟۔کیا ان کی اقتدا کی جاسکتی ہے؟

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

غیر مقلدین کے بعض عقائد کفریہ ہیں بعض ضلال۔جیسا کہ جامع الشواہد وغیر کتب رد مذہب غیر مقلدین میں بقید نام کتاب مع صفحہ ومطبع منقول ہیں۔اوران غیر مقلدین کے اقوال وایمان سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ نہ فقط ممنوعات ومکروہات پر بلکہ بکثرت مباحات ومستحبات پر بھی حکم شرک لگاتے ہیں اور گیارہ سو برس کے ائمہ دین۔فقہاء ومجتہدین۔عاملین واولیائے عارفین تمام مقلدین مسلمین کو مشرک قرار دیتے ہیں۔احادیث صحیحہ میں ہے کہ جو شخص کسی ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔

مسلم شرف وترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی:

ایما امرء قال لا خیہ کا فرفقد با ء بھا احدھما ان کا ن کما قال والارجعت الیہ

(جامع صغیر مصری ص ۹۸ ج ۱)

بخاری شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی:

قال رسول اللہ و لا یرمی رجل رجلا با لفسوق و لا یرمیہ بالکفر الاارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلك (مشکوۃ شریف۔ص ۴۱۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر ضرور یہ کفر پڑیگا اگر جیسے کہا وہ حقیقۃ کافر تھا اسے جب تو خیر ورنہ یہ کفر اسی کہنے والے پر پلٹے گا اور فرمایا کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کریگا مگر یہ کہ وہ اسی پر اولٹا پھریگا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسانہ ہو۔

اور غیر مقلدین نے نہ ایک مسلمان کو بلکہ لاکھوں کروڑوں علماء اور اولیائے اکثر امت مقلدین کو

کافر ومشرک ٹھرایا توان غیر مقلدین پر حکم کفر ومشرک کیوں نہ پلٹے گا۔

قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں: و کذلك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الا مۃ۔ (شرح شفا للعلی القاری ص ۵۲۱ ج ۴)

یعنی جو شخص ایسی بات کہے جس سے امت کے گمراہ ٹھہرنے کی راہ نکلتی ہو تو ہم اسے یقینا کافر کہتے ہیں۔

معہذا یہ غیر مقلدین کتاب التوحید۔تقویۃ الایمان۔تنویر العینین بھو پالی۔بٹالوی امرتسری و دہلوی کی تصنیفات کو حق وصحیح جاتے ہیں جن میں اہل اسلام پر احکام شرک لگائے گئے ہیں۔اور خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی شانوں میں جو توہینیں کی گئیں ہیں انہیں کفر نہیں جانتے ہیں۔ان پر رضا ظاہر کرتے ہیں اوران کے مصنفین کو اوران کے اکابر وہابیہ کو جن پر علماء حرمین شریفین نے احکام کفر دیے۔یہ لوگ انہیں اپنا امام وپیشوا اور علماء دین مانتے ہیں۔انہیں کافر نہیں کہتے ہیں باوجودیکہ مسلمانوں کا یہ اجماعی مسئلہ ردالمحتار میں ہے۔"اجمع المسلمو ن ان شائمہ کا فر حکمہ القتل ومن شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ (ردالمحتار۔ص ۲۹۹ ج ۲)

یعنی مسلمانوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اسکا حکم قتل ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: الرضا بالکفر کفر سواء کان بکفر نفسہ او بکفر غیرہ۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰۔)

یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔اب خود وہ اپنے کفر کے ساتھ ہو یا غیر کے کفر کے ساتھ۔

ان عبارات واحادیث سے واضح ہوگیا کہ ان غیر مقلدین پر کفر لازم ہوگیا۔واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

جب ان غیر مقلدین کا حکم جواب اول سے معلوم ہوگیا تو انکا احناف کی صف میں کھڑا ہونا اس صف کے اتصال کو قطع کرتا ہے اور احناف کی نماز کیلئے انکا ہر دوقدم کو چیر کر کھڑا ہونا اور بجہر آمین کہنا خلل انداز ہوجاتا ہے جو کراہت کو مستلزم ہے۔

لان افعالھم تشغل قلو بھم و تخل خشوعھم واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۳)بلاشک احناف کی نماز غیر مقلد کے پیچھے ناجائز ہے،اسکی پوری تفصیل اور بکثیر دلائل

میرے مرشد اعلیحضرت مجدد دین وملت قدس سرہ کے "رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہیں، یہ رسالہ ہی اسی سوال کے جواب میں تحریر ہوا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴) غیر مقلدین کے نزدیک شراب۔ خون۔ منی۔ نجس نہیں، تو ان میں سے کسی چیز کا ان کے بدن یا کپڑے پر ہونا ان کے مذہب میں تو نجاست نہیں اور ہمارے مذہب میں یہ اشیاء نجس ہیں۔ اور نجاست والا مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ شامی فتاوے عالمگیری سے ناقل ہیں:

لا یدخل المسجد من علی بدنه نجاسة۔ (ردالمحتار مصری ص ۲۶۱ ج ۱)

تو غیر مقلدین کو مسجد سے روکا جائے گا، نیز ان کے آنے میں بہت سے فتنے وفساد کے دروازے کھلتے ہیں، لہذا بحسب طاقت وقدرت ان کو احناف کی مسجد سے روکا جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۵) جب غیر مقلدین کا کفر وضلال ظاہر ہو چکا تو ان کے ساتھ تعلقات شادی بیاہ اور کھانے پینے سلام کرنے کا وہی حکم ہے جو اہل ضلال کا حکم احادیث میں وارد ہے۔

عقیلی وابن حبان وابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور دار قطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے باختلاف ترتیب الفاظ مروی ہے۔ "فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا معهم ولا تصلوا عليهم۔

ابوداؤد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم۔

اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ اور زائد روایت کیے ۔ "ان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم۔

ان احادیث کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ان (اہل ضلال) کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، وہ اگر بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، وہ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ پر حاضر نہ ہو، جب ان سے ملو تو سلام نہ کرو۔

حضرت علامہ علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ "لا تحل ای لا حد منا اهل السنة مناكحتهم ولا اكل ذبائحهم ولا الصلوة على ميتهم (شرح شفا مصری ص ۱۵۰ ج ۲)

یعنی ہمارے اہل سنت وجماعت میں سے کسی کو ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کا کھانا اور انکے مردہ کی نماز جنازہ پڑھنا حلال نہیں۔

لہذا غیر مقلدین سے ایسے تمام تعلقات ممنوع وناجائز اور نکاح کرنا تو محض باطل وزنا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۶) حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی کا اختلاف صرف فروعات میں ہے اصول میں نہیں۔ اور اہلسنت وغیر مقلدین کا اختلاف نہ صرف فروعات ہی میں ہے بلکہ اصول میں بھی ہے، تو وہ ائمہ اربعہ کا اختلاف تو رحمت ہے جس کے لئے حدیث موجود ہے۔ اختلاف امتي رحمة۔

اسی لئے علامہ محمد طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں۔ "اما الاختلاف في استنباط الفروع والمناظرة لاظهار الحق فيها فمجمع على جوازه۔

(ص ۱۷۳ ج ۱)

اس سے ظاہر ہو گیا کہ فروعات کا اختلاف وہ ہے جس کے جواز پر اتفاق ہے۔ اور غیر مقلدین نے جو اہلسنت سے اصول وفروع میں اختلاف کیا یہ گمراہی وضلالت ہے کہ

علامہ احمد مصری طحطاوی میں فرماتے ہیں:

ومن كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدع والنار۔

یعنی اس زمانہ میں جو ان چار مذاہب، حنفیہ۔ شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنبلیہ سے خارج ہو وہ بدعتی جہنمی ہے۔ تو یہ اختلاف ضلالت ہوا۔ اور وہ ائمہ اربعہ کا اختلاف رحمت ہوا۔ لہذا یہ اختلاف اس اختلاف کے مثل کس طرح ہوسکتا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۷) جب غیر مقلدین کا کفر وضلال ثابت ہو چکا تو پھر ان کی جماعت شرعا جماعت ہی نہیں اور حنفیوں کی نہ فقط مغرب وجمعہ کی جماعت بلکہ ہر وقت کی جماعت شرعا جماعت ہے، ان کی نماز یقینا ہوتی ہے، یہ محض اس بات پر اپنی جماعت ترک نہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۸) غیر مقلدین کی اذان شرعا اذان ہی نہیں تو ان کی اذان پر نہ افطار کریں، نہ اپنی جماعت کی اس پر بنا کریں بلکہ حنفی اپنی علیحدہ اذان حنفی اوقات پر کہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۹) اوپر کے جوابوں سے معلوم ہو گیا کہ غیر مقلدین کو کافر سمجھنے اور کہنے والا صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے، تو محض اس بنا پر اس کی اقتدا کس طرح ناجائز ہوسکتی ہے۔ بلکہ احناف ایسے ہی شخص کو امام

مقرر کریں جو انہیں گمراہ و بیدین۔کافر وضال جانتا کہتا ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ
ایک شخص جو سنیوں کی مسجد کا امام ہے وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کی لوگوں میں تبلیغ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابیوں میں مشرک ومنافق ومسلم وعادل وفاسق وفاجر سب تھے اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کا باغی وزانی وشرابی وجہنمی بتاتا ہے۔یہ عقائد کیسے ہیں؟ مفصل بیان فرمائیں اور ایسے عقیدہ والا شخص اہل سنت کا امام ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

حاجی ولی محمد حلوائی مدنپورہ بمبئی نمبر ۸

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صحابہ کرام کا خیر القرون وخیر امت ہونا اور مستحق رحمت ورضائے حق ہونا اور حقدار فضل ورحمت ہونا اور سراپا اخلاص ہونا نصوص قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

علامہ ابن عبد العزیز نے "استیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں امت کا اجماع نقل فرمایا ہے۔

اجمع اھل الحق من المسلمین و ھم اھل السنۃ و الجماعۃ علی انھم کلھم عدو ل۔

علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں: ان الصحابۃ لا شک انھم اولیاء اللہ۔

پھر اس امام مسجد کا ان صحابہ کرام کو فاسق وفاجر کہنا حتی کہ انہیں کافر ومشرک اور منافق وباغی اسلام قرار دینا اور صاف الفاظ میں انہیں جہنمی ٹھہرانا کھلی ہوئی نصوص قرآن وحدیث کی مخالفت۔اجماع امت کا صریح انکار ہے۔

اور حضرت سہل بن عبد اللہ نے فرمایا:

لم یومن بالرسول من لم یوقر اصحابہ۔(شفا شریف)

خود حدیث شریف میں ہے۔

من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا و لا عدلا۔ (رواہ الدیلمی وابو نعیم فی الحلیۃ)

اور انہیں کافر ومشرک اور منافق وجہنمی کہنے سے زیادہ اور کیا سب وشتم اور توہین وبے توقیری ہوگی۔لہٰذا یہ امام مذکور بلاشک ایسے عقائد واقوال کی بنا پر کافر ومرتد ہے اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت کا مستحق ہے۔یہ شخص ہرگز ہرگز مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۵ رشوال المکرم ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۵۰۔۱۵۱۔۱۵۲۔۱۵۳۔۱۵۴۔۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) دیوبندیوں کے چار پانچ عالم جیسے اشرفعلی اور گنگوہی وغیرہ کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ ان کے اسکول کے پڑھنے والے اور ان کو ماننے والے اشخاص چاہے ملازمین میں سے ہوں یا پبلک میں سے ہوں ان کے پیچھے ہم سنت جماعت والوں کی نمازیں ہوسکتی ہیں یا نہیں؟۔

(۲) اگر نمازیں نہیں ہوسکتیں تو بعد پڑھنے نماز کے نماز پھر سے دھرالیا جائے۔ایسے موقع پر جماعت کا یا نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں؟۔

(۳) ان سے بول چال کرنا۔سلام وکلام کا جواب دینا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تیمارداری کو جانا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، کھانا کھانا مہمان بننا، مہمان داری کرنا، تقریر واعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ ان کے اسکول میں لڑکون کو پڑھانا اور ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ اور جو شادی بیاہ کے تعلق پہلے سے ہیں ان کو کیسے کیا جائے؟ ان کے اسکول میں لڑکے پڑھائیں یا جاہل رکھیں، جب کہ ہمارے ضلع میں کوئی سنت جماعت کا اسکول نہیں ہے، اور نہ دوسرے ضلع کے اسکول میں بھیجنے کی توفیق ہے۔مندرجہ بالا جو باتیں لکھی گئی ہیں ان کے کرنے میں اہل سنت وجماعت اعمال وایمان میں خرابی ہوجائی گی یا نہیں؟ برائے کرام اس مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں جب کہ وہ دونوں فریق کے اندر جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہو جس کا اثر جھگڑے کے سبب غیر قوم زور آور ہورہی ہے۔

(۴) ایک سنت جماعت کی مسجد کا امام ایک دیوبندی کے پڑھے ہوئے عالم کے یہاں مہمان

گیا۔ اس کے ساتھ چند آدمی سنت جماعت کے بھی شامل تھے۔ بعد مہمانی کے اس پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اب ایسے پیش امام کے پیچھے ایک شخص خاص نماز کے وقت پر یعنی ایک طرف جماعت کھڑی ہے اور ایک طرف اسی مسجد میں دوسری جگہ تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس شخص کی نماز درست ہے یا نہیں؟۔

(۵) ایک شخص کی دو بیبیاں ہیں اور یہ آدمی حج کو جانا چاہتا ہے۔ حج شریف جاتے وقت اپنی بیوی کا مہر اس طرح ادا کرتا ہے کہ مہر کے عوض میں ایک مکان دیدیتا ہے اور عورت اس وقت راضی ہو کر لے لیتی ہے بعد واپسی حج کے اس بیوی کو طلاق دیدیتا ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ عورت گھر نہیں لینا چاہتی بلکہ مہر کا نقد روپیہ لینا چاہتی ہے تو اس شخص کو پھر روپیہ دینا پڑیگا کہ مہر ادا ہو گیا ہے؟

(۶) اللہ کے حاضر و ناظر ہونے اور رسول کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا فرق ہے؟

کیا یہی فرق ذاتی اور عطائی یا اور کوئی فرق ہے برائے کرم علمائے دین ہم کو سمجھائیں۔

(۷) اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْ نَ سے تَسْلِیْماً تک کا شان نزول کیا ہے؟

(۸) ان الذین یو ذو ن اللہ سے عذا با مھینا تک۔

(ب) والذین یو ذو ن رسو ل اللہ لھم عذا ب الیم۔ کا شان نزول کیا ہے؟

(۹) ایک دیوبندی شخص نماز پڑھ رہا ہے اس موقع پر سنت جماعت کے چند آدمی آگئے اب ان کو یہ بہتر ہے کہ جماعت میں پڑھ کر اپنی نماز پھر سے دہرائیں یا کہ جماعت میں نہ شامل ہوں یہ بہتر ہے؟

المستفتی: حافظ محمد اسحاق ہردوئی ضلع باندہ یوپی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱۔۲) وہابیہ کے اکابر تھانوی، گنگوہی، نانوتوی کی توہین آمیز عبارتوں پر علمائے عرب و عجم نے یہاں تک کہ حرمین شریفین نے بھی کفر کے فتوے دیئے ہیں جس کا تفصیلی بیان حسام الحرمین اور الصوارم الھندیہ میں ہے۔ تو انکو کافر اعتقاد کرنا ضروری ہوا۔ پھر جو لوگ ان اکابر وہابیہ کو ان کی عبارات پر مطلع ہونے کے بعد بھی مسلمان سمجھیں وہ یقیناً اہل ہوا ہوئے اور ان کے پیچھے اہل سنت و جماعت کی نماز ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ تو نہ ان کی جماعت موجب ثواب، نہ ان کی شرکت میں اپنا فریضہ نماز ادا ہوا۔

لہٰذا اس جماعت میں اگر کوئی شریک ہو جائے تو اس پر نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم بالصواب۔

(۳) جب ان وہابیہ کا کافر ہونا ثابت ہو چکا تو ان سے بول چال کرنا۔ انہیں سلام و کلام کرنا۔ یا جواب دینا۔ ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا کھانا، ان کی مہمان داری، یا تیمار داری کرنا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، ان کے وعظ میں جانا، ان کے مدرسوں میں لڑکوں کا پڑھانا، ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا اور پہلے کے تعلقات کو باقی رکھنا وغیرہ معاملات ناجائز ہیں۔

احادیث میں ہے: ایا کم و ایا ھم لا یضلو نکم و لا یفتنو نکم۔

یعنی تم ان سے بچو اور اپنے سے ان کو دور رکھو کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

و ان لقیتمو ھم لا تسلمو علیھم۔ یعنی اگر ان سے ملو تو ان سے سلام نہ کرو۔

و لا ترا کلو ھم و لا تجا لسو ھم و لا تنا کحو ھم۔

یعنی تم ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان سے نکاح نہ کرو۔

(روا ھا ائمہ الحدیث فی سننھم اخر جھا السیو طی فی الجا مع الصغیر)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) جب امام ایسا وہابی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا تو اس کی نماز حقیقۃً نماز ہی نہیں اور اس کی جماعت درحقیقت جماعت نہیں۔ لھذا ایسے بد مذہب امام کی اقتدا ناجائز ہے اور ایسی نماز و جماعت کے ہوتے ہوئے کسی کا تنہا نماز پڑھ لینا بالکل صحیح و درست ہے واللہ اعلم۔

(۵) جب پہلے وہ عورت اپنے مطالبہ مہر کے عوض شوہر سے مکان لینے پر راضی ہو چکی تو اب بعد طلاق اسے مہر میں نقد روپیہ کا مطالبہ کرنے اور مکان سے انکار کرنے کا حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) حاضر کے معنی فقہ حنفی کی مشہور و معتبر لغت میں یہ ہیں" الحا ضر و الحاضرۃ اللذین حضر و الدار التی بھا مجتمعھم" یعنی حاضر کے معنی وہ شخص ہے جو مکان میں حاضر ہو اور نظر کے معنی شرح موافق ہیں" النظر مع صلۃ الی حقیقۃ تقلیب الحدقۃ" یعنی نظر جب اس کا صلہ "الی" آئے تو اس کے معنی حقیقی آنکھ کے ڈھیلے یا سیاہی کا گھمانا ہے۔ تو ناظر کے معنی آنکھ کے ڈھیلے کا گھمانے والا ہوا تو ان معانی کے اعتبار سے حاضر و ناظر اسی ذات کی صفت ہو سکتی ہیں جو مکان میں حاضر ہو سکے اور آنکھ کا ڈھیلا گھما کر دیکھ سکے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ مخلوق ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔ اور عقائد کا کھلا ہوا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جسم اور اعضائے جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ تو حاضر و ناظر اس معنی کے اعتبار سے اللہ

تعالی کی صفت ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتے۔ اس لئے یہ حاضر وناظر اسمائے الہیہ میں سے نہیں۔ اور کتب شرع میں ان الفاظ کا اطلاق اللہ تعالی کے لئے وارد نہیں۔ بلکہ بجائے حاضر وناظر کے شرع میں شہید وبصیر اسمائے الہیہ میں وارد ہیں۔ اور مخلوق کے لئے مکان کا ہونا اور جسم واعضاء واعضائے جسم کا ہونا یقیناً ثابت ہے تو حاضر وناظر خالق تبارک وتعالی کی صفات سے نہیں بلکہ مخلوق کی صفت سے ہے اور حضور رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بلاشبہ مخلوق ہیں تو حاضر وناظر حضور کی صفت ہوئی کہ حضور کے لئے مکان بھی ثابت ہے اور اور جسم واعضائے جسم بھی ثابت۔

لہذا اس معنی سے اللہ تعالی کا حاضر وناظر ہونا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کہ اللہ تعالی مکان اور جسم وجسمانیت سے بھی منزہ ہے۔

اور اگر حاضر کو بمعنی عالم کے، اور ناظر کو بمعنی رائی بمعنی دیکھنے والے کے لئے لیا جائے تو اللہ تعالی کا علم ورویت ذاتی قدیم غیر متناہی ممتنع الزوال ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم ورویت عطائی حادث اور ممکن الزوال ہے۔ تو اس معانی سے اللہ تعالی اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے میں یہ چار فرق نہایت واضح ہیں۔ اور ان فرقوں کے باوجود جو مساوات اور برابری کا خیال کرے سخت جاہل ونادان ہے واللہ اعلم۔

(۷) اس آیت کریمہ کا کوئی خاص شان نزول تو باوجود تلاش کے مل نہ سکا لیکن ظاہر ہے کہ یہ آیت حضور کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے نازل ہوئی واللہ تعالی اعلم۔

(۸) ایذائے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مضامین کی اکثر آیات ان کفار ومنافقین کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو روحانی اور جسمانی ایذائیں پہونچائی ہیں۔ جیسے ان کا حضور کی تکذیب کرنا، طرح طرح کی تہمتیں لگانا، چہرہ انور کو زخمی کرنا، دندان مبارک کو شہید کرنا، اور انہیں ساحر ومجنون وغیرہ کہکر گستاخیاں کرنا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۹) جب ایسا دیوبندی وہابی امام نماز پڑھا رہا ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا تو اس کی جماعت میں بھی شریک نہ ہو کہ اس کی نماز نماز ہی نہیں۔ یہ سب احکام اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہیں جن میں سراسر صلاح ومصلحت ہی ہے۔ دین اسلام کے احکام کی پابندی سے کبھی کسی جھگڑے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے بلکہ دین میں مداہنت کرنا، بے دینوں سے اخوت کرنا اور معاملات کا باقی رکھنا ہی کثیر فتنوں اور فسادوں کا موجب ہے۔ مولی تعالی مسلمانوں کو دین پر عمل کرنے کی توفیق دے

۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔ ۵ ذی الحجہ ۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۵۹۔۱۶۰۔۱۶۱۔۱۶۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) خوجہ مذہب والا فرقہ درحقیقت روافض کی شاخ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو روافض کی اقسام ثلثہ میں سے کس قسم میں داخل ہے۔ اور اگر نہیں تو اس فرقہ کا اصل مذھب کیا ہے؟ یہ فرقہ ناجیہ میں داخل ہے یا نہیں۔ خوجہ مذہب کی حقیقت واضح فرمائیں۔

(۲) خوجہ مذہب والے کی نماز جنازہ سنیوں کو پڑھنی پڑھانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز خوجہ مذہب کے دیگر مذہبی امور میں ان کے کھانے پینے میں سنیوں کی شرکت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جو باوجود علم کے خوجہ مذہب یا کسی گمراہ فرقہ سے تعلقات مذہبی قائم رکھے ان کے بتائے مشورہ میں ان کے کھانے پینے میں شرکت کرے ایسے لوگوں کو شرعاً کیا حکم ہے؟۔

(۳) جو شخص اس کا قائل ہو کہ جمیع فرقہ ضالہ جنہیں حدیث شریف میں ناری فرمایا گیا ہے وہ سب مسلمان ہیں سوا فرقہ قادیانی۔ یہ عقیدہ کیسا ہے اور ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) آغا خاں کس عقیدہ کا آدمی ہے؟ اس کی اتباع شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جو شخص آغا خان کو اپنا مذہبی پیشوا مقتدا جانے امام فی المذہب عقیدہ رکھے اور اس کو بالاعلان آقا ونامدار کہے، ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور یہ آغا خاں کے متبعین کو شرعاً کافر ومرتد سمجھنا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ فقط

المستفتی نور محمد ساکن ورگ ۱۱ راگست ۵۴ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) خوجہ مذہب فرقہ روافض ہی میں داخل ہے اور یہ فرقہ ہرگز ہرگز فرقہ ناجیہ نہیں ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت والجماعت ہے۔ حدیث ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی ۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۰)

میری امت تہتر مذہب پر متفرق ہو جائے گی لیکن سوائے ایک مذہب کے سب کے سب دوزخی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ایک فرقہ کونسا ہے؟ فرمایا وہ مذہب جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جو فرقہ صحابہ کو نہ مانے اور ان کے طریقہ پر نہ چلے وہ یقیناً دوزخی ہے اور ظاہر ہے کہ جب خوجہ مذہب روافض سے ہے تو وہ نہ صحابہ کرام کو مانتا ہے نہ انکے طریقہ پر چلتا ہے تو ان کا دوزخی ہونا حدیث سے ثابت ہو گیا۔

دارقطنی کی حدیث میں ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سیأتی من بعدی قوم لهم نبز يقال لهم الرافضة فان ادركتهم فاقتلهم فانهم مشركون قال قلت يا رسول الله ما العلامة فيهم قال يفرطونك بما ليس فيك ويطعنون على السلف ۔ (صواعق محرقہ مصری۔ ص۳)

عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جس کا لقب رافضی کہا جائیگا' تو اگر انہیں پائے تو ان کو قتل کر ڈالنا کہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ان کی علامت کیا ہے؟ فرمایا وہ لوگ تیرے متعلق حد سے تجاوز کرینگے یہانتک کہ جو بات تجھ میں نہیں ہے وہ بھی کہیں گے اور سلف پر طعن کریں گے۔

اس حدیث شریف نے روافض کا نام اور علامت و حکم سب کچھ ہی ظاہر کر دیا تو یہ فرقہ رافضی ہونیکے باوجود فرقہ ناجیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) جب فرقہ خوجہ گمراہ روافض میں سے قرار پایا تو اس فرقہ کے کسی شخص کی نماز جنازہ سنیوں کو کس طرح جائز ہو سکتی ہے، حدیث شریف میں تو یہانتک ممانعت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان مرضوا فلاتعودوهم وان ماتوا فلاتشهدوهم۔ (مشکوۃ شریف ص۲۲)

اور بدمذہب بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں حاضر نہ ہو اسی طرح ان کے مذہبی امور اور کھانے پینے میں سنیوں کو شریک ہونا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے جس کو عقیلی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله اختارني واختار لي اصحابا واصهارا وسياتي قوم يسبونهم وينقصونهم فلاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولاتواكلوهم ولاتناكحوهم ۔ (صواعق ص۳)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور میرے اصحاب ورشتہ دار خاص منتخب کیے اور عنقریب ایک قوم آئے گی جو ان کو گالی دے گی اور ان کی تنقیص شان کرے گی تو ان کے پاس مت بیٹھو ان کے ساتھ مت کھاؤ پیو اور ان سے نکاح مت کرو۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا شرعاً ممنوع ہے۔ اب باوجود اس کے جو ان کے امور میں شرکت کرے ان کے ساتھ کھائے پیے وہ فاسق اور مرتکب حرام ہے اور ان احادیث کے احکام کے خلاف ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اتباع شریعت کی توفیق عطا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) جو شخص یہ کہتا ہے کہ جمیع فرق ضالہ مسلمان ہیں تو وہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ جو جواب اول میں مذکور ہوئی کہ بہتر (۷۲) فرق ضالہ سب جہنمی ہیں اور مسلمان کبھی ہمیشہ کے لئے جہنمی نہیں ہوتا تو ثابت ہو گیا کہ فرق ضالہ کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتے اور اس قائل کو مخالف حدیث کہنے کی وجہ سے توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) مذہب خوجہ اور آغا خاں کی کوئی کتاب اگر نظر سے گزری ہوتی تو اس سے ان کا پورا عقیدہ اور ان کے مذہب کی پوری حقیقت پیش کر دی جاتی لیکن چونکہ اس مذہب کی گمراہی وضلالت اور آغا خاں کا گروہ ضال سے ہونا علم میں نہیں ہے۔ اس لئے مجمل احکام تحریر کئے گئے۔ لہذا اس کا اتباع کسی طرح شرعاً درست نہیں اور جو شخص اسے اپنا پیشوا و مقتدا اور امام فی المذہب یا آقائے نامدار مانے اور اس کا اتباع و پیروی کرے وہ یقیناً گمراہ وضال اور بیدین ومخالف اہل سنت و جماعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۵۔۱۶۶۔۱۶۷۔۱۶۸)

جب امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما۔ کو یزید کی بیعت ضرور کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ جناب امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے یہ خلافت تفویض فرمائی تھی اور خلیفہ وصیت سے بھی ہوتا ہے اور اجماع سے بھی اور استعلا سے بھی اور یزید تینوں طرح سے خلیفہ تھا، تو حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو انکی بیعت کرنی چاہئے تھی۔

(۱) ورنہ الزام بغاوت ان پر قائم کیا جائیگا۔

(۲) حضرت منصور کو کافر مانیں یا مسلمان؟۔

(۳) عشق برتر ہے یا شریعت؟۔

(۴) جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور جس جس شکم میں رہا وہ سب ناجی ہیں۔ آیا اس شخص کا عقیدہ جو امر مذکور کا منکر ہے کیا حکم رکھتا ہے؟۔

(۵) فرقہ وہابیہ کافر ہے یا نہیں؟۔ فرقہ شیعہ کافر ہے یا نہیں؟۔ تہتر گروہ نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے یا نہیں؟۔

(۶) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں کوئی مرتد بھی ہوگیا تھا یا نہیں۔ عترت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے بھی کوئی مرتد ہوا یا نہیں؟

سائل۔ الہام شاہ ورا۔ برجنٹیہ ضلع مراد آباد۔

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اس خلافت راشدہ سے ہے جسکی مقدار خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین بیان فرمادی ہے۔ خلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ۔ یعنی میرے بعد خلافت تیس سال تک ہے۔ تو خلفاء راشدین کی چاروں خلافتوں میں تیس سال کی مقدار پوری ہونے میں چھ ماہ چھ ایام کم تھے انہیں چھ ماہ اور کچھ ایام تک حضرت امام حسن رضی اللہ نے امور خلافت انجام دیئے، اسی بنا پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر الخلفاء الراشدین کہلاتے ہیں۔ پھر اس تیس سال کے بعد خلافت بمعنی امامت و ملک گیری کے کہلانے لگی۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کرنے کے بعد بالاتفاق خلیفہ برحق قرار پائے۔

اس کے بعد جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارق اجماع مسلمین ہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف و دشمن ہے بلکہ درحقیقت اسمیں شائبہ رفض ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کے فسق و فجور پر مطلع نہیں تھے اور انہیں اس کے نقص وعیوب کا علم نہیں تھا اور یہ اپنی بد عملی اور فسق و فجور کو ان سے چھپاتا رہا اور انکے پاس ایسے لوگ بھیجتا رہا جو

اسکے حسن عمل کا ذکر کیا کرتے تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے حسن عمل پر اعتماد کر کے اسے اپنا ولی عہد اور اپنے بعد میں خلیفہ بنا دیا۔ اور اگر انہیں اسکے فسق و فجور کی کوئی ادنی بات معلوم ہو جاتی تو وہ اسے اپنی ولی عہدی کیلیے ہرگز ہرگز تجویز نہیں فرماتے۔ حضرت علامہ ابن حجر ''تطہیر الجنان واللسان'' میں فرماتے ہیں:

وزين له من يزيد حسن العمل وعدم الانحراف و الخلل كل ذالك لما اشار اليه الصادق المصدوق صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من انه اذا اراد الله انفاذ امره سلب ذوى العقول عقولهم حتى ينفذ ما اراده تعالى فمعاويه معذور فيما وقع منه ليزيد لانه لم يثبت عنه نقص فيه بل كا ن يزيد يدس على ابيه من يحسن له حاله حتى اعتقد انه اولى من ابناء بقية اولا د الصحابة كلهم فقدمه عليهم مصر حابتلك الاولوية (وفيه ايضا) ولو ثبت عنده ادنى ذرة مما يقتضى فسقه بل اثمه لم يقع منه ما وقع (حاشیہ صواعق محرقہ مصری ص ۵۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے استخلاف کے بعد یہ خطبہ دیا جس کو تاریخ الخلفا نے نقل کیا۔

خطب معاوية فقال اللهم ان كنت عهدت ليزيد لما رائت من فضله فبلغه ما املت واعنه وان كنت انما حملنى حب الوالد لولده وانه ليس لما صنعت به اهلا فاقبضه قبل ان يبلغ ذالك۔ (تاریخ الخلفا ص ۴۰)

حضرت معاویہ نے خطبہ پڑھا اور یہ دعا کی اے اللہ میں نے یزید کو ولی عہد اگر اس کے فضل کو دیکھ کر کیا ہے پس اسے تو میری امید تک پہونچا اور اسکی مدد فرما اور اگر محبت پدری نے مجھے اسکے لئے ابھارا تھا اور وہ میری ولی عہدی کا اہل نہیں پس تو اسے اس منصب پر پہونچنے سے پہلے ہی موت دیدے۔

اب ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس یزید کے استخلاف میں معذور ہیں۔ ان پر شرعا کوئی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا لیکن جن لوگوں پر اس کا فسق و فجور ثابت ہو چکا تھا تو وہ ایسے فاسق و فاجر کی کس طرح بیعت کرتے اور اسے کیوں اپنا خلیفہ مانتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی انہیں حضرات میں سے تھے جن پر یزید کا فسق و فجور ثابت ہو چکا تھا۔ تو حضرت امام کا تقوی انہیں یہ اجازت ہی نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اپنی جان کی خاظر ایسے نا اہل فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت

کریں اور اہل اسلام کی تباہی اور شرع واحکام دین کی بے حرمتی کی پرواہ نہ کریں۔حضرت امام اگر اس فاسق کی بیعت کر لیتے تو اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔اور یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہو جاتی۔اور شریعت اسلامیہ وملت حنفیہ کا نقشہ ہی مٹ جاتا۔تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری کا یہی اقتضا تھا کہ وہ یزید جیسے فاسق وفاجر کی بیعت نہ کریں مگر سائل کی یہ بڑی دلیری اور سخت نادانی ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت ضرور کرنی چاہیے تھی۔اور اسکی اس سے زاید جرات اور انتہائی لاعلمی یہ ہے کہ وہ یہ بکواس کرتا ہے کہ حضرت امام پر اسکی بیعت نہ کرنیکی بنا پر الزام بغاوت قائم کیا جائے گا۔لہذا سوال کا یہ لب ولہجہ یہ پتہ دیتا ہے کہ سائل غالبا خارجی ہے۔

اب باقی رہا سائل کا یہ قول کہ خلیفہ وصیت سے بھی ہوتا ہے اور اجماع سے بھی اور استعلا سے بھی اور یزید تینوں طرح خلیفہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو خلیفہ تجویز کرنا جب یہ استخلاف اسکے حال کی لاعلمی یا خطا اجتہادی کی بنا پر ہوا تو انکی وصیت کو ثبوت خلافت یزید کیلئے دلیل قطعی قرار دینا کافی نہیں۔اسی طرح خلافت یزید اجماع سے بھی ہرگز ثابت نہیں کہ جب حضرت امام حسین۔حضرت عبد اللہ بن زبیر۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے بکثرت صحابہ اس خلافت کے مخالف تھے تو اجماع کا وجود ہی متحقق نہیں ہوا،اسی طور سے صرف استعلا بھی کسی خلافت کو ثابت کرنے کے لئے کافی دلیل نہیں۔کہ پھر تو ہر متغلب مفقود شرائط خلافت بھی محض استعلاء کی بنا پر خلیفہ ثابت ہو جائیگا۔لہذا خلافت یزید نہ وصیت سے ثابت ہو سکی نہ اجماع سے نہ استعلا سے۔بالجملہ حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ ہرگز باغی نہیں تھے۔ان پر بغاوت کا الزام اسی کے ذہن میں پیدا ہوگا جو خارجی سیرت ہو اور دشمن اہل بیت ہو۔سائل کا ان الفاظ میں ذکر کرنا بھی سوء ادبی ہے اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے لئے اثبات خلافت کی سعی بیکار ہے جب اسکا اسلام ہی خطرہ میں ہے۔واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) حضرت منصور حلاج رضی اللہ عنہ بلاشک مسلمان تھے اور عالم ربانی۔صوفی وحقانی تھے۔

حضرت علامہ ابن حجر کے فتاوے حدیثیہ میں ہے:

وممن اعتمد هذا المسلك الشبها ب السهروردی المجمع علی امامته فی العلوم الظاهرة والباطنة فی عوارفه حيث قال وما حكي عن ابي يزيد رضي الله عنه من قوله سبحانی، حاشا الله ان يعتقد فی ابی يزيد ان القول مثل ذلك الا علی معنی الحكاية عن

الله تعالی وذلك مما ينبغی ان يعتقد فی الحلاج رحمه الله فی قوله انا الحق (وفيه ايضا۔) ان الحلاج وان كان محقابل عالماربانيا كما قاله ابن الحنيف الخ ۔والله تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) عشق سے اگر بنی آدم کے حسینوں کا عشق مراد ہے تو درحقیقت یہ عشق ہی نہیں ہے۔مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

عشقہائے کز پے رنگے بود　　عشق نہ بود عاقبت ننگے بود

تو اس عشق کو شریعت کے مقابل بنانا ہی سخت بے ادبی ہے اور اگر اس عشق سے اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا عشق مراد ہے تو یہ عشق شریعت سے جدا نہیں تو اس عشق کا شریعت سے تقابل وہی کر سکتا ہے جو سخت جاہل و نادان ہو یا گمراہ و بیدین ہو۔واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴) بعض محققین نے تصریح کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آباء وامہات مشرکین نہیں تھے بلکہ اہل توحید سے تھے۔۔تو جو اس عقیدہ کا معتقد ہے وہ علامہ سیوطی اور علامہ رازی کا متبع ہے اسکے اہلسنت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔لہذا اسکا حکم ظاہر ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۵) اکابر وہابیہ کے وہ کفری اقوال جن پر علماء حرمین شریفین نے ان پر کافر ومرتد ہونے کے فتاوے صادر فرمائے جو وہابی ان اقوال کفریہ پر مطلع ہو جانے کے بعد بھی اپنے ان اکابر کو مسلمان کہے اور ان اقوال کو کفر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔کتب عقائد وفقہ میں تصریح موجود ہے۔الرضا بالکفر کفر ومن شك فی كفره فقد كفر۔اس طرح جو رافضی تبرائی ہو اور حضرات شیخین کی شان میں کسی طرح کی گستاخی کرتا ہو اگرچہ اسقدر کہ ان کو خلیفہ وامام نہ مانے وہ کتب فقہ کی تصریحات سے کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

الرافضی اذا يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر ومن انكر امامة ابی بكر الصديق رضی الله عنه وكذا لك من انكر خلافة عمر رضی الله عنه فهو كافر فی اصح الاقوال۔

اسی طرح جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو یا ان کی شان میں گستاخ ہو وہ بھی گمراہ اور ضال اور رافضی ہے۔تہتر گروہ سے ایک گروہ اہلسنت وجماعت تو ناجی باقی بہتر گروہ کو بحکم حدیث شریف كلهم فی النار کے ناری وجہنمی کہتے ہیں۔

اب باقی رہی بہتر کی آپس میں تکفیر یا ان کا گروہ حقہ اہلسنت و جماعت کو کافر کہنا تو سائل اسکو کیوں دریافت کرتا ہے؟۔کیا اس سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوگا یا اہلسنت و جماعت انکی تکفیر سے کافر قرار پا جائیں گے یا ان کی تکفیر سے جو اہلسنت و جماعت نے کی ہے وہ غلط ثابت ہو جائے گی۔تو سائل کی اس سے کیا غرض ہے اسکا اظہار کرے یا یہ ایک لغو جاہلانہ سوال ہے۔اس سوال سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سائل انتہا درجہ کا جاہل دین سے ناواقف عقائد اسلام سے بے خبر احکام شرع سے ناآشنا شخص ہے۔واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۶) اس قدر کس کو فرصت ہے کہ ان لوگوں کی ایک فہرست بنائی جائے جو ایمان لاکر مرتد ہو گئے۔پھر سائل کے لئے یہ بے فائدہ سوال ہے۔کیا سائل کو تمام صحابہ کرام اور عترت پاک کی کوئی مکمل تفصیلی نام بنام فہرست یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو ایسی مکمل فہرت پیش کرے جس سے کوئی صحابی اور عترت پاک کا کوئی فرد باقی نہ رہ جائے اور اگر یاد نہیں ہے تو مرتدین کی فہرست کی کونسی اہم ضرورت پیش آگئی ہے۔ہاں اگر یہ سائل ان میں سے کسی ایک فرد خاص کے متعلق سوال کیا ہوتا تو اس کا جواب ضرور دیا جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سائل کسی کا نام لیکر اسلئے سوال نہیں کرنا چاہتا ہے کہ اس سے اسکی بدمذہبیت کا پتہ چل جائے گا، پھر بھی سوال سے بطور اقتضا یہ پتہ چلتا ہے کہ سائل یا تو رافضی ہے یا خارجی ہے یا سخت جاہل ہے۔اب وہ ابہام میں محض اسی لئے سوال کررہا ہے کہ اس سے اسکی جہالت کا اظہار نہ ہو۔یا رفض وخروج کا پردہ فاش نہ ہو جائے۔مولی تعالی اسکو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ کتبہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید جو حنفی سنی مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے سنی مسلمانوں کے مجمع میں اپنے مندرجہ ذیل عقائد کا اعلان کرتا ہے اس استحکام کے ساتھ کہ اگر مارتے مارتے مار بھی ڈالا جائے تو عقائد نہ بدلوں گا۔

(۱) روحی فداہ آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خلیفہ اول حضرت علی کرم اللہ وجہ تھے اور آخر خلیفہ حضرت حسن ان کے علاوہ کوئی خلیفہ حق نہیں، خلفائے ثلاثہ ہرگز خلیفہ نہیں؟۔

(۲) آں حضرت فداہ ابی وامی کا جنازہ اقدس پڑا ہوا تھا اور اصحاب مع خلفائے ثلاثہ حضرت علی کے گھر کے کواڑ توڑ کر اندر گھس گئے کواڑ توڑ کی شدت میں خاتون جنت کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔یہ تھے اصحاب۔نیز اصحاب نے خاتون جنت کے مکان میں آگ لگادی تھی۔

(۳) سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل درجہ اہلبیت کا ہے صحابہ کا دوسرا درجہ ہے۔

(۴) حضرت سیدنا حمزہ سید الشہدا نہیں ہیں ان کے سید الشہدا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہدا ہیں۔

(۵) زید مذکور سلسلہ قادریہ میں بیعت ہے۔

(۶) زید مذکور کا دعوی ہے کہ ایک دوسرے مرشد سے وہ چاروں سلاسل میں خلافت بھی حاصل کرچکا ہے۔

(۷) زید مذکور میلاد شریف پڑھتا ہے اور بزعم خود تبلیغ کا بڑا شائق ہے، ہر جگہ کوشش کرتا ہے کہ اسکو تبلیغ کا موقع دیا جائے۔

براہ کرم بحوالہ قرآن مجید واحادیث شریفہ فتوی صادر فرمایا جائے۔

(۱) کیا زید مذکور کی بیعت سلسلہ قادریہ طیبہ میں قائم رہی اور فسخ نہ ہوئی؟۔

(۲) کیا زید مذکور کی خلافت اربعہ سلاسل میں قائم رہی اور فسخ نہ ہوئی؟۔

(۳) کیا زید مذکور کو حنفی سنی مسلمانان کے مجمع میں میلاد شریف پڑھنے اور تبلیغ کرنیکا حق ہے؟۔

(۴) کیا زید مذکور کو ان جملہ حقوق سے محروم نہ کیا جائے اور شدت کے ساتھ روکا نہ جائے؟۔

(۵) کیا زید مذکور سے قطع تعلق کرنا ضروری نہیں ؟۔

(۶) کیا زید مذکور سے تعلقات اسلامیہ رکھنے والا گنہگار نہیں؟۔

(نوٹ) زید مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بوقت وصال ارشاد فرمایا تھا کہ قلم دوات لاؤ تا کہ میں ایک وصیت لکھ دوں جس سے آئندہ تمہارے درمیان نفاق باقی نہ رہے۔اس سے زید کا منشا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ اول مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن جان نثاران رسالت نے یہ عرض کیا کہ ہم کو کسی وصیت کی ضرورت نہیں ہم سب کیلئے کتاب اللہ کافی وافی ہے۔

سائل حقیر فقیر مبارک علی صرصر میرٹھی ناظم جمایت قادریہ چشتیہ وارثیہ اکبریہ مولود خواں میرٹھ۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(۱و۲) زید مذکور اپنے عقائد مندرجہ فی السوال کی بنا پر ہرگز ہرگز حنفی سنی مسلمان نہیں بلکہ کھلا ہو تبرائی رافضی کافر مرتد ہے اسکے عقیدہ نمبر ا پر ہی ردالمحتار میں تصریح فرمائی۔

وان انکر خلافۃ الصدیق وعمر فھو کافر۔ (از ردالمحتار مصری۔ص۳۹۴ج۱)

اگر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی خلافت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

تو جب زید کا کافر ہونا ثابت ہو چکا تو خود اسکی سلسلہ قادریہ کی بیعت اور سلاسل اربعہ کی خلافت فسخ اور قطع ہوگئی تو یہ نہ کسی کو بیعت کرسکتا ہے نہ کسی کو اسکی بیعت کرنی جائز۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

(۳) زید مذکور مسلمانوں کے کسی مجمع میں نہ میلاد شریف پڑھ سکتا ہے نہ ان عقائد کی تبلیغ کرسکتا ہے کہ ان میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے وقد وجب اھا نتہ شرعا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴و۶) زید مذکور کا جب کفر ثابت ہو چکا تو اس سے قطع تعلقات اسلامی ضروری ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یا تونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباء کم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ۔

آخر زمانہ میں ایسے فریبی اور جھوٹے ہونگے جو تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جنکو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادانے تو تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے بچاؤ کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

دوسری حدیث شریف میں ہے جسکو عقیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔

اللہ تعالی نے مجھے چن لیا اور میرے لئے صحابہ اور رشتہ دار چن لئے ہیں اور عنقریب ایک قوم

آئیگی جو انہیں گالی دیگی اور انکی تنقیص شان کریگی تو تم انکے ساتھ مت بیٹھو۔ انکے ساتھ مت کھاؤ اور پیو انکے ساتھ نکاح مت کرو۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ جو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کو گالیاں دے۔ یا انکی تنقیص شان کرے۔ یا ان پر افترا کرے۔ یا ان پر جھوٹا الزام لگائے۔ یا انکے لئے خلاف واقعہ باتیں گڑھ کر مسلمانوں کو فریب دے۔ اس سے قطع تعلق کا اسلامی حکم خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دیا ہے۔ زید کے ان عقائد واقوال میں صحابہ کرام کو گالیاں بھی ہیں۔ انکی تنقیص شان بھی ہے۔ ان پر افترا بھی ہے۔ ان پر جھوٹے الزام بھی ہیں۔ تو زید سے قطع تعلق کا حکم حدیث سے ہی ثابت ہو گیا۔ لہذا اس زید سے سلام وکلام کرنا۔ اسکی عزت وعظمت کرنا۔ اسکا وعظ وتبلیغ سننا۔ اسکے ساتھ کھانا پینا۔ اس سے نکاح کرنا۔ اس سے بیعت کرنا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا۔ اور تعلقات اسلامی برتنا سب ناجائز وحرام ہیں۔ اور جو اس سے تعلقات باقی رکھے گا وہ گنہگار اور مرتکب حرام ہے۔ مولی تعالی مسلمانوں کو احکام اسلام پر پابند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۱۰۔ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۶۹)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ مسائل حسب ذیل میں

کسی مسلمان کو بلا عذر شرعی مرتد کہنا کیسا ہے۔ نیز جو شخص کسی مسلمان کو بے وجہ شرعی مرتد کہے اس پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جو کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی مرتد کہتا ہے اور اپنے اعتقاد میں اسے کافر ہی جانتا ہے تو خود کافر ہو گیا اور اگر وہ اپنے اعتقاد میں کافر نہیں جانتا تو کافر نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں نہر سے اور وہ ذخیرہ سے ناقل

المختار للفتوی انہ ان اراد الشتم ولا یعتقد کفرا لا یکفر وان اعتقدہ کفرا فخاطبہ بھذا بناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد

دین الاسلام کفرا۔ -(از درالمختار مصری۔ص ۱۸۹ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۰)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ مسائل حسب ذیل میں۔

زید یہ کہتا ہے کہ میں وہابیوں۔رافضیوں۔قادیانیوں۔دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتا، میں ان کو کافر نہیں سمجھتا، یہ کافر نہیں ان پر تکفیر کا حکم نہیں ہے۔سوال دریافت یہ ہے کہ زید جو کہتا ہے اس پر شرعا کیا حکم ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید وہابیوں، رافضیوں، قادیانیوں، دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر بھی اگر انہیں کافر نہیں جانتا اور ان کے عقائد کفریہ کا فر نہیں کہتا، تو یہ زید یقیناً کافر ہے۔فقہائے کرام کا مشہور حکم ہے:۔الرضا بالکفر کفر۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یہاں کے امام صاحب اہل سنت والجماعت عقائد کے ہیں۔مستند عالم بھی ہیں فاضل بھی ہیں اور حافظ بھی ہیں قاری بھی ہیں حتی کہ تہجد گزار بھی ہیں مگر جماعت اسلامی کے زبردست حامی ہیں۔امام صاحب جماعت اسلامی نمبر بھی تقسیم کرتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے۔جماعت اسلامی لٹریچر جب چند مسلمانوں کے نظر سے گزری تب بہت زبردست انتشار پیدا ہوا۔کیا واقعی ایسے معتبر امام کے پیچھے نماز درست نہیں۔یہ چند مسلمانان چکر دھر پور کی کند ذہنی ہے کہ ایسے معتبر امام کے پیچھے نماز پڑھنا نا

جائز قرار دیتے ہیں۔براہ کرم از روئے کتاب وسنت تفصیلات سے اور مدلل اور چند علماء کرام کے دستخط معہ عہدہ کے جلد از جلد مطلع فرمائیں تاکہ فتاوی دیکھنے کے بعد مسلمانان چکر دھر پور کی انتشاری دور ہو فقط والسلام۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ابوالاعلی مودودی کے رسائل میں بعض ضروریات دین کا صراحۃ انکار ہے۔عقائد اسلام کی صریح مخالفت ہے۔احکام قرآن وحدیث سے صاف روگردانی ہے۔بلکہ اس کی تصنیفات عقائد باطلہ خیالات فاسدہ پر مشتمل ہیں۔اس کے نزدیک تمام صحابہ وتابعین ائمہ سلف وخلف صالحین علماء اولیا کاملین بلکہ اس قرن اور قرون ماضیہ کے تمام مسلمین گمراہ ومشرک ہیں۔تو یہ مودودی گمراہ، ضال، کافر، خارج از اسلام ہے۔جو شخص اس کے رسائل اور ان کے کفریات وعقائد باطلہ پر مطلع ہو کر اسکو اسلام کا رہبر وپیشوا یا عالم مولوی، بلکہ اس کو کم از کم مسلمان جانے یا کہے تو وہ بھی کافر ہے۔تمام کتب عقائدہ میں ہے۔

الرضا بالکفر کفر۔ کہ کفر کے ساتھ رضا ظاہر کرنا بھی کفر ہے۔

کتب فقہ درمختار وردالمحتار ومجمع الانہر ودرر وغرر وفتاوی خیریہ وبزازیہ وبحرالرائق میں ہے:

من حسن کلام اھل الاھوا اوقال معنوی او کلام له معنی صحیح ان کان ذلك کفرا من القائل کفر المحسن ومن تلفظ بلفظ الکفرو کل من استحسنه اورضی به یکفر۔

جو بدمذہبوں کی بات کو اچھا بتائے، یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے، یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں، اگر کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو جو اسکو اچھا بتاتا ہے وہ بھی کافر، جو کفر کی بات کہے وہ بھی کافر، جو اسکو اچھا بتائے اور جو اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

تو جو جماعت صراحۃ کفر کر رہی ہے، یا کفر کی تائید وہمدردی کر رہی ہے اور کفر کی اشاعت وتبلیغ کر رہی ہے اسکو اسلامی جماعت کہنا گناہ عظیم ہے۔اس سوال میں جس امام کا ذکر ہے جب یہ عالم فاضل کہلاتا ہے اور مودودی کے رسائل کو تقسیم بھی کرتا ہے تو یہ ان رسائل کے کفری مضامین پر بھی مطلع ہوا ہوگا، اور پھر جب اس کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اسکی زبردست ہمدردی کرتا ہے، تو گویا یہ عقائد کفریہ اور خیالات باطلہ اور مسائل فاسدہ کی ہمدردی کرتا ہے، تو یہ امام بھی بیدین وکافر ہوا اسکے عابد تہجد گزار ہونے پر شرع سے مرفوع القلم نہ ہو جائیگا۔اس کا حافظ وقاری ہونا اس کو شرعی فتوی سے نہ بچا سکے

گا۔اس کا عالم وفاضل ہونا اسکے لئے کفر روانہ کردے گا۔اور جب یہ امام عقائد کفریہ اور کفری جماعت کا زبردست ہمدرد ہے تو وہ ہرگز اہل سنت و جماعت کے عقائد پر نہ ہوا پھر جن لوگوں نے اس امام کے ایسے حالات دیکھکر اسکے پیچھے نماز کو ناجائز قرار دیا۔انہوں نے دین کا صحیح حکم بتایا۔کتب فقہ میں کافر تو کافر گمراہ اور اہل ہوا کے پیچھے نماز کو ناجائز قرار دیا ہے،خود ہمارے امام اعظم امام ائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ کبیری میں ہے۔

روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهم الله ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز۔ (کبیری،ص ۴۸)

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے امام محمد راوی کہ اہل ہواء گمراہوں کے پیچھے بیشک نماز جائز نہیں۔

تو اہل اسلام ایسے امام کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں۔اور اس سے ترک موالات و معاملات کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
جو امام صحابہ کرام کی تنقید کرتا ہوا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوا اگرچہ تنقید کرتے ہیں تو اسکا یہ معنی نہیں ہے کہ ہم ان کی تنقیص وتوہین کرتے ہیں۔کیا ایسے عقائد والے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟۔زید کا عقیدہ صحابہ کرام کی تنقید کسی حد تک درست نہیں، جب سرکار دو عالم کی یہ حدیث ہے۔ہماری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم رکھو اور اسے دانتوں سے پکڑلو، پھر ہم اسے تنقید کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم اسکی تنقیص وتوہین کرتے ہیں تو کیا اس تنقید کرنے والے پر خلاف سنت کا فتوی عائد نہیں ہوگا؟۔براہ کرام مفصل و مدلل اطلاع فرمائیں، تاکہ فتوی دیکھنے کے بعد آپس کا نفاق دفع ہو۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

کسی پر تنقید کرنا اکثر اسکی توہین وتنقیص کو مستلزم ہوا کرتی ہے، اور جو تنقید کا عادی بن جائے تو اس سلسلہ میں تنقید میں ایسی باتیں کہے گا جو توہین وتنقیص کو مستلزم ہوں گی۔لہذا شخص مذکور فی السوال سے شان صحابہ کرام میں اگر ایسی تنقیص اتفاقا صادر ہوگئی ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور پھر جب وہ ایسا آئندہ نہ کرے تو اسکی اقتدا میں کوئی حرج بھی نہیں۔اور اگر وہ حضرات صحابہ کرام پر ایسی تنقیص کرنے کا عادی ہی ہوگیا ہو تو وہ تنقیص کنندہ شان صحابہ کا گستاخ وبے ادب ہے۔اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، اسکے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے، خود حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تسبوا اصحابی فانه یجیء قوم فی آخر الزمان یسبون اصحابی فلا تصلوا علیهم ولا تصلوا معهم ولا تناکحوهم ولا تجالسوهم وان مرضوا فلا تعودوهم۔

(شرح شفا، ج ۲،ص ۵۵۵)

میرے صحابہ کو برامت کہو بیشک آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو برا کہے گی تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو، انکے ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نکاح نہ کرو، انکے ساتھ نہ بیٹھو، اور اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔

اس حدیث میں شان صحابہ کرام کے گستاخ وبے ادب کا حکم ظاہر ہوگیا کہ نہ اسکو امام بنایا جائے، نہ اس سے معاملات باقی رکھیں جائیں۔

کتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک شخص اپنے کو قاری کہلاتا ہے اور وہ اپنے کو ماسٹر اشرف خان بمبئی کا خلیفہ بتلاتا ہے۔ماسٹر اشرف خان مذکور بمبئی میں فلم کمپنی میں ایکٹر ہیں اور ان کی روزانہ پلنگ پر داڑھی مونڈی جاتی ہے۔وہ داڑھی منڈے ہیں۔قاری صاحب مذکور لوگوں کو مرید کرتے ہیں، مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتے، فرنچ کٹ داڑھی ہے، خود انکے اور اشرف خان مذکور کے اور بڑے پیر صاحب کے فوٹو بتلائے جاتے ہیں، اور ان پر پھول ہار چڑھاتے ہیں، مکان میں لگے ہوئے ہیں۔کبھی کبھی نماز پڑھتے ہیں اور سینما دیکھنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور خاص کر اس فلم کے دیکھنے کی ترغیب دیتے ہیں جس میں اشرف خان مذکور کا پاٹ

ہوتا ہے اور روزہ نماز کی ہدایت نہیں کرتے ہیں اور داڑھی منڈانا برا نہیں سمجھتے ہیں اور صحیح مسئلہ نہیں بتلاسکتے اور شریعت کا کوئی ادب واحترام نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگ مولوی گھرانے میں مرید ہیں اور میں اور اشرف خان طریقت اوحقیقت میں مرید کر کے نذرانہ مانگتے ہیں، لہذا براہ کرم جوب مرحمت فرمائیں کہ ایسے شخص کی بیعت جائز ہے یا ناجائز اور جولوگ مرید ہوگئے ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شخص مذکور فی السوال اپنے افعال وحرکات کی بنا پر کھلا ہوا فاسق وفاجر سخت مجرم گنہگار ہے اور مرتکب کبائر وحرام ہے۔ اور جب وہ شریعت کا احترام نہیں کرتا ہے تو اور زیادہ بدترین بدبخت بدطبیعت شخص ہے ایسا خلاف شرع شخص خود ہی ہدایت کا محتاج ہے چہ جائے کہ اس کو رہبر ومرشد بنائیں۔ کس قدر غلط فعل اور دعوی شیطان ہے۔ جب وہ خود اپنے نفس کو شیطانی افعال سے نہ بچاسکا تو دوسروں کی کیا اصلاح ورہبری کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے پیر بنانے میں اس کی تعظیم وتوقیر ہے اور فاسق اہل اہانت ہیں۔ ہدایہ میں ہے: والفاسق من اھل الاھانۃ ۔ تو اس کی بیعت ممنوع ہے اور اس کا طریقت و حقیقت میں مرید کرنا شیطانی گروہ کا اضافہ کرنا ہے۔ جولوگ اس سے بیعت ہوگئے وہ اسکی بیعت کو توڑ دیں۔ مولی تعالی ایسے پیر کو ہدایت کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۴-۱۷۵)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النور یہ مسائل حسب ذیل میں کہ

(۱) وہابی دیوبندی ان دونوں میں کیا فرق ہے، اور دونوں کافر ہیں یا صرف وہابی کافر ہیں۔ دیوبندی کافر نہیں؟۔ ایک امام دیوبندی عقیدہ کا نماز پڑھاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسکے پیچھے نماز جائز ہوئی کہ وہ دیوبندی ہے وہابی نہیں، کہ وہابی کافر ہیں، دیوبندی کافر نہیں، کیا حکم ہے دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنا اس کو امام بنانا کیسا ہے؟۔

(۲) زید کہتا ہے کہ کسی مخصوص عقیدہ رکھنے والے کو وہابی کہنا غلط ہے بلکہ ہر شخص وہابی ہے ہر

مسلمان وہابی ہے، کہ اللہ تعالی کا اسم صفاتی وہاب ہے یعنی اللہ رب العزت کا ایک نام وہاب ہے۔ لہذا اس کی نسبت لیتے ہوئے اس کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہوئے ہر شخص ہر مسلمان وہابی ہے۔ کسی فرقے کو وہابی کہنا صحیح نہیں۔ سوال دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول کیسا ہے اور اس پر کیا حکم ہے۔ ایک امام جو وہابی ہے جب اس امام کو وہابی کہا گیا اس پر زید نے یہ جو کچھ اور مذکور ہوا کہا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ وہابی کس کو کہتے ہیں اور یہ فرقہ وہابیہ کب سے اور کہاں سے نکلا ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(۱) وہابی دیوبندی میں عام وخاص کا فرق ہے یعنی ہر دیوبندی تو وہابی ہے، اور ہر وہابی کے لئے دیوبندی ہونا ضروری نہیں۔ کہ غیر مقلدین وہابی تو ہیں لیکن دیوبندی نہیں اور جن کفری باتوں کو وہابی مانتا ہے دیوبندی بھی مانتا ہے، بلکہ دیوبندی اور زائد کفریات کو مانتا ہے۔ تو دیوبندی بہ نسبت وہابی کے زائد کفریات کا ماننے والا قرار پایا تو جب وہابی امام کے پیچھے نماز ناجائز تو دیوبندی امام کے پیچھے بھی بدرجہ اولی نماز ناجائز، اور جب اس کو امام بنانا ناجائز ہے تو اسکو امام بنانا بھی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) قول زید غلط وباطل ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی کے ماننے والے کو وہابی کہتے ہیں، خود مقتدائے وہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاوے رشیدیہ حصہ اول کے صفحہ ۸ پر ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اسکی عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ یہ وہابی فرقہ ابن عبدالوہاب نجدی کے ہی زمانے میں پیدا ہوا اور یہ فرقہ نجد ہی سے نکلا ہے تو اب فرقہ وہابیہ اسی جماعت کو کہا جائے گا جو اس نجدی کو مانے اور اسکے مقتدیوں کو اچھا جانے۔ اس وقت سلطان نجد حجاز جو ابن عبدالوہاب نجدی کا ہم عقیدہ وہم مسلک ہے تو اسکو سپاس نامے اسی دیوبندی فرقے نے پیش کئے، اس نے انہیں دیوبندیوں کو نیں دیں، تو اس جماعت دیوبندی کا تعلق ظاہر ہوگیا کہ یہ اہل نجد کے ہم خیال وہم عقیدہ ہیں۔ اسی بنا پر وہابی کہلاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۶-۱۷۷)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم العالی مسائل ہذا میں

(۱) جو شخص یہ کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی پیدا ہو جائے تو یہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اب بھی نبی پیدا فرما دے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا کون ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اس کو امام بنانا کیسا ہے؟۔

(۲) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج مجدد اعظم دین وملت شاہ محمد احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ آپ کی حیات ہی میں یا آپ کے دنیا میں جلوہ فرما ہونے سے پہلے کسی عالم نے وہابیوں دیوبندیوں پر تکفیر کا حکم دیا۔ ان کے کافر ہونے پر فتوی صادر فرمایا ہے یا نہیں؟۔ اور تکفیر کا حکم دیا ان کے کافر ہونے پر فتوی صادر فرمایا ہے تو وہ کون کون سے علماء کرام ہیں، اور کون کون سی کتابوں میں ان کے فتاوے ہیں؟۔ مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

اللہم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کا قائل ہو وہ یقینا کافر ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: اذا لم یعتقد ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لا نہ من الضروریات۔ (الاشباہ مع شرح کشوری۔ ص ۳۶۷)

نیز اس نے آیۂ کریمہ " ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ کی تکذیب کر کے اللہ تعالیٰ کیلئے کذب ثابت کرنے کی سعی کی ہے اور محالات پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت کر کے قدرت کے ساتھ استہزا کیا ہے۔ اور "حدیث لا نبی بعدی " کا صاف انکار کرتا ہے۔ لہذا اس بیدین کافر کے پیچھے نہ نماز جائز نہ اس کو امام بنانا درست ہے کہ یہ ضروریات دین کے اہم عقیدہ کا منکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے تکفیر اکابر وہابیہ حضرت مولانا مولوی مفتی غلام دستگیر صاحب قصوری نے براہین قاطعہ کے رد میں "رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل" تحریر فرمایا جس میں مقتدائے وہابیہ دیوبندیہ گنگوہی انبیٹھوی صاحبان پر انکی کفری عبارات کی بنا پر تکفیر کی۔ علماء حرمین شریفین نے اسکی تصدیق کی۔ ان پر کفری فتوے صادر فرمائے۔ انکے اسماء اس رسالہ میں مطبوعہ موجود ہیں۔ نیز حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں صریح اکابر علماء اسلام کے بکثرت فتاوی طبع ہو چکے۔ تو وہابیہ کے

اکابر پر صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی نے کفر کا فتوی صادر نہیں فرمایا ہے بلکہ صدہا اکابر علماء عرب وعجم نے ان پر کفر کے فتوے دیئے جس کو تحقیق مقصود ہو وہ ان رسائل کو دیکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۸-۱۷۹)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ حسب ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید جو ایک گاؤں میں امام ہے اور بچوں کو پڑھاتا ہے۔ جب میلاد شریف میں بلایا جاتا تو نہیں جاتا اور اگر جاتا بھی ہے تو قیام میں شریک نہیں ہوتا، قیام ہونے سے پہلے چلا آتا ہے۔ اولیائے کرام سے استعانت ومدد چاہنے کا قائل نہیں۔ سوم تیجا و چالیسواں وغیرہ میں نہیں شریک ہوتا۔ فاتحہ نیاز میں نہیں جاتا، نہ فاتحہ نیاز کا خود کھاتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر قبر پر فاتحہ پڑھنے کو منع کرتا ہے، بچوں کو دیوبند کی کتابیں منگا کر دیا۔ دوسری جگہ سے دیوبند کی کتابیں منگا کر پڑھاتا ہے۔ اور رسالہ دار العلوم دیوبند کا دو چار کو خریدار بنا کر رسالہ ہذا جاری کرا دیا ہے خود اس کے پاس دیوبند کی بہت سی کتابیں ہیں اور وہ لوگوں کو پڑھ کر سناتا ہے۔ لوگوں کو پڑھنے کے واسطے دیتا ہے۔ قبر پر اذان پڑھنے کا مخالف ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اس کے پیچھے نماز صحیح درست ہوگی یا نہیں؟۔ اس سے بچوں کو پڑھوانا جائز ہے یا نہیں، کیا حکم شرعی ہے؟۔

(۲) امام مذکور بالا سے فقیر کی بات چیت ہوئی وہ وہابیوں دیوبندیوں اشرفعلی تھانوی قاسم نانوتوی وغیرہ کو باوجود کہ ان کے عقائد کفریہ کو بتاتے ہوئے مسلمان گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح اشرفعلی کی عبارت حفظ الایمان صفحہ ۸ پر ہے، اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمہارے نزدیک توہین کی تم اس کو کافر کہتے ہو اور مولانا نقی علی خان اور علی رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی مثل اشرفعلی کے حضور کے علم غیب کو لکھا ان کو کافر نہیں کہتے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے مرید سے رسول کہلوایا پھر مرید سے توبہ کرائی ان کو برا نہیں کہتے ہو۔ اشرفعلی کے مرید نے خواب میں کلمہ پڑھا تو بجائے محمد کے اشرفعلی پڑھا اس پر اعتراض کرتے ہو وہ خواب کی بات ہے، حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توبیداری میں اپنے آپ کو اپنے مرید سے رسول کہلوایا۔ اس پر اعتراض

نہیں کرتے، جب فقیر نے کہا تم بالکل غلط کہتے ہو۔ مولانا نقی علی خان صاحب اور مولانا علی رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہیں پر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں پاگلوں جیسا مثل اشرفعلی کے نہیں لکھا تم غلط بکتے ہو۔ ثبوت میں کتاب فسادی ملا لایا اور لوٹ پھیر کر کے کوئی عبارت ڈھونڈنے لگا۔ فقیر نے کہا یہ کتاب دیوبند کی ہے اس کو ثبوت میں پیش کرنا غلط ہے، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا رضا علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کتاب سے ثابت کرو۔ نیز لوگوں کو بہکانے کے لئے یہ بھی کہتا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہابیوں دیوبندیوں کو کہیں کافر نہیں لکھا ہے۔ نیز فقیر سے یہ بھی کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ جدید نبی پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جدید نبی پیدا فرمادے وہ اس پر قادر ہے۔ ان تمام بدباتوں پر غور کرکے مفصل مدلل جواب تحریر فرمائیں تاکہ لوگ اس سے اس کے عقائد کی بنا پر دور ہو جائیں۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

(۱) جب زید میلاد و قیام استعانت از اولیا، سوم، چہلم، فاتحہ نیاز وغیرہ مسائل شعار اہل سنت سے اجتناب کرتا ہے اوان امور خیر کو ناجائز و بدعت جانتا ہے تو وہ یقیناً وہابی دیوبندی ثابت ہوا اور جب وہ کتب دیوبندیہ کو خود بھی منگاتا ہے اور دوسروں کو بھی منگانے کی ترغیب دیتا ہے اور انکو خود بھی پڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی پڑھاتا ہے اور سناتا ہے تو وہ نہ صرف وہابی بلکہ وہابی گر اور مبلغ دیوبندیت ہوا۔ اس زید کے پیچھے نہ نماز صحیح نہ درست نہ اس سے بچوں کا پڑھوانا جائز وروا ہے۔ مولا تعالیٰ ایسے گمراہوں سے اجتناب اور پرہیز کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) امام مذکور کا وہابی ہونا تو جواب ایک سے ظاہر ہو چکا ہے لیکن جب وہ اکابر وہابیہ کی کفری عبارت پر بھی مطلع ہے اوران کی تائید تصدیق بھی کرتا ہے، تو بلاشبہ زید کافر ہو گیا۔ الرضا بالکفر کفر: کتب عقائد میں ہے۔ جب وہ دوسروں پر افتراء و بہتان بھی کرتا ہے، تو سخت مفتری و کذاب بھی ہے، حضرت مولانا مولوی مفتی نقی علی خان، حضرت مولانا مولوی رضا علی خاں، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدست اسرارہم پر یہ اس کا صریح افترا و بہتان ہے۔ کہ ان حضرات نے ایسا فرمایا ہو، یا اپنی کسی تصنیف میں ایسا لکھا ہو، اگر اس میں صداقت کا ادنی شائبہ ہو تو ان کی تصنیفات میں دکھائے ورنہ اپنے اوپر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر توبہ کرے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اکابر وہابیہ کے اقوال کفریہ کی بنا پر اور جو بھی

ان اقوال کفریہ کی تصدیق کرے ایسے وہابیہ پر کفر کا فتوی صادر فرمایا ہے۔ انکی تصنیفات تمہید الایمان، الاستمداد، وغیرہ رسائل مطبوعہ موجود ہیں، اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال ہے، اور محالات تحت قدرت داخل نہیں۔ کما ھو مصرح فی کتب العقائد۔

بالجملہ زید سخت وہابی دیوبندی اور کافر مرتد ہے۔ اور زبردست مفتری و کذاب ہے۔ اہل اسلام اس سے ترک تعلقات کریں، اوراس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ حدیث شریف میں ہے۔ فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۰_۱۸۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔

(۱) وہ فرقہ جو ائمہ کرام کی تقلید کا منکر اور غیر مقلد کہا جاتا ہے شرعا اس فرقہ کے متعلق کیا حکم ہے اور ایسے فرقہ والوں سے اہلسنت و جماعت کو سلام وکلام، شادی بیاہ، نشست و برخاست کے تعلقات رکھنا چاہیے یا نہیں؟۔

(۲) اور جو لوگ ان کے ساتھ اپنے دنیوی تعلقات رکھیں حالانکہ انکے عقائد سے یہ بیزار ہیں مگر ان سے تعلقات نہیں منقطع نہیں کرنا چاہتے ایسے لوگوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کو کیا کرنا چاہیے۔ مہربانی کرکے جواب بالتفصیل مع حوالہ کتب کے اور جلد روانہ فرمانے کی کوشش کریں، اگر ۶ فروری کے قبل روانہ فرمادیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

غیر مقلدین کا مذاہب اربعہ میں امام معین کی تقلید کرنے سے صاف انکار کرنے کی بنا پر گمراہ بدعتی اور جہنمی ہونا تو ظاہر ہے، حضرت علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

من شذ عن جمہور اہل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی النار فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالیٰ و حفظہ و توفیقہ فی موافقتھم وخذ لانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ

الناجیہ قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله تعالیٰ ومن کان خارجاعن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ (طحطاوی۔ ج۴،ص۱۵۲)

جوشخص جمہور واہل علم وفقہ اورسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اسے دوزخ میں لیجائے گی، تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیۂ اہل سنت وجماعت کی پیروی لازم ہے، کہ خدا کی مدد اور اسکا حافظ کا ساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے، اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اور جو ان چار مذاہب سے اس زمانہ میں جدا ہوا اور باہر ہوا وہ بدعتی وگمراہ اور جہنمی ہے۔

اس عبارت سے ان غیر مقلدین کا گمراہ اور بدعتی اور جہنمی ہونا تو ثابت ہوگیا لیکن یہ غیر مقلدین باوجود انکار تقلید کے حضرات ائمہ اربعہ سے امام معین کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور انکے نزدیک گیارہ سو برس کے ائمہ دین، فقہائے مجتہدین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین اور سلف وخلف کے تمام مقلدین مشرک قرار پائے اور جو تمام امت کو گمراہ ومشرک ٹھہرائے وہ خود مشرک وکافر ہے۔

قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وکذالک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة۔

(شفا شریف۔ ج۲،ص۵۲۱)

جوشخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اس کو کافر کہتے ہیں۔

اس عبارت سے تمام امت کو مشرک کہنے کی بنا پر غیر مقلدین کا گمراہ وکافر ہونا ثابت ہوگیا اور جب انکا گمراہ وکافر ہونا ثابت ہوگیا تو پھر ان غیر مقلدین سے ترک تعلقات کرنا بھی ضروری ہوا کہ احادیث میں ایسے گمراہوں سے ترک تعلقات کا حکم وارد ہے۔

فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم ولا تفاتحوهم وایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم،

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ نہ انکے ساتھ نشست وبرخاست جائز، نہ انکے ساتھ کھانا پینا

روا، نہ انکے ساتھ بیاہ شادی، اور نہ ان سے سلام وکلام کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جولوگ غیر مقلدین کے عقائد ومسائل سے تو بیزاری ظاہر کرتے ہیں مگر ان سے صرف تعلقات جاری رکھتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔ انہیں ان احادیث پر عمل کرنا چاہیے۔ اہل سنت ان سے ترک تعلق کریں اور انکو سمجھاتے رہیں کہ یہ انکی صحبت سے پرہیز کریں اور انکے حق میں دعا کرتے رہیں کہ مولا تعالیٰ انکے قلوب میں دشمنان دین سے نفرت پیدا کرے اور انہیں بھی "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کا سچا عامل بنادے۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۲)

السلام علیکم ورحمة الله۔

ماذا یقول اقلام الفحول من اهل العقول والمعقول والمنقول "کثرهم رب لا یزول" فی امرحسین احمد الذی هو صدر المدرسین بمدرسة دار العلوم الدیوبندیه هل هو ممن امر به القرآن الحمید یقول السمیع فاسلو اهل الذکر الآیت۔ علی ما بینه العلی وابو الحسن الاشعری و ابو منصور الماتریدی وحسن البصری حتی انتهی الی العز المرام لا علی ماجربتموه مراد اظل الشریعة الغراء علی صاحبها افضل الصلاة و ازکی التسلیم وعلی آله العمیم۔

السائل محمد تقی الدین عفی عنه

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

الحمد لله و کفی، والصلوة علی من اصطفی اما بعد فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: الخوارج کلا ب النار۔ رواه الحاکم فی مستدرکه والامام احمد فی مسنده۔

الفرقة الوهابية من الخوارج کما قال العلامة احمد الصاوی فی حاشية تفسير الجلالین: الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة ویستحلون بذلک دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجار یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شئی، الاانهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانسهم ذکر الله

اولـئك حـزب الشيـطان، الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون ،نسأل الله الكريم ان يقطع دابرهم ۔فثبت ان الفرقة الوهابية من الخوارج الذين هم كلاب النار و حزب الشيطان وهم الكاذبون الخا سرون و اتباع عبد الوهاب النجدى منهم كما صرح العلامة الشامى فى رد المحتار ۔(قوله ويكفرون اصحاب نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم علمت ان هذا غير شرط فى مسمى الخوارج بل هو بيان لمن خرجو امن نجد تغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون و استباحوا بذالك قتل اهل السنة و قتل علماء هم حتى كسر الله تعالىٰ شوكتهم وخرب بلادهم و ظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين و مأتين والف۔ فثبت ان اتباع عبد الوهاب النجدى من الخوارج واولئك حزب الشيطان وكلاب النار وهم الكاذبون الخاسرون ۔

واشتهر فى ديارنارجل من اتباعه الذى يقال له رشيد احمد الكنكوهى فله مجموعة المسماة بالفتاوى الرشيدية۔ فسئل من الوهابية وما عقيدة عبدا لوهاب النجدى وما مذهبه وكيف الرجل هو وما الفرق بين عقائد اهل النجد وبين عقائد الحنفية من اهل السنة فاجاب يقال: لا تباع محمد بن عبد الوهاب الوهابية۔عقائد هم كانت حسنة وهم الحنبليون فى المذهب وان كان فى طبعهم شدة لكنهم اتباعهم احسنون الا من تجاوزه منهم عن الحد فوقع فيه الفساد۔

وهم فى العقائد متحدون و الفرق بينهم فى الاعمال كما بين الحنفية والشافعية والمالكية والحنبلية۔

فهذا المجيب خالف الحديث المذكور وقابل العلامة الصاوى والعلامة الشامى واخرج الوهابية من كلاب النار، وحزب الشيطان ومدح على امام الوهابية واتباعه وحسن عقائدهم فثبت ان رشيد احمد الكنكوهى من اتباعه وحزبه فهو من كلا ب النار وحزب الشيطان ولا جل ذلك فضل علم شيخه الشيطان على علم سيد الانس والجان، عالم ما يكون وما كان، سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و صرح فى كتابه "البراهين القاطعة" ان هذه السعة فى العلم ثبتت للشيطان وملك الموت بالنص واى نص قطعى فى

سعة علم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى ترد به النصوص جميعا و ثبت شرك۔

فهو يؤمن بسعة علم الشيطان ويقول لعلم نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اى نص فى سعة۔ففى هذه العبارة سب صريح واهانة ظاهرة فى حضرة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهذا الكنكوهى مرشد و استاذ لحسين احمد المذكور فى السوال وايضا صرح استاذ استاذه قاسم النانوتوى فى كتابه تحذير الناس ۔

لو فرض فى زمنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بل لو حدث بعده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نبى جديد لم يخل ذلك لخاتميته ۔و قال :انما يتخيل العوام انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاتم النبيين بمعنى آخر النبيين مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم ۔

ففيه انكار صريح لخاتم النبيين بمعنى آخر النبين وتجويز لنبى جديد فهو كفر صريح۔ فكفرهما علماء العرب والعجم و فتا واهم مطبوعة فى حسام الحرمين والصوارم الهندية، ثم صنف حسين احمد المذكور كتابا المسمى ب "الشهاب الثاقب" وقال فيه: ان هذه العبارات ايمان ليس فيها شائبة الكفر، و اولها بتاويلات واهية فهو راض من هذه الكفريا ت الصريحة وقال المتكلمون: الرضا بالكفر كفر فثبت ان حسين احمد كافر مرتد، و ان حسين احمد جاء فى بلدة سنبهل وقال على رؤس الاشهاد: ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يرعى الغنم بالا جرةلا هل مكة ،و انه عليه السلام دخل فى مجلس الرقص والغنا مرتين فى سن الطفولية، فلما سمعت هذه الاقوال من اكثر الناس فافتيت و نقلت الحكم من شرح الشفا لعلى القارى، والمحققون انه عليه الصلوة والسلام لم يرع لاحد بالا جرة وانما رعى غنم نفسه وهذا لم يكن عيبا فى قومه، وقال فيه ايضا: وكذالك اى وجوب القتل اقول حكم من غمصه اوعيرهو برعاية الغنم اى يرعيها بالاجرة الخ۔ ومن الصاوى، فمن جوز المعصية على النبى فقد كفر۔ و قال فى شرح الفقه الاكبر: وهذه العصمة عن الصغاء والكبائر ثابتة للانبياء قبل النبوة و بعدها على الاصح ،فلما ارسلت هذه الفتوى اليه فما اجاب و فر من سنبهل ۔فهذا حسين احمد الذى هو صدر المدرسين فى مدرسة ديوبند، فالفرقة الديوبنديه وجمعية العلماء الوهابية يشتهرونه ويلقبونه بشيخ الاسلام فظهر من هذا التحقيق انه خارج عن الايمان وداخل فى حزب الشيطان وهو من

خوارج الذین هم کلاب النار بل هو من المرتدین والکفار فهو کیف یدخل فی زمرة اهل الذکر و فی حزب اولی الامر من الماتریدیة اوالاشعریة فنسأل الله ان یو فقنا بقبول الحق والهدایة واتباع مذهب اهل السنة والجماعة۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۳)

ہمارے یہاں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو صرف قرآن کو مانتا ہے، حدیث کو بالکل نہیں مانتا، گیارہویں، وقیام تعظیمی، میلاد شریف، نذر ونیاز ان باتوں کو برا کہتا ہے۔ یہ کون فرقہ ہے ان کے عقائد تو وہابیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ مفصل جواب دیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

گیارہویں، قیام تعظیمی، میلاد شریف، نذر ونیاز وغیرہ کا برا کہنا بیدینی کی بین دلیل ہے، اور گمراہیوں کی کھلی ہوئی علامت ہے، اب باقی رہا حدیث کا بالکل نہ ماننا تو یہ صریح کفر ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: من ردو انکر حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون: ان کان متواترا کفرا قول هذا هو الصحیح الا اذا کان رد حدیث الاحاد من الا خبار علی وجه الاستخفاف والا ستحقار والا نکار۔

تو یہ فرقہ حدیث کے بالکل انکار کردینے اور نہ ماننے کی بنا پر کافر قرار پایا۔ یہ فرقہ وہابی تو نہیں ہے۔ اس کو اہل قرآن کہتے ہیں، اس گمراہ فرقہ کی خبر خود احادیث میں وارد ہے۔ اہل اسلام اس فرقہ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے بیاہ شادی کرنے سلام وکلام کرنے میں ہر طرح اجتناب و پرہیز کریں۔ کہ حدیث شریف میں ایسے گمراہوں کے حق میں وارد ہے۔ ایاکم و ایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ والله تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل



باب الکفر والتکفیر

مسئلہ (۱۸۴۔۱۸۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہ العالیہ مسائل حسب ذیل میں کہ

(۱) زید یہ کہتا ہے کہ معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ شراب نوشی کیا کرتے تھے (شراب پیتے تھے) اور اسی طرح جمیعۃ العلماء کے مسیح۔ اخبار میں ابھی حال میں آیا ہے جس کا مختصر اور خلاصہ یہی مضمون ہے کہ حضور اقدس ﷺ شراب پیا کرتے تھے شراب پیتے تھے جس سے نقص مسلمانوں کے دلوں میں حضور اقدس ﷺ سے شبہات پیدا ہورہے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اس قول پر اور زید پر شرعا حکم کیا ہے اور مسیح اخبار کیسا اخبار ہے اور عام مسلمین کو اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) زمانہ جہالت میں جب یہ حضرات مشرف باسلام نہ ہوئے تھے تو شراب پیتے تھے یا نہیں حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان وحضرت چچا حمزہ وحضرت عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان حضرات کے متعلق زید کا قول کہ ہاں اس حالت میں جبکہ مشرف باسلام نہ ہوئے تھے شراب پیتے تھے اور عمرو کا یہ قول ہے حضرت صدیق اکبر وحضرت مولی علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی شراب نہیں پیتے تھے۔ ہاں باقی حضرات پیتے تھے سوال دریافت طلب یہ ہے کہ زید وعمر کے قول پر نیز زید وعمر پر شرعا کیا حکم ہے۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ حضرات اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام شراب پیتے تھے اس پر شرعی حکم کیا ہے اور اس سے مسلمانوں کو کیسے برتاؤ اور تعلقات رکھنا چاہئے اور اس سے سلام وکلام میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟۔ بینوا تو جروا

المستفتی فقیر محمد عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت
۱۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۵۴ء۔ یوم چہارشنبہ

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

ہر مسلمان جانتا ہے کہ شراب کا پینا حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

ولا تشربن خمرا فانه راس كل فاحشة۔

یعنی شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بے حیائی کی اصل ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے: شراب حرام است بکتاب وسنت واجماع۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ شراب کا پینا ایسا کبیرہ گناہ ہے جو ہر گناہ کی اصل ہے اور اسکا حرام ہونا قرآن وحدیث اور اجماع سب سے ثابت ہے۔ اور تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ ہر کبیرہ گناہ سے معصوم اور پاک ہیں۔ حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ومحمد عليه الصلاة والسلام حبيبه وعبده ورسوله ونبيه وصفيه ونقيه لم يعبد الصنم ولم يشرك بالله تعالى طرفة عين قط ولم يرتكب صغيرة ولا كبيرة قط۔

اب اس عقیدہ کے خلاف نہ صرف حدیث موضوع یا حدیث ضعیف کا بلکہ حدیث صحیح خبر واحد کا پیش کرنا بھی اس عقیدہ کو غلط یا باطل ثابت نہیں کر سکتا کہ عقائد نصوص قطعیہ سے ثابت ہوا کرتے ہیں تو جب حدیث صحیح خبر واحد بھی خلاف عقیدہ غیر معتبر قرار پائی اور اس سے عقیدہ پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا تو حدیث ضعیف کسی عقیدہ کی کیا مخالف کر سکتی ہے۔ اب باقی رہی حدیث موضوع تو وہ درحقیقت ضعیف حدیث نہیں ہے بلکہ ایک جعلی اور من گڑھت قول ہے تو اسے کسی عقیدہ اسلام کے خلاف وہی پیش کر سکتا ہے جو انتہائی جاہل ولاعلم ہو یا گمراہ و بیدین ہو۔

ظاہر ہے اخبار مسیح جمعیۃ العلماء کی سرپرستی میں جاری ہے اور وہ ایسے جاہل اور لاعلم نہیں ہیں۔ تو انکا اس عقیدہ اسلامی کے خلاف حضور علیہ السلام کی شراب نوشی کی موضوع حدیث کے پیش کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ نظر عوام میں عظمت رسول ﷺ گھٹائی جائے جو دیوبندی قوم اور مذہب وہابیت کا بنیادی مسلک ہے اس بنا پر حدیث کی موضوعیت کو اہم الفاظ میں بیان نہیں کیا بلکہ ایسے مشتبہ الفاظ میں کہا جس میں جانب خلاف کا بھی وہم ہو سکتا ہے "کہ غالبا یہ حدیث جعلی ہے" تو زید کے قول کا اور ہر اس شخص کا جو اسکی تائید کرنے میں حکم ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔ کہ اس نے شراب کے پینے جیسی معصیت کو حضور ﷺ

کیلئے جائز لکھا۔ تفسیر صاوی میں ہے: "من جوز المعصية على النبى فقد كفر۔ اور اس اخبار مسیح کا پڑھنا اور اس پر اعتماد کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) قول عمر صحیح ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو کہ حضور ﷺ شراب پیتے تھے وہ کافر ہو گیا۔ تفسیر صاوی کی عبارت سے یہ ظاہر ہو چکا اور ایسے شخص پر توبہ لازم ہے اور جب تک وہ توبہ نہ کر لے مسلمان کو اس سے تعلقات رکھنا اسکو سلام کرنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۱ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک امام صاحب دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں اور قیام وسلام جو کہ میلاد شریف میں کیا جاتا ہے اس کے قائل نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالی انکی عام طاقتوں کو سلب کرتے ہیں۔ ازروئے شرع ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے اور شریعت کی کیا سزا ہے؟ آیا یہ شخص دائرہ اسلام میں رہا یا نہیں؟ مندرجہ بالا سوالوں کا جواب قرآن وحدیث سے نہایت مدلل ہونا چاہئے اور ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

سلام وقیام میلاد شریف کے جواز واستحباب پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

چنانچہ ابن حجر المولد الکبیر میں فرماتے ہیں:

" نظير ذلك فى القيام عند ذكر ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ايضا قال اجتمعت الامة المحمدية من اهل السنة والجماعة على استحسان القيام المذكور وقد قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يجتمع امتى على ضلالة" (الدر المنظم ص۱۴۳)

اس کی نظیر حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا ہے۔ نیز قیام مذکور کے استحسان پر امت محمدیہ اہل سنت جماعت نے اجماع کر لیا ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ اسی بنا پر اجماع دلائل شرع سے تیسری دلیل ہے۔

میں نے اپنے رسالہ مطبوعہ ''عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام'' میں اس سلام وقیام کی اصل قرآن وحدیث سے بھی ثابت کی ہے۔تو جو قیام وسلام قرآن وحدیث سے ثابت ہو اور اجماع امت سے ثابت ہو تو کوئی مسلمان بھی ان تین دلائل شرع کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا ہے۔لھذا ان چند دیوبندیوں کی مخالفت کو کون پوچھتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعطائے الٰہی علم غیب کا مطلقا انکار تو کوئی مسلمان کرنہیں سکتا کہ علماء کرام محققین نے یہ تصریح فرمائی تھی جسکو حضرت علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

النبوة اللتی هی الا طلا ع علی الغیب " (شرح شفا مصری ص ۵۲۹)

یعنی نبوت کے معنی ہی غیب پر مطلع ہونا ہے تو نبی کے معنی غیب پر مطلع ہونے والا۔لھذا جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلقا علم غیب پر مطلع نہ مانے تو وہ حضور کی نبوت کا منکر ہے اور حضور کی نبوت کے منکر کو مسلمان کون کہہ سکتا ہے۔

اب باقی رہا اس دیوبندی امام کا قول (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام طاقتیں سلب کرلی تھیں)

اولاً: یہ اس کی شان رسالت میں سخت گستاخی وبے ادبی کا قول ہے۔

ثانیاً: اس میں عقیدۂ حیات النبی کا صاف انکار ہے۔

ثالثاً: حدیث ابن ماجہ میں ہے:

نبی الله حی یر ز ق ۔

یعنی اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔تو اس امام نے اس حدیث شریف سے بھی انکار کیا۔

رابعاً: حدیث بیہقی میں ہے:

الا نبیا ء احیا ء فی قبو رھم یصلو ن ۔یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں، تو اس امام نے اس حدیث شریف کی بھی مخالفت کی۔

خامساً: علامہ جلال الدین سیوطی نے انباء الاذکیا میں تحریر فرمایا:

النظر فی اعما ل امته و الا ستغفا ر لهم السیئا ت و الد عا ء یکشف البلا ء عنهم و التر دد فی اقطا ر الا ر ض لحلول البر کة فیها و حضو ر جنا زة من ما ت من صا لحی امته

فا ن هذ ه الا مو ر من جملة اشتغا له فی البر ز خ کما وردت بذ ا لك الا حا دیث و الآ ثا ر

اپنی امت کے اعمال میں نظر کرنا اور ان کے لئے گناہوں سے مغفرت طلب کرنا اور ان سے بلاؤں کے دفع ہوجانے کی دعا کرنا اور زمین میں نزول برکت کیلئے چلنا پھرنا اور جو صالحین امت کے مرجائیں ان کے جنازہ مین شریک ہونا۔تو یہ کام برزخ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشاغل میں سے ہیں جیسا کہ اس میں احادیث وآثار وارد ہوئے۔

تو اس دیوبندی امام نے یہ بے اصل اور غلط بات کہہ کر نہ فقط علامہ سیوطی کی کھلی ہوئی مخالفت کی بلکہ ان تمام احادیث وآثار کا صاف انکار کیا۔اور اپنی گندی دیوبندی گستاخانہ عادت کا اظہار کیا اور اپنے اکابر کی گستاخیوں کی تائید میں یہ مزید گستاخی کر کے اپنی گستاخ طبیعت اور ناپاک قلب کا نیا نمونہ پیش کیا۔تو یہ دیوبندی امام سخت بیدین وگمراہ اور نہایت بیباک وگستاخ ہے۔اس کے ناپاک اقوال پر کونسا ایسا مسلمان ہے جو اس کو دائرہ اسلام میں داخل رکھے گا۔لہٰذا اس کی اقتدا میں نماز ناجائز۔اس سے میل جول، کلام وسلام حرام ہے کہ حدیث شریف میں ہے:ایا کم و ایا هم لا یضلو نکم و لا یفتنو نکم ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۷۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۷)

جناب مفتی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم بعد سلام کے عرض ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص جس کی عمر تقریبا ۳۰ سال ہوش ہواس درست پڑھا لکھا اور نمازی پنج وقتہ نمازی ہے مگر شراب بیچنے کا کاروبار کرتا ہے۔ایک بار اس کا اپنے بھائیوں سے جھگڑا ہوگیا میں نے اس کو سمجھایا کہ چھوٹوں کے منہ لگ کر اپنی عزت خراب کرنا بری بات ہے اس پر اس نے مجھے بیساختہ جواب دیا کہ میں ہرگز نہ مانوں گا کیونکہ میں کافر ہوں اور قسم سے کہتا ہوں کہ میں کچھ ہی دنوں میں آریہ ہونے والا ہوں یہی الفاظ اس نے کئی بار دہرائے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا اور خاموش ہو رہا میں نے اس کے گھر والوں کو بتایا کہ اس کو سمجھا دینا اس کا خیال ایسا ہے۔اور میں نے اس شخص سے بولنا چھوڑ دیا۔ایک دوسرا واقعہ ہوا کہ ایک مسلمان نے اس کو السلام علیکم کہا مگر اس شخص نے جواب نہ دیا، آنے والے مسلمان کو پوچھنے پر اس

نے جواب دیا کہ مجھ کو آئندہ سلام نہ کرنا چونکہ میں کافر ہوں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک برہمن ذات کا لڑکا اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ دونوں ایک ہی سگریٹ باری باری سے استعمال کررہے تھے۔

یہ شخص اپنے والدین کو بھی نہایت گندے اور برے الفاظ سے پکارتا ہے جو کہ تحریر کے باہر ہے۔

محلہ کی مسجد مولانا صاحب (جو کہ آسام کے رہنے والے ہیں) نے ایک دن اس شخص کو سمجھایا بجھایا مگر وہ بجھانے کے بعد مولانا سے بگڑ گیا (واقعہ میری عدم موجودگی کا ہے) اب وہ مولانا صاحب کے سامنے ان پر پھبتیں پھینکتا ہے اور مولانا صاحب کے پیچھے گالیاں بھی دیتا ہے جب کہ نماز انہیں مولانا کے پیچھے پڑھ رہا ہے میں نے اس شخص کا ذکر ایک دوسرے شخص سے کیا تو انھوں نے کہا کہ ایسی باتوں کو منظر عام پر لانے والا بھی گنہگار رہوتا ہے۔

لہٰذا برائے مہربانی کر کے مندرجہ ذیل باتوں پر فتویٰ دیا جائے۔

(۱) ایسے شخص سے اہل محلہ کو کہاں تک تعلقات رکھنا چاہئے اور اس کا کھانا پانی حقہ چائے وغیرہ استعمال کرنا چاہئے یا نہیں؟۔

(۲) جو شخص جان بوجھ کر بھی اس کا کھانا پانی حقہ چائے وغیر استعمال کرتا رہے اس کے لئے کیا حکم شرع ہے؟۔

(۳) اس شخص کے لئے حکم شرع کیا ہے؟۔

(۴) کیا ایسے شخص کا راز چھپانے والا گنہگار ہوتا ہے؟۔ فقط والسلام

المستفتی ایک سنی مسلمان ساکن چندھی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سوال میں جس شخص کا ذکر ہے اگر اس نے فی الواقع یہ کہا کہ میں کافر ہوں۔ یا یہ کہا کہ میں کچھ ہی دنوں میں آریہ ہونے والا ہوں تو بلا شک یقیناً کافر ہو گیا۔ اس کی بیوی نکاح سے خارج ہو گئی۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: و فی المحیط من قال فانا کافر او کفر فی جزاء الشرطیۃ المبتداۃ و مطلقا قال ابو القاسم ھو کافر من ساعۃ۔

عالمگیری میں ہے:

اذا عزم علی الکفر و لو بعد مائۃ سنۃ یکفر فی الحال۔

مسلمانوں کو اس کو سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینا۔ اس سے بات چیت کرنا۔ اس کے ساتھ کھانا پینا۔ اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا سب حرام و ناجائز ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو اس کے حال سے باخبر کرنا چاہئے تاکہ وہ اس سے احتیاط کریں۔ ہاں یہ کوشش کرنا کہ وہ توبہ کرلے بہت بہتر ہے۔ اور جب وہ توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو اس کی بیوی سے نکاح کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۲؍رجب المرجب ۱۳۷۴ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

جو کوئی آدمی دیوبندی خیالات میں پختہ ہو اور تقویۃ الایمان پر اعتقاد رکھتا ہو اور اس کی ہر عبارت پر عمل کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ دیوبندی کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ جواب شرع سے مطلع فرمایا جائے۔ والسلام عبدالشکور

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جو شخص دیوبندی خیالات کا ہو۔ یعنی یہ عقائد رکھتا ہو کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ خدا مکر کرتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم بچوں پاگلوں، جانوروں کے برابر ہے۔

شیطان و ملک الموت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم ہے۔

حضور علیہ السلام کا نماز میں خیال لانا گدھے اور بیل کے خیال سے درجوں بدتر بتاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام خدا کے نزدیک چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ وہ حضرات عاجز و بے اختیار بے خبر نادان ہیں۔ وہ ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔ ان کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، وغیرہ کتب میں چھپے ہوئے موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانوں میں یہ کھلی ہوئی گستاخیاں بے ادبیاں ہیں ان کی صریح توہین و تنقیص شان ہے۔ اسی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو

ہین کرے ان کی شانوں میں گستاخی وبے ادبی کرے وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ تو ان دیوبندیوں نے خدا و رسول کی شانوں میں یہ صریح توہین اور سخت گستاخیاں کیں اور لکھیں شائع کیں تو یہ لوگ یقیناً کافر ہو گئے۔ جب انکا کافر ہونا ثابت ہو گیا تو ان کے پیچھے نماز کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب غنیۃ المستملی میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔ (کبیری مطبوعہ لکھنؤ ص ٤٨٠)

حضرت امام محمد نے حضرت امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف سے روایت کی بیشک گمراہوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تو جب گمراہوں کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ان دیوبندیوں کافروں کے پیچھے نماز کیسے درست ہو گی اور یہ جب کافر ہوئے تو گمراہ یقیناً ہی ہوئے۔ حضرت امام اعظم کے حکم سے ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اگر کوئی غلطی سے پڑھ لے تو اس کا اعادہ دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

٤ر شعبان المعظم ٧٤ ١٣ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (١٨٩)

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص امامت بھی کرتا ہے، میلاد شریف بھی پڑھتا ہے اور اپنے کو اہل سنت والجماعت بھی کہتا ہے۔ ایک روز بعد نماز جمعہ فرمایا کہ اگر آپ لوگ سننا چاہیں تو میں شہادت نامہ سناؤں اور جو ظلم امام حسین علیہ السلام پر ہوئے ہیں ان کو ظاہر کروں۔

ایک صاحب نے فرمایا کہ جس شہادت نامہ کا آپ ذکر کر رہے ہیں، وہ مستند ہے؟ جواب میں اس شخص نے فرمایا کہ مستند تو قرآن بھی نہیں، حضرت امیر معاویہ کے متعلق یہ شخص توہین آمیز الفاظ کہتا رہتا ہے، اور چند سال قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بھی گستاخی کر چکا ہے۔ مذکورہ جمعہ کو حضرت امیر معاویہ کے متعلق (نعوذ باللہ) کہا کہ اس بے ایمان نے یزید کو کیوں نہیں سمجھایا اور شیطان کو کندھے پر رکھے ہوئے پھرا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں جس امام کا ذکر ہے اگر فی الواقع اس کے یہ اقوال وافعال ہیں تو بلاشک وہ کافر اور خارج از اسلام ہو گیا۔ کون نہیں جانتا ہے کہ قرآن کے مستند ہونے کا انکار خود قرآن کا ہی انکار ہے اور منکر قرآن کافر ہے۔ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اعلم من استخف بالقرآن لمصحف او بشیئ منہ او سبھما او جحدہ او حرفا منہ او آیۃ او کذب بہ او بشی منہ او کذب بشئی مما صرح بہ فیہ من حکم او خبر او اثبت ما نفاہ او نفی ما اثبتہ علی علم منہ بذلک او شک فی شئی من ذالک فھو کافر عند اھل العلم باجماع۔ (شرح شفا ج ٢ ص ٥٤٨)

جانو جس شخص نے قرآن یا اس کے کسی حرف میں گستاخی کی یا اسکو برا کہا، یا اسکا یا اسکے کسی حرف یا کسی آیت کا انکار کیا یا اس کی یا اسکی کسی بات کی یا اس میں کی کسی بیان کی ہوئی بات کی تکذیب کی چاہے وہ از قسم اخبار سے ہو یا احکام سے، یا جس بات کی قرآن نے نفی فرمائی اس کا اثبات کیا یا جس کا اثبات فرمایا اس کی نفی کرے دانستہ یا اس میں کسی طرح شک لائے تو باجماع تمام علماء کافر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب قرآن کے مستند ہونے کا انکار کیا تو اس نے قرآن میں کسی طرح کا شک ہی تو کیا۔ لہذا یہ باجماع علماء کافر ہو گیا۔ پھر اس کا دوسرا کفر یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان پاک میں اس نے جو گستاخی کی ہے تو ان کی شان کا گستاخ بھی کافر ہے۔

شرح شفا شریف میں ہے۔ ان سب الشیخین کفر۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یعنی حضرت امیر معاویہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ تو انکا صحابی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہو گیا۔ اس امام نے ان کی شان میں توہین آمیز الفاظ کہے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے ایمان بتایا تو وہ خود بے ایمان اور کافر ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس

اجمعین ۔

یعنی جس نے میرے صحابہ کے ساتھ گستاخی کی تو اس پر اللہ اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبو ااصحابی فانه یجئی قوم فی آخر الزمان یسبون اصحابی فلا تصلو علیهم ولا تصلوا معهم ولا تناکحو هم ولا تجالسوهم وان مرضوافلا تعودوهم۔

(شرح شفا، ج۲۔ص۵۵۵)

یعنی میرے صحابہ کو گالی نہ دو کہ بیشک آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالی دیگی تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ انکے ساتھ نماز نہ پڑھو، انکے ساتھ نکاح نہ کرو، انکے ساتھ نہ بیٹھو۔ اگر وہ بیمار ہوجائیں تو انکی عیادت نہ کرو۔

بالجملہ اگر اس امام سے یہ باتیں صادر ہوئی ہوں تو یہ تبرائی رافضی اور گمراہ کافر ہے۔ اہل اسلام اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھیں اور اس سے ترک تعلقات کریں جیسا کہ خود حدیث شریف میں وارد ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد نماز جمعہ ایک شخص نے امام سے کہا کہ واقعات کربلا سنادو امام نے جواب دیا اچھا جتنا سننا چاہو میں سنانے کے لئے تیار ہوں، ایک شخص وہابیہ خیالات کا اٹھا اور بآواز بلند کہا کہ یہ سب لغویات ہے کوئی مستند نہیں ہے۔ اور کہا کہ کیا تم واقعات کربلا کو مستند سمجھتے ہو یعنی واقعات کربلا مستند نہیں ہیں۔ اور اس کا پڑھنا اور سننا بھی جائز نہیں ہے۔ امام نے جواب دیا کہ اگر تم کل کو یہ کہہ دو کہ قرآن بھی مستند نہیں ہے تو تمہارا کوئی کیا کرے گا ۔ ہمارے نزدیک واقعات کربلا ایک مستند واقعہ ہے اس نے ایک دم شور مچایا کہ تمہارا امام کہتا ہے کہ قرآن مستند نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے اس کو بٹھایا اور کہا کہ امام پر تہمت باندھتے ہو وہ تو تمہارے ہی لئے کہہ رہیں ہیں۔ اس کی مثال میں آپ کو سمجھا دوں، قرآن ایک ہے۔ ترجمہ اہل

سنت کا اور ہے۔ وہابیت کا اور ہے، ان دونوں میں کس کو مستند کہو گے۔ وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ تمہارا امام قرآن کو مستند نہیں مانتا اور فتوے حاصل کئے ہیں۔ دوسرے جمعہ کو امام نے اعلان کیا کہ وہابیہ جیسا مجھکو بدنام کرتا ہے تم نے بھی سنا ہے یا نہیں، اگر واقعی میں نے ایسے لفظ کہے ہیں، اور تم نے سنے ہیں تو میرے پیچھے تم لوگوں کی نماز جائز نہیں۔ تم لوگ کہو تو میں توبہ کرلوں کسی فرد بشر نے یہ نہ کہا کہ تم نے کہا ہے۔ کیا حکم ہے شرع شریف میں امام کے حق میں اور بہتان لگانے والے کے حق میں فرمایا جاوے۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اوائل ماہ صفر ۱۳۷۵ھ میں نرولی ضمیر آباد سے مسمی عبدالوحید کا مرسلہ موصول ہوا جس میں صاف طور سے ایک امام کے ان اقوال وافعال سے سوال تھا کہ وہ قرآن کے مستند ہونے کا انکار کرتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق توہین آمیز الفاظ کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر چکا ہے۔ تو اسکا جواب دارالافتاء سے ۲۳صفر۷۴ ۲۳ کو یہ دیا گیا جس کا خلاصہ حکم یہ تھا کہ امام مذکور سے اگر یہ باتیں صادر ہوئی ہیں اور واقعی اس کے ایسے اقوال وافعال ہیں تو وہ امام گمراہ و کافر ہے، مسلمان اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں اور اس سے ترک تعلقات کریں، تو یہ جواب اس سوال کی بنا پر صحیح ہے۔ اس پر کافی دلائل منقول ہیں، لیکن اس سوال سے پتہ چلا وہ پہلا سوال خلاف واقعہ تھا اور جو کچھ اس میں ہے وہ امام پر اتہام اور بہتان تھا تو وہ جواب بھی اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر امام سے یہ باتیں صادر ہوں اور جب فی الواقع اس کے ایسے اقوال وافعال ہوں۔ تو جب اس امام کے ایسے اقوال وافعال ہی نہیں تو یہ حکم بھی اس پر نہیں۔ لہذا اس سے امام بری ہوا مسلمان اس کے پیچھے نماز پڑھیں، اس سے ہرگز ترک تعلقات نہ کریں، اور ایسے بہتان لگانے والے پر توبہ لازم ہے۔ فلعنة الله علی الکاذبین۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ایک مسلمان ناکارہ ہے مگر عقیدۃ مومن بھی ہے۔ کیا ایسے شخص بھی قیامت کے دن اللہ کی رحمت

سے مایوسی ہونگے ، براہ کرم تھوڑی زحمت گوارہ کرتے ہوئے کتاب وسنت سے مفصل مدلل اطلاع کریں مشکور ہوں گا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ناکارہ کے معنی کریم اللغات میں یہ ہیں جو کام کا نہ ہو۔ اور عرف میں یہ مجبور عاجز کمزور ضعیف کاہل بے ہنر کے معنوں میں مستعمل ہے۔ تو اسکو کسی معنی کے اعتبار سے لے لیجئے جب وہ عقیدۃ مومن ہے تو وہ یقیناً رحمت الٰہی کا مورد ہے یہاں تک کہ گنہگاروں عاصیوں کو قرآن کریم نے اللہ کی رحمت سے نہ امید نہ ہونے اور مغفرت ذنوب کے امیدوار ہونے کی ترغیب دی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ صاف طور پر فرماتا ہے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم• (سورۃ زمر، رکوع۔۲۴)

تم فرمادو اے میرے وہ غلاموں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ مسلمان کیسا ہی ناکارہ ہواسکو اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے بلکہ قرآن کریم ہی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کافر کا فعل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہ لا یئیس من روح اللہ الا القوم الکفرون۔ (یوسف، رکوع۔۱۰)

تو جو ناکارہ مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس کہتا ہے وہ قرآن کریم کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتا ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اہل اسلام اس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید نے دوران بیان میں یہ الفاظ کہا ہے کہ جھنڈوں اور پنجوں کے پاس فاتحہ پڑھنے سے بیت

الخلا میں پاخانہ کرتے ہوئے قرآن کو پڑھنا سو بار بلکہ ہزار بار بہتر ہے۔ اس بات کو میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں، اور اس پر میرا چیلنج ہے مذکور بالا جملے بار بار اہل اسلام کے روبرو بیان کرتا ہے۔ اسلامی نشان کے پاس فاتحہ پڑھنے کو پلید جگہ اور ناپاک چیز سے تشبیہ دینا کیسا ہے۔ اس سے قرآن شریف کی بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں؟۔ ایسے الفاظ بولنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کے سخت بے ادب وگستاخ ہونے میں کیا کلام ہے، وہ ناپاک مقامات اور پائخانہ میں قرآن پڑھے کو بہتر کہہ کر قرآن کریم کی بے حرمتی کو روا رکھتا ہے اور پھر اس کی یہ مزید دلیری ہے کہ وہ اس غلط بات کو قرآن کریم سے ثابت کردینے کا حوصلہ رکھتا ہے، باوجود اس کے وہ کبھی ثابت نہیں کرسکتا۔ لہذا زید پر فوراً توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں
عمر نے اپنی تقریر میں کہا کہ جناب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے تھے جیسے مسٹر گاندھی، لہذا عمر کا اس قول کی بنا پر کیا حکم ہوگا معہ حوالہ تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جہان میں کوئی مثل نہ کبھی پہلے پیدا ہوا نہ اب ہے، نہ آئندہ ہوسکتا ہے یہی اہل حق کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان من تمام الایمان بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الایمان باللہ تعالیٰ جعل خلق بدنہ الشریف علی وجہ لم یظھر قبلہ و لا بعدہ خلق آدمی مثلہ و قال البوصیری :

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم۔

(مواہب لدنیہ۔ج ا۔ص ۲۴۸)

جانو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم کے بدن شریف کو ایسا پیدا کیا کہ اس کے مثل کوئی شخص نہ ان سے قبل ہوا نہ بعد ہوا۔ علامہ بوصیری نے فرمایا حضور اپنے محاسن میں شریک سے پاک ہیں، جوہر حسن ان میں اور ان کے غیر میں قابل تقسیم نہیں۔

علامہ سلیمانی جمل شرح دلائل میں بحث شرح اسماء میں فرماتے ہیں:

وهو صلى الله تعالیٰ عليه وسلم الوحيد في مقامه وحاله وعلوه واسراره وانواره واخلاقه وسيره وشمائله وخصائله وحسنه واحسانه ومعراجه وارتقائه الى حيث لن يبلغ سواه وشريعته وعقله وجاهه وتعلق سائر الخلق به لا ثاني له في شئى من ذلك كله۔

(جواہرالبحار ج ۲ ص ۲۸۷)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مقام وحال میں اور بلندی واسرار اور انوار میں اور اخلاق وسیر میں اور شمائل وفضائل میں اور حسن واحسان میں اور ان کا غیر جہاں تک پہونچا نہیں ارتقاء و معراج میں اور عقل وجاہ میں اور شریعت میں، اور تمام مخلوق سے بے تعلق میں تنہا ہیں، ان میں سے کسی بات میں کوئی ان کا ثانی نہیں۔ اسی میں علامہ سلیمانی جمل نے فرمایا:

فهو المخصوص بالشرف وهو اكرم بني آدم على الاطلاق من الانبياء وغيرهم بسائر الوجوه والاعتبارات فهو اكرم بني آدم اصلا وو صفا وخلقا وعقلا وفعلا۔

(جواہرالبحار۔ ص ۲۳۷)

حضور علیہ السلام شرف میں مخصوص ہیں اور مطلقا تمام بنی آدم میں حضرات انبیاء وغیرانبیاء سے تمام وجوہ واعتبارات سے افضل ہیں تو حضور اصل ووصف کی بنا پر اور خلق وعقل کے لحاظ سے اور باعتبار قدر فعل کے اکرم بنی آدم ہیں۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاثانی اور بے نظیر ہیں، انکو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضور ایسے تھے جیسے فلاں نبی یا رسول تھے کہ انکا مثل کوئی نبی اور رسول بھی نہیں ہوا چہ جائکہ یہ بے ادب عمر یہ بکتا ہے کہ حضور ایسے تھے جیسے ایک مشرک۔ اسمیں اس گستاخ نے سرکار رسالت کی سخت توہین وتنقیص کی کہ انکو ایسے ادنی سے تشبیہ دی جس کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے: اولئك كالانعام بل هم اضل، تو یہ عمر شان رسالت کا گستاخ اور بے ادب ٹھہرا، اور حضور کی بے مثلی کا

منکر اور انکی فضیلت مطلقہ کا مخالف اور دشمن ثابت ہوا تو اس عمر کے دشمن رسول وگستاخ وبے ادب ہونے میں اور گمراہ وبیدین ہونے میں کیا کلام ہے۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

زید جو خود کو کسی مدرسہ مطلع العلوم رامپور کا تعلیم یافتہ بتاتا ہے۔ کہتا ہے کہ خلافت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں قائم کیا تھا، یہ تو بعد میں ہم تم نے قائم کر لی ہے۔ دیوبندی بھی مسلمان ہیں تم انہیں برا نہیں کہو۔ کیونکہ انہوں نے بھی کلمہ پڑھا ہے، اس لئے وہ بھی مسلمان ہیں۔ یہ فرقہ بندیاں ہمارے یہاں نہیں ہیں۔ یہاں پر بھی موضع کہرسا ضلع بریلی میں ہماری طرف سے سب ایک ہیں اور سب مسلمان ہیں، اور ہم سب کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور میں اعلی حضرت کو نائب رسول نہیں کہہ سکتا۔ کیا یہ اقوال زید کے حق ہیں اور کیا واقعی خلافت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قائم کردہ نہیں ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسکو امام بنانا جائز ہے۔ اور کیا مدرسہ مذکور کوئی سنی مدرسہ ہے۔ یا کسی اور فرقہ کا، جواب مدلل مگر مختصر عنایت فرمائیں۔ اور رب تبارک وتعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

خلافت کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے قائم فرمایا ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، مسند ابویعلی، صحیح ابن حبان میں حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

الخلافة بعدي في امتي ثلاثون سنة۔ یعنی میری امت میں میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی۔

طبرانی اور مسند امام احمد میں ہے: الخلافة في قريش۔ یعنی خلافت قریش میں ہوگی۔

بلکہ احادیث میں خلفاء کے نام بھی وارد ہیں، فرمایا: الخليفة من بعدي ابو بكر ثم عمر ثم يقع الاختلاف۔ رواه الديلمي في الفردوس۔ یعنی میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے پھر عمر، پھر

اختلاف شروع ہوجائے گا۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ خلافت کا خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اور خلافت کی مدت بھی بیان فرمادی اور یہ بھی ظاہر کردیا کہ خلافت کس خاندان میں ہوگی اور خلیفہ کون کون ہوگا یہاں تک کہ حضور نے انکے اتباع کا حکم دیا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الحدیث۔

لہذا زید کے قول کا بطلان ظاہر ہوگیا۔ اسی طرح زید کا یہ قول بھی باطل ہے کہ دیوبندی مسلمان ہیں۔ آج دیوبندیوں کی کتابیں حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس، تقویۃ الایمان مطبوع موجود ہیں۔ ان میں انکے کثیر اقوال کفریہ ایسے صاف موجود ہیں جن کے احکام کفریہ آج تک نہ ان سے اٹھ سکے نہ آئندہ اٹھا سکتے ہیں۔ تو یہ دیوبندی اپنے اقوال کفریہ کی بنا پر کافر ومرتد ہیں۔ علماء عرب وعجم نے ان پر کفر کے فتوے صادر فرمائے۔ تو یہ زید بھی اگر ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہوکر ان کو مسلمان کہتا ہے تو یہ خود مسلمان نہیں رہا، کہ۔ الرضا بالکفر کفر۔ پھر اگر یہ زید کفر واسلام کے امتیاز کرنے کو فرقہ بندی کہتا ہے تو اس نے قرآن وحدیث کو فرقہ بندی کرنے والا قرار دیا۔ کہ قرآن وحدیث نے کفر واسلام کی بنا پر فرقہ بندی کی ہے۔ اور کفر کے ماننے والوں کو باطل فرقہ ٹھہرایا ہے۔ اور اس فرقہ کو برا کہا ہے۔ اور اسلام لانے والوں کو فرقہ حق قرار دیا ہے اور اچھا کہا ہے۔ اب زید کا کفر واسلام کو ایک کہنا اور اہل کفر کو اچھا کہنا اور انکو مسلمان جاننا گویا احکام قرآن وحدیث کی مخالفت اور انکار کرنا ہے۔ لہذا اس زید کے اقوال کا بطلان اور اس کی بیدینی وگمراہی خود اسی کے اقوال سے ظاہر ہے۔ اور جب یہ مدرسہ مطلع العلوم رامپور کا تعلیم یافتہ ہے تو اسکی وہابیت ودیوبندیت خود ہی آشکارا ہوگئی کہ یہ مدرسہ مطلع العلوم اب وہابیہ کا مدرسہ ہے۔ نیز اس کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو وارث ونائب رسول نہ ماننا بھی اس کی وہابیت پر دوسری بین دلیل ہے۔ لہذا اس زید کو نہ امام بنانا درست ہے نہ اسکے پیچھے نماز جائز ہے۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۵۔۱۹۶۔۱۹۷۔۱۹۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ
رائے پور کی سیرت النبی کمیٹی جو کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور جو عرصہ دراز سے

بارہویں شریف میں سیرت پاک کا عظیم الشان اجلاس کرتی ہے جس میں تقریبا دور ونزدیک کے ۸/۱۰ ہزار لوگ شریک ہوتے ہیں نیز ہر قوم وملت کے افراد کو دعوت عام ہوتی ہے کہ وہ اس میں شریک ہوکر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ سنیں اور اس پر عمل کی کوشش کریں نیز اگر کوئی صاحب سیرت کے موضوع پر کچھ تقریر کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں لیکن موضوع سیرت پاک سے ہٹ کر کچھ بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اجلاس کا اختتام انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ صلاۃ وسلام اور دعا پر ہوا کرتا ہے سال رواں ۱۳۷۸ھ میں سیرت کمیٹی نے سیرت پاک کے دو اجلاس کئے ایک تو بارہویں شریف کے موقع پر اور دوسرا اس کے تقریبا ایک ماہ بعد۔ سیرت کمیٹی سے چند لوگوں کو اختلاف ہوا اور انہوں نے وعظ کے بہانے درمیانی وقفہ۔ (یعنی پہلے دوسرے اجلاس کے درمیان) میں ایک معمولی جلسہ کیا جس میں ڈیڑھ سو حضرات کے قریب تھے اور اسی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ایک شخص سعادت شاہ نے حسب ذیل توہین آمیز الفاظ استعمال کئے: مسلمان سیرت کمیٹی رائے پور کی طرف سے ہونے والے سیرت پاک کے جلسہ میں نہ جائیں اور اگر جائیں بھی تو جلسہ پر لاحول پڑھ کر چلے آئیں۔ جس سے یہاں عام مسلمانوں میں بڑا ہیجان پھیلا اور فضاء مکدر ہونے کا اندیشہ ہوگیا تو چند بااثر حضرات نے اس کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ایک عام جلسہ طلب کیا جس میں ۳۔۴ ہزار مسلمانوں نے شرکت کی جلسہ میں مذکورہ الفاظ پر احتجاج کرتے ہوئے معاملہ حکومت کے حوالہ کردیا گیا کہ وہ باقاعدہ انکواری کرکے اس کے خلاف کارروائی کرے اور ایسی باتوں کا سد باب کرے اور عام مسلمان انتہائی صبر وضبط سے کام لیکر حکومت کی کارروائی کو دیکھیں اور پرامن رہیں چنانچہ اس جلسہ کے بعد مسلمانوں کا ہیجان کم ہوگیا اور حالات بے قابو ہونے سے محفوظ رہے۔ لہذا شریعت مطہرہ کی رو سے مطلع فرمائیں۔

سوالات:

(۱) سعادت شاہ کے مذکورہ الفاظ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ توہین رسول (معاذ اللہ) ہوتی ہے یا نہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو کونسا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟۔

(۲) مذکورہ الفاظ کے کہنے کے بعد سعادت شاہ پر ان الفاظ میں توبہ لازم ہے کہ نہیں؟ اور اگر وہ توبہ سے انکار کرے یا اگر کے ساتھ توبہ کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۳) جو لوگ سعادت شاہ کا ساتھ دیں اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کی ہم نوائی کریں ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۴) جن لوگوں نے مذکورہ الفاظ کے خلاف احتجاج وجلسہ کیا انہوں نے شریعت مطہرہ کے لحاظ سے کوئی غلط قدم تو نہیں اٹھایا؟ ۔ان کا یہ اقدام صحیح تھا یا نہیں؟ اگر غلط تھا تو انہیں کیا کرنا چاہئے ۔عام جلسہ کے اشتہار کی ایک کاپی بھی ارسال ہے ۔

المستفتی حافظ عبدالعزیز مسلم یتیم خانہ رائے پور

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) مجلس علم دین کا استخفاف واستہزاء کرنے والا بلکہ اس سے بے نیازی وبیزاری کرنے والا شرعا کافر ہوجاتا ہے۔عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں فتاوی ظہیریہ سے ناقل ہیں:

من قیل لہ قم نذھب اواذھب الی مجلس العلم قال مالی ومجلس العلم یعنی کفر۔

یعنی کسی شخص سے کہا کہ کھڑا ہو جا ہم مجلس علم کی طرف چلیں یا تو مجلس علم میں جا تو اس نے جواب دیا مجھے مجلس علم کی حاجت نہیں تو وہ کافر ہوگیا۔

تو مجالس عالم دین کی وہ اہم مجلس جو صرف ذکر سیرت رسول ﷺ ہی کے لئے منعقد ہو تو اس مبارک مجلس سے نہ فقط بے نیازی و بیزاری بلکہ اس کا اتنا صاف استہزاء اور اس کی ایسی سخت توہین واستخفاف کرنا کہ اس کو لاحول پڑھنے کے قابل قرار دینا بلاشبہ کفر ہے اگر یہ کفری الفاظ مذکورہ سعادت شاہ نے کہے ہیں تو یہ سخت بے ادب وگستاخ اور کافر وخارج از اسلام قرار پایا۔پھر چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف یہ مجلس منسوب ہے تو اس مجلس کی توہین واستخفاف حضور اکرم ﷺ کی توہین واستخفاف کو مستلزم ہے۔ پھر اگر یہ قائل اپنے اس کفری قول سے توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

(۲) یقیناً سعادت شاہ پر اس کفر کی بنا پر توبہ واستغفار لازم وفرض ہے پھر اگر وہ توبہ سے انکار کرے یا توبہ سے اعراض کرے تو اس سے اجتناب وترک تعلق کرنا ضروری ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

(۳) جو لوگ سعادت شاہ کے ان الفاظ کی ہمنوائی اور تائید کرتے ہیں وہ بھی کافر ہوجائیں گے کہ تمام عقائد کتب میں ہے:

الرضا بالکفر کفر۔ یعنی کفر کے ساتھ رضا ظاہر کرنا بھی کفر ہے۔

تو اسکے جس قدر ہمنوا ہیں ان پر بھی توبہ لازم ہے۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۴) جن لوگوں نے ان ناپاک الفاظ مذکورہ کے خلاف احتجاج وجلسہ کیا انہوں نے شرعا کوئی غلطی نہیں کی نہ ان کا یہ اقدام غلط قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ وہ نہ فقط حمایت ذکر سیرت رسول ﷺ کے اجر وثواب کے مستحق قرار پائے بلکہ انہوں نے اپنے مذہبی فریضۃ کا حق ادا کردیا۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید عالم ہونے کا مدعی ہے اور قرب وجوار میں اسی حیثیت سے مشہور ہے اس کے بچے کے چیچک نکلی اس نے مالی بلوا کر اس کو جھڑوایا (مالی عام طور سے پست اقوام کے ہندوؤں میں سے ہوتے ہیں) ونیز اس کی والدہ چمنڈہ پر شربت بحکم مالی چڑھاتی رہی اور وہ سب افعال کو بہ نظر استحسان دیکھتا رہا جب اس کو ٹوکا گیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ پیرونکا نام لیتا ہے ونیز ماتا کے مالی کو خود بلایا ہے۔اب تشریح طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں زید مذکور کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کا یہ فعل فاسد نکاح تو نہیں ہے مہربانی فرما کر اس پر فتوی صادر فرمایا جاوے ۔بینوا توجروا۔

المستفتی ارشاد احمد ڈینگر پور۔ڈاکخانہ کندرکی ضلع مراد آباد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید کا یہ فعل اگر اس سے بہ صحت خوشی وخواہش صادر ہو تو شرعا یہ فعل ممنوع اور تعلیم اسلام کے خلاف ہے اور اگر اس نے ان افعال کو بہ نظر استحسان دیکھا تو اس پر توبہ لازم ہے اور بغیر توبہ کے اس کی امامت درست نہیں۔اور احتیاط اسی میں ہے کہ توبہ کے ساتھ تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کی جائے۔کافر پر یہ اعتماد کرنا کہ وہ بجائے شرکی وکفری الفاظ کے پیروں کا نام لیتا ہے۔غلط وبے دلیل بات ہے اور چیچک کو ماتا کہنا اور چمنڈے پر اس کے لئے شربت چڑھانا یہ سب کفار کے افعال ہیں جس کی شریعت کسی طرح اجازت نہیں دیتی مسلمانوں کو ایسے جاہلانہ افعال سے احتیاط واجتناب ضروری ہے۔فقط واللہ تعالی

اعلم بالصواب ۹ رجمادی الاولی ۱۳۷۹ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پڑھا لکھا صوم وصلوۃ کا پابند شخص ہے وہ ایک مریضہ کی بیماری کے موقع پر ہندو جھاڑ پھوک کرنے والے کو بلانے کی اجازت دی نیز زید موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم لوگوں کا جھاڑ پھونک چالیس روز میں اثر کرتا ہے اور اس کا یعنی ہندو کا جھاڑ پھونک کرنے والے کا فوری اثر ہوتا ہے اس باب میں زید موصوف پر شرعی کیا حکم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زید جب تک توبہ وتجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز درست نہیں جواب بحوالہ کتب عنایت فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا

عبدالکمال پوکھریروی۔ مظفرپوری

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر زید نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے کہ اس نے شرکی وکفری الفاظ کو اعمال قرآن وحدیث پر ترجیح دی لہذا اس سے اعمال اسلام کی توہین کی اور کفری الفاظ کی تعظیم لازم آئی جو شرع واسلام کے خلاف ہیں۔ لہذا اس پر توبہ وتجدید ایمان واجب ہے اور وہ جب تک توبہ وتجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

ھذہ کلہ مذکور ومصرح فی کتب الفقہ والکلام۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۹ رجمادی الاولی ۱۳۷۹ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ
نوری کرن ماہ مئی ۱۹۶۲ء نمبر ۳۹ کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں مولوی سلیم اللہ بنارسی کے متعلق حضرت مفتی

اعظم سنبھل کا فتوی کفر شائع ہوا۔ معلومات ہونے پر بھی مولوی اسرار الحق نے ۱۲ ستمبر ۱۹۶۲ء کو مہمان بنا دیا۔ اس کی ٹولی سیرت کمیٹی نے ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء مسجد قصابان میں سلیم اللہ بنارسی کو خطیب بنا کر امامت کرائی اور تقریر کروائی وفتوی مبارکہ کے شائع ہونے کے بعد مولوی اسرار الحق ان کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ماہ مارچ ۶۳ء میں شائع ہونے والے ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ اپریل ۶۳ء میں صفحہ ۲۸ پر اسی فتوی مبارکہ کی نقل شائع ہوئی مگر کوئی پروانہ کی گئی تاریخ ۱۸ راپریل ۶۳ء کو مولوی سلیم اللہ بنارسی کو اسرار الحق صاحب وان کی ٹولی نے مہمان بنا کر رکھا ۱۹ راپریل ۶۳ء کی شب میں تقریر کروائی جس میں کفر کا فتوی لگانے والے کا استہزا بھی کیا گیا باریک طریقہ پر نیز ۱۹ راپریل ۶۳ء بروز جمعہ قصابان کی مسجد میں اسراری پارٹی نے خطیب بنا کر جمعہ کی نماز میں امامت کروائی تقریر کراوئی ایسی حالت میں جب مولوی سلیم اللہ بنارسی توبہ بھی نہیں شائع کرتا بلکہ جب ان کے سامنے ماہنامہ اعلیٰ حضرت رکھا گیا تو فتوی مبارکہ کو بکواس بتایا گیا اور ماننے سے انکار کیا گیا لہذا ان کے پیچھے نماز جائز ہوئی یا نہیں نیز مولوی سلیم اللہ بنارسی کے ساتھ لگنے والے مولوی اسرار الحق وان کے ساتھی جو علماء اہلسنت کے فتوی مبارکہ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ استہزاء کرتے ہیں ان کے حکم شرعی کا اظہار فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتیان مسلمانان کوٹہ راجستھان عزیز الرحمٰن احمد ضیاء الرحمٰن قادری رضوی حشمتی
محفوظ الرحمٰن، عبداللہ حشمتی محمد ظفر حشمتی فضل الرحمٰن متولی جامع مسجد عبدالرزاق

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دینی فتوی کی مذاق اڑانا اور مفتی شرع کا استہزاء کرنا مزید جرم اور شرعا کفر ہے عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ہے: القی الفتوی علی الارض ای اھانۃ او قال ماذا الشرع ومن ابغض عالما خیف علیہ الکفر ومن قال لفقیہ یذکر شیئا من العلم ھذا لیس بشئ کفر۔

یعنی جس نے فتوی کو بغرض توہین پھینکدیا یا کہا کہ شریعت کیا ہے یا کسی عالم دین سے بغض رکھا تو اس پر کفر کا خوف ہے یا جس نے فقہ کی بات کو کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے تو وہ کافر ہو گیا۔

بالجملہ احکام دین کا احترام نہ کرنا خود اس کے بیباک ہونے کی دلیل ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح نہیں ایسے آزاد لوگ دین کے رہنما وامیر نہیں ہوسکتے۔ بالجملہ جو فقیہ یا مفتی نہ ہو اس کو کسی مفتی شرع کا حکم یا فتوی سے انکار کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں چہ جائیکہ کسی شرعی فتوی یا مفتی دین کا استہزاء ومذاق

اڑانا اسکے مذہب سے بیباک اور ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اگر فتوی کو جانتا ہے تو کسی دلیل سے رد کرے ساری قابلیت کھل جائے گی اور زبان درازی کا پتہ چل جائے گا اتنا تو ظاہر ہے کہ وہ فتوی حق وصحیح ہے کہ مرکزی دارالافتاء کے ہر دو ماہنامے میں اس کی طباعت ہوگئی اگر صحیح نہ ہوتا تو اس کو طبع نہ کرتے بہر صورت جب مولوی سلیم اللہ بنارسی نے کفریہ باتیں کی ہیں تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اس سے ملنا مہمان بنانا غلط ہوا اس پر اس کا تقریر کرنا اور اس کا ساتھ دینا شرعاروا نہیں کہ حدیث شریف میں ہے:

ایاکم وایاہم لایضلونکم۔

تم اپنے آپ کو بدمذہبوں سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے بچاؤ کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں۔

مولیٰ تعالیٰ قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اور زید کی بی بی نے بغیر طہارت کئے ہوئے محض اپنے ماں باپ کے ڈر کیوجہ سے نماز قصدا جان بوجھکر پڑھی اور دو تین دن لگا تار پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ زید اور زید کی بی بی نے ماں باپ کا ڈر خدا کے ڈر سے زیادہ سمجھا اور خدا کے ڈر کو کم سمجھا خدا کی عبادت کی بے ادبی اور توہین کی بعض لوگ کہتے ہیں کہ زید اور زید کی بی بی دونوں کافر ہوگئے کیونکہ بہار شریعت حصہ دوم میں لکھا ہے بغیر طہارت جان بوجھکر نماز پڑھنا علماء کفر لکھتے ہیں تو اس سے زید اور اس کی بی بی کافر ہوگئے اور کہتے ہیں کہ نکاح بھی دوبارہ ہونا چاہئے کیا یہ باتیں صحیح ہیں۔ شریعت کے سے حکم مطلع کیجئے گا کیا حکم ہے شریعت کا بہت جلد جواب دینا آپ کا کرم ہوگا۔ جواب کا طلب کرنے والا سید محمد نسیم احمد کبیر پور

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

بغیر طہارت کے نماز پڑھنا اگر بنیت استہزاء یا استخفاف یا ریا کے لئے ہو تو ایسا شخص یقیناً کافر ہوجائے گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

قال شمس الائمۃ الحلوانی الاظہر انہ اذا صلی الی غیر القبلۃ علی وجہ الاستہزاء

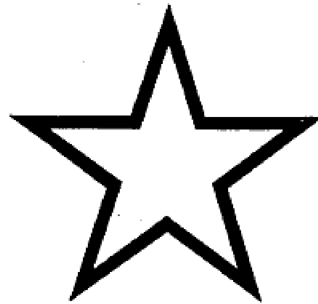
او الاستخفاف یصیر کافرا ولو ابتلی انسان بذلك لضرورۃ بان کان یصلی مع قوم فاحدث واستحی ان یظہر وکتم ذلك صلی ہکذا او کان یقرب من العدو فقام وصلی وہو غیر طاہر قال بعض مشائخنا لایصیر کافرا لانہ غیر مستہزئ ومن ابتلی ذلك بضرورۃ او الحیاء ینبغی ان یقصد بالقیام قیام الصلوۃ ولا یقرء شیئا واذا حنیّ ظہر لایقصد الرکوع ان لا یسبح حتی لایصیر کافراً بالاجماع۔

اور اگر حیا کی بنا پر ہو تو کافر نہ ہوگا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: من سجد او صلی محدثا ریاءً کفر فیہ ان قید الریاء یفید انہ ان صلی حیاء لایکفر۔

ظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید اور اسکی بی بی کا بغیر طہارت نماز پڑھنا محض حیاء تھا۔ کہ ابتدا میں ماں باپ سے حیاء ہوا کرتی ہے۔ لہذا اگر یہی حقیقت اور واقعہ تھا تو یہ دونوں کافر نہ ہونگے۔ پھر جب کافر نہ ہوئے تو ان کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے کہ انہوں نے سخت معصیت کی اور بڑی دلیری کی اور اگر ریا کے لئے تھا تو کافر ہوگئے۔ لہذا اس صورت میں تجدید اسلام وتجدید نکاح دونوں ضروری ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یکم صفر ۱۳۸۰ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل





باب التقلید

مسئلہ (۲۰۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ائمہ فقہ نے جو مسائل استنباط فرمائے ان میں ہم مسلک اماموں نے بھی اختلاف کیا جیسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے غسالہ وضو نجس غلیظ فرمایا اور امام محمد صاحب علیہ الرحمۃ نے طاہر غیر طہور فرمایا پھر ان حضرات کا حکم کون بنا جس نے طاہر غیر طہور پر فتوی دیکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مرجوح قرار دیا اور ہم لوگ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کر کے بھی رہے حنفی ہی حالانکہ ہمارا عمل حنفی قول پر نہیں۔ جو حکم بنا وہ امام مجتہد قابل تقلید کیوں نہ کہلایا۔ بینوا اللہ تو جروا عند اللہ۔

مرسلہ مولٰنا مولوی یوسف علی صاحب خرما مسجد، تاجو خیل، شاہجہاں پور

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

واقعی ہمارے ائمہ احناف میں بعض مسائل مستنبطہ میں اختلاف ہے اور یہ وہ اختلاف نہیں ہے جو شرعاً مذموم ہو بلکہ یہ وہ اختلاف ہے جسکو شریعت لوگوں کے لئے وسعت بلکہ رحمت قرار دیتی ہے جس کے لئے حدیث شریف میں وارد ہے " اختلاف امتی رحمۃ "یعنی حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ علاوہ بریں حضرت امام ابو یوسف۔ امام محمد ۔ امام زفر۔ حسن وغیرھم اصحاب امام کے جس قدر اقوال ہیں وہ درحقیقت حضرت امام اعظم ہی کے اقوال ہیں۔ خود اصحاب امام اس حقیقت کا اقرار واعتراف کرتے ہیں۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

روی عن جمیع اصحابه من الکبار کابی یوسف و محمد وزفر والحسن انهم قالوا

ماقلنا فی مسئلة قولا الا وهو روایتنا عن ابی حنیفة واقسموا علیه ایمانا غلاظا۔

(ردالمحتار مصری ج-۱-صفحہ ۴۸)

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ اقوال اصحاب امام حقیقۃ اقوال امام اعظم ہیں۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ خود حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ کی خاص مجلس منعقد کر کے جس میں اپنے چالیس مجتہدین اصحاب یعنی امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام زفر۔ امام حسن بن زیاد، امام داؤد طائی وغیرھم کو جمع فرماتے اور ان کے سامنے ایک مسئلہ پیش کرتے اس کے چند پہلو جدا جدا بیان کرتے تو اس مسئلہ میں جس قدر احتمالات ہوتے اتنے ہی حضرت امام کے اس مسئلہ میں اقوال قرار پائے۔ آپ کے اصحاب ان اقوال امام میں سے ایک ایک قول کو اختیار کر لیتے۔ خود حضرت امام بھی ایک قول کو اختیار فرماتے۔ پھر ہر ایک اس پر اپنی حسب طاقت قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ سے دلائل قائم کرتے۔ اور اس کو ہر طرح مدلل ومبرہن کر کے اس قول کو متحقق کر لیتے۔ تو وہ قول امام اعظم اب اس مجتہد کے نام سے موسوم ہو جاتا۔

اس کے بعد پھر اس خاص مسئلہ کو طے کرنے کے لئے ایک مجلس مناظرہ منعقد ہوتی۔ جس میں ان چالیس اصحاب مجتہدین کو جمع کیا جاتا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے اختیار کئے ہوئے قول امام کو اور اسپر قائم کئے ہوئے دلائل کو پیش کرتا۔ حضرت امام اعظم ان کے سارے اقوال اور ہر قول کے دلائل کو سنتے، پھر خود حضرت امام اپنا اختیار کیا ہوا قول پیش کر کے اس پر دلائل سناتے۔ پھر اپنے اصحاب سے مناظرہ کرتے یہاں تک کہ کسی مسئلہ پر ایک ماہ تک مناظرہ جاری رہتا تو جب وہ مسئلہ پورے طور پر متحقق اور طے ہو جاتا تو حضرت امام اعظم اس قول کو مفتی بہ اور راجح قول قرار دیتے، پھر وہ قول اگرچہ حضرت امام ہی کا قول تھا لیکن جن صاحب نے اس قول کو اختیار کر کے اس پر دلائل قائم کئے تھے اب وہ قول مجازاً انہیں کے نام سے مشہور ہوتا۔ تو جس قول امام کو امام محمد نے اختیار کیا اب وہ قول امام محمد کہلائیگا۔ اور جس قول کو امام محمد نے اختیار کیا اب وہ قول امام محمد کہلائیگا۔ اور جس قول کو امام زفر نے اختیار کیا تھا اب وہ قول امام زفر کہلائیگا۔ وعلی ھذا القیاس۔

تو اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس وقت اگرچہ ان اقوال کی نسبتیں مجازاً ان اصحاب کی طرف کی جارہی ہیں۔ لیکن یہ تمام اقوال اصحاب حقیقۃ حضرت امام اعظم ہی کے اقوال ہوئے۔ لہذا یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف اصحاب حضرت امام نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارا جس مسئلہ میں جو قول ہے وہ ہمارے امام

اعظم ہی کا قول ہے اور روایت ہے۔

چنانچہ اس تفصیل کو ردالمحتار میں اس طرح نقل کیا:

عن شفيق البلخي انه كان يقول كان الامام ابو حنيفة من اورع الناس واعبد الناس واكرم الناس واكثرهم احتياطا في الدين وابعدهم عن القول بالرائي في دين الله عز وجل وكان لايضع مسئلة في العلم حتى يجمع اصحابه عليها مجلسا فاذا اتفق اصحابه كلهم على موافقتها لشريعة قال لابي يوسف او غيره ضعها في الباب الفلاني اه ونقل ط عن مسند الخوارزمي ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم وافضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد فقربهم وادناهم وقال لهم اني لجمعت هذا الفقه واسرجته لكم فاعينوني فان الناس قد جعلوني جسرا على النار فان المنتهى لغيري اللعب على ظهري فكان اذا وقعت واقعه اشاورهم وناظرهم وحاورهم وسائلهم فيسمع ما عندهم من الاخبار والآثار ويقول ما عنده يناظرهم شهراو اكثر حتى يستقر آخر الاقوال فيثبته ابو يوسف حتى اثبت الاصول على هذا المنهاج شورى لانه تفرد بذلك كغيره من الائمة اه۔

(درمختار ج ا صفحہ ۴۷)

فتاوی سراجیہ میں ہے:

قد اتفق لابي حنيفة من الاصحاب ما لم يتفق لاحد وقد وضع لهذا مذهب شورى ولم يستنبطه لو ضع المسائل وانما كان يلقنها على اصحابه مسئلة فيعرف ما كان عندهم ويقول ما عنده ويناظرهم حتى يستقر احد القولين يثبته ابو يوسف حتى اثبت الاصول كلها وقد ادرك بفهمه ما عجزت عنه اصحاب القرائح ۔ (فتاوی سراجیہ صفحہ ۵۹۷ ج۴)

قطب ربانی حضرت عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

كان الامام ابو حنيفة يجمع العلماء في كل مسئلة لم يجد هاصريحة في الكتاب والسنة ويعمل بمايتفقون عليه فيها وكذلك كان يفعل اذااستنبط حكما فلا يكتبه حتى يجمع عليه علماء عصره فان رضوه قال لابي يوسف اكتبه رضي الله عنه

(میزان الشریعۃ مصری جلد ا صفحہ ۵۵)

اب خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہمارے ائمہ احناف کا اختلاف اقوال ہمارے لئے وسعت ورحمت

ہے۔ اور اصحاب امام اعظم یعنی امام یوسف وامام محمد وغیرہم کے اقوال حقیقۃ امام اعظم علیہ الرحمۃ ہی کے اقوال ہیں۔ تو اب ہر قول اصحاب قول امام اور ہر مذہب اصحاب مذہب امام ہوا۔ اب جس قول کی نسبت امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف کی جاتی ہے وہ مجازی نسبت ہے بلکہ اس قول کی حقیقی نسبت حضرت امام اعظم ہی کی طرف ہے۔

امام شعرانی میزان الشریعۃ میں ناقل ہیں:

نقل الشيخ كمال الدين بن الهمام عن اصحاب ابي حنيفة كابي يوسف ومحمد وزفر والحسن انهم كانو يقولون ما قلنا في مسئلة قولا الا وهوروايتناعن ابي حنيفة واقسموا على ذالك ايمانا مغلظة فلم يتحقق اذن في الفقه بحمد الله تعالىٰ جواب ولا مذهب الا له رضي الله عنه كيفما كان وما نسب الىٰ غيره فهو من مذهب ابي حنيفة وان نسب الى غيره فهو بطريق المجاز للموافقة فهو قول القائل قولي كقوله ومذهبي كمذهبه فعلم ان من اخذ بقول واحد من اصحاب ابي حنيفة فهو آخذ بقول ابي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه۔ ردالمحتار میں ہے: ان الامام لما امر اصحابه بان ياخذوا من اقواله بما يتجه لهم منا عليه الدليل صار ما قالوه قولا له لابتنائه على قواعده اللتي اسسها فلم يكن مرجوعاعنه من كل وجه فيكون من مذهبه۔ (صفحہ ۴۸ جلد ا)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ جس نے امام ابی یوسف یا امام محمد کے قول کو لیا اس نے قول امام اعظم ہی کو لیا تو اب ہمارا قول امام ابو یوسف یا امام محمد پر عمل کرنا بھی حنفی قول پر ہی عمل کرنا ہوا۔ اور پھر اس عمل کے بعد بھی ہم یوسفی یا محمدی نہ ہوئے بلکہ حنفی ہی رہے۔ نیز اقوال اصحاب قول مفتی بہ کو راجح کرنے والے حکم خود حضرت امام اعظم ہی ہیں جو امام الائمہ۔ استاذ المجتہدین ہیں اور یہ تو ایسے قابل تقلید ہیں کہ جن کی تقلید امام ابو یوسف وامام محمد جیسے مجتہدین نے بھی کی ہے۔ سوال کے ہر پہلو اور ہر شق پر مفصل جواب لکھ دیا گیا۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں آپ کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۴)

شخص حنفي اوطن في بلا د الشافعي فهل يجوز عليه ان يقلد الشافعي كعكسه ام لا ؟

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

لیس للعامی ان یتحول من مذھب الی مذھب صرح بہ العلامۃ الشامی نا قلا عن القنیۃ وفی الفتاوی السراجیہ۔ من ارتحل الی مذھب الشافعی رحمہ اللہ یعزر وحکی ان حفص بن عبداللہ ابن ابی حفص الکبیر البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارتحل الی مذھب الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکثرۃ الشافعیۃ فامر بالتعزیر والنفی عن البلدۃ وفی ردالمحتار عن الفتاوی النسفیۃ الثبات علی مذھب ابی حنیفۃ خیر واولیٰ فالفقھاء یمنعون من الانتقال من مذھب الی مذھب خو فا من التلاعب بمذ اھب المجتھدین نفعنا اللہ تعالیٰ نبھم وما بنا علی حبھم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۵)

شخص کان عالما اکثر من احکام الصلو ہ وغیر ھا فی مذ ھب الشافعیۃ والحنفیۃ وکان مقلدا بالشافعی ثم دعتہ حاجۃ الی تقلید الحنفیۃ کالامامۃ وغیر ھا فھل یجوز لہ ان یتحول من مذھب الی مذھب لھذہ ام لا ۔دعتہ حاجۃ الی تقلید الحنفیۃ کالامامۃ وغیرہ فھل یجوز لہ ان یتحول من مذھب لھذہ ام لا ۔

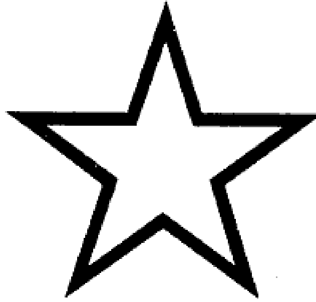
الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اجیب عنہ فیما مر واما الانتقال من مذھب الی مذھب لما یر غب عرض الدنیا وشھوتھا فھو المذموم الا ثم المستوجب للتادیب والتعذیر لارتکا بہ المنکر فی الدین واستخافہ بدینہ ومذ ھبہ ونقل العلامۃ الشامی عن التا تر خا نیہ حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذ ھبہ فیقرا خلف الامام ویرفع یدہ عندالانحطاط ونحو ذالک فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ما سئل عن ھذہ واطرق راسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ ان یذھب

ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھبہ الذی ھو حق عندہ وترکہ لاجل جیفۃ منتنۃ فعلم بمجموع ما ذکرناہ ان ذالک غیر خاص بانتقال الحنفی بل یستوی فیہ الحنفی والشافعی واللہ اعلم بالصواب ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل



﴿۱۲﴾ باب العلم والتعلیم

مسئلہ (۲۰۶)

اس مسئلہ میں علماء دین کا کیا فتوی ہے؟

ہمارے یہاں ایک سرکاری اسکول ہے صبح سے دس بجے تک بچے مذہبی تعلیم کا سبق پڑھتے ہیں۔ ۲؍ بجے سے چار بجے تک مولوی صاحب بچوں کو سرکاری اسکول میں لے جاتے ہیں جہاں اس کے مطابق پڑھائی ہوتی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ بچوں کو اس کی کتابیں پڑھنے سے ایمان کے اندر خرابی ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں ہم لوگ کیا کریں۔ جب کہ غریبی ایسی ہے کہ پرائیویٹ مدرس رکھنے کی ہمت نہیں ہے۔ جو کچھ بچے مذہبی تعلیم پڑھتے ہیں معلم کا سرکاری وظیفہ کا سہارا ہے ایسی حالت میں ہم لوگ کیا کریں۔ اسکول میں بچوں سے سال میں ایک دفعہ پوجا کے پیسے بھی دینے پڑتے ہیں۔

المستفتی، ایم اے جلیل معرفت رسالہ سنی لکھنؤ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بچوں کو ہر ایسی تعلیم سے بچانا ضروری ہے جس میں خلاف اسلام باتیں ہوں، پھر جس طرح اور اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں ان سب سے اہم ضروری اپنے بچوں کے لئے مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام کرنا بھی ہے کہ اولاد کے حقوق میں یہ باپ پر اہم فریضہ ہے، اور پوجا کے لئے کوئی پیسہ ہرگز ہرگز نہ دیا جائے واللہ تعالی اعلم

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں مولوی صاحب بچوں کو عربی کی ابتدائی تعلیم بذریعہ یسرنا القرآن دیتے ہیں، جس کے مصنف مولینا حکیم سید شاہ محمد منہاج الدین صاحب مونگیری، ملنے کا پتہ کتب خانہ امدادیہ بہار شریف ضلع پٹنہ۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کتابیں وہابیوں کی ہیں اس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں دوسرا یسرنا القرآن دفتر الجمعیۃ اخبار دہلی جو جمعیۃ العلماء کی طرف سے نکلا ہے جو جمعیۃ کتب خانہ دہلی ہے اس کتاب کے بارے میں کیا مسئلہ ہے۔ المستفتی، ایم اے جلیل معرفت رسالہ سنی لکھنؤ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ دونوں یسرنا القرآن میری نظر سے نہیں گذرے، اگر ان میں کوئی بیدینی کی بات ہے تو ان کا پڑھانا ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جب بھی ان کو پڑھانا مناسب نہیں کہ کم از کم ان کے بیدین مصنف کی عظمت قلب میں پیدا ہوگی جو دینی نقصانات کا باعث بن سکتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۸)

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

کہ ہمارے مکتب میں چند لوگ رسالہ ''آستانہ دہلی'' اور رسالہ ''دین دنیا دہلی'' بھیج دیتے ہیں جس کا مجھے نہ چندہ دینا پڑتا ہے۔ ہمارے یہاں ایک عالم ہیں ان کا فتوی ہے کہ آستانہ اور رسالہ دین دینا کا پڑھنے والا مسلمان نہیں حالانکہ رسالہ میں سے صرف بزرگان دین کے بارے میں پڑھ لیتا ہوں ورنہ خاص دلچسپی نہیں ہے،

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رسالہ آستانہ اور دین دینا دہلی کے مضامین بہت غیر ذمہ دار ہوتے ہیں بلکہ بعض بے اصل اور

بعض غلط وباطل بھی ہوتے ہیں توان رسالوں کا دیکھنا احتیاط کے خلاف ہے، لیکن ان کے بارے میں مطلقا یہ کہنا کہ ان کا پڑھنے والا مسلمان نہیں سراسر زیادتی اور سخت غلطی ہے بلکہ میرے نزدیک مطلقا ایسا فتوی دینا بھی صحیح نہیں ہے کہ تکفیر سے بقدر امکان اجتناب وپرہیز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۹۔۲۱۰۔۲۱۱)

حضرات علماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات نہایت محققانہ انداز میں مفصل طور پر تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ ہر جواب مدلل ہو۔

(۱) علم کی تقسیم علم دین اور علم دنیا کی طرف کب سے ہوئی ہے اور کس نے کی ہے؟۔

(۲) علم دین کی نہایت صحیح اور جامع ومانع حد کیا ہے؟۔

(۳) علم دین کے جملہ اقسام وانواع کی مکمل فہرست مع اسمائے علوم دینیہ کیا ہے؟۔

المستفتی، ناظر عبد المجید متوطن فتحپور ضلع بھاگلپور ستمبر جمعہ ۱۹۵۸ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) امر کی دین ودنیا کی طرف تقسیم کو کون نہیں جانتا اور امور دینیہ اور امور دنیویہ کا ایک دوسرے کے بالمقابل قسیم ہونا تو مسلمات سے ہے۔ تو پھر ان امور دینیہ اور امور دنیویہ کے علم کی تقسیم اسی پر متفرع ہے کہ جب معلوم کی تقسیم ہوگی تو علم کی کی تقسیم بھی ہوگی۔ تعلیم کی تقسیم علم دین اور علم دنیا کی طرف ناقابل انکار چیز ہے۔ لہٰذا علوم امور دینیہ علوم امور دنیویہ کے یقیناً بالمقابل قرار پائے یہ تقسیم خود شارع علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے کہ مسلم شریف میں ہے "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "انتم اعلم بامر دنیاکم" یعنی تم اپنے دنیوی امر کے زیادہ جاننے والے ہو اور اسی مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

اذاامرتکم بشئی من امر دینکم فخذ وابہ"

یعنی جب میں تمکو تمہارے امر دینی کا حکم دوں تو اس کو لو

توان احادیث میں امر کی تقسیم دینی اور دنیوی کی طرف صراحۃ ثابت ہوگئی۔ اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اہل دنیا کو امور دنیو کا خوب علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اہل دین معلمان شرع کو امور دینیہ کا

زیادہ علم حاصل ہوتا ہے تو اس میں علم کی علم دین اور علم دنیا کی طرف تقسیم بھی ضمناً ثابت ہوگئی تو سوال کا یہ صاف جواب ہوا کہ علم کی تقسیم علم دین اور علم دنیا کی طرف خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کی اور اپنی حیات ظاہری دنیویہ میں کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) علم دین سے مراد ہر وہ علم دین ہے جو آخرت کی طرف پہنچائے اور وصول الی اللہ کے راستہ کی معرفت کرائے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے "العلم الشرعی الموصل الی الاخرۃ" علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں "فالقرآن والاحادیث وعلوم الدین تعرف طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) علم دین کے انواع واقسام اور ان کے اسماء یہ ہیں علم تفسیر، علم حدیث، علم التوحید والکلام، علم الفقہ، علم اصول الفقہ، علم اصول الحدیث، علم الاخلاق والقلب، علم اسماء الرجال، علم التجوید والقرأت، علم المغازی والسیر علم التعبیر، علم الفرائض، علم التصوف۔

اور علم دنیا کے انواع واقسام اور ان کے اسماء یہ ہیں۔ علم اللغۃ، علم الاشتقاق، علم الصرف، علم النحو، علم المعانی، علم البیان، علم البدیع، علم العروض، علم القوافی، علم الشعر، علم انشاء النثر، علم المحاضرات، علم التاریخ، علم الھندسہ، علم الھیئۃ، العلم التعلیمی، علم الحساب، علم الجبرا، علم الموسیقی، العلم الطبعی، علم السیاسۃ، علم الاخلاق، علم تدبیر المنزل، علم المنطق، علم الجدل، علم المناظرہ، العلم الالٰہی، علم الطب، علم الفلسفہ، علم المیقات، علم الکیمیا، علم النجوم، علم السحر، علم الرمل، علم الجفر، علم الشعبدہ، علم المقابلہ، علم الخیاطۃ، علم الحداہ، علم التجارۃ، علم الحجارۃ، عم الکیا لۃ، علم الوزن، علم الرمی، علم الزراعۃ۔

ردالمحتار میں ہے:

العلوم الشرعیۃ علم التفسیر والحدیث والفقہ والتوحید"

شرح مسلم الثبوت میں ہے۔" علم اصول الفقہ من اجل علوم الاسلامیۃ ایضا کالفقہ وکذلک الکلام ایضاً من اجل علوم الاسلامیۃ بل ھو رأسھا ورئیسھا"

ردالمحتار میں ہے: "وما فرض الکفایۃ من العلم کالکلام والقرأت واسانید الاحادیث وقسمۃ الوصایا والمواریث ومعرفۃ الناسخ والمنسوخ والعام والخاص والنص والظاھر وکل ھذہ الۃ علم التفسیر والحدیث وکذا علم الآثار والاخبار والعلم بالرجال واسامیھم واسامی الصحابۃ وصفاتھم والعلم بالعدالۃ فی الروایۃ والعلم باحوالھم لیمیز

الضعیف من القوی"

درمختار میں ہے: تعلم العلم یکون مندوبا وھو التبحر فی الفقه وعلم القلب"

علامہ علی قاری امنح الفکریہ علی منح الجزریہ میں فرماتے ہیں:

" واخذ القاری بتجوید القراان وھو تحسین الفاظه باخراج الحروف من مخارجها واعطاء حقوقها صفاتها وما یترتب علی مفرداتها ومرکباتها فرض لا زم وحتم دائم ثم هذاالعلم لا خلاف فی انه فرض کفایة والعمل به فرض عین "

علامہ سید احمد دحلان سیرۃ النبوی میں فرماتے ہیں:

"قال الزھری فی علم المغازی خیر الدنیا والأخرة وھو اول من الف فی السیر وکان سعد بن وقاص رضی الله عنه لیعلم بنیه سیرة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومغازیه وسراياه ویقول یا بنی ھذه شرف ابائکم فلا تنسوذکر ھا وفی ذکر السیر ایضاً معرفه فضائل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وکمالاته وفضائل الصحابة وقریش وسائر العرب وکل ذالك من الاسباب المقوية للایمان "

علامہ عبد الغنی نابلسی تعطیر الکلام میں فرماتے ہیں:

" کان علم التعبیر للرویا المنامیة من العلوم الرفیعة المقام وکانت الانبیاء صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعدونها من الوحی الیهم فی شرائع الاحکام وقد ذھبت النبوة وبقیت المبشرات الرویا الصالحة یراھا الرجل او تری له فی المنام علی حسب ماورد فی الحدیث "

علامہ سید شریف جرجانی شریفیہ میں فرماتے ہیں:

"الفرائض جمع فریضة وھی ما قدر من السهام فی المیراث وانما جعل العلم بها نصف العلم اما باختصاصها باحدی حالتی الانسان وھی الممات دون سائر العلوم الدینية فانها مختصة بالحیوة "

ردالمحتار میں ہے: وغیر الشرعیة ثلاثة اقسام ادبیة وھی اثناعشر کما فی شیخ زاده وعدھا بعضھم اربعة عشر اللغة والاشتقاق والتصریف والنحو والمعانی والبیان والبدیع والعروض والقوافی وقریض الشعر وانشاء النثر والکتابة ـ والمحاضرات والتاریخ وریاضیة وھی عشر التصوف والهندسة والهیئةو العلم التعلیمی والحساب والجبر والمو

سیقی والسیاحة والاخلاق وتدبیر المنزل وعقلیة ماعدا ذالك کالمنطق والجدل والعلم الالهی والطبعی والطب والمیقات والفلسفة والکمیا "

اور اسی طرح اتقان فی علوم القرآن اور جامع العلوم میں ہر دو علوم کو شمار کیا گیا ہے اور ان کے انواع اور پھر ان کے اسماء موجود ہیں لیکن ان علوم دنیویہ غیر شرعیہ میں سے جو علوم ان علوم دینیہ کے لئے آلات ہوں یا مبادی ہوں یا تو امور دنیا میں ان کی طرف دنیوی یا دینی حاجت ہو۔ اور وہ حسن نیت کے ساتھ مقرون ہوں باوجود اس کے ان میں کوئی محذور شرعی لازم نہ آتا ہو تو ایسے علوم دنیویہ غیر شرعیہ کا تعلیم و تعلم بلاشبہ جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: " اما منطق الاسلامیین الذی مقدماته وقواعده اسلامیة فلا وجه للقول بحرمته بل سماه الغزالی معیار العلوم "

اسی میں علم الکیمیا کے ذکر میں ہے: من علم العلم الموصل الی ا لقلب ای قلب الحقائق علما یقینیا جاز له علمه وتعلیمه اذ لا مخدور فیه بوجه "

اسی میں علم شعر کے بیان میں ہے: فالیسیر من ذلك لا باس به اذا قصدبه اظهار النکات واللطافات والتشابیه الفائقة والمعانی الرائقة وان کان فی وصف الخدودو القدود ":

اسی میں علم سحر کی بحث میں ہے: وفی ذخیرة الناظر تعلمه فرض لردساحر اهل الحرب وحرام لیفرق الزوجین وجائز لیوفق بینهما ـ

اسی میں علم نجوم کے ذکر میں ہے" ان علم النجوم فی نفسه حسن غیر مذموم ثم تعلم مقدار ما یعرف به مواقیت الصلوة والقبلة لا باس به۔

اسی میں علم نحو کے لئے ہے" وقد تکون البدعة واجبة کتعلم النحوالمفهم للکتاب والسنة اقول هذه خلاصة احکام الفقهاء لبعض العلوم الدنیویة فی جواز تعلیمه وتعلمه فحکم باقی العلوم علی هذه الوجوه ظاهر لمن له نظر فی کتب الفقه ـ "۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۱۲)

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین در بارۂ تعلیم نسواں بآں حدیکہ مسایل دینیہ بکتاب دیدہ بخوانند۔ لاشك للسائل فی طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة۔

یعنی بوجوب نفس علم ہیچ شک نیست آرے کلام درذریعہ علم ست کہ بذریعہ کتابے واجب ست یا بزبانی، واگر بذریعۂ کتابے واجب ست تا چنیں صورتے چیست کہ مسائل ضروریہ ہم تواں خواند ودیگر کتب مفسدہ نتواں خواند، ازآں مطلع فرمودہ شود، واگر چنیں صورتے بیروں اختیار معلم باشد تا اجتناب عن الفساد واجب ست کہ نے؟ خصوصا بآں زمانے کہ میلان نفس بجانب شرور وفتن اغلب باشد۔

باید کہ مفصل بیان کردہ شود مع حوالہ کتب۔ بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

برائے نسواں تعلیم مسائل دینیہ بکتاب واجب نیست بلکہ جائز است، واجب علم مسائل ضروریہ ہست خواہ بکتاب باشد یا بزبان، وعند الشرع ملکۂ خواندگی کتاب موجب فساد ومنجر فتنہ نیست۔ لہذا در جواز او محض احتمال راہ نہ یابد، وچوں در تعلیم کتابت خوف مفاسد معتبر داشت پس تعلیم کتابت آنہارا ممنوع شد۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی فتوی داد۔ اعلم ان النهی ان تعليم النساء لكتابة لا ينافی طلب تعليمهن القرآن والعلوم والآداب لان فی هذه مصالح عامة من غير خشيةمفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابةفانه وان كان فيها مصالح الا ان فيها خشية مفسدة ودرء المفاسد مقدم على جلب المصالح، (فتاوی حدیثیہ مصری ۶۲)

البتہ چنیں معلمے باشد کہ آنہارا ہیچ کتاب از کتب مخربہ اخلاق تعلیم نہ دہد، وتربیت کنندگان ایشاں رابجانب آنہا مشتاق نکنند۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۱۳)

هل يجوز للمعلم ان يضرب التلميذ با لعصا للتاديب اذا ظن الرشد به ام لا ؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

لا يضرب المعلم با لعصا وله الضرب با ليد ولا يجاوز الثلاث لقوله عليه السلام لمرداس المعلم اياك ان تضرب فوق الثلاث اقتص الله منك هذاكله منقول عن رد المحتار ۔ والله تعالى اعلم با لصواب ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۱۴)

هل يجوز ان تعلم النساء الكتابة وهی تاركة ما فرض الله لها من الدين با لضرورة؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

لا ينبغی تعليم النساء الكتابة لان المرأة صارت بعد الكتابة كا لسيف الصيقل الذى لا يمر على شيئ الا قطعه بسرعة فكذالك هی بعدالكتابة ۔

وروى الحاكم وصححه البيهقی عن عائشة رضی الله تعالى عنها ان النبی صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لا تنزلو هن فی الغرف ولا تعلمو هن الكتابة وعلموهن العزل واخرج الترمذی الحكيم عن ابن مسعود رضی الله تعالى عنه انه صلى الله تعالى قال مر لقمان على جارية فی الكتاب فقال لمن يصقل هذالسيف فيه اشارة الى علة النهی عن الكتابة وهی انها اذا تعلمتهاتوصلت بها الى اغراض فاسدة والنهی عن تعليم النساء الكتابة لاينافی طلب تعليمهن القرآن والعلوم والآداب لان فی هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة فدرء المفاسد مقدم على جلب المصالح صرح به العلامة ابن حجر فی الفتاوى الحديثية؛ والله تعالى اعلم با لصواب :

فہرست آیات فتاوی اجملیه

﴿الف﴾

اتخذ واالشيطين ع۳ ۔

احل لكم الطيبات

ادخلوا الجنة۔ ع٦ ۔

ادعور بكم تضرعا و خفيه

(سورۃ اعراف پارہ ۸ رکوع ٦)

اذابطشتم بطشتم جبارين

اذا جاءك المنفقون قالوانشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون ذلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع علىٰ قلوبهم فهم لا يفقهون ۔

(سورہ منافقون)

اذا سمعتم ايٰت الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعد وا معهم حتى يخو ض و فى حديث غيره انكم اذا مثلهم۔

اذا سمعتم ايٰت الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعد وا معهم حتى يخو ض و فى حديث غيره انكم اذا مثلهم۔

(سورۃ النساء رکوع ۲۰)

اذكر ربك فى نفسك تضربا وخفيه دو ن الجهر من القول

الذين هم يرائون ويمنعون الماعون

الذين جعل لكم الارض قل هوا لله احدن الله الصمد

اشداء على الكفار" اور" رحماء بينهم"

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم۔ (سورہ نساء ع ۸)

اطيعوا اللّٰه والرسول لعلكم ترحمون۔

اطيعوا اللّٰه والرسول لعلكم ترحمون۔

العاكف فيه والباد ومن ير دفيه بالحاد بظلم نذقه من عذاب اليم ۔

اغنا هم الله و رسو له من فضله ۔

اغنهم اللّٰه ورسوله من فضله

اغنا هم الله و رسو له من فضله ۔

اغنهم اللّٰه ورسوله من فضله

(سورہ محمد)

ان الله وملٰئكته يصلون على النبى

اولئك الذين يد عون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب ۔

(سورہ نبی اسرائیل)

ان المسجد لله۔ان الذين امنو ثم كفرو اثم از دادو اكفر

ان الله لايغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء

(سورہ نساء رکوع ۷)

ان الذين يبايعونك انما يبايعون اللّٰه يداللّٰه فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه

ان الذين اتقوااذا مسهم طائف من الشيطن تذكروا فاذاهم مبصرون ۔

ا ن بعض الظن اثم ۔

ان المنٰفقين يخدعون الله وهو خادعهم واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالىٰ يرو ن الناس

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لأیات لاولی الالباب ﴾

ان اللہ وملٰئکتہ یصلو ن علی النبی یآیھاالذین امنو اصلو اعلیہ وسلمو اتسلیما ۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیا طین (پ۲۲ع۴)

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔

ان الذین کفر واویصدون عن سبیل اللہ والمسجدالحرام الذی جعلنا ہ للناس سواء

انا مکنا لہ فی الا ر ض و ا تینا ہ من کل شئی سببا ۔

انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا و نذیرا۔ (سورہ

فتح)

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین

وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضة من اللّٰہ ۔ (سورہ توبہ ع ۷ ج۱)

انما انا بشر مثلکم

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین

وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضة من اللّٰہ ۔ (سورہ توبہ ع ۷ ج۱)

انا مکنا لہ فی الا ر ض و ا تینا ہ من کل شئی سببا ۔

انما المشرکون نجس

انہ کا ن صدیقا نبیا '

انہ لا یئس من رو ح اللہ الا القوم الکفرون۔ (یوسف، رکوع ۔۱۰)

انک لا تسمع الموتی الیٰ اخر

انک لا تھدی من احببت

انتم قوم عادون

أ انتم تزرعونہ ام نحن الزار عون ۔

الا ان الاولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

الا انھم ھم المفسدون ولکن لایشعرون ۔

الا ان اولیا ء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ الذین امنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشری

فی الحیواة الدنیا وفی الاخرة۔ (سورہ یونس۔ ج۱۱۔)

اولئک کالانعام بل ھم اضل

اولئک الذین ید عون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب ۔

(سورہ بنی اسرائیل)

اھلک عاد ن الاولیٰ ۔

اھدناالصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

اھد نا الصرا ط المستقیم صراط الذی انعمت علھیم۔ (سورۂ فاتحہ)



تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت ۔

(سورہ بقرہ ع ۳۲ ج ۳)

تلک من انباء الغیب نو حیھا الیک۔ (سورہ ہود)

تعزروہ وتوقروہ " (سورۂ فتح ع ۱ ج ۲۶)

تتنزل علیھم الملٰئکة "

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت ۔

(سورہ بقرہ ع ۳۲ ج ۳)

تلک من انباء الغیب نو حیھا الیک (سورہ ہود)



ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم یخرجون۔

ثم ادعھن یا تینك سعیا۔(البقرہ)

ثم آتینا مو سی الکتاب تماما علی الذی احق لکل تفصیلا لکل شئی وھد ی ورحمۃ '

(سورۃ اعراف رکوع ۱۷/)

ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم یخرجون۔

ثم ادعھن یا تینك سعیا۔(البقرہ)

ثم آتینامو سی الکتاب تماما علی الذی احق لکل تفصیلا لکل شئی وھد ی ورحمۃ '

(سورۃ انعام ع۱۹) '

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا ہ۔

ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم یخرجون۔

ثم ادعھن یا تینك سعیا۔ (البقرہ)



حم الکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ

حم والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ

(سورۃ اعراف رکوع ۱۷/) '

حم والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ

حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ۔

(سورۂ نساء ج۴)

الحمد للہ رب العا لمین الر حمٰن الر حیم ملك یو م الدین ایاك نعبد وایاك نستعین اھد نا الصرا ط المستقیم صرا ط الذ ین انعمت علیھم غیر المغضو ب علیھم ولا الضا لین

خلق الانسا ن علمہ البیان۔



دعو اللہ۔ سورہ اعراف ح۹ع۲٤۔



ذلك من انباء الغیب نوحیہ الیك۔ (سورۃ ال عمران)

ذلك من انباء الغیب نو حیہ الیك

(سورہ آل عمران)

ذلك من انباء الغیب نوحیہ الیك۔

(سورۃ ال عمران)

ذروا الذین۔ ع۲۲۔

الذین یحملو ن العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویو منون بہ ویستغفرون للذین امنو ربنا وسعت کل شی رحمۃ وعلما فاغفر للذین تا بوا واتبعوا سبیلك وقھم عذاب الجھنم

(سورہ مومن۔ع ا ج۲۴)

الذین بدلو انعمۃ اللہ کفرا



الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان "

(سورۃ الرحمن)

الرحمٰن علی العرش استوی

رب اغفرلی ولو الدی ولمن دخل بیتی مو منا وللمو منین وللمو منٰت

(سورہ نوح ع۹۲ج۲۹)

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمو منین یو م یقوم الحساب ۔

(سورہ ابراہیم ع اح ۱۳)

﴿س﴾

سیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی

سیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی

﴿ع﴾

علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضیٰ من رسول (سورہ جن رکوع ۲)

غا لم الغیب فلا یظهر علی غیبه احد االا من ا رتضی من رسول ۔

(سورہ جن)

عند ہ مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو)

عملوا الصٰلحت۔ ع۵ ۔

عن تلکما الشجرۃ ۔ (اعراف ع۴)

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا ا لامن ارتضی من رسول۔

(سورۃ الجن)

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا ا لامن ارتضی من رسول۔

(سورۃ الجن)

﴿ف﴾

فسخر نا له الر یح تجر ی با مر ہ ر خا ء حیث اصا ب و الشیٰطین کل بنا ء و غوا ص ۔

فلما اتاها نودی یموسی، انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی۔

فلا تقعدبعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

فماتنفعهم شفاعة الشافعین ﴾

فان الله هو مولٰه وجبریل وصالح المومنین والملئکة بعد ذلك ظهیراً۔

(سورہ تحریم)

فسخر نا له الر یح تجر ی با مر ہ ر خا ء حیث اصا ب و الشیٰطین کل بنا ء و غوا ص ۔

فلما اتاها نودی یموسی، انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی۔

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظا لمین

فمن زین له سوء عمله فراٰه حسناً"

فماتنفعهم شفاعة الشافعین

فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔

فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔ ی

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ (سورہ نحل ع ۶)

فا ن خفتم الا تعدلوا فوا حدۃً

فلو لا نفر من کل فر قة منهم طا ئفة یتفقهو ن فی الدین ولینذروا قو مهم اذا رجعو الیهم لعلهم یحذرون ۔

(سورۃ توبہ پ ۱۱ رکوع ۱۵)

فاعینو نی بقوۃ اجعل بینکم و بینهم ردما۔ (سورہ الکہف)

فان الله هو مولٰه وجبریل وصالح المومنین والملئکة بعد ذلك ظهیراً۔

(سورہ تحریم)

فان خفتم ان لا یقیما حدود الله فلاجناح علیهما فیما افتدت به تلك حدود الله فلاتعتدوها۔

الطلا ق مر تا ن فا مسا ك بمعرو ف او تسريح باحسا ن۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔

فلتكن منكم امةيدعون الى الخير

فلما احس عيسى منهم الكفر قال من انصارى الى الله تعالىٰ قال الحوريون نحن انصار الله واشهد بانا مسلمون۔

فا ن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زو جا غير ه فان طلقها فلا جنا ح عليهما ان يترا جعا ان ظنا ا ن يقيما حد و د الله ۔

فان طلقها فلا تحل له من بعدحتى تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله۔(سورہ بقرہ)

فا ن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زو جا غير ه ۔

فامساك بمعروف او تسريح باحسان ۔ (سورہ بقرہ)

فكلوا مماذكراسم الله ان كنتم بايته مومنين ومالكم الاتاكلو مما ذكر اسم الله عليه وقد فصل لكم ماحرم عليكم ۔ (سورہ انعام ع۱۴ ج۸)

فكلوا مماذكراسم الله ا لاية ۔

فكلو مما ذكر اسم الله عليه ان كنتم باياته مو منين ۔

فازلهما الشيطن۔ (سورہ بقرہ ع۴)

فوسوس لهما الشيطان ۔

فلما ذا قاالشجره۔ سوره اعراف ح٨ع٤ ۔

فراشا والسماء بناء

فاذا قرى القرآن فاستمعو اله وانصتوا ۔

فاعينو نى بقوة اجعل بينكم وبينهم ردما۔

(سورہ الکہف)

فاتوا بسورة من مثله

فقلنا اضربوه ببعضها

فمن يكفر با لطاغوت ويومن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى

(سورہ محمد)

فلما قضى زيدمنها و طرا

فعقروا الناقه۔ ع۱۰۔

فا وفواالكيل ۔ ع۱۱۔

فا وفوا لكيل ۔ ع۱۱۔

فلما اتاها نودى يموسى، انى انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى۔

فمن يكفر با لطاغوت ويومن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى



قال موسىٰ لاخيه هرون اخلفنى فى قومى واصلح ولاتتبع سبيل المفسدين۔

(سورہ اعراف ۷)

قال عيسى ابن مريم للحواريّن من انصارى الى الله ط قال الحواريون نحن انصار الله ۔

(سورہ الصف)

قال عيسى ابن مريم للحواريّن من انصارى الى الله ط قال الحواريون نحن انصار الله ۔

(سورہ الصف)

قال موسىٰ لاخيه هرون اخلفنى فى قومى واصلح ولاتتبع سبيل المفسدين۔

(سورہ اعراف ۷)

قالت اليهود عزيرين الله۔





لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔



ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتھوا۔

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ما علمنا ہ الشعر

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

(سورہ آل عمران)

ما کا ن اللہ لیذ ر المو منین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب ۔

(سورہ آل عمران ۷۔ع۱۸)

ما اھل بہ لغیر اللہ

ماجعلنا ھم جسدا لایاکلون الطعام وماکانوا خلدین ۔

ما فرطنا فی الکتاب من شئی "

(سورۃ انعام ع۴)

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتھوا۔

ما کان محمد ابا ا حد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

منھما اذکر نی۔ (یوسف ع۵)

من اتبعکما الغلبون۔ (قصص ع۴)

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ " (سورہ بقرہ)

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ " (سورہ بقرہ)

المھیمن العزیز الجبار المتکبر



النبی او لی بالمو منین من انفسھم

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم واز واجہ امھا تھم۔

(سورہ توبہ ۱۰-۱۰)



وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکفرین۔ (سورۃ البقرۃ۔پارہ الم رکوع ۹)

وھو الذی یقبل التوبۃ من عبادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ولعبد مومن خیر من مشرک ۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی۔

وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

(سورۃ آل عمرا ن)

ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذٰلک ولا الی ھٰؤ لاء ولا الیٰ ھٰؤ لاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ (سورہ نساء ۲۱)

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصر نہ فقال ء أقررتم و اخذ تم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھد و اوانا معکم من الشاھدین۔ (ال عمران ۸)

ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

وما ھو علی الغیب بضنین۔

(سورۃ التکویر)

وماارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔

ولا حبة فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

واذا حضرالقسمة اولو القربیٰ والیتمی والمساکین فارزقوھم منه وقولوالھم قولا معروفا۔

وما ھو علی الغیب بضنین (سورہ کورت)

ومن یتولھم منکم فانه منھم

وعداللہ المنافقین والمنافقات والکفار نا ر جھنم خٰلدین فیھا

(سورہ توبہ)

واذا رایت الذین یخو ضون فی ایٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوض فی حدیث غیرہ واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمیں ۔

(سورہ الانعام رکوع ۸)

واستبقا الباب۔ سورۃ یوسف ح ۱۴ ع ۳ ۔

وقالا الحمد لله۔ سوره نمل ح ۱۹ ع ۲۔

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

ونزلنا علیك الکتاب تبیا نا لکل شئی "

(سورۃ نمل ع ۱۲)

وکل شئی فصلنا ہ تفصیلا "

(سورۃ اسراء ع ۲)

ولا تکو نو ا کا الذین تفرقواواختلفو ا من بعدماجاء ھم البینا ت واولئك لھم عذاب

عظیم

و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔

واتینھماالکتٰب۔

وھدیناھما الصراط المستقیم۔ (والصّٰفّٰت ع ۴)

ولا تسبوا الذین ید عون من دون الله فیسبوااللہ عدوا بغیر علم۔

وقد فصلنا الآیا ت لقوم یعلمون۔

ووصینا الانسان بوالدیه۔

وما ذبح علی النصب

ومن یتولھم منکم فانه منھم۔ (سورۂ مائدہ)

واذا تلیت علیھم آیاته زادتھم ایما نا

ولو انھم اذظلمو ا انفسھم جاء وك الآیة ۔ (النساء ۹)

ومن یخرج من بیته مھا جرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله

(النساء رکوع ٤)

ولن یجعل الله للکافرین علی المومنین سبیلا۔

ولا تزر وا زرۃ وزر اخری۔

وان تجمعوا بین الاختین۔

والمحصنٰت من النساء"

وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة ۔

و اذ تخلق من الطین کھیئة الطیر با ذ نی فا نفخ فیھا فیکو ن طیرا با ذ نی و تبر ی الا کمه و الا بر ص با ذ نی و ا ذ تخر ج المو تی با ذ نی ۔

و من یتعد حدود الله فقدظلم نفسه ۔لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء۔

وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

(سورۃ آل عمرا ن)

وعلمک ما لم تکن تعلم وکا ن فضل اللہ علیک عظیما "

و نادینہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرویا ۔

وعداللہ المنافقین والمنافقات والکفار نا ر جھنم خلدین فیھا ﴿ سورہ توبہ)

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الآخرةعذاب عظیم۔

ولوانھم اذظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ (سورہ نساء)

واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات "(سورہ محمد)

ومارسلنا من رسول الا لیطا ع باذن اللّٰہ۔

ومن یطع الرسول فقد اطا ع اللّٰہ۔

واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایما نا ۔

واذا رایت الذین یخو ضون فی ایتنا فاعرض عنھم حتی یخوض فی حدیث غیرہ

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین ۔

ولا رطب ولا یا بس الا فی کتا ب مبین"

ولن تستطیعوا ان تعدلو ا بین االنساء ولوحرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقه"

(سورۃ نساء رکوع ۹)

وقل للمؤمنا ت یغضضن من ابصا رھن ویحفظن فرو جھن ولا یبدین زینتھن الاما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھم الا لبعولتھن اوآبائھن او آبا ء بعولتھن او ابنا ئھن او ابنا ء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسا ئھن او ما ملکت ایما نھن او التا بعین غیر اولی الاربة من الرجا ل او الطفل الذین لم یظھروا علی عو را ت النسا ء ولا یضربن با ر جلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتو بو ا الی اللہ جمیعا ایہ المو منو ن لعلکم تفلحون ۔

(ازسورۃ النور ع۹ ج۱۸)

واوتیت من کل شئی " (سورۃ نمل رکوع۱)

وکتبن لہ فی الالواح من کل شئی مو عظة تفصیلا لک لشئی ۔

وعلمنٰہ من لدنا علما ۔

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عندربھم یرزقون۔

(سورہ آل عمران ع ۱۷)

وما ھو علی الغیب بضنین۔ (بسورۃ التکویر)

و نادینہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرویا ۔

واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتناامة مسلمة لک

وما یعلم جنود ربک الا ھو۔

وکانوامن قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جائھم ما عرفو اکفروا بہ۔

(سورہ بقرہ)

واذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔

(سورہ بقر)

ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

(ازسورۂ مائدہ)

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔

و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر با ذ نی فا نفخ فیھا فیکو ن طیرا با ذ نی و تبر ی الا کمہ

و الا بر ص با ذ نی و ا ذ تخر ج المو تی با ذ نی ۔

و کذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکو نوا شھداء علی النا س ۔

(سورۃ بقرہ پ۲ رکوع ۷)

ولو رد وہ الی الر سول والی اولی الا مر منھم لعلمہ الذین یستنبطو نہ منھم۔

(سورہ نساء پ۵ رکوع ۱۱)

واتبع سبیل من ا ناب الی۔ (سورۃ لقمٰن پ۳ رکوع ۲)

ومن اوفیٰ بما عھد علیہ اللّٰہ فسیو تیہ اجرا عظیما۔ (سورہ فتح)

ووصی ابراھیم بنیہ یعقوب یا بنی ان ا للہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔

وما ھو علی الغیب بضنین۔ (سورہ کورت)

و علمک ما لم تکن تعلم و کا ن فضل اللہ علیک عظیما وگفت و یعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکو نو ا تعلمو ن'' و یعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکو نو ا تعلمو ن''

ویکون الرسول علیکم شھیدا ۔ (سورہ بقرہ)

ولتکن منکم امۃ ید عون الیٰ الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔

(آل عمران ع ۱۱)

وقال الذین کفروا لا تسمعو لھٰذا لقرآن والغوافیہ

والغوافیہ لعلکم تغلبون

ورتل القرآن ترتیلا۔

وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنامن الجن والانس

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوت والارض لیکون من الموقنین ۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعٰلمین ۔

وما انت بمسمع من فی القبور

و فسقا اھل لغیراللّٰہ بہ

وتقلبک فی الساجدین

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

والذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا،

واذا قری القر اٰن فا ستمعو الہ و انصتوا لعلکم تر حمون ۔

ومن یتبع غیر سبیل المومنین نو لہ ما تولی۔ (سورۃ نساء پ۵ رکوع ۱۶۷)

واذ قال عیسی ابن مریم ینبی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقالما بین یدی من التوراۃ

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون

ولکن لا یشعرون ۔ (سورہ بقرہ رکوع ۴ پارہ ۱)

واذا جاوک حیوک بما لم یحیک بہ اللہ ۔ (سوہ مجادلہ)

والملئکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض

(سورہ شوریٰ ع ۱ ج ۲۵)

وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ۔ (بنی اسرائیل ع ۳ ج ۱۵)

والذین جا ؤ ا من بعد ھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایما ن۔

(سورہ حشر ع ۱ ج ۲۸)

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم با لایما ن الحقنا بھم ذر یتھم وما التناھم من عملھم من شئ۔

(سورہ طور ع ۱ ج ۲۷)

والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقامو الصلوۃ وانفقوا مما رزقنا ھم سرا وعلا نیۃ وید رؤن بالحسنۃ السیئۃ اولئک لھم عقبی الدارجنت عدن یدخلونھا ومن صلح،من ابا ئھم وازواجھم وذریتھم۔

(سورہ رعد ع ۳ ح ۱۳)

واذا حضرالقسمۃ او لو القربہ الیتمی ولامسکین فارن قوھم منہ وقواولھم قولا معرفا ما (سورۃ النساء ع ۱ ج ٤۔)

وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث۔ (سورہ ص۔رکوع۔۳)

ومن الناس من یقول امنا با للہ وبالیوم الأخر وما ھم بمؤمنین یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ۔ (بقرہ)

ومبشرا برسول یاتی من بعدی سمہ احمد ۔ (سورۃ الصف ج ۲۸)

واذیمکربك الذین کفروا لیثبتوك اویضلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکراللہ ۔

واذکرو نعمۃ اللہ علیکم۔ (سورۂ بقرہ ع ۲۹ ج ۲)

واما بنعمۃ ربك فحدث ۔ (سورۂ والضحی ع ۱ ج ۳۰)

واذا خذاللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتا ب وحکمۃ ثم جا ء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ ۔قال ألقررتم وأخذ تم علی ذلکم اصری ؟قالوااقرر نا قال فا شھدوا وانا معکم من الشھدین ۔ (سورۂ آل عمران ع ۹ ج ۳)

وقل جا ء الحق وزھق البا طل ان البا طل کا ن زھو قا

واللہ عندہ حسن الثواب

ورفعنالك ذکرك (پارہ عم)

وکانوامن قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جائھم ما عرفو اکفروا بہ۔

(سورہ بقرہ)

'وتفصیل الکتاب لا ریب فیہ من رب العالمین"

(سورۃ یونس ع ۴)

ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئی "

(سورۃ یوسف ع ۱۲)

ویسبح الرعد بحمدہ

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یر زقون۔

واذا حضرالقسمۃ اولو القربیٰ والیتمی والمساکین فارزقوھم منہ وقولوالھم قولا معروفا۔

- (سورہ نساء)

واذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔(سورہ بقر)

الا انھم ھم المفسدون ولکن لایشعرون ۔

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

(ازسورۂ مائدہ)

واستفزز من استطعت منھم بصو تك ۔

و قال اللہ تعالی: یا ایھا النبی قل لا زواجك و بنتك و نساء المومنین ید نین علیھن من جلابیبھن ذالك ادنی ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما۔

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جا ء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصر نہ فقال أ أقررتم و اخذ تم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال

فاشهد و اوانا معكم من الشاهدين۔ (ال عمران ۸)

واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات " (سوره محمد)

ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔ (سورہ نساء)

ولا تعثوا فی الارض مفسدين۔

(ع۴ ج۹)

وصل عليهم ان صلوٰتك سكن لهم والله سميع عليم ۔

(سورہ توبہ ع۱۳ ج۱۲)

واستغفر لذنبك وللمو منين والمو منا ت ۔

(سورہ محمد ع۲ ج۲۶)

ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولىٰ ونصله جهنم وساء ت مصيرا۔ (سورہ نساء ع۱۷ جز۵)

والذين جآؤا من بعدهم يقولون ربنااغفرلنا ولاخوننا الذين سبقونا بالايمان۔

(سورہ حشر ۱۳)

واذ قال موسى لقومه ياقوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء ۔

(سورۃ المائدہ ع۴ ج۶)

ولا تسرفوا ان الله لا يحب المسرفين

ولاتاكلوا ممالم يذكرا سم الله عليه وانه لفسق ۔ (انعام ع۱۴ ج۸)

وانه لفسق

ولاتاكلوامما لم يذكراسم الله عليه وانه لفسق۔

ولا تاكلوا ممالم يذكراسم الله عليه)

ولوكان من عندغيرالله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔ (سورہ نساء ع۱۱ ج۵)

ولاتاكلوا الآية

واوتيت من كل شئى " (سورۃ نمل رکوع ۱)

وكتبن له فى الالواح من كل شئى مو عظة تفصيلا لك لشئى ۔

(سورۃ انعام ع۱۹)

ولا حبة فى ظلمٰت الارض ولا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين

و ارسلنك كا فة للناس بشير اونذيرا۔۔

وادخلو الباب سجدا



هم قوم خصمون



يخرج منهما اللؤلؤ۔ (الرحمٰن ع۱)

يوما يجعل الولدان شيبا

يوما يجعل الولدان شيبا

يحرفون الكلم عن مواضعه۔

يا يها الذ ين آ منو ا استعينو ا با لصبر والصلوٰة ۔

ياا يها النا س انتم الفقرا ء الى الله والله هو الغنى الحميد ۔

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة ۔

(سورۂ مائدہ)

ياايها الذين امنوالاتحرموا طيبا ت مااحل الله لكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين"

(سورۃ المائدہ ج۷ ع۱۲)

یایها الذین امنوا ا ستعینو بالصبر والصلوۃ ۔

یـا ایهـا الـذین آمنو آمنو بالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل

من قبل ط ومن یکفر بالله وملٰئکته وکتبه ورسله والیوم الأخر فقد ضل ضلالا بعیدا۔

(سورۃ النساء ع ۲۰)

یـا ایهـاالـذیـن آمـنـوا اذا نـکحتم المؤمنٰت ثم طلقتمو هن من قبل ان تمسو هن فما لکم

علیهن من عدۃ تعتدو نها

یاایهاالذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولواانظرنا۔

یا ایهاالذین امنوا ان تنصرواا لله ینصر کم ویثبیت اقدامکم۔

یاایها الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم ۔

یـا أَیهَـا الـذِیـنَ امـنـو لا تَسـئَلُوا عَن اشیاء ان تبدلکم تسئو کم وان تسئلو ا عنها حین ینزل

القرآن تبدلکم عفاا لله عنها واللّٰه غفور رحیم ۔

یـٰایهاالذین آمنو اذا انکحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسو هن فما لکم علیهن

من عدۃ تعتدونها ۔ (سوره احزاب ع ۵)

یـا ایهـا الـذ یـن آ منو ا اذا قیل لکم تفسحو ا فی المجا لس فا فسحوا یفسح الله لکم و اذا

قیل انشز و ا فا نشز و ا ۔ (سو ر ۃ مجادلة ع ۱ / ۱۱)

یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة ۔ (سورۂ مائدہ)

یا ایها الذین امنو ا لا تأ کلو اا موالکم بینکم با لبا طل "

یا ایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الآیة۔

یایها الذین آمنوا ا ستعینو بالصبر والصلوۃ ۔

یا یها الذ ین آ منو ا استعینو ا با لصبر والصلوٰۃ ۔ (سورہ بقرہ ع ۱۸)

یاا یها النا س انتم الفقرا ء الی الله والله هو الغنی الحمید ۔

یـایهـا الـرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسلته والله یعصمك من

الناس (المائدہ ۱۰ ع)

یا ایهاالذین امنوا ان تنصرواا لله ینصر کم ویثبیت اقدامکم۔

یـا ایهـا الـذین آمنو آمنو بالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل

من قبل ط ومن یکفر بالله وملٰئکته وکتبه ورسله والیوم الأخر فقد ضل ضلالا بعیدا۔

یـا ایهـاالـذیـن آمـنـوا اذا نـکحتم المؤمنٰت ثم طلقتمو هن من قبل ان تمسو هن فما لکم

علیهن من عدۃ تعتدو نها

یاایها الذین امنوالاتحرموا طیبا ت ماا حل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین"

(سورۃ المائدہ ج ۷ ع ۱۲)

یاایها الذین امنوالاتحرموا طیبا ت ماا حل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین"

(سورۃ المائدہ ج ۷ ع ۱۲)

یو م ند عو کل ا نا س با ما مهم ۔ (سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵ ارکوع ۸)

یسئلو نك عن الاهلة ط قل هی مواقیت للناس والحج ۔

(سورہ بقرہ ع ۲۴ ج ۲)

یسئلو نك عن الاهلة ط قل هی مواقیت للناس والحج ۔

(سورہ بقرہ ع ۲۴ ج ۲)

یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم۔

یحلفو ن بالله ما قالوا ولقد قالو ا کلمة الکفر وکفرو ا بعد اسلامهم (سورہ توبہ)

فہرست احادیث فتاوی اجملیہ

الف

ان اعمیٰ قال یارسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یکشف لی عن بصری قال انطلق فتوضا ثم صل رکعتین ثم قل اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یامحمد انی اتوجہ بک الی ربک ان یکشف لی عن بصری اللّٰھم شفعہ فی قال فرجع وقد کشف اللّٰہ عن بصرہ ---------- ٣٨٨/٣

ان عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یامحمداہ فانتشرت ---------- ٣٨٩/٣

ان رجلا قال یارسول اللّٰہ ان امی اقتلت نفسها ولم توص واظنها لوتکلمت تصدقت افلها اجراًان تصدقت فیها قال نعم یارسول اللّٰہ ان امی ماتت وانا غائب هل ینفعها ان تصدقت عنهاقال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی صدقة عنها ---------- ٤٠٥/٣

ان الصدقة لتطفی عن اهلها حرالقبور ---------- ٤٠٧/٣

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها فلاینقص من اجره شیٔ ---------- ٤٠٨/٣

ان ربکم حی کریم یستحی من عبده اذ رفع یدیه الیه ان یردهما صفرا ---------- ٤٠٨/٣

أیعجز احدکم ان یقرأ فی لیلة ثلث القرآن قالوا وکیف یقرأثلث القرآن قال قل هو اللّٰه احد یعدل ثلث القرآن ---------- ٤٠١/٣

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لایصعد منها شیٔ حتی تصلی علی نبیک ---------- ٤٠٥/٣

اذ غشیتنا ریح وظلمة فجعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یتعوذباعوذ برب الفلق واعوذ برب الناس ویقول یاعقبة تعوذیهما فماتعوذ متعوذ بمثلهما ---------- ٤٠٣/٣

ائذن لعشرة فاذن لهم فاکلوا حتی شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة ثم لعشرةفاکل القوم کلهم وشبعوا والقوم سبعون او ثمانون رجلا ---------- ٤٠٩/٣

ان اللّٰہ تعالیٰ لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدیة الاحیاء الی الاموات استغفار لهم ---------- ٤١٢/٣

ان اللّٰه عزوجل لیرفع الدرجات للعبد الصالح فی الجنة فیقول یارب انیٰ لی هذه فیقول باستغفار ولدك لك ---------- ٤١٢/٣

امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبورها لاذنوب علیها تمحص عنها باستغفار المومنین لها ---------- ٤١٢/٣

اذا دعا العبد لاخیه المیت اتاه بها الی قبره ملك فقال یا صاحب القبر الغریب هذه هدیة من اخ لك علیك شفیق ---------- ٥٧١/٢

اقرؤاالقران فانه یاتی یوم القیامة شفیعا لاصحابه ---------- ٥٦١/٢

اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فجاء رجل ---------- ٢٣٠/٤

احبو العرب بالثلث فانی عربی وکلام الله عربی ولسان اهل الجنة عربی ---------- ١٣٨/٤

اجعلو الاخوات مع البنات عصبة ---------- ١٦٢/٤

ان رجلا ضریرا لبصراتی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فقال ادع اللّٰه ان یعافینی ---------- ٢٤٩/٤

ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خیرلك ---------- ٢٤٩/٤

ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضیٰ الله عنه فی حاجة له فکان عثمان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی ابن حنیف فشکا ذلك الیه فقال له عثمان بن حنیف أیت المیضاة فتوضأ ---------- ٢٥٠/٤

اللّٰهم انی اسألك واتوجه الیك بنینا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربك فیقضٰی حاجتی وتذکر حاجتك ورح حتی اروح معك ---------- ٢٥٠/٤

﴿ب﴾


ز


س

﴿ش﴾

﴿ص﴾






ف

ق


ک

كلما كان ليلتها من رسوله ﷺ يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار
قوم مومنين واتاكم ما توعدون غداوانا انشاء الله بكم لاحقون اللهم اغفرهالاهل بقيع
الغرقد ---------- ٦٠١/٢

كانت قرأة النبى ﷺ بالليل يرفع طورا ويخفض طورا ---------- ٥٩٥/٢

كان رسول الله ﷺاذا سلم من صلوته يقول بصوته الاعلىٰ :لا اله الا الله وحده لا شيك له
،له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ---------- ٥٩٦/٢


ل







دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۱۰۱۲ فتاوی کا مستند ذخیرہ

فتاوی فیض الرسول

تصنیف

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی
سابق صدر شعبہ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

بسعی و اہتمام

مفکر ملت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام عبدالقادر علوی
خلف رشید حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ
مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

شبیر برادرز ۔ ۴۰ بی اردو بازار ۔ لاہور

بسم اللہ والحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

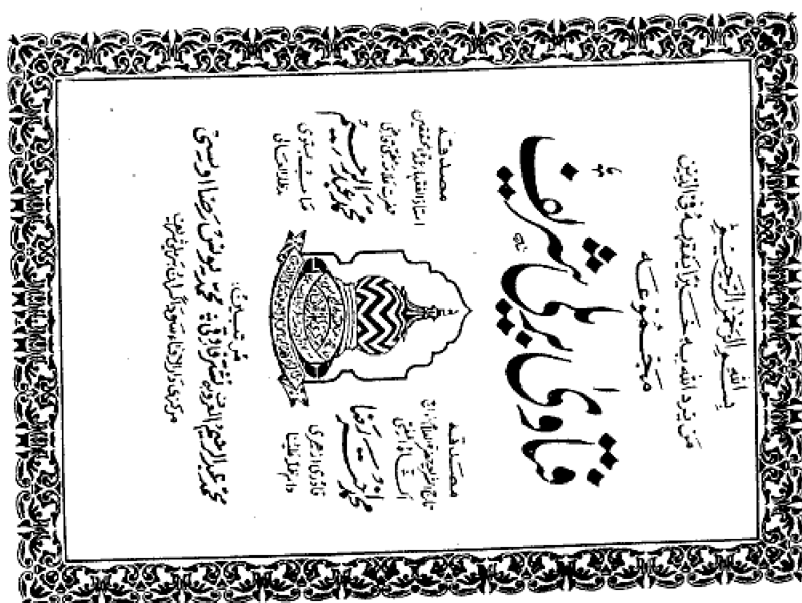
المکرمۃ النبویۃ
فی
الفتاوی المصطفویۃ

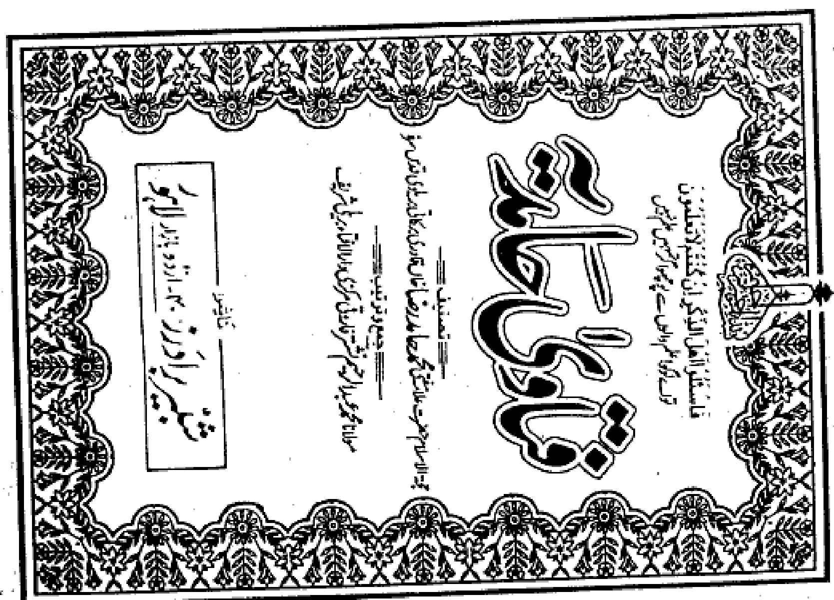
تصنیف

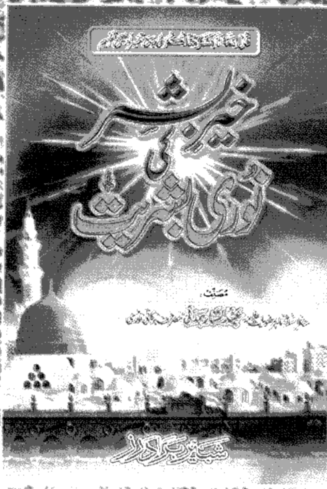
شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام الفقہاء مفتئ اعظم ہند
حضرت علامہ شاہ ابو البرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

بفیض مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری

شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار لاہور

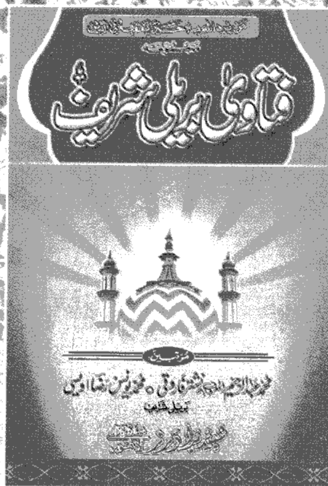


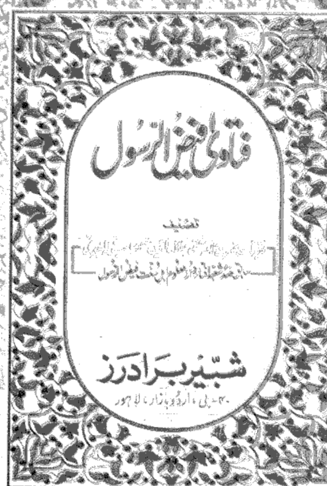


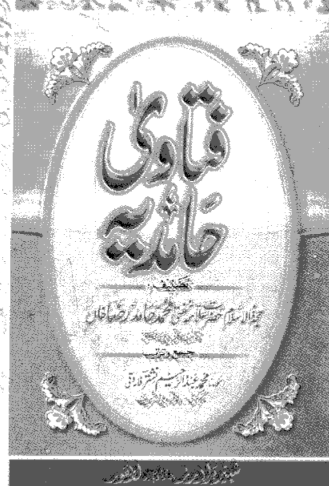

خیر بشر کی نوری بشریت
شبیر برادرز

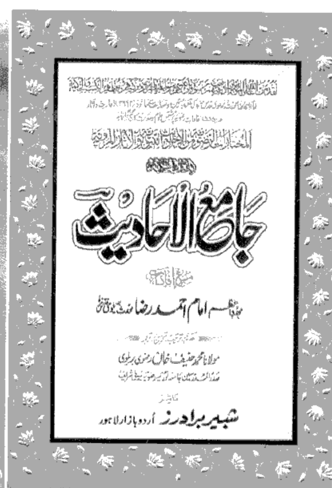

شفاء شریف

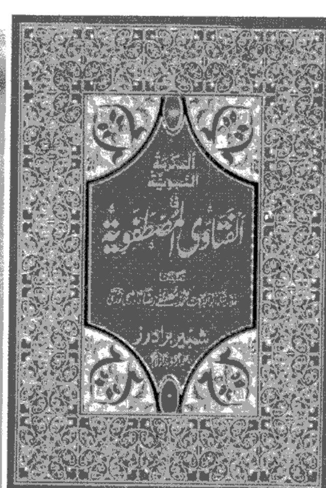

الخصائص الکبریٰ

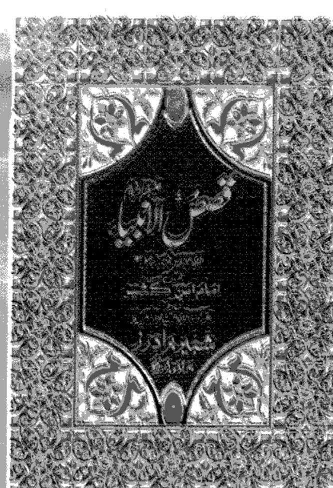

فتاویٰ بریلی شریف


فتاویٰ فیض الرسول
تصنیف
شبیر برادرز


فتاویٰ حامدیہ


جامع الاحادیث
شبیر برادرز اردو بازار لاہور


الفتاویٰ المصطفویۃ
شبیر برادرز


قصص الانبیاء
شبیر برادرز


شبیر برادرز